عین التصوف

(اوّلین اشاعت)

حضرت سید مجتبیٰ گیلانی قدس سرہ

(م1123ھ/1712ء)

ترتیب و تدوین، مقدمہ و تعلیقات

پیر محمد طاہر حسین قادری

Marfat.com

تسلیم برائے لائبریری پنجاب یونیورسٹی

محمد طاہر حسین عفی عنہ
۱۳ نومبر ۲۰۱۷ء

عین التصوف

تصنیف

سید مجتبیٰ گیلانی قدس سرہ

ترتیب و تدوین، مقدمہ و تعلیقات

پیر محمد طاہر حسین قادری

مترجمین مخطوطہ

کوثر عباس علوی، اویس عبداللہ منگانوی

Marfat.com

سلسلۂ مطبوعات "پنجاب میں مشائخ قادریہ کی فارسی خدمات"

زیرِ نگرانی

"کتابخانہ ابنِ کرم" خانقاہ منگانی شریف، ضلع جھنگ

۱۔ دیوانِ قطبیہ: حضرت سید قطب علی شاہ بخاری پیر محلوی۔ مرتبہ: پیر محمد طاہر حسین، اکتوبر 2004ء

۲۔ دیوانِ قطبیہ (طبع دوم): مشمولہ "لمعات قطب" سوانح حیات حضرت سید قطب علی شاہ بخاری پیر محلوی۔ مصنف: پیر محمد طاہر حسین، جون 2016ء

۳۔ شفاء الصدور: حضرت سید اسماعیل محدث گیلانی۔ متن فارسی بمعہ احوال مصنف، پیر محمد طاہر حسین: مجلّہ آئینہ کرم، شمارہ 35، جون 2013ء

۴۔ عین التصوف: حضرت سید مجتبیٰ فضلی۔ مترجمین: کوثر علوی، اویس منگانوی۔ ترتیب و تدوین، مقدمہ و تعلیقات: پیر محمد طاہر حسین، جون 2017ء

۵۔ مکالمات غوثیہ: (ملفوظات حضرت سید محمد غوث بندگی اوچوی)۔ مولف سید جمال الدین احمد قادری۔ (زیرِ طبع)

۶۔ دیوانِ قادری: حضرت سید محمد غوث بندگی اوچوی۔ (زیرِ طبع)

عین التصوف

یکے از مطبوعات کتابخانہ ابنِ کرم خانقاہ منگانی شریف جملہ حقوق محفوظ

تاریخ اشاعت (اوّل): جون 2017/۱۴۳۸ھ

ہدیہ بمعہ عکس مخطوطہ : ۱۰۰۰

ہدیہ اردو ترجمہ : ۷۰۰

تعداد : ۵۰۰

ڈیزائننگ اینڈ سیٹنگ: اویس عبداللہ منگانوی

رابطہ برائے خط خطابت: عبدالوحید قادری۔ الکرم ہاؤس کوٹھی نمبر 27، لالہ زار کالونی نمبر 1 نزد ووکیشنل کالج فار بوائز سیٹلائٹ ٹاؤن، جھنگ صدر (پاکستان)

۱۵۹۵۸۸

Marfat.com

انتساب

حضرت مصنف نے اس کتاب میں نہ صرف اپنے آباؤ اجداد کا ذکرِ خیر قلمبند فرمایا بلکہ اپنے مشائخِ صحبت کا تذکرہ بھی تفصیل کے ساتھ کیا۔ جب یہ ترجمہ مکمل ہوا تو میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت شاہ چراغ لاہوری قدس سرہ کے وابستگانِ سلسلہ میں سے کیوں نہ اُن گرامی قدر حضرات کے نام اِس کتاب کا انتساب کروں جو عہدِ حاضر میں آپ کی علمی وعرفانی امانتوں کے امین ہیں۔ ہر شخص کا اپنا ایک نقطہ نظر ہوتا ہے، جو کچھ اللہ رب العزت نے دیکھنے اور پرکھنے کی توفیق مجھے عطا فرمائی ہے، میں آپ کی صلبی اولاد اور سلسلہ خلفاء میں سے دو عظیم شخصیات کے نام اس مبارک کتاب کا انتساب کرتا ہوں۔

سید السادات حضرت پیر
سید افضال حسین شاہ گیلانی قادری
زینت مسندِ عالیہ گیلانیہ شیخو شریف (اوکاڑہ)

مظہر الانوار حضرت علامہ
پیر محمد مظہر حسین علوی قادری
سجادہ نشین خانقاہ قادریہ منگانی شریف (جھنگ)

اللہ رب العزت اپنے محبوب کریم ﷺ کے وسیلۂ جلیلہ سے اس کتاب کو برادرانِ طریقت کے لیے نافع بنائے اور جنہوں نے اس کی اشاعت کے لیے جو بھی خدمت انجام دی اُن کے لیے توشۂ آخرت بنے۔

Marfat.com

منقبت

حضرت سید عبدالرزاق گیلانی المعروف چراغ شاہ لاہوری ح

رہبرِ راہِ طریقت' مشعلِ راہِ ہدیٰ — نورِ چشمِ مصطفیٰ' شہزادۂ آلِ عبا
دلبرِ شیرِ خدا' فرزند و دلبندِ حَسن — سیدِ والا' شہِ رزاق حق کے رہنما
جد اقطابِ جہاں، اولاد فخرِ روزگار — نور کا اک سلسلہ ازابتدا تاانتہا
سیدہ زہرہؓ کے خونِ پاک کا اعجاز ہے — ہرنفس سے آرہی ہے کلمۂ حق کی صدا
نوشۂ بغداد ہے' قطب عروسِ دوجہاں — جن کی ضو سے ہیں ہزاروں عارف وحق آشنا
زہدوتقویٰ' فقرواستغنا کا عالم دیکھ کر — حاضرِ خدمت ہو شاہِ وقت بھی مثلِ گدا
سلطنت جاہ وحشم سے کچھ غرض رکھتے نہیں — جن کے سر پر ہے سدا الفقر وفخری کی ردا
غوث بالا پیر کی اولاد کا سب سلسلہ — آپ ہی سے اولیا کا سلسلہ آگے بڑھا
اے مرے حلبی و اُچوی اور ناگوری پیا — ستگھرہ' لاہور میں ہر جا تمہارا در کھلا
والیٔ بغداد کی چشمِ کرم ہر گام پر — شام وہندوپاک میں یہ کارواں جس جا رُکا
کوئی بھی خالی نہ لوٹا آج تک دہلیز سے — موج میں ہے قادری فیضان کا دریا سدا
لے کے گلہائے عقیدت آپ کے دربار میں — حاضرِ خدمت ہے خادم آپ کے در کا شہا

بندۂ طاہر غلام ابنِ غلام ابنِ غلام
آپ کے در کے گداؤں کا بھی اک ادنیٰ گدا

Marfat.com

فہرست مطالب

مطالب	صفحہ نمبر
پیش لفظ	۱۳
مقدمہ	۱۸
ولادت باسعادت	۱۸
نام اور تخلص	۱۸
ابتدائی حالات	۱۸
شفیق چچا کی آغوش میں	۱۹
تعلیم وتربیت اور علمی مقام	۱۹
بیعت وخلافت اور خانقاہ کی سجادگی	۱۹
تشبیہ سے تنزیہہ کا سفر	۲۰
اساتذۂ سلوک	۲۱
حضرت شیخ محمد فاضل لاہوری	۲۲
حضرت شیخ محمد فاضل سے ملاقات اور کسبِ فیض	۲۳
حضرت شیخ محمد فاضلؒ کے حالاتِ وصال وبعداز وصال	۲۶
بعض بزرگوں سے روحانی اکتسابِ فیض	۲۹
حضرت غوث بالا پیرؒ سے رویاء میں بیعت	۳۰
تحدیثِ نعمت	۳۰
فصوص الحکم سے شغف	۳۱
تصنیفاتِ عالیہ	۳۱
اقتباس عین التصوف	۳۳

Marfat.com

شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کا بیان ۳۳
نمونہ کلام ۳۴
اعترافِ عظمت ۳۵
شادی اور اولادِ امجاد ۳۷
معاصرینِ کرام ۳۹
فیضانِ رشد و ہدایت اور خلفاء و متوسلین ۴۵
سنِ وصال و تدفین ۴۶

حصہ اوّل

وادیٔ عین التصوف

عین التصوف ۴۹
اللہ پاک کے عارفین کا نغمہ ۵۲
توحید کی تعریف ۵۷
غزلیات ۶۳
حضرت حسین بن منصور حلاجؒ کا بیان ۷۳
شیخ عبدالرزاقؒ کا خط ۸۰
شیخ رکن الدین علاء الدولہؒ کا جواب ۸۵
رویت باری تعالیٰ کا بیان ۱۲۰
باب المشاہدہ ۱۶۷

وادیٔ عشق و محبت

عشق اور محبت کا بیان ۱۷۵
محبت کی تعریف ۱۷۹
دوستی اور محبت کے اسباب ۱۸۰
محبت کی حقیقت ۱۸۱

Marfat.com

محبت کی اقسام ۱۸۲
محبت کی لغوی تحقیق ۱۸۳

وادیٔ ذکر

ذکر کا بیان ۱۸۶
ذکر کے درجات ۱۸۸
ذکر کی شرائط ۱۸۹

وادیٔ ارواح

روح کا بیان ۱۹۴
روحوں کا ٹھکانا ۱۹۴
روح کے متعلق مذاہب ۲۰۵
انسانی روح حادث ہے ۲۰۶

وادیٔ معاد

معاد کا بیان ۲۱۱
حشر کا بیان ۲۱۵
مسئلہ معاد کے متعلق اقوال ۲۱۷

وادیٔ ارکانِ اسلام

حقیقی وضو کا بیان ۲۲۰
نماز حقیقی کا بیان ۲۲۱
حقیقی روزے کا بیان ۲۲۴
زکوٰۃ حقیقی کا بیان ۲۲۷
حج حقیقی کا بیان ۲۲۹

وادیٔ شریعت، طریقت، حقیقت و معرفت

شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کا بیان ۲۳۳

Marfat.com

حصہ دوم

فصل در ذکر آبا و اجداد

حضرت سیّد محمد الملقب بالغوث رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۷
حضرت سیّد عبدالقادر ثانی رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۹
حضرت سیّد زین العابدین علی رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۴
حضرت سیّد شیخ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۴
حضرت سیّد عبدالقادر ثالث رحمۃ اللہ علیہ ۲۵۰
حضرت سیّد عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ ۲۵۲
حضرت سیّد عبدالرزاق المعروف سیّد چراغ رحمۃ اللہ علیہ ۲۵۳
حضرت سیّد مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ ۲۵۴
حضرت سیّد محمود رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۰

فصل در ذکر شیخِ صحبت

مقتداءِ اولیاء بندگی شاہ یتیم اللہ ابوالاسرار رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۵
حضرت شاہ محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۳

فصل در ذکر معاصرینِ کرام

حضرت حافظ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ ۲۸۶
حضرت مُلا امام الدین رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۲
حضرت میاں نور محمد رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۵
حضرت شاہ عبدالصبور رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۷
حضرت عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ ۳۱۲
حضرت ملا فتوحی رحمۃ اللہ علیہ ۳۱۳
حضرت بازید افغان مجذوب رحمۃ اللہ علیہ ۳۱۴
حضرت صوفی دوست رحمۃ اللہ علیہ ۳۱۵

Marfat.com

حضرت شیخ یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ ۳۱۶
حضرت شاہ دولہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ ۳۱۷
حضرت شیخ ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ ۳۱۷
میر احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ ۳۱۸
حضرت دلدار بیگ شہید رحمۃ اللہ علیہ ۳۱۹
اختتامی الفاظ ۳۲۱
ضمائم
ضمیمہ الف۔ مصنف کتاب کا شجرہ نسب (مع سنین، سال و مدفن بزرگان) ۳۲۳
ضمیمہ ب۔ مصنف کتاب کا سلسلۂ فقر (مع سنین، سال و مدفن بزرگان) ۳۲۶
ضمیمہ ج۔ وابستگان خانقاہ قادریہ گیلانیہ لاہور کے شجرے ۳۳۰
۱۔ شجرۂ طریقت خانقاہ دیپال پور شریف ضلع اوکاڑہ ۳۳۰
۲۔ شجرۂ طریقت خانقاہ شیخو شریف ضلع اوکاڑہ ۳۳۲
۳۔ شجرۂ طریقت خانقاہ سندھیلیانوالی شریف ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ ۳۳۵
۴۔ شجرۂ طریقت خانقاہ منگانی شریف ضلع جھنگ ۳۳۷
۵۔ شجرۂ طریقت خانقاہ مہم ضلع رہتک انڈیا ۳۳۸
ضمیمہ د۔ نقشہ مزارات خانقاہ حضرت شاہ چراغ لاہوریؒ ۳۴۱
تعلیقات ۳۴۲
فہرست ماخذ و منابع ۳۶۵
تصحیح ۳۷۱
تصاویر ۳۷۳

Marfat.com

Marfat.com

پیش لفظ

حضرت سید مجتبیٰ فضلی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار پنجاب کے صاحبِ علم وفضل سجادہ نشینوں میں ہوتا ہے۔ آپ اپنے عہد کے معروف صوفیہ سے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اگرچہ آپ کی اولاد اور خلفاء کا سلسلہ تو بدستور چلتا رہا لیکن آپ کے احوال و آثار پردۂ اخفا میں چلے گئے اور سوائے ایک مرشدِ طریقت ہم آپ کی زندگی کے مزید پہلو جاننے سے محروم ہو گئے۔

راقم الحروف نے جب اپنے شیوخِ سلسلہ پر کام کا آغاز کیا تو ماخذ و منابع کا فقدان سامنے آیا حتیٰ کہ بعض حضرات کے لیے بنیادی خاکہ تیار کرنے میں بھی تشنگی محسوس ہوئی۔ میں نے اوّل آپ کے بارے میں مختصر سا خاکہ ۱۹۹۵ء میں قلم بند کیا۔ پھر عرصہ گزر گیا مزید معلومات نہ مل سکی۔ "شجرۃ الانوار"(۱) کے دو نسخے دستیاب ہوئے، اس میں آپ کے اسلاف و اخلاف کا تذکرہ شجرہ کی حد تک تھا۔ کہیں کہیں مختصر معلومات درج ہے۔ حضرت سید مجتبیٰ کا سنِ وصال "شجرۃ الانوار" سے ملا۔

خانقاہ منگانی شریف پر سلسلہ قادریہ سے متعلق ایک ریسرچ لائبریری کا منصوبہ بنایا، کتابوں کا اشتیاق بڑھا، اہم مصادر کی فہرستیں تیار کیں، اہلِ علم سے روابط استوار ہوئے، کتابوں کی تلاش اور تعاقب کا سفر شروع ہوا۔ یہ الگ داستان ہے، سرِ دست "عین التصوف" کی دریافت، اہمیت اور ترجمہ سے اشاعت کا سفر مقصود ہے۔

پروفیسر محمد اقبال مجددی میرے دیرینہ کرم فرما ہیں۔ انہوں نے ۹ جنوری ۲۰۱۲ء کو اپنے ایک مطبوعہ مقالہ(۲) کی فوٹو کاپی مجھے ارسال کی اور بتایا جس کتاب پر میں نے یہ مقالہ تحریر کیا، آپ کے سلسلے کی ہے۔ آجکل لاہور میوزیم میں ہے۔ اس کو ملاحظہ فرمالیں۔ مصنف کے بزرگوں کا شمار آپ کے مشائخ میں ہوتا ہے۔ میرے لیے یہ ایک نئے ماخذ کی دریافت تھی۔ میں نے اس کی فوٹو کاپی حاصل کرنے کے لیے ۱۵ جنوری کو ڈائریکٹر لاہور میوزیم کے نام خط لکھ کر رجب علی

Marfat.com

خان کے حوالے کیا کیونکہ لاہور سے متعلق اکثر کتابوں کی خریداری اور اہم مصادر کا عکس میں اسی کے ذریعے منگواتا رہتا ہوں۔ اسے کتاب کے حصول میں کچھ دن لگ گئے۔ میں نے وہ ایام "عین التصوف" کی شدت سے انتظار میں گزارے، آخر ایک روز اس کا عکس میسر آیا اور میں نے پُرمسرت لمحات میں ورق گردانی شروع کی۔ جب دوسرے حصہ میں پہنچا تو میری خوشی کا عالم ہی کچھ اور تھا۔ پروفیسر محمد اقبال نے جس فضلی گیلانی کو مصنفِ کتاب لکھا وہ کوئی اور نہیں حضرت سید مجتبٰی گیلانی ہی تھے، جسکی پہلی شہادت "شجرۃ الانوار" سے مجھے مل چکی تھی کہ اپنے والد کے اکلوتے فرزند تھے اور دوسری دلیل "عین التصوف" کے وہ چار مقامات تھے جہاں مصنف نے تخلص "فضلی" کی بجائے اپنا نام "سید مجتبٰی" بھی لکھا تھا۔

اب نہ صرف مصنف کے بزرگ ہمارے مشائخ سے تھے بلکہ مصنف بھی ہمارے شیوخ سلسلہ میں سے تھے۔ یہ واحد ماخذ ہے جس سے مصنف کے بزرگوں، سید محمود (چچا و مرشد)، سید مصطفٰی (والد)، سید عبدالوہاب (دادا)، سید عبدالقادر ثالث (پردادا)، سید محمد غوث بالا پیر (جدِ امجد) کے مستند احوال دستیاب ہوئے۔ مصنف کے دیگر اجداد میں سے سید زین العابدین، سید عبدالقادر ثانی اور سید محمد غوث گیلانی اوچوی کے بعض واقعات ایسے بھی دستیاب ہوئے جو کسی اور تذکرہ میں نہیں ملتے۔

مصنف کے شیوخ، ہم عصر بزرگوں اور ہم مشرب احباب کے احوال پر یہ ایک معاصر دستاویز ہے۔ مصنف نے اگرچہ تفصیل سے اپنے حالات قلم بند نہیں فرمائے لیکن پھر بھی ان کے بارے نہایت اہم معلومات مل جاتی ہیں جس سے ایک مکمل سوانحی خاکہ تیار کیا جا سکتا ہے۔ مصنف کا منظوم کلام اور علمی مرتبہ و مقام بھی اس کتاب کے ذریعے اظہر من الشمس ہے۔ درحقیقت مصنف کے حالاتِ زندگی اور کلام و افکار کا بنیادی ماخذ یہی کتاب ہے۔

اس کتاب کی انفرادیت اس لحاظ سے بھی ہے کہ خانوادہ گیلانیہ (اوچ متبرکہ) کے دستیاب ماخذ میں سے آپ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اپنے آباؤ اجداد کے حالات خود قلم بند فرمائے۔ پھر آپ کا علمی و عرفانی مقام، اپنے اسلاف کی مسند ارشاد پر سجادگی، اور تمام خانوادۂ گیلانیہ میں اہمیت و وقار ایک نمایاں اَمر ہے۔ تادمِ تحریر اکابرینِ گیلانیہ کی تحریر کردہ صرف دو کتابیں دستیاب ہو سکی ہیں۔

Marfat.com

۱۔ **دیوانِ قادری**۔ حضرت سید محمد غوث گیلانی اوچوی (م ۹۲۳ھ) کا مجموعہ کلام

۲۔ **تیسیر الشاغلین**۔ حضرت سید موسیٰ پاک شہید ملتانی (م ۱۰۱۰ھ) کے اوراد و وظائف کا مجموعہ

اب گیلانی سجادہ نشینوں کا دستیاب تیسرا اہم ماخذ "**عین التصوف**" ہے۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ تصوف کے عمومی مسائل پر ہے اور آخری مصنف کے آباؤ اجداد، شیوخ، ہم عصر بزرگان اور ہم مشرب احباب کے احوال پر مشتمل ہے۔ کتاب چونکہ ناقص الاول ہے اس لیے صحیح سالِ تصنیف معلوم نہیں ہو سکا۔ آخری حصہ میں مصنف کے بزرگوں اور دوستوں کے احوال میں کئی سنین ملتے ہیں۔ آخری سن ۱۱۲۰ھ تحریر ہے۔ جہاں عالمِ مکاشفہ میں مصنف کی اپنے جدِ امجد سید محمد غوث بالا پیر کی بیعت کا ذکر موجود ہے۔ یہ خیال بھی آتا ہے کہ تذکرے والا باب یعنی آخری حصہ بعد میں شامل کیا گیا ہو اور اس میں اضافے بھی ہوتے رہے، مثلاً حضرت سید عبدالقادر ثالث کے سنِ وصال کا مادہ "شیخ یگانہ/۹۹۲" بعد میں دستیاب ہوا جو حاشیہ میں درج ہے۔ "عین التصوف" کا مذکورہ نسخہ بخطِ مصنف نہیں کیونکہ مصنف کا وصال ۱۱۲۳ھ میں ہوا اور اس نسخہ کا سنِ کتابت ۱۲۳۱ھ ہے یعنی مصنف کے وصال سے ایک سو آٹھ سال بعد کا تحریر کردہ ہے۔ مزید ہمیں تادمِ تحریر اس کتاب کے کسی دوسرے نسخے کا بھی علم نہیں ہو سکا۔ اب مشائخ گیلانیہ اوچ و لاہور کے احوال و مناقب پر دستیاب سب سے اہم ماخذ "عین التصوف" ہے کیونکہ "صاحب البیت ادری بمافیھا" گھر والا ہی بہتر جانتا ہے کہ گھر میں کیا ہے۔

"عین التصوف" کی دریافت، سلسلہ وابستگانِ قادریہ غوثیہ میں بڑی مسرت کے ساتھ سُنی گئی۔ خانوادہ گیلانیہ کے ماخذ و منابع کی تلاش میں جب بھی کوئی نسخہ مجھے دستیاب ہوتا ہے میں سب سے پہلے اس کا عکس برادرِ مکرم و ہمدمِ دیرینہ سید سید علی ثانی جیلانی کو پیش کرتا ہوں اور کتاب کی اہمیت پر جب ہم ایک دوسرے کے ساتھ تبصرہ کرتے ہیں تب حقیقی خوشی میسر آتی ہے۔ اب بھی ایسا ہی کیا گیا، مشفق و مہربان من حضرت سید افضال حسین گیلانی صاحب کو علم ہوا تو انہوں نے جس شفقت و محبت اور اپنائیت کا اظہار فرمایا وہ لوحِ قلب پر نقش ہے۔ چند احباب کے تقاضا پر "عین التصوف" کی فوٹو کاپی انہیں بھی ارسال کر دی گئی۔

اب اس کے ترجمہ اور اشاعت کا مرحلہ شروع ہوا۔ کسی بھی قدیم مخطوطہ کا ترجمہ کرنا ایک بھاری

Marfat.com

پتھر ہے جسے اُٹھانا ہر کسی سے ممکن نہیں۔ ترجمہ کرنا گویا ایک زبان کی روح کو دوسری زبان کے قالب میں منتقل کرنے کے مترادف ہے، یہ کام بڑا مشکل ہے کبھی کبھی ایک ہی لفظ کی درستگی میں قلم ایسا ٹھہرتا ہے کہ دنوں کا کام ہفتوں تک جا پہنچتا ہے۔ پیر سید رفاقت علی شاہ صاحب کی وساطت سے اسلام آباد کے ایک عزیز کوثر عباس علوی نے یہ خدمت اپنے ذمہ لی۔ انہوں نے اس کا ترجمہ تو کر دیا لیکن اپنی گھریلو مصروفیات کی وجہ سے نظر ثانی اور مسودہ کی مزید نوک پلک نہ سنوار سکے۔ جب ترجمہ مجھ تک پہنچا تو میں نے مطالعہ کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا اس پر مزید کام کی ضرورت ہے۔ پھر ایک اور کرم فرمانے مسودہ ملاحظہ کیا لیکن صرف پڑھ کر ہی واپس کر دیا۔ میری کچھ علمی مشغولیات تھیں جنکی وجہ سے مسودہ پر کام نہیں کرسکتا تھا اور جب تک خود مطمئن نہ ہوتا کیسے شائع کرتا۔ دیر کا سبب یہی بنا۔ راولپنڈی کے میرے ایک عزیز ادیس عبداللہ جو فارسی سے خاصا شغف رکھتے ہیں انہوں نے مجھے کہا یہ خدمت میں انجام دیتا ہوں مخطوطہ سے جو پیراگراف یا غزلیات پہلے مسودہ میں رہ گئی ہیں میں اُن کا ترجمہ کر کے شامل کرتا ہوں۔ ماشاءاللہ انہوں نے میری توقعات کے مطابق بڑے شوق سے یہ کام انجام دیا۔ راقم الحروف کو بھی ان دنوں کچھ فرصت تھی میں نے نہ صرف اس کا پروف پڑھا بلکہ کئی مقامات پر تصحیح بھی کی۔ ہم سب ترجمہ کے اصول وضوابط اور فنی باریکیوں سے اساتذہ کی طرح ماہر نہیں ہیں البتہ اپنی اپنی بساط کے مطابق بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ چونکہ کوئی بھی کام حرفِ آخر نہیں ہوتا۔ اس لیے کتاب کا متن بھی شاملِ اشاعت ہے۔ ایک تو یہ واحد دستیاب نسخہ ہے۔ دوسرا کوئی لفظ سمجھنے میں غلطی سرزد ہوئی ہو تو اس کا مداوا ہو سکے یعنی عوام الناس کے لیے ترجمہ اور اہلِ علم کے لیے متن دونوں حاضرِ خدمت ہیں۔

راقم الحروف نے کتاب کے شروع میں حضرت مصنف کے احوال وآثار پر تفصیلی مقدمہ اور آخری حصہ میں حالاتِ بزرگان پر تعلیقات قلم بند کی ہیں۔ چند ضروری ضمائم، نقشہ جات اور تصاویر سے کتاب کو مفید تر بنانے کی کوشش کی ہے۔

میں اپنے اُن تمام احباب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس مخطوطہ کے حصول سے لیکر ترجمہ، کمپوزنگ، ڈیزائنگ اور اشاعت تک جو بھی خدمت انجام دی، مولا کریم اپنے حبیب پاک کے وسیلہ جلیلہ سے یہ گلدستۂ علم وعرفان ہم سب کے لیے زادِ آخرت بنائے اور پڑھنے والوں کو اولیاء

Marfat.com

اللہ کے روحانی فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے۔

ع۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں امین باد۔

خاکِ راہِ صاحبدلاں

محمد طاہر حسنین قادری غفرلہ

۱۴، اپریل ۲۰۱۷ء جمعۃ المبارک بعد از نمازِ عشاء

حضرۃ القادریۃ باب الشیخ، بغداد شریف (عراق)

Marfat.com

مقدمہ

حقیقت آگاہ، طریقت دستگاہ، ماہرِ رموزِ خفی وجلی
حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی قادری قدس سرہ المعنوی

ولادت باسعادت

حضرت سید مجتبیٰ رحمۃ اللہ علیہ کتاب "عین التصوف" میں ہی اپنے والد کے حالات میں لکھتے ہیں "میرے والد (حضرت سید مصطفیٰؒ) کا جب وصال ہوا تو میں اس وقت بہت چھوٹا تھا"(۱) اس کے باوجود آپ اپنے والد کے بعض چشم دید واقعات کے راوی اور آخری روز آپ کو گود میں لے کر جو انہوں نے شعر پڑھا وہ بھی آپ کو یاد رہا۔ آپ کے والد ماجد کا سنِ وصال ۱۰۷۴ھ ہے (۲)۔ اب اندازہ ہی لگانا ہے اگر اس وقت آپ کی عمر کم وبیش سات سال ہو تو اس لحاظ سے آپ کا سن ولادت ۱۰۶۸ھ/1658ء قرار دیا جا سکتا ہے۔ آپ اپنے والدِ ماجد کے اکلوتے فرزند اور بڑھاپے کی اولاد تھے۔ "عین التصوف" میں لکھتے ہیں کہ "میرے والد صاحب کے گھر اولاد نہیں ہوتی تھی، انہوں نے بہت حیلہ کیا مگر نفع نہ ہوا، یہاں تک کہ نا اُمیدی کمال کے درجہ پر پہنچی ہوئی تھی آخر کار انہوں نے اپنے جدامجد حضرت غوث بالا پیرؒ کی بارگاہ میں روحانی طور پر توجہ اور مدد چاہی تو نا اُمیدی کے باوجود میں پیدا ہوا"۔(۳)

نام اور تخلص

آپ کا اسمِ گرامی "سید مجتبیٰ" (۴) تھا، اشعار میں اپنا تخلص "فضلی" (۵) تحریر فرمایا کرتے۔

ابتدائی حالات

اپنے والدِ ماجد کے اکلوتے فرزند اور بڑھاپے کی اولاد تھے لہذا خاندان بھر کے لاڈلے تھے۔ آپ کی پرورش بڑے پاکیزہ ماحول میں ہوئی۔ دنیاوی اسباب کی کثرت کے باوجود گھر کا ماحول فقیرانہ تھا۔ بچپن سے ہی ولایت کا نور آپ کی پیشانی سے ظاہر ہوتا تھا۔ ابھی آپ کم سن تھے

Marfat.com

کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔

شفیق چچا کی آغوش میں

والدِ ماجد کے سانحہ ارتحال کے بعد حضرت سید محمود گیلانی نے آپ کو آغوش میں لیا۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ کا شرف حاصل ہوا کہ آنحضور ﷺ بھی بچپن میں اپنے چچا حضرت ابو طالب کے زیرِ کفالت رہے۔ چچا نے بقیہ زندگی آپ کو اپنی آنکھوں کا تارا بنائے رکھا حالانکہ وہ صاحبِ اولاد تھے لیکن اپنے بعد خانقاہِ گیلانیہ صدگھرہ و لاہور کی سجادگی آپ کو ہی مرحمت فرمائی۔ "عین التصوف" میں آپ حضرت سید محمود ؒ کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں "میرے والد گرامی کے بعد از وصال آپ نے ہی میری پرورش فرمائی۔ آپ میرے ساتھ بہت شفقت فرمایا کرتے تھے"۔ (۷)

تعلیم و تربیت اور علمی مقام

آپ کی تعلیم کا آغاز اپنے گھر سے ہوا پھر خانقاہ کے مدرسین سے استفادہ کیا۔ بعد ازاں لاہور میں موجود اکابر علماء و فضلاء کے سامنے زانوئے تلمذ اختیار کیا اور علوم متداولہ فقہ و حدیث میں کمال دسترس حاصل کی۔ آپ علوم و معارف کے غواص اور وسیع النظر شیخ طریقت تھے۔ اگرچہ آپ کے اساتذہ کی فہرست ہمیں دستیاب نہیں ہو سکی البتہ خوش قسمتی سے آپ کی تصنیف "عین التصوف" دستیاب ہو گئی ہے جو آپ کے علم و فضل کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا شمار لاہور کے جید علماء و فضلاء اور فقہاء میں ہوتا تھا۔ مشائخِ متاخرین میں آپ علومِ ظاہری و باطنی میں ممتاز الوقت سجادہ نشین تھے۔ آپ کی اولاد میں سے آپ کے پایہ کا بزرگ پھر سننے میں نہیں آیا۔

بیعت و خلافت اور خانقاہ کی سجادگی

خانوادۂ گیلانیہ کی سینہ بہ سینہ روایات میں ہے آپ نے بیعتِ تبرک اپنے والدِ ماجد سے کی۔ چونکہ ابھی آپ کم سن ہی تھے کہ وہ دُنیا سے رحلت فرما گئے۔ پھر آپ نے تجدید بیعت حقیقی چچا اور خانقاہ کے سجادہ نشین حضرت سید محمود گیلانی سے کی۔ انہوں نے آپ کو آدابِ سلوک تلقین فرمائے اور پھر خانقاہ کی سجادگی کے لیے بھی اپنے بعد انہی کا انتخاب فرمایا۔ "عین التصوف" میں حضرت سید محمود ؒ کا ذکر خیر کرتے ہوئے آخر میں آپ لکھتے ہیں "مرید والد کاتب الحروف

Marfat.com

که برادر حقیقی ایشاں بود بعد از انتقال قبله گاهی تربیت بندئه ایشاں فرمودند وسجاده نشینی داده اند"(۸) یعنی آپ (سید محمود) کاتب الحروف (سید مجتبیٰ) کے والدِ محترم (سید مصطفیٰ) کے حقیقی بھائی اور ان کے مرید بھی تھے۔ والد کی وفات کے بعد کاتب الحروف نے انہی سے تربیت لی اور انہوں نے ہی سجادہ نشینی بھی عطا فرمائی۔

الغرض مندرجہ بالا ترتیب اور نسبت آج تک آپ سے متصل شجراتِ طریقت میں چلی آ رہی ہے۔

حضرت قطب عالم پیر محلویؒ اپنے منظوم "شجرۂ غوثیہ باغ نامہ طلبیہ" میں لکھتے ہیں۔

گُل چاندنی ہیں مصطفیٰؒ محمودؒ جیلانیؒ صفا
ہیں گُل نرگس مجتبیٰ کھڑیا ہے ہر رنگ موتیا
یا الٰہی کر مجھے گُل پنجتن کے باغ کا(۹)

اور میرے قبلہ گاہی حضور قبلہ عالم منگانویؒ اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

طفیلِ عابدؒ و عبد الرزاقؒ و مصطفیٰؒ شاھے
نگه کن از پئے محمودؒ و حضرت مجتبیٰؒ مولا(۱۰)

تشبیہ سے تنزیہہ کا سفر

علوم متداولہ کے حصول کے بعد جب آپ نے راہِ سلوک میں قدم رکھا تو عشق حقیقی کا ورود اس طرح آپ پر غالب آیا کہ جذبہ کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ بعض اوقات سکر کے غلبہ میں شطحی کلمات بھی زبان پر جاری ہو جاتے۔ لیکن یہ دورانیہ تھوڑی مدت رہا۔ اللہ رب العزت نے آپ کے قلبِ اطہر کو نہایت وسیع فرمایا تھا۔ لہٰذا تھوڑے ہی عرصہ میں آپ نے اس مقام سے بالا منزل کی طرف ورود فرمایا۔ "عین التصوف" میں تحریر فرماتے ہیں۔" کاتب الحروف سے بھی بارہ سال (۱۲) سے تئیس (۲۳) سال تک اس مقام پر غرق ہونے کی وجہ سے اس طرح کے شطحی کلمات وارد ہوئے۔ پھر تئیس (۲۳) سال کے بعد حضور ارشاد پناہی (حضرت شیخ محمد فاضل) کی توجہ سے ان سے نجات پائی اور مطلق طور پر تنزیہہ حاصل ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک"(۱۱)۔ اس دورانیہ میں آپ کے احوال پر "عین التصوف" میں درج آٹھ (۸) غزلیں خوب عکاسی کرتی ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ صرف بارہ سال کی عمر میں یہ حال آپ پر وارد ہوا اور نہایت مختصر عرصہ یعنی گیارہ سال میں ہی آپ اس سے آگے گزر گئے جبکہ دیکھنے میں آیا ہے کئی صوفیہ کی تو زندگی اسی

Marfat.com

حال میں گزر جاتی ہے۔

اساتذۂ سلوک

آپ "عین التصوف" میں تحریر فرماتے ہیں "جب میرے والد ماجد (سید مصطفیٰ) کا وصال ہوا تو اُس وقت میں چھوٹا تھا۔ لہذا جب بڑا ہوا تو کسی اور مرشد کی ضرورت پڑی اور یہ اس وجہ سے بھی تھا کیونکہ والدِ گرامی کا یہ حکم بھی تھا"۔ (۱۲) اس سے معلوم ہوتا ہے اگرچہ آپ نے بچپن میں بیعت تبرک اپنے والدِ ماجد سے کی تھی مگر انہوں نے مزید تربیتِ سلوک کا بھی ارشاد فرمایا تھا۔ لہذا اُن کے بعد از وصال آپ نے چچا حضرت سید محمود کے دستِ مبارک پر تجدید بیعت کی اور ان کے زیرِ تربیت رہے۔ اگرچہ انہوں نے خرقۂ خلافت اور خانقاہ کی سجادگی اپنے بعد آپ کے لیے مقرر فرمائی لیکن آپ کو راہِ طریقت میں مقید نہ کیا اور یہ انہی کے فیضانِ صحبت کا اثر تھا کہ اپنے اسلاف سے نسبت بیعت، خرقۂ خلافت اور خانقاہِ گیلانیہ کی مسندِ سجادگی کے باوجود آپ نے حضرت شیخ محمد فاضل لاہوری کے دستِ مبارک پر بیعتِ صحبت اختیار کی اور اُن کے زیرِ تربیت رہ کر فقر و ولایت میں وہ کمال حاصل کیا کہ اپنے عہد کے مشائخ میں ایک ممتاز اور منفرد مقام پایا۔ اللہ رب العزت نے آپ کے قلبِ اطہر کو بڑی وسعت عطا فرما رکھی تھی۔ آپ نے حصول قربِ خداوندی میں کوئی حجاب سامنے نہ رہنے دیا۔ عزت، وقار، حسب و نسب اور مقام و مرتبہ کسی چیز کی پرواہ نہ کی۔ عرفان و معرفت کے لیے اپنے جدِ امجد سیدنا غوث الاعظمؒ کی طرح کئی اکابرینِ اُمت سے استفادہ کیا اور یہ تڑپ بچپن ہی سے آپ کے سینہ مبارک میں رکھ دی گئی تھی۔ حضرت ملا فتوحی رحمۃ اللہ علیہ جو آپ کے ہمسائے، استاد اور آپ کے اجدادِ کرام کے اجازت یافتہ تھے، اُن سے بچپن میں ہی ذکرِ نفی و اثبات کی اجازت لی اور اسماء عظمیٰ بھی انہوں نے تلقین فرمائے "عین التصوف" میں اُن کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں " وایشان اجازت ذکر نفی و اثبات از قبلہ گاھی علیہ الرحمۃ (سید مصطفیٰؒ) (است) دریں صورت بیك واسطہ مشغول بذکر مذکور ....و ملا مشار الیہ علم تکسیر و دعوت از سید حامد مرحوم برادرِ حقیقی جد بندہ ، سید عبد الرزاق مشہودِ شاہ چراغ لا ھور حاصل نمودہ و بندہ را اجازتِ خواندانِ اسماء عظام از ملا صاحب است" (۱۳)۔

Marfat.com

حضرت شیخ محمد فاضل لاہوریؒ (آپ کے مرشدِ صحبت)

ذیل میں آپ کے مرشدِ صحبت حضرت شیخ محمد فاضل بن شیخ عبدالفتاحؒ کے حالاتِ مبارکہ نہایت اختصار کے ساتھ "عین التصوف" سے نقل کیے جاتے ہیں۔

" قبول خلائق ، واقف اسرار الٰہی ، غریق بحر مشاہدہ ، عاشق حق حضرت شاہ محمد فاضلؒ مجذوب سالک تھے نہ کہ سالک مجذوب۔آپ پر بہت زیادہ سکر کی حالت طاری رہتی تھی اور استغراق اتنا تھا کہ جو شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔آپ کا مشرب عشق حقیقی تھا۔ بسا اوقات آپ سے مجذوبانہ کارہائے نمایاں بھی سرانجام پاتے۔لیکن آپ کی اکثر عمر مبارک پیالہ عشق پینے کے باوجود برداشت کرنے میں گزری اور آخر تک بندگی حق تعالیٰ کی قید میں رہے۔آپ کی ولادت مبارکہ صدگھرہ (موجودہ سنگھرہ) سے متصل ایک قصبے فرید آباد سے متصل ایک گاؤں رسولپور میں ہوئی۔ آپ کے والد شیخ عبدالفتاحؒ اپنے وقت کے خضر تھے اور ایک برکت اور فیض والی شخصیت تھے۔اس عاجز (سید مجتبیٰ فضلی) کو بھی ایک دفعہ عالم کشف میں انہوں نے مستفید کیا ہے۔اور آپ کی والدہ گرامی اپنے وقت کی رابعہ اور مریم تھیں۔

آپ پندرہ سال کی عمر میں علوم دینیہ کی تحصیل کے لیے لاہور تشریف لائے اور سید ولی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جن کی مسجد دریائے راوی کے کنارے راج گھاٹ پر واقع تھی۔ یہاں سے آپ نے علوم ظاہری کی تکمیل کی اور پھر عشقِ حقیقی کی طلب میں سرگرداں پھرتے رہے۔ آخر کار لاہور میں ہی آپ کی ملاقات ابوالاسرار حضرت شاہ یتیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی (جو اپنے عہد کے مقتدائے اولیاء تھے)۔ان کی روحانی تربیت سیدنا غوث الاعظمؒ کی روح مبارکہ نے فرمائی تھی وہ کافی عرصہ بغداد شریف میں رہے پھر انہیں ہندوستان بھیج دیا گیا۔آپ پنجاب وارد ہوئے اور حضرت شاہ جمال رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی میسر آئی (جنہیں عرفِ عام میں حیات المیر بھی کہا جاتا ہے) جو کہ رجال الغیب سے تھے اور ان کی خدمت میں رہ کر حضرت شاہ یتیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بہت زیادہ فیض حاصل کیا۔ ملاقات کچھ اس طرح ہوئی کہ ذی الحج کے مہینے میں لاہور کی ایک مسجد محمد مقیم میں آپ تشریف رکھتے کہ اچانک شیخ محمد فاضلؒ مسجد میں داخل ہوئے۔اُن کو کشف سے پتہ چل گیا لہذا ان سے فرمایا تمھارا نام بھی فاضل ہے اور فضیلت بھی رکھتے ہو۔ پھر پوچھا "قدریوں اور جبریوں کے مذہب کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟"۔ حضرت شیخ محمد فاضلؒ نے جو کچھ علماء کا

۱۵۹۵۴۴

Marfat.com

مذہب تھا عرض کیا تو انہوں نے دُعا دی بَارَکَ اللہُ تعالیٰ عَزَّ وَجَلَّ (اللہ پاک تم کو برکت دے)۔ اس کے بعد فرمایا "یہاں کے علماء فقہاء اللہ تعالیٰ کے دیدار کے بارے میں بلا قید زمان و مکان اس دنیا میں، کے بارے کیا کہتے ہیں؟"۔ شیخ محمد فاضلؒ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار آخرت میں نصیب ہوگا۔ مگر یہ حضرت (شاہ یتیم اللہؒ) اس دنیا میں رویت باری تعالیٰ کے قائل تھے، سو انہوں نے لاہور کے علماء کی طرف اس بارے میں ایک رقعہ لکھا۔ علماء نے یہ رقعہ پڑھا اور اس کے بعد اس مسئلے میں آپ سے بحث کی۔ حضرت شاہ یتیم اللہؒ نے عقلی اور نقلی دلائل دے کر سب کو لاجواب کر دیا۔ تمام علمائے لاہور آپ کے کمال کے قائل ہو گئے۔ حضرت شیخ محمد فاضلؒ اس مذاکرے سے فارغ ہونے کے پانچ چھ ماہ بعد تک بھی اس مسئلے کو قبول نہیں کرتے تھے اور اتنا عرصہ ان سے آپ کے سوال و جواب ہوتے رہے اور یہ تمام بحث شیخ محمد فاضل کی " کتاب وصالیہ" میں درج ہے۔ آخر کچھ عرصہ بعد آپ بھی اس مسئلہ میں اُن کے ہم نوا بن گئے، نہ صرف قائل ہو گئے بلکہ اُن کے پروانے بن گئے۔ حضرت شیخ محمد فاضلؒ مرید ہونے کے بعد سات سال تک قبرستانوں اور اجاڑ جگہوں میں پھرتے رہے کہ مرشد گرامی کا حکم تھا اور مخلوق سے مکمل طور پر علاحدہ ہو گئے۔

حضرت شیخ محمد فاضل سے ملاقات اور کسبِ فیض

کاتب الحروف (سید مجتبیٰؒ) کی ان (شیخ محمد فاضلؒ) سے ملاقات اس طرح ہوئی کہ تیرہ (۱۳) یا چودہ (۱۴) سال کی عمر میں صدگھرہ حضرت شیخ محمد غوث (بالا پیرؒ) کے مزار مبارک پر عرس کے دنوں میں ان سے ملاقات میسر آئی۔ چونکہ میں کم عمر تھا لہذا آپ کے بارے میں خلوص اور اعتقاد پیدا نہ ہوا۔ جب جوانی کا دور آیا اور فقیروں کو دیکھنے کا شوق غالب آیا تو صوفیہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور ان میں مردِ کامل کی نشانیاں پڑھیں تو پتہ چلا کہ ان میں تمام تر نشانیاں پائی جاتی ہیں۔ لہذا پھر دل میں ان کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوا تو صدگھرہ میں ان کی خدمت کا موقع ملا۔ کبھی کبھی آپ بھی لاہور تشریف لاتے تھے میری ملاقات کے واسطے۔ اکثر اوقات ہم آپس میں وحدۃ الوجود کے بارے میں بحث کیا کرتے تھے۔ وہ اس کے قائل نہ تھے اور میں وحدۃ الوجود کے فلسفہ کا قائل تھا، تو وہ اکثر فرماتے تھے کہ تمھارا نصیب اگر ہوا تو یہ وحدۃ الوجود کا مسئلہ اہلِ سکر کی ابتداء والوں کا مقام ظاہر ہوگا۔ لہذا تین چار سال بعد ان کی بات میرے دل میں گھر کر گئی اور میرے دل سے وحدۃ الوجود کا مغالطہ رفع ہو گیا۔ یہی وہ وقت تھا کہ جب میں نے آپ سے کہا کہ مجھ کو " تلقین "

Marfat.com

عطا فرمائیں۔ مگر آپ نے جواب دیا کہ ابھی یہ تمہارے حال کے مناسب نہیں اور یہ مناسب نہیں کہ ہم بزرگوں کی اجازت کے بغیر یہ بات کسی کو ظاہر کریں اور اسی طرح یہ بھی مناسب نہیں کہ تم کو بھی بزرگوں کی اجازت کے بغیر مرحمت فرمادیں۔

لہذا کچھ عرصہ بعد میں نے خواب دیکھا اور خواب میں حضور قبلہ گاہ (سید مصطفیٰ) کو دیکھا کہ ان کی بنائی ہوئی مسجد میں نماز ہو رہی ہے۔ حضور قبلہ گاہ بھی نماز ادا کر رہے ہیں اور میں بھی نماز میں ہوں اور حضور ارشاد پناہ (شیخ محمد فاضل) امام ہیں۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ اجداد کے روضے کے سامنے آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر حضور ارشاد پناہ (شیخ محمد فاضل) کے ہاتھ میں دے دیا۔
اِس خواب کے چند روز بعد آپ لاہور تشریف لائے اور فرمایا کہ اب ہم کو حکم ہو گیا ہے۔ لہذا انہوں نے کرم فرمایا اور مجھ کو ذات باری تعالیٰ کے منزہ ہونے کا یقین مزید محکم ہو گیا۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا (اے اللہ! ہدایت دے کر ہمارے دلوں کو مت اندھا کرنا)

سابقہ صفحات میں آپ کا بیان نقل کیا گیا ہے کہ تئیس (۲۳) سال کی عمر میں مطلق طور پر تنزیہہ حاصل ہوا۔ اس سے واضح ہوا کہ حضرت شیخ محمد فاضلؒ سے بیعت صحبت کے وقت آپ کی عمر تئیس (۲۳) سال تھی اور یہ ۱۰۹۱ھ کا سال قرار دیا جا سکتا ہے۔

ذیل میں حضرت شیخ محمد فاضل کی چند کرامات نقل کی جاتی ہیں جو حضرت سید مجتبیٰؒ کے ذاتی مشاہدے میں آئیں۔ آپ لکھتے ہیں:

۱۔ یہ فقیر (سید مجتبیٰ) صدگھرہ میں آپ (شیخ محمد فاضلؒ) کی خدمت میں تھا کہ مجھ کو اپنی دینی والدہ کی بیماری کی خبر پہنچی۔ لہذا میں اور آپ نے اکٹھا ہی عیادت کا ارادہ کیا اور وہاں سے چل پڑے۔ راستے میں ایک دفعہ کوئی چیز کھانے کے لیے نیچے اُترے تو حضرت (شیخ محمد فاضلؒ) نے مجھ سے فرمایا کہ تم کو رکنا نہیں چاہیے کہ اُن (والدہ صاحبہ) کی چند گھڑیاں باقی ہیں۔ لہذا میں تمام تر جلدی کر کے پہنچا تو میں نے دیکھا کہ واقعی اُن کی چند گھڑیاں باقی بچی تھیں اور میرے پہنچنے کے چند گھڑیاں کے بعد انہوں نے جان حق تعالیٰ کے حوالے کر دی۔

۲۔ ایک دفعہ میں (سید مجتبیٰؒ) آپ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا یہ وہ دور تھا کہ جب میں آپ کا تازہ تازہ عقیدت مند ہوا تھا۔ اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ اگر ان سے کوئی خوارق عادت بات ظاہر ہو جائے تو اس وقت میں اپنی عقیدت اور بڑھا لوں گا مثلاً اگر ابھی کوئی شیر آ

Marfat.com

جائے یا یکدم کوئی درخت اُگ جائے۔ میں اسی سوچ میں تھا کہ اچانک آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور آپ بہت زیادہ غصے میں آگئے اور کشف سے میری بات پا کر کہنے لگے کہا "لوگ اونچے اونچے میناروں اور گنبدوں پر مغرور ہیں۔ اور فقیر سے چاہتے ہیں کہ وہ بازی گروں کی طرح کوئی کتا پیدا کرے یا کوئی درخت اُگا کر دکھائے"۔ اس وقت آپ کے چہرہ مبارک پر وہ جلال تھا کہ قیامت تک اس سے ڈر لگتا ہے۔ اُس وقت میرا آپ پر وہ پختہ یقین ہوا کہ میں نے ظاہری یا باطنی کسی طور پر آپ سے کرامت کا اظہار طلب نہ کیا اور مجھے ایک اہم مطلب حاصل ہوا۔

اگر بر ھوا روی مگسی باشی

اگر بر آب روی تختی باشی

(تو) اگر ہوا میں اڑا (تو) مکھی ٹھہرا۔ اگر پانی میں تیرا (تو) خس وخاشاک ٹھہرا

این ھمه نیم جو نمی آری

بدل بدست آرتا کسی باشی

یہ سب آدھ جو کے (دانے) کے بھی برابر نہیں۔ (اس لیے) دل کو ہاتھ میں لا کہ (تو) کچھ بن جائے

۳۔ ایک دفعہ میں (سید مجتبیٰ) آپ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ آپ کوئی بات سُن کر اس قدر ہنسے کہ میرے دل میں یہ مذموم خیال آیا کہ ایک فقیر کو اس قدر ہنسنے سے کیا کام؟ یہ خیال دل میں تھا اور میں نے اس وقت آپ کی طرف نگاہ دوڑائی تو آپ نے فرمایا هُوَ اَضْحَکُ وَاَبْکیٰ (کہ وہ سب سے بڑھ کر ہنسنے اور رونے والے ہیں)۔ اِس کے بعد میرے دل میں خوف پیدا ہوا اور میں نے توبہ استغفار کی اور اس طرح وہ وہم مجھ سے دور ہو گیا۔

۴۔ ایک دفعہ آپ کی خدمت میں جانی نام کا (مشہور) ایک فقیر حاضر ہوا۔ اور وہ آپ کا استہزاء اڑاتے ہوئے کہنے لگا کہ آپ کے مرید سید مجتبیٰ نے مجھے کہا ہے کہ آپ اس کو گمراہ کر رہے ہیں؟۔ آپ نے یہ بات سُن کر فرمایا کہ تیرا جھوٹ تجھے سر کے بل گرائے گا۔ دو یا تین دن بعد وہ جھوٹا انسان اپنے حجرے کی دیوار سے سر کے بل زمین پر گرا اور اس کی کمر (کی ہڈی) ٹوٹ گئی اور وہ ایک مدت اسی عذاب میں گرفتار رہا۔ جب وہ اپنے کیے پر نادم ہوا اور توبہ کی تو اس کا درد، دُور ہو گیا اور نجات پائی۔

Marfat.com

۵۔ میں (سید مجتبیٰ) ایک دفعہ آپ کی خدمت میں حاضر تھا کہ اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ اتنی زیادہ محنت اور ریاضت سے مجھے کیا ملا؟۔ میں نے اس خیال سے آپ کی طرف دیکھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "آئینے کو جتنا زیادہ صیقل کیا جائے اتنا ہی اس کا حسن بڑھتا ہے"۔

۶۔ ایک دفعہ میں (سید مجتبیٰ) آپ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ اس دن سردی زیادہ تھی۔ آپ فرمانے لگے کہ اس سال اتنی زیادہ سردی پڑے گی کہ بہت زیادہ لوگ اس علت کی وجہ سے مر جائیں گے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا واقعی اس سال اتنی زیادہ سردی پڑی کہ بہت زیادہ لوگ لقمہ اجل بنے۔ یہاں تک کہ ہندوؤں کو مردے جلانے کے لیے لکڑی تک نہ ملتی تھی۔

حضرت شیخ محمد فاضلؒ کے حالات وصال و بعد از وصال

ایک بار ماہِ شوال میں آپ (شیخ محمد فاضلؒ) کے پیٹ میں درد اُٹھا اور کوئی ظاہر سبب بھی نہیں تھا۔ حکیم کہتے تھے کہ دل میں ورم ہے جبکہ یہ عاشقوں کا خاصہ ہے۔ ماہ ذوالحج میں آپ لاہور تشریف لائے۔ اس دوران آپ کا درد بہت زیادہ بڑھ چکا تھا۔ میں (سید مجتبیٰؒ) نے بہت زیادہ التماس کی کہ کسی طبیب کو دکھانا چاہیے اور علاج کروانا چاہیے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ لاعلاج مرض ہے اور اس درد سے ہمیں چھٹکارا نہیں ملنے والا۔ ایک روز میں نے گستاخی کی اور ایک طبیب کو بلوالیا۔ اس نے نبض چیک کی اور کہا کہ آپ کے بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے متصل رگ کو کھول دیا جائے تا کہ فالتو خون نکل جائے تو اس درد سے نجات مل سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اوّل تو ہمارے جسم میں خون نہیں ہے اور اگر آپ کہتے ہیں تو کل آجائیے گا۔ لہذا میں نے طبیب کو رخصت کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ طبیب لوگ اِس آیت کے مصداق ہیں کہ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلاً (کہ تم کو نہیں دیا گیا علم مگر تھوڑا سا)۔ آپ ذوالحج کے مہینے کے آخر میں لاہور سے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ میں (سید مجتبیٰ) بھی آپ کے ہمراہ ہی تھا۔ اسی رات نوشہرہ کے اندر قائم فقیر نے خواب میں دیکھا کہ آپ وفات پا گئے ہیں۔ صبح کے وقت قائم فقیر آپ کی خدمت میں سلام کے لیے حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا جیسا کہ تم نے خواب میں دیکھا ہے ویسا ہی ہے جب ہم صدگھرہ میں آئے تو مجھے (سید مجتبیٰ کو) ایک طرف کام تھا لہذا میں اس کام سے چلا گیا اور آپ اپنے گھر تشریف لے گئے۔ اب آپ کی تکلیف بہت زیادہ بڑھ گئی تھی۔ وہاں کے لوگ بھی ایک طبیب کو لے آئے۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تمھارا دارو دوا مجھ پر اثر نہیں کرے گا۔ لیکن ہم لوگوں کی خاطر یہ کھا لیتے ہیں۔ جب

Marfat.com

جمعرات کا دن آیا تو پوچھنے لگے کہ آج جمعرات کا دن ہے؟۔لوگوں نے کہا، جی ہاں۔آپ نے فرمایا والدہ اور بھائیوں کو بلاؤ۔سارے کے سارے آموجود ہوئے۔آپ سب کے ساتھ ملتے جاتے اور رخصت کرتے جاتے۔آخر کار حافظ صاحب (غالباً ان سے مراد آپ کے پیر بھائی حافظ محمد صادقؒ ہیں) تشریف لائے۔اُن کو فرمایا کہ میری کتابیں میرے سامنے لاؤ۔وہ سب کتابیں لائے۔آپ ایک ایک کر کے کتاب اُٹھاتے، اس کو کھولتے، بوسہ دیتے اور پھر غلاف میں رکھتے جاتے تھے۔ جب اس سے فارغ ہوئے تو اپنے اوراد منگوائے مثلاً اورادِ نوریہ، عہد نامہ، نور نامہ وغیرہ۔اور حافظ صاحب سے فرمایا کہ عہد نامہ ایک دھاگے کی مدد سے میرے (ہاتھ کے) انگوٹھے میں باندھ دینا۔ یہ دعائیں، اسماء اور آیات ایک تعویذ کی شکل میں میرے گلے میں لٹکا دینا اور حضرت شاہ یتیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو بستر مجھ کو دیا تھا اس کو میرے چہرے کے سامنے رکھنا۔یہ وصیت کر کے حافظ صاحب کو بھی رخصت کر دیا اور خود حجرے مبارک میں تنہا رہ گئے۔جب عصر کا وقت آیا تو لوگ آپ کے حجرے میں داخل ہوئے۔اب آپ بہت زیادہ کمزور ہو چکے تھے۔اتنے کمزور کہ عصر کی نماز اشارے کے ساتھ با جماعت ادا فرمائی۔ضعف اس قدر بڑھ چکا تھا کہ لگ رہا تھا وقتِ وصال قریب آچکا ہے۔اس وجہ سے پاؤں کی طرف بیٹھے لوگ کھڑے ہو گئے اور قرآن پاک پڑھنا شروع کر دیا آپ نے ان کو فرمایا کہ بے ادبی ہو رہی ہے لہذا آپ سر کی طرف سے آکر قرآن خوانی کریں۔(آپ کے) بھائی جان بالین کی طرف آئے اور کہا کہ میں سید مجتبیٰؒ سے کیا کہوں گا؟۔آپ نے فرمایا ''اللہ، اللہ کہنا'' پھر آپ نے چارپائی پر پہلو بدلنا چاہا۔لوگوں نے پوچھا کہ ہم پہلو بدلنے میں مدد کریں؟۔ آپ نے جواب دیا کہ نہیں ہم خود بدلیں گے۔جب آپ نے پہلو بدل لیا تو دوبارہ اپنی زبان سے'' اللہ، اللہ'' کہا اور واصل بحق ہو گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔جب آپ کی زبان سے اللہ، اللہ نکلا تو گھر کا چراغ یک دم بجھ گیا اللہ بہتر جانتا ہے کہ اس میں کیا راز تھا؟۔

آپ کا وصال ۲ محرم الحرام ۱۰۹۹ھ بروز جمعرات، مغرب کے آخری وقت ہوا وصال کے بعد آپ اکثر صلحاء کو نظر آتے رہے۔انہوں نے پوچھا کہ آپ (شیخ محمد فاضلؒ) اوراد اور دعائیں اپنے ساتھ لے کر کیوں گئے؟۔آپ نے جواب دیا کہ " ہم منکر نکیر کے سوالوں کے جواب لکھ کر ساتھ لے گئے تھے تاکہ ان کے سوال و جواب کی وجہ سے ہمارے استغراق میں خلل نہ پڑے "۔

Marfat.com

آپ کے وصال کے گیارہ روز بعد یہ حقیر (سید مجتبیٰؒ) آپ کے مزار مبارک پر پہنچا اور اپنے سر پر خاک ڈالی (نہایت درد و غم کا اظہار) افسوس کہ خود خاک میں نہ ملا کہ آپ بھی نہیں اور اس دوری کے باوجود ہم زندہ ہیں۔ کیا زندگی ہے ہماری؟ جب میں وہاں آیا تو جمعرات کا دن تھا اور مغرب کا وقت تھا۔ میرے لیے آپ کے مرید ایک تکیہ لے آئے تاکہ میں اس پر سر رکھ کر آرام کر سکوں۔ جب میں نے وہ تکیہ سر کے نیچے رکھا تو مجھے ایک کاغذ کے گرنے کی آواز آئی۔ میں نے وہ کاغذ اُٹھا کر دیکھا تو اِس میں آپ کے دستخط تھے اور ساتھ ہی یہ لکھا تھا کہ "آپ کے پیر سلامت ہیں اور جو کچھ دنیا میں علم کی حد تک تھا آج اس کا مشاہدہ کر لیا ہے، باقی سب خیر ہے" تب سے لیکر آج تک وہ رقعہ مجھے جان سے بڑھ کر عزیز ہے۔

رات کے وقت میں قبر مبارک پر فاتحہ پڑھنے آیا تو ایک خوشبو نے بندے کا استقبال کیا اور میرا پورا جسم معطر ہو گیا۔ اسی رات ایک اور خادم کا آدھی رات کے وقت مزار مبارک پر گزر ہوا۔ انہوں نے بھی وہ خوشبو سونگھی اور وہ دو گھڑی وہاں کھڑا رہا اور خوشبو سونگھتا رہا۔ وصال سے پہلے آپ (شیخ محمد فاضلؒ) بسا اوقات فرمایا کرتے تھے کہ "موت نے زندگی کو رسیاں ڈال رکھی ہیں اور لگا تار زندگی کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے، ایک دم کی فرصت نہیں ہے" یعنی آپ اس حقیقت کی طرف دھیان دلاتے تھے کہ دنیا فانی ہے۔ وصال کے بعد دو اڑھائی سال تک آپ کی مزار مبارک دریائے راوی کے ساتھ جہاں آپ کی رہائش تھی وہاں رہی۔ مگر جب دریا کا پانی طغیانی میں آتا تو یہ خدشہ ہوتا کہ کہیں آپ کی مزار مبارک پانی میں ڈوب کر ضائع نہ ہو جائے۔ اس خوف سے فیصلہ کیا گیا کہ آپ کے تابوت کو لاہور لایا جائے لہٰذا اِس کے لیے دروازہ راج پورہ کے بیرون جس کا رُخ شمال کی طرف ہے۔ وہاں آپ کے مقبرہ کے لیے جگہ مقرر کی گئی۔ جب ہم آپ کی قبر مبارک کھود رہے تھے تاکہ جسد مبارک کو باہر نکالا جائے تو ہم نے دیکھا کہ قبر ان کے جسم پر گری پڑی تھی اور خاک آپ کے جسم مبارک پر گری ہوئی تھی، سوائے آپ کے چہرہ مبارک کے اور دہن مبارک کے اور آنکھوں کے کہ ان پر مٹی نہیں پڑی تھی اور ایسا لگتا تھا کہ آپ ابھی ابھی تازہ پانی سے دھلے ہوں۔ اگرچہ تمام جسم پر قبر کی مٹی گری ہوئی تھی مگر جسم صحیح سالم تھا۔ آپ کے تابوت کو باہر نکالا گیا۔ تو اس وقت رات چھا چکی تھی۔ آدھی رات کا وقت تھا دو درویش تابوت کے سرہانے بیٹھے تھے اور بیدار تھے کہ اچانک تابوت سے ایک آواز آئی۔ درویشوں نے سوچا کہ شاید کوئی جانور ہو؟ انہوں نے بہت آگے پیچھے تلاش کیا مگر کسی

Marfat.com

طرح کا جانور وہاں نظر نہ آیا۔ تین مرتبہ اسی طرح کی آواز تابوت سے آئی۔ آخر کار انہوں نے جان لیا کہ یہ کوئی راز کی بات ہوگی۔ اور کئی منزلوں پر اِسی طرح کی آواز تابوت سے آتی رہی۔ یہاں تک کہ جب ہم لاہور سے متصل ایک قصبے میں پہنچے اور رات کی چند گھڑیاں باقی تھیں۔ میں (سید مجتبیٰؒ) آپ کے تابوت کے سرہانے آیا اور حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ غزل پڑھنا شروع کی۔

به گزید مارا زلفت جگری کباب مارا

نه طبیب می شناسد نه فون گر ایں دوا را

تیری زلفوں کے سانپ نے ہمارے جگر کو کباب کر دیا ہے۔ نہ طبیب شناخت کرتا ہے، نہ جادوگری اور نہ (ہی کوئی) دوا اثر کرتی ہے

ابھی میں نے گنگنانا شروع کیا تھا کہ آپ کے تابوت مبارک سے ایک آواز ایسے بلند ہوئی کہ جس کی سختی تمام لوگوں کی سماعتوں پر غالب آگئی۔ اس کے بعد دفن تک کوئی آواز تابوت سے برآمد نہ ہوئی۔ اللہ جانے کہ اس میں کیا راز تھا۔

اے اللہ! ہمیں آپ کے خدمتگاروں میں رکھنا۔ آپ کی تعلیمات پر کاربند رکھنا اور جب زندہ کرنا تو آپ کے پیروکاروں میں اٹھانا اور جب اس دنیا سے اٹھانا تو قبران کے پاؤں میں بنانا، صدقہ انبیاء، اولیاء اور خصوصاً نبی پاک ﷺ اور حضور شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے، آمین۔ (۱۴)

(اس آخری دُعا سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو اپنے مرشدِ صحبت حضرت شیخ محمد فاضلؒ سے کس قدر والہانہ محبت وعقیدت تھی)

بعض بزرگوں سے روحانی اکتسابِ فیض

آپ روحانی طور پر بھی کئی بزرگوں سے مستفید ہوئے، حضرت شیخ محمد فاضلؒ کے والد ماجد شیخ عبدالفتاح سے عالم کشف میں فیض یاب ہونے کا واقعہ میں نے سابقہ سطور میں لکھا ہے ان کے علاوہ رویاء میں حضرت شاہ جمالؒ (ہادی ومرشد حضرت شاہ یتیم اللہ) اور حضرت خضر علیہ السلام سے بھی مستفید ہوئے "عین التصوف" میں ہے کہ "عالم خواب میں حضرت شاہ جمال کو دیکھا متصل مقبرہ نور جہان جو بیرون لاہور ہے اور حضرت خضر علیہ السلام کی پہلی مرتبہ ملازمت شہر سے باہر مغرب کی طرف سیر کرتے ہوئے نصیب ہوئی۔ (۱۵)

Marfat.com

حضرت غوث بالا پیرؒ سے رویاء میں بیعت

اپنے وصال سے تین سال قبل آپ رویاء میں اپنے جدامجد حضرت غوث بالا پیرؒ کی بیعت سے بھی مشرف ہوئے۔ جس کی تفصیل ''عین التصوف'' میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔ ''آپ (حضرت غوث بالا پیرؒ) کے وصال سے ایک سو اور کچھ سال بعد کا واقعہ ہے کہ میں (سید مجتبیٰ) آپ کے روضہ مبارک میں آپ کی قبر انور کے مشرق کی طرف سیدھے ہاتھ سے بیٹھا ہوا تھا، آپ نے عالم خواب میں ایک ہاتھ اپنی قبر سے نکال کر مجھے بیعت کیا۔ اس وقت میں نے معائنہ کیا کہ مشرق کی طرف سے شامیانہ زمین پر گر پڑا ہے، مجھے حکم دیا کہ اس کو باندھ دو، میں نے اُٹھ کر ایسا ہی کیا، یہ بیعت ۱۱۲۰ھ کی ایک رات ہوئی''۔ (۱۶)

تحدیثِ نعمت

اگرچہ ہمارے مشائخ کا مسلک اپنے احوال کا اخفاء رہا ہے لیکن ''عین التصوف'' میں بعض مقامات پر سالکین کو نصیحت فرماتے ہوئے حضرت سید مجتبیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے تحدیثِ نعمت کے طور پر اپنے متعلق بعض اشارے بھی دیئے ہیں۔

''ذکر کی شرائط'' میں نفی واثبات کی وضاحت کے بعد لکھتے ہیں'' کچھ عرصہ اسی طرح ذکر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ نفی بالکل نفی ہو جائے اور اثبات بالکل اثبات ہو جائے۔ اس کے بعد میں اسم ذات کے تصور میں مشغول ہوا یہاں تک کہ میں نے مطلوب کو حاصل کر لیا، ان اذکار کے تصورات میں تمام اعضاء کو بڑی تیزی سے سخن حاصل ہوا اگرچہ ہڈیوں اور ہوا کو اس طرح فناء ہونے میں دیر لگی مگر مرشدِ کامل حضرت ارشاد پناہ (شیخ محمد فاضلؒ) کی مدد اور توفیق سے یہ بھی ہو گیا۔ اس کے بعد اب صورتِ مثالی بھی نظر سے حجاب میں نہیں ہے۔ کافی محنت کے بعد یہ بھی خواہش کے مطابق صورت باندھ لیتی ہے۔ وجود سے متعلقہ صور علمی وغیرہ سب فقیر ہوئے اور اب ذکر میں ہیں۔ اس کے بعد مقام محویت حاصل ہوا۔ مقام فناء جو کہ حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ کے نزدیک وصال کا نام ہے، بھی حاصل ہوا۔ ان تمام کمالات اور ریاضتوں کی انتہاء یہ ہے کہ بندہ اللہ کے سوا ہر کسی سے مستغنی ہو جائے۔

ان اذکار سے کبھی یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ بدن کے تمام اجزاء پہ اللہ کا نام لکھ جاتا ہے۔ جس کو خیال اور وہم کی آنکھ سے دیکھا جا سکتا ہے کہ خیال اور وہم تمام قویٰ کے سلطان ہیں اور نیز

Marfat.com

ولایت بھی قوت متخیلہ سے عبارت ہے۔ کبھی اس کا نام جسم پہ، کبھی دل پہ اور کبھی تمام زمین و آسمان اور ان کے درمیان دیکھا جاتا ہے۔ اور یہ لکھائی کبھی سیاہی سے نظر آتی ہے۔ ذکر، مشاہدہ اور رویت کا کمال یہ ہے کہ نیند کی حالت میں بھی تجلی حاصل رہے اور معطل نہ ہونے پائے''۔

پھر ''روح کا بیان'' میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں ''کسی ولی کے لیے جائز نہیں کہ وہ صحت ولایت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اوصاف سے بے خبر رہے اور ایک عارفِ حق جاہل رہے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں بدعت اور وسواس سے محفوظ رکھا اور عقلِ سلیم عطا فرمائی کہ جس سے ہم صحیح استدلال کرتے ہیں اور اس نے ہمیں ایمان عطا فرمایا کہ جس سے ہم اس کو پہچانتے ہیں۔ وہ بھلا کیا حمد ہے جو اپنی انتہاء کو نہ پہنچے اور اس کی لامحدود نعمتوں کے مقابلے میں (ہماری) حمد محدود ہی ہے''۔ (۱۷)

فصوص الحکم سے شغف

نوجوانی میں آپ کو شیخ محی الدین ابن عربی کی ''فصوص الحکم'' سے بھی شغف رہا ''عین التصوف'' میں ایک جگہ لکھتے ہیں ''شیخ عبدالکریم لاہوری کی شرح فصوص الحکم تمام تر معانی کے ساتھ میرے دل میں محفوظ ہے''۔ (۱۸)

تصنیفاتِ عالیہ

آپ صاحبِ تصانیف بزرگ تھے، اپنے عہد کے نامور عالم و فاضل، مؤلف اور شاعر بھی تھے، گویا علم و فضل اور شعر و شاعری کا ذوق اپنے بزرگوں سے ورثے میں پایا تھا، خوش قسمتی سے آپ کی ایک علمی و عرفانی یادگار ''عین التصوف'' دستیاب ہوگئی ہے، اس کا ابتدائی حصہ تصوف کے عمومی مسائل پر ہے، اس میں آپ کی آٹھ عرفانی غزلیات اور اپنے جدامجد حضرت غوث بالا پیر کی دو مناقب موجود ہیں۔ آخری حصہ میں آپ نے اپنے آباؤ اجداد، مشائخ کرام اور ہم مشرب احباب کے حالات رقم فرمائے ہیں۔ اس کتاب کے ابتدائی صفحات ضائع ہوگئے ہیں پھر بھی ایک سو، تینتیس (۱۳۳) اوراق پر مشتمل ہے۔ اس خطی نسخہ کی کتابت آپ کے وصال سے ایک سو آٹھ (۱۰۸) سال بعد ۱۲۳۱ھ میں کی گئی۔ لہذا سہو ہائے کتابت اس کثرت سے ہیں کہ دیگر نسخوں کی دریافت، کے بغیر تصحیح ممکن نہیں اور تادمِ تحریر کسی دوسرے نسخے کا علم نہیں ہوسکا۔

پاکستان کے معروف محقق پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب نے ''عین التصوف'' کے

Marfat.com

تعارف پر ایک مقالہ تحریر کیا تھا، جو پہلے رسالہ ''فکر ونظر'' (اسلام آباد) میں اور پھر ان کی کتاب ''تذکرہ علماء ومشائخ پاکستان و ہند'' (جلد اوّل) میں شائع ہوا۔ اس میں وہ کتاب کی اہمیت کے پیش نظر لکھتے ہیں، ''اس کتاب کی اہمیت ان نکات سے بخوبی واضح ہوسکتی ہے۔

۱۔ کتاب کے تذکرے کا حصہ مصنف کے ذاتی مشاہدات اور عینی شاہد کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے اسے منفرد ماخذ کی حیثیت حاصل ہے۔

۲۔ مصنف کو ایک حد تک تذکرہ نویسی کا شعور تھا۔ جو اسے دیگر معاصر تذکرہ نویسوں سے ممتاز کر دیتا ہے۔ اور وہ یہ کہ حالات کے اندراج کے ساتھ ساتھ صاحبِ ترجمہ کی تاریخ وسال وفات کا اہتمام اور اگر ان میں سے کوئی مصنف تھا تو اس کی تصانیف کے اقتباسات اور اگر کسی کی تصنیف کا علم نہیں ہوسکا تو اس کی غزلیات ہی نقل کر دی ہیں۔ اس طرح پنجاب کی کئی غیر معروف شخصیات کے سن وفات پہلی مرتبہ اس تذکرے کے ذریعے منظر عام پر آ رہے ہیں۔ (۱۹)

راقم الحروف نے ''عین التصوف'' کا مطالعہ کرتے ہوئے اس میں درج کتب کی فہرست بطور مصادر و مراجع قلمبند کی جو اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

۱۔ تفسیر انوار التنزیل از امام بیضاویؒ	۲۔ تفسیر بحر المواج
۳۔ تفسیر زاہدی	۴۔ تفسیر حسینی از علامہ حسین بن علی واعظ کاشفی ہرویؒ
۵۔ شرح فقہ اکبر از ملا علی قاری	۶۔ شرح مواقف
۷۔ شرح عقائد	۸۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ از ملا علی قاری
۹۔ ابکار الافکار از آمدیؒ	۱۰۔ نہایۃ العقول از امام رازی
۱۱۔ اربعین از امام رازی	۱۲۔ غنیۃ الطالبین از سیدنا غوث الاعظم
۱۳۔ کشف المحجوب از داتا گنج بخشؒ	۱۴۔ فصوص الحکم از امام ابن عربیؒ
۱۵۔ نفحات الانس از مولانا جامی	۱۶۔ شرح فصوص الحکم از شیخ عبد الکریم لاہوری
۱۷۔ تحقیقات از خواجہ محمد پارسا	۱۸۔ لمعات از مولانا فخر الدین عراقیؒ
۱۹۔ سبع سنابل از میر عبد الواحد بلگرامیؒ	۲۰۔ بہجۃ الاسرار از امام علی بن یوسف الشطنوفیؒ
۲۱۔ اخبار الاخیار از شیخ عبد الحق محدث دہلوی	۲۲۔ مثنوی مولانا روم
۲۳۔ دیوان حافظؒ	۲۴۔ راحت الواصلین از شیخ محمد فاضل لاہوریؒ

Marfat.com

۲۵۔کتاب وصالیہ از شیخ محمد فاضل لاہوریؒ ۲۶:۔تحفۃ الصادقین از حافظ محمد صادقؒ
۲۷:۔درپن سادھان (ہندی زبان کے الفاظ ہیں جن کے معانی ''آئینہ راستگاں'' ہیں) از مُلا امام الدینؒ

اقتباس ''عین التصوف''

یہاں پر حضرت سید مجتبٰی کے افکار عالیہ بطور نمونہ درج کیے جاتے ہیں، آپ نے ''عین التصوف'' کے حصہ اوّل کے اختتام پر شریعت، طریقت اور حقیقت و معرفت کے بیان پر جو ارشادات رقم فرمائے ہیں ان کی اہمیت کے پیشِ نظر بغیر کسی قطع و برید کے من و عن قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کا بیان

اللہ کے احکام کو شارح سے پانے کا نام شریعت ہے۔ ان احکام پر عمل کرنے کا نام طریقت ہے۔ ان احکام پر عمل کی جزا کو دیکھنا حقیقت اور اس کی جزا کا پالینا معرفت کہلاتا ہے۔ ہم اس کی مزید وضاحت ایک مثال سے کرتے ہیں مثلاً کوئی شخص پیاسا بیٹھا ہوا ہو۔ کوئی آئے اور اس کو پانی کی خبر دے کہ فلاں جگہ پانی ہے۔ اس درجے کا نام شریعت ہے۔ اب وہ پیاسا بندہ پانی کی طرف چل پڑا۔ اس کے پانی کی طرف چل پڑنے کو طریقت کہتے ہیں۔ جب وہ بندہ پانی تک پہنچا اور معائنہ کرلیا کہ یہ واقعی پانی ہے دودھ یا شہد نہیں ہے تو اس درجے کا نام حقیقت ہے اور وہ پیاسا بندہ پانی کو چکھ لے، لذت حاصل کرلے اور اس کو یقین کامل ہو جائے کہ یہ پانی میٹھا ہے۔ کھاری اور بدمزہ نہیں تو اس درجے کا نام معرفت ہے (اگر جسم سے مثال دی جائے تو) آدمی کے جسم میں جو مقام چمڑے کا ہے (دین میں) وہ مقام شریعت کا ہے اور جو مقام بدن میں رگوں اور گوشت کا ہے وہی مقام دین میں طریقت کا ہے۔ بدن میں جو مقام ہڈیوں کا ہے وہی مقام دین میں حقیقت کا ہے اور معرفت کا مقام وہی جو بدن میں روح کا اور زندگی کا ہے۔ پس یہ چاروں چیزیں آپس میں لازم و ملزوم ہیں اور ایک دوسرے کے بغیر نامقبول اور نادرست ہیں اور یہی مذہب محمدی ﷺ ہے۔ اے اللہ! مجھے یہ سب (چار) عطا فرما۔ اس کے علاوہ سب کچھ باطل، جھوٹ، کفر اور زندقت ہے اور ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

''کشف المحجوب'' میں ہے کہ ان دونوں (شریعت و حقیقت) کو صوفیہ دو طرح سے تعبیر کرتے ہیں۔ اوّل صحت حال سے ظاہر کرتے ہیں۔ دوم اس کو اقامتِ حال باطن سے اور یہ دونوں

Marfat.com

غلطی پر ہیں ایک گروہ علماء ظاہر کا ہے۔ جو کہتا ہے کہ ہم ان کے درمیان فرق نہیں کرتے اس لیے کہ شریعت خود حقیقت ہے اور حقیقت خود شریعت ہے۔ ایک گروہ ملاحدہ کا ہے کہ جو ان میں ہر ایک کا قیام دوسرے سے علاوہ جائز سمجھتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ جب حقیقت کھل گئی تو شریعت جاتی رہی اور یہ خیال قرامطہ کا ہے۔ اور شیعہ اور موسوی بھی ان ہی سے ہیں۔ اس نظریے پر ان کی دلیل یہ ہے کہ حکم میں شریعت، طریقت سے جدا ہے۔ کیونکہ (ایمان میں) تصدیق قول سے جدا ہے اور آپس میں جدا نہ ہونے پر ان کی دلیل یہ ہے کہ صرف تصدیق ایمان نہیں ہے اور نہ ہی بغیر تصدیق کے قول ایمان ہوتا ہے اور قول اور تصدیق کے درمیان فرق ظاہر ہے۔ لہذا حقیقت معنوں سے عبارت ہے اس پر نسخ جائز نہیں ہوتا ہے۔ اور حضرت آدمؑ کی پیدائش سے لے کر دنیا کے فناء ہونے تک وہ یکساں ہے جیسے کہ اللہ کی معرفت اور اسی طرح خلوص نیت سے معاملہ کی نیت مساوی ہے۔

شریعت ان معنوں کا نام ہے کہ اس پر نسخ اور تبدیلی روا ہوتی ہے۔ مثلاً احکام امر و نہی۔ لہذا شریعت بندے کا فعل ہے اور حقیقت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ عصمت و پاکی کی حفاظت ہے، لہذا شریعت کا قیام حقیقت کے بغیر مشکل ہے تو حقیقت کا قیام بھی شریعت کے بغیر امر محال ہے۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ بندہ زندہ جان کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جب اس کی جان نکل جائے تو اس کو مردہ کہتے ہیں جان جسم کے ساتھ ایسے ہے کہ ان کی قدر و قیمت ایک دوسرے کے ساتھ ملے رہنے میں ہے۔ اسی طرح بغیر حقیقت کے شریعت ریاء کاری ہے۔ اور بغیر شریعت کے حقیقت منافقت ہے۔ اور اللہ پاک نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے کہ وَالَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا لَنَهۡدِیَنَّهُمۡ سُبُلَنَا (جو ہمارے راستے میں مجاہدے کرتے ہیں ہم ان پہ اپنے راستے کھول دیتے ہیں)۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ مجاہدہ شریعت ہے اور ہدایت حقیقت ہے ان میں سے ایک (یعنی شریعت) بندے کو احکام ظاہری پر قائم رکھتی ہے اور دوسری (یعنی حقیقت) سے مراد حفاظت حق ہے جو باطنی احوال میں بندے پر قائم ہے۔ لہذا (معلوم ہوا کہ) شریعت کسبی اور حقیقت وہبی چیز ہے"۔ (۲۰)

نمونہ کلام

یہاں پر حضرت سید مجتبیٰ کی غزلیات میں سے چند اشعار درج کیے جاتے ہیں جو آپ نے صرف بارہ (۱۲) سال سے تئیس (۲۳) سال کی عمر کے دورانیہ میں قلمبند فرمائیں۔ ان سے آپ کے

Marfat.com

بلندیٔ خیال اور اعلیٰ ظرف کی جھلک واضح دکھائی دیتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نوجوانی میں شعرو شاعری میں یہ کمال حاصل تھا تو بعد میں آپ کا رہوارِ قلم وفکر کہاں تک پہنچا ہوگا، آپ کو عرفانی غزلیات پر مکمل قدرت حاصل تھی اور سنگلاخ زمینوں پر بھی آپ کا اشہبِ خیال خوب جولانیاں دکھاتا ہے۔

اگر تو عشق نمائی بیش خود رهبر

نماید آنچه نه مرئی است مر ترا جی الفور

اگر تو عشق کو اپنا رہبر مان لے تو نہ نظر آنے والا تجھے فوراً نظر آجائے گا

کمال بنده همیں اس در جهاں فضلی

که حق خویش نه بیند بچشم سر هر طور(۲۱)

اے فضلی! اس دنیا میں صاحب کمال وہی بندہ ہے جو کوہِ طور پر پہنچنے والی آنکھ کو اپنے اندر دیکھے

☆

گر بگشتن بایدش معشوق

از دل و جاں برش آماده شود(۲۲)

اگر مرنے کی وجہ سے معشوق کا ملنا ممکن ہو تو وہ دل وجاں سے کٹنے پر بھی تیار ہیں

☆

هر کس که چشم نور فدای تو دیده است

سر مست گشت ز عشق فنایش بسینه(۲۳)

جو کوئی تیری آنکھوں کی ضیاء کو دیکھ کر فدا ہوا۔ (تو) عشق اس کے سینے میں اُتر گیا اور وہ سرمست ہو گیا

☆

یك قطره صدقه مستی خود ده به مجتبیٰ

ز آن می که میخوری تو بلدت شبینه(۲٤)

(سید) مجتبیٰ کو بھی ایک قطرہ مستی کا صدقہ دے کہ تیرے شہر کی رات کی بچی ہوئی (شراب سے) میں بھی مے نوش ہو جاؤں

اعترافِ عظمت

اے مؤرخِ لاہور محمد دین کلیم آپ کی روحانی عظمت اور سلسلہ قادریہ کی تبلیغ واشاعت کا ذکر ان

Marfat.com

الفاظ میں تحریر کرتے ہیں۔" آپ (سید مجتبیٰ) اپنے والد گرامی (سید مصطفیٰ) کی مانند لاہور میں قادری سلسلہ کے ایک عظیم رہنما تھے اور اس مسلک کو فروغ دینے میں انہوں نے بھی کوئی کسر باقی اٹھا نہ رکھی۔ مگر ان کے وصال کے بعد اس مسلک کو فروغ دینے میں کسی اور شخص نے سہارا نہیں دیا"۔ (۲۵)

۲۔ میرے پدر و مرشد حضور قبلہ عالم منگا نویؒ اپنے منظوم اُردو شجرہ طریقت میں آپ کا توسّل اس طرح رقم فرماتے ہیں۔

جان و دل کو شاد رکھ آباد اپنے عشق سے
حضرتِ محمودؒ، حضرت مجتبیٰؒ کے واسطے (۲۶)

۳۔ سید انور علی گیلانی دیپالپوریؒ اپنے شجرہ شریف میں اس طرح لکھتے ہیں۔

بہرِ سید مجتبیٰ مجھ کو اله واحده
ذات اپنی کے سوا محتاج نہ کر غیر کا (۲۷)

۴۔ سید سید علی ثانی گیلانی اپنے معروف تذکرہ" سیرت و سوانح حضرت سید عبدالرزاق گیلانی" میں آپ کا ذکر خیر اس طرح قلمبند فرماتے ہیں" پیکر تسلیم و رضا، واقف حقیقت علیا، مجسم ہدیٰ، معین الوریٰ حضرت سید مجتبیٰ رحمۃ اللہ علیہ، آپ سید مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں۔ دنیاوی تعلیم و تربیت کے بعد روحانیت کی طرف رجحان ہوا تو اپنے چچا سید محمود رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیعت کی اور درخواست کی تو انہوں نے فرمایا یہ میرے پاس تمہاری امانت ہے اسے جلد وصول کرو، چنانچہ آپ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی، آپ بڑے باکمال بزرگ تھے، آپ نے بیعتِ صحبت شیخ محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ اُن سے بڑی ارادت رکھتے تھے۔ پابند شریعت و طریقت تھے۔ عالم مکاشفہ میں سید محمد غوث (بالا پیر) رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بیعت کی، آپ کے آستانہ پر لوگوں کا ہجوم رہتا۔ آپ ان کی تدریس و تربیت میں ہمیشہ مشغول رہتے"۔ (۲۸)

۵۔ پیر غلام محمد جلوآنوی اپنے منظوم فارسی شجرہ مشائخ میں آپ کے بارے تحریر کرتے ہیں۔

ہم بطفیلِ شہِ سیّدِ ما مجتبیٰؒ
بخش مرا نیز ہم وصفِ پسندیدگاں (۲۹)

شادی اور اولادِ امجاد

آپ نے شادی اپنے چچا سید نصر اللہ بن حضرت شاہ چراغ کی بیٹی سیدہ صاحب خاتون

Marfat.com

سے کی، جن سے آپ کے دو صاحبزادے سید ابونصر فضل الدین اور سید عبدالقادر رابع ہوئے۔

ا۔ سید ابونصر فضل الدین اپنے والد ماجد کے بعد سجادہ نشین مقرر ہوئے، "شجرۃ الانوار" میں آپ کی شہادت کا واقعہ اس طرح درج ہے۔"در ہنگامۂ سکھاں در عہد محمد فرخ سیر سال ہزار و صد بیست و ہشت و دو آزدہم شہر جمادی الثانی شہادت یافتند نعش ایشاں پیدا نشدہ"۔(۳۰) یعنی محمد فرخ سیر بادشاہ کے عہد میں جب سکھوں کی شورش ہوئی اس دوران ۱۲ جمادی الثانی ۱۱۲۸ھ کو آپ شہید ہوئے اور جسد مبارک بھی نہ ملا آپ کی شادی سیدہ جمال زہراء عرف بی بی جمنی بنت سید اللہ بخش بن سید اسماعیل بن حضرت شاہ چراغ سے ہوئی۔ (۳۱) جن سے ایک صاحبزادے سید پیر بخش اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ ایک صاحبزادی بی بی سعادت کی شادی سید محمد غوث بن سید عبدالقادر المشہور شاہ گدا بن سید عمر بن سید حاجی محمد ہاشم بن سید صوفی علی بن سید بدر الدین بن سید اسماعیل بن سید عبداللہ ربانی بن حضرت بندگی سید محمد غوث اوچوی سے ہوئی۔ (۳۲) دوسری صاحبزادی بی بی غلام فاطمہ کی شادی سید حسن بخش عرف داتا حسنین سائیں بن سید حیدر بخش بن سید اللہ بخش بن سید اسماعیل بن حضرت شاہ چراغ سے ہوئی۔ (۳۳)

سید پیر بخش نے بغیر شادی کیے نوجوانی میں ہی دنیا سے رحلت فرمائی اور اپنے دادا حضرت سید مجتبیٰ کے قدموں میں تدفین ہوئی، "شجرۃ الانوار" کی عبارت ہے۔"سید پیر بخش آخر سجادہ نشین اولاد حضرت سید محمد (غوث) بالا پیر نمرہ جمادی الثانی سال ہزار و صد و ہشتاد (۱۱۸۰ھ) در لاہور بجوار جد خود سید مجتبیٰ بیرون گنبد شاہ چراغ مدفون شدند بعد ازاں خرقہ سجادگی کہ اباً عن جداً بود ختم شدد لا ولد بود"۔ (۳۴)

۲۔ سید عبدالقادر رابع بن سید مجتبیٰ بن سید مصطفیٰ بن حضرت شاہ چراغ سے سلسلہ اولاد تا دمِ تحریر موجود ہے۔ اس کی تفصیل آئندہ نقشہ سے ملاحظہ فرمائیں۔ اولادِ امجاد حضرت غوث بالا پیر سنگھر دی و حضرت شاہ چراغ لاہوری کی سجادگی انہی کی اولاد میں چلی آرہی ہے۔ میں نے بطور نشاندہی اپنے دور کے ہر سجادہ نشین کا ذکر نقشہ میں کر دیا ہے۔ ساتھ ہی اُن کا سنِ وصال بھی لکھا ہے۔

Marfat.com

نقشہ

سید عبدالقادر رابع بن سید مجتبیٰ بن سید مصطفی بن حضرت شاہ چراغ

سید مصطفی عرف متو شاہ (لاولد)
مادرش بی بی سرفراز دختر گکھڑ سردار پوٹھوار

یک دختر سیدہ عالم خاتون

سجادہ نشین
سید عبداللہ شاہ المعروف سخی سیدن سائیں دیالپور
(م۱۲۳۲ھ)
مادرش سیدہ ہمدانی ساکن دیالپور

سجادہ نشین
سید غلام حسن شاہ
(ثالث) (م ۱۲۵۹ھ)

سید نور پیر شہید
یک دختر بی بی اللہ جوائی
زوجہ سید مہر شاہ بن سید غلام
حسن بن سخی سیدن سائیں

بی بی خیر

سید روشن علی شاہ

سید ناصر علی — سید چراغ علی — سید بہادر علی — دو دختر

سجادہ نشین
سید مہر علی شاہ
(م۱۲۶۳ھ)

سید غلام مصطفی
سید غلام قادر

سید پیر شاہ
سید فضل شاہ — یک دختر

سجادہ نشین
سید شمس الدین(ثانی)
(م۱۲۷۳ھ)

سید مجتبیٰ عرف تابوشاہ
سید سردار علی شاہ

سید محمد سرور — سید شجاع حیدر — سید ضیاء حیدر — سید الطاف حسین — سید ممتاز حسین

سید صغیر حسین — سید افضل حسین — سید علی اکبر وقار شاہ — سید نذیر حسین(لاولد) — سید امیر حسن — سید مہر حسن

یک دختر

(۳۲) سید عبدالوہاب عرف بابو شاہ

سجادہ نشین
سیدقاسم علی شاہ
(م۱۳۱۰ھ)

سجادہ نشین
سید امیر علی شاہ(م۱۳۷۵ھ)

سید حیدر علی شاہ (لاولد)

سجادہ نشین
سید ظفر علی شاہ (م۱۴۱۹ھ)

سید اصغر علی شاہ
سید سرفراز حیدر شاہ — سید وسیم حیدر (لاولد)
سید فیضان حیدر — سید محسن حیدر — سید موسیٰ حیدر

سید نوازش علی شاہ
سید نثار علی شاہ

سید اقبال علی شاہ
(لاولد)

سجادہ نشین
سید مظہر علی شاہ گیلانی

(۳۳)
سید قاسم علی شاہ(ثانی)

Marfat.com

(ایک وضاحت) حضرت شاہ چراغ لاہوری کے پانچویں سجادہ نشین سید پیر بخش بن سید ابونصر فضل الدین بن سید مجتبیٰ تک تمام حضرات لاہور میں ہی رہے۔ سید پیر بخش کی مسلسل علالت اور شادی نہ کرنے کی وجہ سے اہل خاندان نے خانقاہ شریفہ کی سجادگی کے لیے سید صدرالدین چراغ شاہ بن سید محمد بن سید زین العابدین بن سید عبداللہ بن حضرت شاہ چراغ کو منتخب کیا، لیکن بعض خاندانی تنازعات کے سبب وہ لاہور میں نہ رہ سکے اور سلطان پور لودھیاں (ریاست کپور تھلہ) چلے گئے اور وہیں فوت ہوئے۔ اُن کی اولاد یعنی سجادہ نشینان سلطان پور کا سلسلۂ اولاد چند پشتوں بعد منقطع ہو گیا۔ یعنی فقط صاحبزادیاں رہ گئیں جن کی شادیاں سید مجتبیٰ بن سید مصطفیٰ بن حضرت شاہ چراغ کی اولاد میں ہوئیں۔ اس طرح یہ خاندان بھی خاندان سید مجتبیٰ میں ضم ہو کر رہ گیا۔ (۳۷)

اس کے بعد سلسلہ سجادگی خود بخود حضرت سید مجتبیٰ کی اولاد میں چلا آیا، لیکن اس دوران یہ خانوادہ بھی لاہور سے دیپالپور منتقل ہو چکا تھا۔ سید عبداللہ شاہ المعروف سخی سیدن سائیں نے اپنی مسندِ ارشاد دیپالپور میں بچھائی، آپ کی خانقاہ اور اولاد یہیں اقامت پذیر ہے، سجادہ نشینان دیپالپور کے پاس ایک ایسی دستاویز موجود ہے، جس پر تمام اکابرین اولاد حضرت غوث بالا پیر و حضرت شاہ چراغ لاہوریؒ نے باہم اتفاق رائے سے سید قاسم علی شاہ (م، ۱۱ رمضان ۱۳۱۰ھ) کو ستگھرہ اور لاہور کا سجادہ نشین تسلیم کرتے ہوئے ۴ ربیع الاول ۱۳۰۱ھ/ ۴ جنوری ۱۸۸۴ء کو ان کے حق میں تحریر قلمبند کی اُس پر سب کے دستخط موجود ہیں۔ (۳۸)

معاصرین کرام

یہاں پر حضرت سید مجتبیٰؒ کے ہم عصر بزرگوں اور دوستوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جن کا تذکرہ آپ نے ''عین التصوف'' میں خود قلمبند فرمایا ہے۔ تفصیل کے لیے مذکورہ کتاب ہی ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں نہایت اختصار کے ساتھ صرف آپ سے متعلقہ واقعات دیئے جا رہے ہیں۔

ا۔ **حضرت شاہ دولہ گجراتیؒ:** آپ کی بچپن میں اپنے والد ماجد حضرت سید مصطفیٰؒ کی معیت میں حضرت شاہ دولہؒ سے ملاقات ہوئی اس ملاقات کی تفصیل یوں رقم فرماتے ہیں۔ "دستِ شفقت بر سر فقیر (سید مجتبیٰ) مالیدہ بودند و شرینی عنایت کردند و قبلہ گاھی (سید مصطفی) راتنھا بہ حجرۂ خود بردہ چیزی کلمہ کلام فرمودند معلوم نہ شد"۔ (۳۹)

Marfat.com

۲۔ حضرت حافظ محمد صادقؒ: یہ آپ کے پیرو مرشد شیخ محمد فاضل لاہوریؒ کے پیر بھائی تھے، اپنے عہد کے بڑے کامل ولی اللہ تھے ساری عمر عبادت و ریاضت اور تنہائی میں بسر کی، انہوں نے چند کتابیں بھی لکھیں اُن میں سے ایک کا نام "تحفۃ الصادقین" تھا، جن میں سے کئی اشعار بطور نمونۂ کلام آپ نے "عین التصوف" میں بھی درج کیے ہیں۔ وصال و تدفین کے بارے لکھتے ہیں۔

"وصال بودند یك هزار هشتاد و سه ۳ شهر سفر تاریخ بیست و پنجم آخر شب یك شنبه رحمته الله علیه و قبر شریف ایشاں در مقام العاشقین متصل فریدآباد که جایی سکونت ایشاں بود هست جائی پر فیض زیارت گاه است"۔ (۴۰)

۳۔ حضرت مُلا امام الدینؒ: یہ بزرگ بھی حضرت شیخ محمد فاضلؒ کے پیر بھائی تھے، "عین التصوف" میں ہے۔ آپ اعلیٰ درجے کے صاحبِ توکل تھے، ہر وقت اللہ کے ذکر میں مصروف رہتے۔ آپ کی زیادہ تر عمر تنہائی میں بسر ہوئی۔ میرے (سید مجتبیٰ کے) ساتھ ان کے تعلقات بڑے اچھے تھے، آپ میرے ساتھ بہت شفقت فرمایا کرتے۔ اکثر اوقات میرے گھر تشریف لاتے اور میرے ساتھ کافی وقت گزارا کرتے تھے۔ آپ صحیح معنوں میں اسلاف کی یادگار تھے، آپ زیادہ تر پنجابی میں شاعری کیا کرتے تھے، پنجابی اشعار گنگنایا کرتے اور اکثر رقص بھی کیا کرتے تھے۔ دکن، سندھ اور پورب کے لوگ ان کے پنجابی ٹپے گاتے ہیں۔ آپ کے کلام میں سوز و گداز بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ جو بھی ان کا کلام سنتا وہ دردبھری آہ ضرور لیتا۔ آپ نے ایک کتاب ہندی زبان میں بھی لکھی ہے جس کا نام "درپن سادہان" ہے اور اس کا مطلب ہے "آئینہ راستگان" میں (سید مجتبیٰ) نے آپ کے پنجابی ٹپوں کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ (پھر سن وصال و تدفین کے بارے لکھتے ہیں) "در یك هزار و یك صدو چهار (۱۱۰۴ھ) داعی حق را لبیك فر مو دند ، قبر شریف ایشاں پر گنه کلا نور واقع است"۔ (۴۱)

۴۔ حضرت میاں نور محمدؒ: یہ مردِ حق بھی شیخ محمد فاضلؒ کے پیر بھائی تھے "عین التصوف" میں ہے۔ آپ صاحبِ معانی تھے آپ تمام عمر صحرا میں معتکف رہے، نہ شادی کی اور نہ ہی کوئی کتاب تصنیف کی۔ میں (سید مجتبیٰ) نے جب بھی سنا آپ کی زبان مبارک سے مولوی معنوی (یعنی مثنوی مولانا رومؒ) کا یہی شعر سنا۔

آن خیالاتی که دام اولیا است

Marfat.com

عکس مہ رویان بستان خدا است

وہ خیالات جو اولیاء اللہ کا جال ہیں۔ وہی حسینوں کے چہرے اللہ کے باغ ہیں

یہ ان دنوں کی بات ہے جب آپ پر سکر کی حالت زیادہ ہی طاری رہتی تھی۔ آپ نے کم وبیش ساٹھ سال کی عمر میں اس جہان فانی سے دارِابدی کی جانب کوچ فرمایا۔ آپ کی قبر مبارک دریائے راوی کے کنارے واقع ایک گاؤں ''سہنالہیاں'' میں واقع ہے، جو ''صدگھرہ'' کے قریب ہی واقع ہے''۔ (۴۲)

۵۔ حضرت شاہ عبدالصبورؒ: ''عین التصوف'' میں آپ کا اسمِ گرامی ان القاب کے ساتھ درج کیا گیا ہے ''فردِ فرید، پیرِ طریقت، رائی احکام شریعت، غوثِ زمان، رئیس ابدال، سرمدِ اوتاد حضرت شاہ عبدالصبور'' آپ کی عمر سات سال تھی کہ والدِ گرامی کا سایہ سر سے اُٹھ گیا، قرآن پاک ختم کرنے کے بعد اکبرآباد میں اپنے چچا کے پاس چلے آئے اور ان سے ''نزہۃ الارواح'' پڑھی جن استاد صاحب سے آپ نے قرآن پڑھا تھا وہ نماز فجر کے بعد ذکر بالجہر کیا کرتے تھے، آپ نے بھی اس طریق پر ذکر کرنا شروع کیا اور مکمل طور پر مخلوق سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ آپ نے بڑی کٹھن ریاضتیں کیں اس کے بعد آپ کو تنزیہہ ذاتی کا مقام حاصل ہوا، آپ نے اکنافِ عالم کا سفر اختیار کیا، اس دوران حج کی سعادت بھی پائی، بہت زیادہ لوگ آپ سے مستفیض ہوئے۔ آپ مجھ (سید مجتبیٰ) سے بہت شفقت فرمایا کرتے تھے۔ ایک بات عجیب تھی کہ شاہ یتیم اللہ اور شاہ عبدالصبور ایک دوسرے کے ہم شکل تھے لوگ اس قدر مشابہت کی وجہ سے بہت حیران ہوتے۔ آپ کا وصال ۷، شعبان المعظم ۱۱۱۲ھ، آدھی رات کے وقت برہان پور میں ہوا، اور وہیں دفن کر دیئے گئے بعدازاں آپ کے مریدین وہاں سے تابوت نکال کر آپ کے آبائی وطن جھجر لائے اور آپ کے حجرہ میں تدفین ہوئی۔ (۴۳)

۶۔ حضرت میاں عبدالرشیدؒ: یہ بزرگ حجرہ شاہ مقیم سے متصل ایک گاؤں فتا چنبر میں پیدا ہوئے، کم عمری میں ہی وہاں سے لاہور آ گئے، پھر وہاں سے اپنے چچا کے ہاں اکبرآباد چلے گئے، وہیں حضرت شاہ عبدالجلیل بغدادیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی، دنیا ترک کر دی، بہت زیادہ ریاضت اور مجاہدے سے کام لیا یہاں تک کہ گوہر مقصود پالیا، آخر لاہور واپس آ گئے۔ آپ کی عمر کم وبیش اسی (۸۰) سال تھی مگر اتنی عمر میں کبھی بے وضو نہ رہے، اکثر قرآن پاک کا ورد کرتے،

Marfat.com

شوق اور سکر کی حالت میں فارسی کلام بھی گاتے تھے، آپ کسی ایک جگہ نہیں ٹھہرتے تھے بلکہ درویشوں کی ایک پوری جماعت کے ساتھ لاہور میں اِدھر اُدھر گھومتے رہتے۔ آپ میرے ساتھ (سید مجتبیٰ) بہت زیادہ شفقت فرماتے تھے، اکثر مجھے دعائیں دیتے اور پند و نصائح سے نوازا کرتے، آخری عمر میں آپ کی ظاہری نظر بالکل ختم ہوگئی تھی لہذا آپ نے میرے گھر میں رہائش اختیار کرلی۔ میں نے علاج کی پیشکش کی مگر آپ نے انکار کردیا۔

آخرکار آپ پر اتنی زیادہ کمزوری چھاگئی تھی کہ باقی بچ جانے کی کوئی امید نہیں رہی تھی۔ پاؤں اور چہرہ مبارک پہ سوجن آگئی تھی، ایک روز آپؒ پر عالم نزع کے آثار طاری ہوئے میں (سید مجتبیٰ) اس وقت آپ کے پاس ہی بیٹھا تھا لہذا میں نے رونا شروع کردیا۔ آپ نے مجھے روتا ہوا دیکھا تو میری طرف دیکھ کر فرمانے لگے کہ اگر تمہیں ہمارا اتنا ہی زیادہ دکھ ہے تو ہم تمہاری خاطر چند سال اور جی لیتے ہیں۔ اس کے بعد آپ مکمل صحت یاب ہوگئے اور تقریباً پانچ چھ سال زندہ رہے آخرکار موت کے مرض میں گرفتار ہوئے جب آپ کا آخری وقت آیا تو خادمہ کہنے لگی کیا سید مجتبیٰ کو خبر دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ اُن کو دکھ ہوگا پس اس خادمہ نے مجھے خبر نہ کی اس دوران آپ نے تیمّم کیا اور جان حق تعالیٰ کے سپرد کردی۔ آپ کی قبر مبارک حضور ارشاد پناہ (شیخ محمد فاضلؒ) کی خانقاہ مبارک میں واقع ہے۔ (۴۴)

۷۔ **حضرت ملا فتوحیؒ:** آپ صاحبِ کمال بزرگ تھے، علم تکسیر و دعوت میں اپنی مثال خود ہی تھے، آپ کاتب الحروف (سید مجتبیٰ) کے ہمسائے تھے، ذکرِ نفی اثبات شروع میں آپ نے ہی مجھے سکھایا۔ آپ نے میرے والد سید مصطفیٰ سے سیکھا تھا، یعنی آپ کے ذریعہ سے مجھے ملا، آپ نے علم تکسیر اور دعوت سید حامد سے سیکھا تھا جو کہ میرے جد بزرگوار حضرت شاہ چراغ کے بھائی تھے۔ مجھے اسماء عظمیٰ پڑھنے کی اجازت آپ نے ہی دی۔ علم رمل میں بھی آپ ماہر تھے۔ الغرض اتنے بلند مرتبے کے باوجود آپ نے خود کو چھپائے رکھا۔ آپ جو کہتے وہ ظاہر ہوکر رہتا۔ میں (سید مجتبیٰ) نے آپ کی اتنی کرامات دیکھی ہیں کہ ان کا یہاں تحریر کرنا کتاب کی طوالت کا باعث بنے گا جب کہ میرا مقصد اختصار ہے۔ ربیع الثانی کی گیارہ تاریخ کو اچانک آپ کی عمر کا جام تمام ہوا اور آپ نے اپنی جان مالکِ حقیقی کے حوالے کردی۔ آپ کی قبر مبارک بھی حضرت ارشاد پناہی (شیخ محمد فاضل) کے مقبرے میں واقع ہے۔ (۴۵)

Marfat.com

۸۔ حضرت بایزید افغانؒ: آپ مجذوب سالک تھے آپ کے ساتھ فقراء کی ایک جماعت ہوتی تھی۔آپ ذاکر وشاغل اور ایثار پیشہ تھے۔ ہر کسی سے پوچھتے کہ تم نماز پڑھتے ہو یا نہیں؟ اگر وہ بندہ کہتا کہ نماز پڑھتا ہوں تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر وہ کہتا کہ میں نماز نہیں پڑھتا تو اسے اپنے گھر لے آتے اور نماز کے احکام سکھاتے۔ میں (سید مجتبیٰ) ابھی کم سن تھا۔ کہ ہمارے گھر تشریف لائے اور فرمانے لگے ''اللہ اسمِ ذات ہے اور باقی تمام اسماء صفات ہیں'' آپ کی عمر مبارک ستر (۷۰) سال تھی آپ کی قبر مبارک شاہ جہان آباد میں ہے جو بازار اسپان سے متصل پُر فیض زیارت گاہ ہے۔ (۴۶)

۹۔ حضرت صوفی دوستؒ: آپ شروع میں تاجر تھے۔ حضرت شیخ نظام الدین تھانیسریؒ سے بلخ میں آپ کی ملاقات ہوئی اور آپ اُن کے مرید ہو گئے، اس کے بعد دنیا کو خیر باد کہا اور توکل اختیار کیا۔ صاحب کمال ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب حال بھی تھے، میں (سید مجتبیٰ) نے کئی دفعہ مشاہدہ کیا کہ سماع کے وقت آپ کی حالت تبدیل ہو جاتی تھی آپ کا رنگ بھی سرخ ہو جاتا اور ایسا لگتا جیسے آپ کی پیشانی میں اللہ کا نور چمک رہا ہے۔ میرے (سید مجتبیٰ کے) ساتھ بہت شفقت فرمایا کرتے سماع کے وقت اکثر مجھے بلایا کرتے، جب قوالی ہوتی تو خود رقص کرتے اور عین رقص کی حالت میں میرے (سید مجتبیٰ کے) ساتھ مصافحہ کرتے اور ساتھ ساتھ روتے بھی جاتے۔ آپ چشتی مسلک کی یادگار تھے، آپ کی عمر کم وبیش اسی (۸۰) سال تھی۔ آپ کی وفات کا سبب بھی سماع ہی تھا، ایک دفعہ قوالی ہو رہی تھی کہ آپ پہ وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اور اسی وجد کے عالم میں تین دن بعد آپ وفات پا گئے۔ آپ کی قبر مبارک لاہور میں واقع ہے۔ (۴۷)

۱۰۔ حضرت شیخ یحییٰؒ: آپ شیخ عبدالکریم لاہوری کے بیٹے ہیں۔ جو کہ ''فصوص الحکم'' کے شارح ہیں، اُن کی یہ شرح تمام تر معانی کے ساتھ میرے (سید مجتبیٰ کے) دل میں محفوظ ہے۔ آپ صاحبِ کمال آدمی تھے صورت کے ساتھ سیرت میں بھی خوبصورت تھے۔ پیشانی پہ باطنی صفائی کا نور واضح تھا۔ حضرت ارشاد پناہی (شیخ محمد فاضلؒ) نے آپ سے ہی ''تفسیر حسینی'' کا تکرار کیا۔ اگرچہ آپ کی عمر نوے (۹۰) سال کے قریب تھی پھر بھی جب سماع ہوتا تو اس پیرانہ سالی کے باوجود رقص کرنے لگتے اور اس کا اثر حاضرین مجلس پر بھی نمایاں ہوتا۔ میرے (سید مجتبیٰ کے) ساتھ بہت شفقت فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا وصال ۱۱ جمادی الآخر ۱۰۶۰ھ بروز سہ شنبہ کو ہوا۔ (۴۸)

Marfat.com

۱۱۔ حضرت شیخ ضیاء الدینؒ : آپ درگاہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے خادم (بمعنی مجاز) تھے، آپ کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) سال تھی، کمزوری کے باوجود آپ کا چلنا پھرنا معمول کے مطابق تھا۔ اس عمر میں بھی آپ کے حواس خمسہ صحیح سالم تھے۔ آپ میرے (سید مجتبیٰ کے) ساتھ بہت شفقت فرمایا کرتے تھے۔ خدمت آپ کا طریق تھا۔ فرماتے "انسانیت خدمت خلق کا نام ہے"۔ جب بھی میرے (سید مجتبیٰ کے) دل میں آپ کا خیال آتا تھا تو آپ فوراً حاضر ہو جایا کرتے تھے۔ ایک دن میرے (سید مجتبیٰ کے) گھر آ رہے تھے کہ راستے میں ٹھوکر کھا کر گر پڑے اور سر پہ چوٹ لگ گئی۔ جب میرے گھر پہنچے تو سر سے خون جاری تھا اور غشی کے دورے پڑ رہے تھے مگر اس حالت میں بھی آپ نے خدمت کرنے کی اجازت نہ دی۔ جب حالت تھوڑی سنبھلی تو گھر واپس تشریف لے گئے۔ اس کے بعد آپ کی صحت زیادہ خراب رہنے لگی چند دن بعد یہ شعر آپ کی زبان پر جاری ہوا۔

هر چه بر سرم تو پسندی روا است
بنده چه دعویٰ کند حکم حکمِ خدا است

آپ میرے ساتھ جو کریں جائز ہے کہ غلام کیا کہہ سکتا ہے کیونکہ حکم تو اللہ پاک کا ہی چلنا ہے

اسی شعر پر آپ کی موت واقع ہوئی۔ یعنی یہ شعر پڑھا اور رحلت فرما گئے۔ غسل دینے، جنازہ پڑھانے اور قبر میں دفنانے کی سعادت اس فقیر (سید مجتبیٰ) کو حاصل ہوئی۔ آپ اس قدر قناعت پسند تھے کہ ایک لباس میں چالیس (۴۰) سال گزار دیئے۔ (۴۹)

۱۲۔ حضرت میر احمد شہیدؒ: یہ بھی حضرت سید مجتبیٰ کے قریبی احباب میں سے تھے، "عین التصوف" میں لکھتے ہیں۔ آپ انتہائی راست باز نوجوان تھے۔ بہت خوبصورت اور ہر اچھی عادت کے مالک، موحد تھے، صاحبِ استغراق اور صحیح الدلیل بھی تھے، آپ نے خود کو نوکری کے لباس میں چھپائے رکھا۔ میرا (سید مجتبیٰ) کا مشاہدہ ہے کہ آپ نے کبھی آسمان کی طرف نظر نہیں اٹھائی تھی بلکہ ہمیشہ اپنے پاؤں پہ ہی نظر رکھ کر چلا کرتے تھے۔ تیس (۳۰) سال کی عمر میں جامِ شہادت نوش کیا آپ کی قبر سرنج شہر کے باہر زیارت گاہِ خلائق ہے۔ (۵۰)

۱۳۔ حضرت دلدار بیگ شہیدؒ: یہ حضرت سید مجتبیٰؒ کے پیر بھائی تھے یعنی شیخ محمد فاضل کے مرید تھے۔ شجاعت سخاوت میں حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ خود فاقہ کشی سے کام لیتے اور جو

Marfat.com

کچھ میسر آتا راہِ خدا میں تقسیم کردیا کرتے۔ آپ کو عام وخاص میں بہت مقبولیت حاصل تھی۔ اکثر اوقات دردانگیز شاعری کیا کرتے، آپ نے اپنی شہادت سے ایک سال پہلے ہی اس کی خبر دے دی تھی۔ شروع میں آپ کی تدفین دربارشاہ دولہ گجراتی میں بطور امانت ہوئی۔ پھر اکیس دن بعد آپ کو وہاں سے آپ کے آبائی گاؤں صدگھرہ لاکر دفن کیا گیا۔ اتنے دن گزر جانے کے باوجود نہ صرف آپ کا جسم صحیح سالم تھا بلکہ میت پر چنبیلی کے جو پھول ڈالے گئے تھے وہ بھی اس قدر ترو تازہ تھے گویا آج ہی ڈالے گئے ہوں۔ آپ میرے (سید مجتبیٰؒ کے) ساتھ بڑی محبت رکھتے تھے، ہم نے عمر کا اکثر حصہ ایک ساتھ بسر کیا تھا۔ آپ نے تقریباً تیس (۳۰) سال کی عمر میں ماہِ ذوالحج عید کے دن ۱۰۹۴ھ میں شہادت پائی۔ (۵۱)

فیضانِ رشد وہدایت اور خلفاء و متوسلین

آپ کے عہد مبارکہ میں سلسلہ قادریہ کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ آپ اپنے دور میں بڑے معروف شیخ طریقت گزرے ہیں، آپ کے روحانی کمالات، اخلاق فاضلہ کا یہ عالم تھا کہ دیگر سلاسل کے مشائخ واکابرین بھی آپ سے گہرے مخلصانہ روابط رکھتے تھے۔ ''عین التصوف'' میں موجود آپ کے احباب کا ذکر ہی اس چیز کا اعتراف کرتا ہے کہ آپ کو مقبولیت عامہ حاصل تھی اور بڑے وسیع القلب شیخ طریقت تھے۔ اس سلسلہ میں مؤرخ لاہور، محمد دین کلیم کا بیان میں سابقہ صفحات میں درج کر چکا ہوں، ہزار ہا لوگ آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے، آپ کے خلفاء کی فہرست مجھے دستیاب نہیں ہوسکی، آپ کے دو خلفاء یعنی آپ کے فرزندو جانشین سید ابونصر فضل الدین اور سید حیدر بخش بڑے معروف ہوئے یہاں پر آپ کے خلفاء کے بارے جو کچھ مجھے معلومات دستیاب ہوسکی تحریر کرتا ہوں۔

۱۔ حضرت سید ابونصر فضل الدینؒ: آپ حضرت سید مجتبیٰ کے بڑے صاحبزادے اور ان کے بعد خانقاہ بزرگان کے سجادہ نشین مقرر ہوئے، آپ کا زمانۂ سجادگی صرف پانچ سال پر محیط ہے، محمد فرخ سیر بادشاہ کے عہد میں سکھوں کی شورش کے دوران آپ کی شہادت واقع ہوگئی۔ لہٰذا آپ کا سلسلہ مزید آگے نہ بڑھ سکا کہ آپ کے اکلوتے فرزند سید پیر بخش نے بھی لاولد رحلت فرمائی۔

۲۔ حضرت سید عبدالقادر رابعؒ: آپ حضرت سید مجتبیٰ کے چھوٹے صاحبزادے تھے اپنے والد ماجد سے شرف بیعت وخلافت رکھتے تھے۔ لیکن آپ کا سلسلہ شریفہ مزید بڑھ نہ سکا۔

Marfat.com

۳۔حضرت سید حیدر بخشؒ: آپ حضرت سید مجتبیٰؒ کے حقیقی بھانجے اور خاندانی رشتہ میں بھتیجے یعنی چچازاد بھائی کے بیٹے تھے۔حضرت سید مجتبیٰؒ کا سلسلہ طریقت آپ سے ہی چلا کیونکہ حضرت سید مجتبیٰؒ کے پوتے سید عبداللہ شاہ المعروف سخی سیدن سائیں (جدِ امجد سادات دیپالپور) نے انہی کے فرزند و جانشین سید حسن بخش المعروف داتا حسنین سائیںؒ سے بیعت کر لی۔(۵۲) راقم الحروف (محمد طاہر حسین غفرلہٗ) کا شجرہ طریقت حضرت سید حیدر بخش کے واسطہ سے ہی حضرت سید مجتبیٰ تک پہنچتا ہے، میں نے اپنے تمام مشائخ سلسلہ کا تفصیلی تذکرہ کتاب ''تاریخ ابن کرم'' میں تحریر کیا ہے جو اشاعت کے مراحل میں ہے۔

سنِ وصال و تدفین

''شجرۃ الانوار'' میں ہے''سید مجتبیٰ در لاهور سال هزار و صد و بیست و سه قبرش در لنگر خان جوار گنبد حضرت شاه چراغ طرف غربی''۔(۵۳)

حضرت سید مجتبیٰ کا وصال لاہور میں ۱۱۲۳ھ/1712ء کو ہوا، آپ کی تدفین حضرت شاہ چراغ کے روضہ مبارک کے باہر غربی دیوار کے ساتھ ملحق اپنے والدِ ماجد حضرت سید مصطفیٰ کی مرقد انور کے پہلو میں ہوئی تادم تحریر مزار شریف موجود ہے، اور اس پر نام کا کتبہ بھی لگا ہوا ہے۔تفصیل نقشۂ مزارات میں ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

حصہ اوّل

Marfat.com

وادی عین التصوف

Marfat.com

عین التصوف

اے عزیز! یہ بات جان لے کہ عقل اور نقل (قرآن وحدیث) اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ پاک کی ذات واحد ہے۔ اللہ پاک کا فرمان مبارک ہے کہ وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے)۔ اسی طرح ایک اور مقام پہ ارشاد فرمایا کہ لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (اگر ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو ضرور فساد برپا ہو جاتا)۔ اس کے علاوہ اور بہت سی آیات اور احادیث اس باب میں مذکور ہیں۔ عقل کہتی ہے کہ اگر تجھ کو نفع ونقصان آئے تو اس کو رد کرنے اور قبول کرنے پر قادر نہیں ہے۔ لہٰذا یہ بات معلوم ہوگئی ہے کہ کوئی ہے جو تجھ سے رد اور قبول کروا رہا ہے تو چاہے یا نہ چاہے۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ عَرَفْتُ رَبِّيْ بِفَسْقِ الْعَزَائِمِ میں نے اپنے ارادوں کے ٹوٹنے سے اپنے رب کی معرفت حاصل کی۔

لہٰذا اس سے یہ بات اور زیادہ پختہ ہوگئی کہ تمہارا خالق واحد ہے۔ کیونکہ اگر ایک ملک میں دو مجازی بادشاہ ایک دوسرے سے کلی طور پر موافقت نہیں رکھتے اور ان کی رعایا ان کے جھگڑے کے ڈر سے ہر وقت خوف اور خطرے میں رہتی ہے تو پھر دو حقیقی بادشاہوں کی نفی بہتر طور پر ثابت ہو گئی۔ اگر کوئی بندہ سوال کرے کہ دو مجازی بادشاہ باہم صلح اور اتفاق سے گزر اوقات کر سکتے ہیں اسی طرح اگر دو حقیقی بادشاہ بھی کر لیں تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی صلح کی امور سلطنت میں کوئی گنجائش نہیں ہے کہ یہاں باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو قتل کر دیتا ہے۔ مجازی بادشاہوں میں اگرچہ صلح جائز ہے لیکن مرتبہ الوہیت میں یہ چیز واقع نہیں ہے۔ اسی طرح امور دنیا میں ایک دوسرے پر غلبہ کا ڈر ہوتا ہے اور مغلوب ہونا ذات خداوندی کے لائق نہیں ہے۔ اسی طرح یہ بات اور بھی محقق ہوگئی ہے کہ خالق و مالک لاشریک ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ موت کو طبعی طور پر پسند نہیں کیا جاتا مگر اس کو چکھنا اسی غالب کے حکم سے ہے کہ اس سے چھٹکارا محال ہے۔ جس طرح زندگی کو سب مرغوب رکھتے ہیں مگر اس کے خلاف (موت) کا وصول کرنا اسی واحد کے حکم سے ہے، اسی طرح کسی کو اس کی وحدانیت میں دخل دینا گمراہی ہے۔ اللہ کی ذات کسی بھی ہیئت سے پاک ہے کہ تمام ہیئتیں اس کی پیدا کردہ ہیں۔ وہ اظہر الظاہرین ہے۔ وہ زمین و آسمان کا نور ہے

Marfat.com

۔عاقلان کی نظر میں پہلا مرتبہ نظر آنے والی چیز کا نہیں ہے جیسا کہ سورج کی روشنی کہ پہلی نظر مختلف چیزوں پر پڑتی ہے حالانکہ یہ ساری نظر آنے والی چیزیں سورج کی روشنی سے نظر آتی ہیں۔

چوں آفتاب ہر رخ ہر ذرہ ظاہرم

پدید نیست از غائت ظہور عیانم

میں آفتاب کی طرح ہر ذرے کے ہر رخ میں ظاہر ہوں اگر چہ غایت ظہور کی وجہ سے میرا عیاں ہونا نہیں ہے

حضرت ارشاد پناہی (شاہ محمد فاضلؒ) نے اپنی ایک کتاب مبارک "راحت الواصلین" میں اللہ پاک کے وجود کا اس طرح اثبات فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَایَنَامُ وَلَا یَمُوْتُ سُبُّوْحٌ" قُدُّوْس" رَبُّنَا وَ رَبُّ الْمَلَائِکَةِ وَالرُّوْحِ مَنْ ذَالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِ ذْنِہٖ یَعْلَمُ مَابَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُم (وہ پاک ہے کہ جس کو نہ تو نیند آتی ہے اور نہ ہی اس کو موت ہے۔قابل تسبیح اور پاک ہے۔وہ ہمارا اور فرشتوں کا بھی ربّ ہے۔کون ہے جو اس کے حضور شفاعت کا دم مار سکے مگر جس کو وہ خود حکم دے۔وہ لوگوں کے آگے و پیچھے کو جاننے والا ہے)۔اسی طرح ایک اور مقام پہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْ ءٍ مِنْ عِلْمِہٖ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ کُرْسِیُّهُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْض (وہ اللہ تعالیٰ کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا اللہ خود چاہے۔اس کی فرمانروائی زمین وآسمان کو وسیع ہے)۔جس طرح ایک شاعر کہتا ہے کہ

ای لال زبان حالم از تو

خالی نبود خیالم از تو

اے میرے پروردگار! میری زبان آپ کی تعریف سے گنگ ہے اور میرے خیالات تجھ سے خالی نہیں ہے

در صنع تو کہ آید از عدم پیش

عاجز شدہ عقل علت اندیش

(اور) تیری ہی قدرت سے چیزیں عدم سے وجود میں آتی ہیں۔یہاں تو عقل بھی عاجز آ گئی ہے

کوئی اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتا مگر اتنا علم کہ جس قدر وہ خود چاہے اور اس کی کرسی زمین وآسمان سے فراخ ہے۔اس کا فرمان ہے کہ وَلَا یَؤُدُهٗ حِفْظُھُمَا وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ (اور

Marfat.com

اللہ پاک کو زمین و آسمان کی حفاظت تھکاتی نہیں ہے)۔اس کی ذات تمام عیوب سے پاک اور بزرگ و برتر ہے۔اس کی ہیبت کی عظمت سے تمام انبیاء اوراولیاء ہر وقت خوف میں ہیں کہ اس کا فرمان ہے وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ (تمہارا پروردگار ایک ہے اس کا کوئی ہمسر اور شریک کار نہیں ہے وہ لاشریک ہے)۔ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ

بری ذاتش از تہمت ضدو جنس

غنی ملکش از طاعت جن و انس

اللہ کی ذات ضد اور جنس کی تہمت سے پاک ہے اس کی ملوکیت جنوں اور انسانوں کی اطاعت سے بے نیاز ہے

پرستار امرش همه چیزو کس

بنی آدم و مرغ و مور ومگس

انسان، پرندے، حشرات اور کیا مکھیاں ہر چیز اور ہر کوئی اس کے حکم کو ماننے والا ہے

کوئی پروردگار نہیں ہے مگر وہی کہ جو اجسام کا بنانے والا اور مخلوقات کی روحوں کا خالق ہے۔ جو تمام افرادِ موجودات پر مہربان ہے۔اور اسی کی وجہ سے ہر کسی کو اس کا رزق صبح و دوپہر شام کو مل جاتا ہے۔اس بارے میں ایک شاعر کہتا ہے کہ

چناں بین خوان کرم گسترد که

سیمرغ در قاف روزی خورد

اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے دستر خوان اتنے وسیع بچھائے ہیں کہ سیمرغ بھی غار کے اندر رزق کھاتا ہے

مہیا کند روزی مار و مور

دگر چند بیدست پاینده روزی

اللہ ہی سانپ اور چیونٹی کو رزق عطا کرتا ہے اور بھی کچھ کو بن ہاتھ کے رزق ملتا ہے

اللہ کی ذات بہت عطا کرنے والی ہے اور اپنے کرم سے بے شمار چیزیں (انسان کے لیے) پیدا فرمانے والی ہے۔ان میں سے کچھ یہ ہیں مثلاً اونچے اونچے باغات، پاکیزہ پانی سے لطف اٹھانا، جانوروں کا خالص دودھ، لطیف قسم کے کھانے، بہترین قسم کے پھل، رحیق مختوم کے پیالے اور آبِ کوثر کے بھرے ہوئے جام۔ یا اللہ! ہمیں بھی یہ بزرگی اپنے فضل سے عطا فرما۔ اِنَّ فِیْ

Marfat.com

اِخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَ النَّهَارِ ۔یعنی دن رات کی تخلیق میں بھی اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔چنانچہ موسم سرما میں اکثر راتیں اندھیری اور لمبی ہوتی ہیں۔اور موسم گرما میں روشن اور تابناک اور وہ بھی اس حد تک کہ نظارہ کرنے والے بڑی رغبت شادمانی اور راحت کے ساتھ کیف ونشاط کے بستر بچھاتے ہیں اور اس قدیم ذات کے حسن وجمال اور اس علیم کی قدرت میں مشغول ہوجاتے ہیں۔عبادت گزار بندے ان راتوں کو اللہ کے فرمان وَمِنَ الَّیْلِ فَاسْجُدْ وَ اَقِیْمُوْ الصَّلٰوۃَ (راتوں کو سجدہ کرنے اور نماز قائم کرنے) کا عنوان دیتے ہیں اور رحمان کے مراحم کو پانے میں لگے ہیں۔

فرس کُشته از بس که شب رانده اند
سحر که خرد شاں و امانده اند

نفس مردہ کے گھوڑے کو انہوں نے ساری رات تھکایا مگر صبح ان کی عقل پھر بھی اس کی قدرت کی وجہ سے حیران وپریشان رہی

اللہ پاک کے عارفین کا نغمہ

بسودائے جاناں بجاں مشتغل
بذکر حبیب از جهاں مشتغل

اللہ کے ذکر میں پورے دل سے مصروف ہیں اس طرح کہ اپنے محبوب کے ذکر میں انہوں نے دنیا بھلا دی ہے

بیاد حق از خلق بگریخته
چناں مست ساقی که می ریخته

ساقی نے ان کو پلا کر اس طرح مست کر دیا ہے کہ اب وہ حق کی یاد میں مخلوق سے بھاگے پھرتے ہیں

نشاید به دار و دوا کرد شان
که کس مطلع نیست بر درد شان

کسی کو ان کا علاج معالجہ نہیں کرنا چاہیے کہ کوئی ان کے درد سے واقف ہی نہیں ہے

زهے عقل جز هیچ بر هیچ نیست

Marfat.com

که بر عارفاں جز خدا هیچ نیست

خوشا وہ عقل جس میں کچھ نہیں سماتا کہ عارفوں کو سوائے خدا کے کچھ نظر نہیں آتا

همه هر چه هستند ازاں کمتر اند

که باهستی اش نام هستی به زند

ان کے پاس جو کچھ ہے وہ اس کو اس کے مقابلے میں کمتر جانتے ہیں کیونکہ ان کی زندگی اللہ پاک کی ہستی سے زندہ ہے

اللہ پاک کی ذات کے عارف اس کے دیدار کے شوق میں بڑے ہی ذوق وشوق سے ہر دم نغمہِ اِللہ پڑھتے ہیں کہ اس کی قدرت کی نشانیاں اسی طرح ظاہر ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے وَالْفُلْکُ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسُ (کشتیاں لوگوں کے لیے نفع کا سامان اٹھائے سمندر میں چلتی ہیں)۔ یعنی اللہ پاک کے دریاؤں میں لگاتار چلنے والی کشتی ان چیزوں کو اٹھائے رواں دواں ہے کہ جو لوگوں کی منفعت کے لیے ہیں اور ان میں رابطہ بھی ہے۔ اسی طرح یہ آیت کہ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (اللہ نے آسمانوں سے پانی اتارا اور اس سے زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ کر دیا)۔

یہ ایک قوی دلیل ہے اور اس کی ذات کی یکتائی پر ایک واضح برہان ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے بہت زیادہ بارش نازل کرتا ہے کہ جس میں بہت سے اسرار و رموز ہوتے ہیں اور جو اس ذات کا بے پایاں احسان ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اس بارش کو برسانے سے مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے اور وہ بھی اس طرح کہ بغیر کسی مدد کرنے والے کے وہ اس زمین سے مختلف رنگ کے پودے فصلیں وغیرہ اگا کر اس مردہ زمین کو زندگی عطا کرتا ہے۔ اس بارش سے خودرو پودوں کی بیجائی اور سبزیوں کی طراوت بھی مردہ زمینوں کی زندگی ہے۔ اس طرح چشموں کا جاری ہونا بھی اللہ کی قدرت سے ہے۔ اسی طرح انسان کے بدن کی راحت، رزق کثیر اور وسیع رزق بھی اللہ پاک کے بارش برسانے کے سبب سے ہے۔ گویا حقیقت میں بارش اللہ پاک کا ایک گراں قدر عطیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اَفَرَاَیْتُمُ الْمَاءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ ءَ اَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ۔ (سورة الواقعہ، آیت نمبر 69)۔ (جو پانی تم پیتے ہو، تمہاری کیا رائے ہے کہ اس کو بادلوں سے بھلا تم نے نازل کیا ہے یا ہم نے؟)۔

Marfat.com

یعنی اس عطیات کرنے والی ذات کے عطیات کا مشاہدہ آنکھ ہر وقت کرتی ہے۔ لوگ بڑے ہی ذوق وشوق سے اس ذات کا دیا ہوا صاف اور میٹھا پانی نوش کرتے ہیں اور اس پانی کو جسمانی حرارت دور کرنے، کھانا پکانے، غلاظت دور کرنے، جنابت دور کرنے، گندگی دور کرنے اور میل کچیل دور کرنے میں استعمال کرتے ہیں۔ (اللہ فرماتا ہے کہ) اس پانی کو آسمان سے تم نے خود نیچے اتارا ہے یا اس پانی کا جسے تم ضروریات میں استعمال کرتے ہو، کا نازل کرنے والا اللہ ہے کہ جو بادلوں کا برسانے والا ہے۔ وَبَثَّ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ (اس نے زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے)۔ اس نے ہر طرح کے جانور پھیلا دیئے جیسا کہ خوبصورت گھوڑے اور عجیب الخلقت اونٹ کہ جن کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاَبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ (کیا انہوں نے اونٹوں کو نہیں دیکھا کہ ان کو کیسے پیدا کیا گیا) اور خوشبو کے نافہ رکھنے والے ہرن اور پُرفریب ہرن اور دلکش زیبرے، تیز رفتار خرگوش، خوش رنگ نیل گائے، وحشی درندے، گدھے، خوفناک چیتے، مہلک قسم کے بھیڑیے، پہاڑوں میں رینگنے والے جاندار اور اس کے علاوہ بھی ہر چیز اس مدبر اور قدیر کی تدبیر اور اس رحمان کی مرضی سے ہے۔

اے عزیز! اللہ تعالیٰ نے تیز رفتار سواری کے جانور اور عبرت نما اونٹ پیدا کر کے لوگوں پر احسان فرمایا ہے۔ اللہ! اللہ! سرور کائنات، فخر موجودات حضور نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ جَهَنَّمَ (سفر جہنم کا ایک ٹکڑا ہے)۔ جب یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنی آپ نے فرمایا کہ (کاش) اگر پیغمبرؐ اس طرح فرما دیتے کہ اَلنَّارُ قِطْعَةٌ مِنَ السَّفَرِ (جہنم سفر کا ایک ٹکڑا ہے)۔ میں کہتا ہوں کہ سفر اور سقر (دوزخ کا نام) کے درمیان صرف ایک نقطے کا فرق ہے ورنہ سفر کا عذاب سقر سے زیادہ ہے۔ گھوڑے اور اونٹ انسانوں کو عرب سے اٹھاتے ہیں اور عجم پہنچاتے ہیں اور کبھی خراسان سے اٹھا کر ہندوستان لے جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بَالِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ (یہ سواریاں تمہارے بوجھوں کو اٹھا کر ان شہروں تک لے جاتی ہیں کہ جن تک تم مشکل سے پہنچ سکتے)۔

اسی طرح اس نے گائے، بیل، بھیڑ اور مویشی انسان کے نفع کی خاطر پیدا کیے۔ ان تمام میں نشانیاں صاحبان دیدہ عبرت اور اس کی بارگاہ کے متلاشیوں کے لیے بالکل ظاہر ہیں۔ اسی

Marfat.com

طرح ہوا کا چلنا بھی اسی رحمان اور فتاح کے حکم سے ہے کہ جو اپنے اندر بہت سا نفع اٹھائے پھرتی ہے۔اس سے لوگ جسمانی حرارت دور کرتے ہیں اور اسی سے راحت اور کیف ونشاط کا سرمایہ حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ پانی کے بلبلے، طرح طرح کے بیج، دالیں، چنے اور دیگر تمام غذائیں، نباتات کی ترتیب، سبزی کی تاثیر، ان کا اگنا بڑھنا، اوران کا زمین سے پھوٹ نکلنا ایک مقررہ امر سے ہے یہ سب نفع ہوا ہی اپنے اندر لیے پھرتی ہے۔ چنانچہ کبھی مشرق سے، کبھی مغرب سے اور کسی وقت جنوب سے آتی ہے۔اور یہ اسی احکم الحاکمین کا حکم ہے۔کبھی شمال کی طرف سے آتی ہے اور منتظرین کو ان کے حصہ سے نوازتی ہے اور موسم ربیع، باغوں اور گلستانوں کا حسن سب اسی کے چلنے سے ہے۔

اسی طرح موسم خزاں میں درختوں سے پتوں کا گر جانا اور اس کے علاوہ بے شمار امور حد تحریر سے باہر ہیں جو کہ صرف اسی علیم کے علم میں ہیں کہ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ وہی ذات ہے۔ اَلسَّحَابُ الْمُسَخَّرُ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ کہ بادلوں کی تسخیر جو کہ زمین وآسمان کے درمیان اسی طرح معلق ہیں کہ نہ آسمان سے جڑے ہیں نہ ان کو پہاڑوں کی میخوں سے خیمہ زن کیا گیا ہے اور نہ ہی ان کی طنابیں زمین سے بندھی ہیں بلکہ سب اللہ کے عطیات سے ہیں۔ کچھ سفید رنگ کے ہیں اور کچھ سیاہ رنگ کے اور بعض رقیق قسم کے ہیں۔ میں نے اس حکیم کی حکمت اور قادر کی قدرت کا کئی دفعہ نظارہ کیا ہے۔ بسا اوقات میں آسمان کو دیکھ رہا ہوتا ہوں کہ وہاں بادلوں کا کوئی نام ونشان نہ تھا۔اور تھوڑے توقف کے بعد جب دوبارہ آسمان کو دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں پہاڑوں کی طرح بڑے بڑے بادل آسمان میں ظاہر ہونا شروع ہوئے اور آنکھوں کے دیکھتے دیکھتے مشرق، مغرب، شمال اور جنوب سے اللہ کے حکم کے مطابق بڑی تیزی سے جمع ہوئے اور موسلا دھار بارش برسانے لگے اور جان توڑ گرمی کا سوز ہٹا دیا۔

مزید فرمایا لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ اور یہ نشانیاں اس قوم کہ جس کو عشق کے جام کی چاشنی مکمل طور پر حاصل ہے، کے لیے قطعی دلائل ہیں تا کہ وہ ادراک جمیلہ سے جہالت کے اندھیروں، باطل کی ہلاکت، کفر وشرک، عصیان وطاغوت سے اپنے آپ کو باہر نکالے اور اپنے جسموں کو اللہ کے عذاب اور قیامت کی سزاؤں سے خلاص دلائے۔ باریک بین عقل اور سیدھی فکر غور کے بعد یہی کہتی ہے کہ تمام جہانوں اور مخلوقات کا پیدا کرنے والا وہی مدبر اور قدیر ہے جو کہ رحمان اور بصیر

Marfat.com

ہے کہ وہ مذکورہ نشانیوں کو غیب سے وجود میں لاتا ہے اور (آناً فاناً) فوراً ہی ہوا اور بارش کے بند دروازے کھول دیتا ہے۔ اور ان دروازوں کو اس فتاح کہ جس کی شان ہے کہ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی مرضی کے بغیر کوئی فرد کبھی بھی نہ کھول سکتا کیونکہ اس کا فرمان ہے کہ لَهٗ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔وہی اس شان کا مالک ہے۔ اور پھر اسی کے کرم سے بادوباراں کا سلسلہ چل نکلتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ لَامَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا رَادَّلِمَاقَضَيْتَ (اے میرے اللہ! جو تو عطا کرنا چاہے اس کو روکنے والا کوئی نہیں اور جس کو تو محروم کرنا چاہے اسے کوئی دینے والا نہیں اور جو تو فیصلہ کرلے اس کو رد کرنے والا کوئی نہیں ہے)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ وَالنَّهَارَ (تمہارا پالنے والا وہ اللہ ہے جس نے ان سات آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا فرمایا اور پھر عرش پہ تشریف فرما ہوا۔ وہی دن رات کو ڈھانپنے والا ہے)۔

اس نے سات آسمانوں کو پیدا کیا کہ ان کا کوئی ستون نہیں ہے۔ زمینوں کو بھی اسی نے پیدا کیا اور یہ سارے کام کر کے وہ عرش بریں پہ جلوہ افروز ہوا۔ یہ سات آسمان بغیر ستونوں کے اسی پردہ پوش خدا کے پیدا کردہ ہیں کہ جس کی بارگاہ تک رسائی حاصل کی جاتی ہے۔ وہی باری تعالیٰ دن اور رات کو تبدیل کرتا ہے۔ سورج چاند، ستارے سب اللہ کے حکم سے مسخر ہیں۔ بے شک امر صرف اسی کا ہے اور تخلیق بھی۔ بڑی برکت والا ہے وہ رب جو جہانوں کا پالنے والا اور دنیا کو روشن کرنے والا ہے۔ سورج، چاند اور دوسرے تمام سیارے اسی قادر مطلق اور وہاب وحکیم کے فرمانبردار ہیں۔ وہی ہر روز سورج کو مشرق سے نکالتا ہے اور مغرب میں غروب کر دیتا ہے اور اس جہان کے رہنے والوں کی آنکھوں کو اسی کے حکم سے روشنی بخشتا ہے۔ خطرناک سانپ شام کے سمندروں سے نکلتے ہیں اور دریائی مچھلیوں کے شکار کے لیے مشرق کے قلزم کی طرف جاتے ہیں۔ اور کبھی مشرقی حکومتوں سے اسلحہ سے لیس فوج نکلتی ہے اور شہروں پر ٹوٹ پڑتی ہے اور ان کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ پس تم آگاہ رہو اور جان لو کہ مخلوق چاہے زمین میں ہو یا آسمان میں سب اسی کے امرِ کُن سے پیدا کی ہوئی ہے۔ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ اس کی پاکی کا اشارہ اور يَفْعَلُ مَايَشَاءُ

Marfat.com

وَیُحکِمُ مَایُدَبِّرُ اس بات کی دلیل ہے کہ جہانوں کا پروردگار وہی ہے لہذا اُدْعُوْ اربَّکُمْ تَضَرُّعًا وَ خُفیَۃً ہمیشگی کے ساتھ عمل پیرا رہنا چاہیے اور اس ذوالجلال والاکرام کے اسماء حسنیٰ کا ہر وقت آہ وزاری اور عاجزی کے ساتھ ذکر کرتے رہو تا کہ وہ بھی اپنے خاص فیض اور رحمت سے تمہیں یاد کرے۔ اس کا فرمان مبارک ہے کہ فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ (تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا)۔ یہاں "راحت الواصلین" کا کلام مکمل ہوا۔ اسی طرح ایک شاعر کا شعر ہے کہ

فَاذْکُرُوْنِیْ گر نفر مودی مرا
طاقت یادش کجا بودے مرا

اگر اس کی ذات مبارکہ مجھے فَاذْکُرُوْنِیْ (مجھے یاد کرو) کا حکم نہ دیتی تو مجھ میں اسے یاد کرنے کی طاقت کیسے آتی

توحید کی تعریف

بزرگ فرماتے ہیں کہ توحید کسی چیز کی وحدانیت کے حکم کرنے کا نام ہے۔ اور کسی چیز کے متعلق بغیر علم کے حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ پس اہل سنت اس کے یکتا ہونے کا حکم لگاتے ہیں تحقیق کے ساتھ کہ وہ اس کی لطیف تحقیق اور افعال کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ جن کا خود بخود ہونا امر محال ہے۔ جب وہ ہر چیز کے اندر حدوث کی علامتیں دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں ان کے لیے لازمی کوئی فاعل چاہیے کہ جو ان کو عدم سے وجود میں لائے۔ یعنی زمین وآسمان، موت وحیات، علم ونطق اور حرکات وسکنات اور اس تمام مخلوق کو بنانے والے سے چھٹکارا نہیں ہے اور یہ دو بنانے والے سے بھی مستغنی ہیں۔ بلکہ یہ ایک مالک ومختار لاشریک بے نیاز کی کاریگری سے ہیں کہ ایک فعل میں دو فاعل ایک دوسرے کے محتاج ہوتے ہیں اور احتیاج اس ذات باری تعالیٰ کی الوہیت کے منافی ہے۔

توحید کی تین اقسام ہیں:

۱۔ توحید حق مرحق:۔ خود سے اس کے ایک ہونے کا علم ہے
۲۔ توحید حق مرخلق:۔ بندے کے دل میں توحید حق کی آفرینش ہے
۳۔ توحید خلق مرحق:۔ مخلوق کو اس کے ایک ہونے کا علم ہے

Marfat.com

حضرت جنید بغدادیؒ نے توحید کی یہ تعریف کی ہے کہ اَلتَّوحِیدُ اِفرَادُ القِدَمِ عَنِ الحَدَثِ. یعنی توحید اس قدیم کا حدث سے جدا جاننے کا نام ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ قدیم کو محل حوادث میں نہ جانے اور حادث کو محل قدیم میں نہ جانے۔اور تو جانتا ہے کہ ذات حق قدیم ہے اور تو حادث ہے۔تیری ذات سے کچھ بھی اس سے جڑا ہوا نہیں اور اس کی ذات وصفات میں کوئی چیز تیرے اندر نہیں ہے۔اور ذات قدیم کو حادث کے ساتھ کسی قسم کی کوئی مجالست نہیں ہے کیونکہ قدیم حادث کے وجود میں آنے سے بہت پہلے ہے۔لہذا جب وہ حادث کے وجود سے پہلے اس کا محتاج نہیں تھا تو اسی طرح اس کے وجود میں آنے کے بعد بھی اس کا محتاج نہیں ہوگا۔جو بندہ بھی کہے کہ قدیم حادث کے اندر نازل ہے، حادث کو قدیم سے متعلق جانے یا حق کے قدم اور مخلوق کے حدث پر یقین نہ رکھے تو تحقیق وہ دہریوں کے مذہب پر ہو گیا ہے۔اور ہم اس بُرے عقیدے سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

حضرت حسین بن منصور حلاجؒ توحید کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اَوَّلُ القَدَمِ فِی التَّوحِیدِ فَنَاءُ التَّفرِیدِ. یعنی توحید میں اوّل قدم تفرید کی فنا کا نام ہے۔اور تفرید اس چیز کا نام ہے کہ کسی کو آفات سے جدا کرنے کا حکم لگایا جائے اور توحید کسی کے ایک ہونے کا حکم کرنا ہے۔تو پتا چلا کہ تفرید میں کسی دوسرے کا اثبات جائز ہوتا ہے مگر توحید شرک کی نفی کرتی ہے۔

حضرت حصریؒ کے قول کا ترجمہ ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اصول توحید کے باب پانچ ہیں۔

۱۔ اثباتِ قدم : یعنی تو یہ عقیدہ رکھے کہ خدا کی ذات ہمیشہ سے ہے

۲۔ ہجر اوطان : اس سے مراد یہ ہے کہ مالوفات اور مفارقت کو چھوڑ دینا

۳۔ برداشتین حدث: یہ اس چیز کا نام کہ توحید سے محدثات کی نفی کی جائے اور حدث کو اس کی ذات سے محال جانا جائے

۴۔ مفارقت برادران: اس سے مراد یہ ہے کہ اس سے اعراض کیا جائے کہ اس کو مخلوق کی صحبت کا احتیاج ہے

۵۔ فراموشی آں چیزے کے دانند ونداند: اس سے مراد یہ ہے کہ مخلوق کا علم کیفیت، طبع یا جنس سے حاصل ہوتا ہے اور توحید ان تمام کی نفی کرتی ہے۔

Marfat.com

حضور غوث اعظمؒ ''غنیۃ الطالبین'' میں ارشاد فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ پاک کی مثل کوئی نہیں ہے۔ وہ سمیع ہے اس کی مثل اور کوئی نظیر نہیں ہے۔ وہ نہ تو جسم ہے کہ اس کو چھوا جا سکے اور نہ ہی جوہر ہے کہ محسوس ہو۔ وہ نہ ہی عرض ہے کہ ختم ہو سکے اور نہ ہی مرکب ہے کہ اس کو تالیف کیا گیا ہو۔ وہ نہ تو کسی طبیعت اور نہ ہی کسی ماہیت کا نام ہے۔ وہ نہ ہی اندھیرا ہے کہ ظاہر ہو جائے اور نہ ہی نور ہے کہ اندھیرے کے بعد ظاہر ہو جائے۔ سمت کے لحاظ سے وہ مستوی علی العرش ہے۔ لفظ استواء کا اطلاق بغیر کسی تاویل کے مطلق ہونا چاہیے۔ وہ عقل میں نہ آنے والی کیفیت کا نام ہے۔ اس کا اقرار کرنا واجب اور اس کا انکار کرنا کفر ہے۔ اس کو آدمیوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ وہ اس بات سے پاک ہے کہ اس کو مخلوق کے ساتھ مشابہ ٹھہرایا جائے یا اس کو اسی کی بنائی ہوئی چیزوں سے منسوب کیا جائے۔ اسی نے مخلوق کو اور ان کے افعال کو پیدا فرمایا اور وہ اپنی قدرت میں یکتا ہے۔ اس نے حضرت آدمؑ کو اپنے دستِ مبارک سے پیدا فرمایا۔ اس کے علم سے کوئی مکان باہر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو ایسی صفات سے متصف ٹھہرانا جائز نہیں جو کہ اس کی ذات کے لائق نہیں اور جائز ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اس کی ذات موجود ہے بغیر کسی تشبیہ کے۔ اسی طرح اس کا یہ وصف بیان کرنا بھی جائز ہے کہ بے شک وہ فاعل ہے۔ یعنی بذات خود پیدا کرنے والا ہے۔ اپنی قدرت اور فعل سے ان اوصاف سے اسے متصف ٹھہرایا جانا جائز ہے نہ بمعنی مباشرت کیونکہ اس میں جسمانی طور پر ملنے اور چھوڑنے کی حقیقت پائی جاتی ہے اور اللہ کی ذات اس سے پاک ہے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ اپنی کتاب ''کشف المحجوب'' میں فرماتے ہیں کہ اللہ پاک کی یکتائی عدد نہیں ہے کہ ایک اور عدد کے اضافے کے ساتھ دو ہو جائے۔ اور وہ محدود نہیں کہ اس کے واسطے سمتیں ہوں اور پھر ہر سمت کے لیے اور سمتیں اور اس طرح ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے۔ اس کا کوئی مکان نہیں کہ اگر وہ مکان میں ہوتا تو ہر مکان کے لیے ایک اور مکان کی ضرورت ہوتی اور اس طرح فعل و فاعل اور قدیم و محدث کا حکم باطل ہو جاتا۔ وہ عرض نہیں کہ محتاج ہوتا جوہر کا اور اس طرح اپنے محل میں بذات خود باقی نہ ہوتا۔ وہ جوہر بھی نہیں کہ اس کا وجود جزی ہوتا۔ وہ طبعی نہیں کہ حرکت و سکون کا محتاج ہوتا۔ وہ روح نہیں کہ جسم کا محتاج ہوتا اور جسم نہیں کہ اجزاء سے مرکب ہوتا۔ وہ اشیاء میں سے کوئی شئے نہیں کہ ان کی جنس سے ہوتا۔ کوئی چیز اس کی ذات کا پیوند نہیں کہ وہ چیز اس کا جزو بن سکے۔ وہ تمام عیوب، نقائص اور آفات سے پاک ہے۔ اس کی

Marfat.com

کوئی مثل نہیں کہ وہ اس کی طرح ہو کر دو ہو جائے۔ اس کا کوئی بیٹا نہیں کہ اس کو اقتضائے نسل کی وجہ اس کا اصل قرار دیا جاتا۔ اس کی ذات پر کسی قسم کا تغیر و تبدل جائز نہیں کہ اس کا وجود متغیر ہو جائے اور پھر محدثات یا متغیرات میں سے ایک بن جائے۔

"سبع سنابل" میں لکھا ہے کہ اللہ پاک واحد حقیقی ہے نہ کہ واحد عددی۔ کیونکہ واحد عددی قابل تجزی ہوتا ہے اور واحد حقیقی تجزی اور بعضیت سے پاک ہوتا ہے۔ نیز واحد عددی کو تمام اعداد سے نسبت ہے۔ واحد عددی دو کا آدھا، تین کا تیسرا، چار کا چوتھا ہے اور اسی طرح یہ ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔ یعنی لوگ جو بھی عدد تصور کریں واحد عددی اس عدد کا ایک حصہ ہوگا۔ لہذا پتا چلا کہ واحد عددی کو تمام اعداد سے نسبت ہے جبکہ واحد حقیقی کو کسی دوسرے عدد کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہے۔ اور واحد عددی ہر عدد میں جاری ہے مثلاً ایک کو اگر دو بار تصور کیا جائے تو دو بن جاتا ہے اور اگر تین بار تصور کیا جائے تو تین بن جاتا ہے اور اگر چار بار تصور کیا جائے تو چار بن جاتا ہے۔ اسی طرح تو اس کو تکرار کے ساتھ جتنی بار بھی اعتبار کرے گا تو ہر دفعہ ایک نیا عدد ظاہر ہوگا۔ مگر واحد حقیقی ان تمام نسبتوں سے پاک ہے اور وہ زمان و مکاں سے دور اور جہات و سمات سے منزہ ہے کیونکہ جہات و سمات حادث ہیں اور وہ قدیم ہے اور قدیم کا حادث میں نزول یا حلول اور اتحاد یا امتزاج محال ہے۔ لہذا جو بھی اللہ تعالیٰ کو واحد حقیقی سے متصف جانتا ہے وہ اس کو کسی بھی جسم میں (حلول و نزول سے) پاک مانتا ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی چیز یہ چاہے کہ وہ دوسری چیز بن جائے یا اس کے ساتھ متحد بن جائے تو ایسا ہونا محال ہے۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ اگر زید کو اکیلا شمار کیا جائے پھر عمرو کو اور شمار کیا جائے۔ پھر یہ کہا جائے کہ زید عمرو بن گیا ہے اور اس میں متحد ہو گیا ہے تو یہ اتحاد ان صورتوں کے علاوہ ممکن نہیں ہوگا کہ یا تو دونوں موجود ہیں یا دونوں معدوم ہیں یا پھر زید موجود ہے اور عمرو معدوم یا پھر عمرو موجود ہے اور زید معدوم۔ ان چار صورتوں کے علاوہ اور کوئی صورت ممکن نہیں ہے۔ پس اگر وہ دونوں موجود ہیں تو پھر پہلا دوسرے کی عین نہیں ہے بلکہ ہر ایک کی عین موجود ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ یہ اتحاد مکان کے اعتبار سے ہو۔ تو یہ ذات میں اتحاد کو واجب نہیں کرتی۔ پس بے شک کبھی علم، قدرت اور ارادہ ایک ذات میں جمع ہو جائیں تو اس صورت نہ تو قدرت کو علم کا نام دیا جا سکتا ہے اور نہ یہ ارادہ علم بن جاتا ہے۔ اگر دونوں معدوم ہیں تو یہ اتحاد نہیں بلکہ عدم ہے اور شاید اتحاد کسی تیسری چیز کے ساتھ ہے۔ اگر ایک موجود ہے اور دوسرا معدوم تو پھر

Marfat.com

بھی ان کے درمیان اتحاد نہ ہوا کیونکہ موجود کا اتحاد معدوم کے ساتھ کسی صورت نہیں ہوتا۔ لہذا دو چیزوں کے درمیان مطلق اتحاد تو جائز ہے۔ الذوات التماثلہ کے باب عن المختلفہ میں ہے کہ بے شک اس سفید کا وہ سیاہی بن جانا اسی طرح محال ہے جس طرح اس سیاہی کا یہ سفید بن جانا مشکل ہے۔ جہاں تک سوال ہے مطلق اتحاد کا تو وہ بطور توسیع و تجویز کے ہوتا ہے۔ اور اگر یہ تاویلیں اتحاد کے ظاہری معنی تک تجاوز کر جائیں تو یہ محال قطعی ہے اور جان لے کہ اس کا ظہور طور ولایت میں پر جائز نہیں کہ جس کو عقل بھی پانے سے قاصر ہے اس کے مشکل ہونے کی وجہ سے۔ جی ہاں اور عقل جس چیز کو پانے سے قاصر ہے اس کا طور ولایت میں ظاہر ہونا جائز ہے اس معنی میں کہ صرف عقل سے اس کا ادراک نہیں کیا جا سکتا اور جو بندہ مایفعل العقل اور ماینالہ العقل کے درمیان فرق نہیں کرتا وہ بات کرنے کے لائق نہیں ہے لہذا اس کو اس کی جہالت میں چھوڑ دو۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ بعض متاخرین صوفیہ مثلاً شیخ ابن عربی، ملا جامی اور ان کے تابعین کے ہاں وحدۃ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ یعنی ہمہ اواست (کہ سب وہی ہے)۔ وہ اس کی یہ توجیہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی صفات ازل سے قدم میں اس کی ذات سے متعلق تھیں۔ وہ اس کو مرتبہ ہاہوت کہتے ہیں۔ پس اس نے چاہا کہ صفات کو ذات پر جلوہ دے۔ اس کے بعد اس ذات نے ان صفات کو اپنے علم میں تفصیلی طور پر ظاہر کیا۔ اس مرتبے کا نام لاہوت ہے۔ حقیقتِ محمدی کو پانے والے کہتے ہیں کہ اس کے بعد علم بعین سے صفات آشکار ہوتی ہیں اور اس مرتبہ کو جبروت کہتے ہیں۔ حقیقتِ انسانی کو پانے والے کہتے ہیں کہ اس کے بعد عین کو اعیان ثابتہ سے تمثل فرمایا۔ اس کا نام ملکوت یا مرتبہ روح ہے۔ اس کے بعد اعیان کو اشخاص و آثار سے تاثر و تشخص دیا۔ اس کا نام ناسوت یا عالم اجسام ہے اور وہ صفات وجود اور ذات وجود کو ذات پر غیر زائد جانتے ہیں۔ اس کو ایک ہی چیز جانتے ہیں کہ زمان، مکان، حلول اور نزول کی قید کے بغیر ان مراتب ستہ میں اس کا نزول جاری ہے اور موجود ہے اور یہ حلول، نزول یا امتزاج نہیں ہے کہ یہ چیزیں دوسرے میں تصور کی جاتی ہیں اور وہ خود شاہد اور خود ہی مشہود ہے اور معیت، مقارنت قاذورات وغیرہ سے اس کی ذات کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا کیونکہ یہ تمام امور اعتباری اور اضافی ہیں۔ گندگی کی طرح کہ جو ہر غلے اور میوے کے درخت کی جڑوں میں ہوتی ہے مگر اس سے ان پھلوں کا کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ اسی طرح سورج کی روشنی ہر پاک و پلید پہ پڑتی ہے اور سب سے قریب بھی ہے اور سب میں حلول کرتی ہے مگر کسی

Marfat.com

چیز کا پاک ہونا سورج کے لیے نہ تو کمال کا سبب ہے اور نہ ہی کسی چیز کا پلید ہونا اس کے زوال کا سبب ہے۔اس توجیہ کی بنیاد یہ وہ مرتبہ عابد و معبود اور خالق و مخلوق میں ہے کہ یہ تمام علم حق تعالیٰ کی معلومات صوری ہیں۔اور علم و معلوم اور اسم و مسمّٰی ایک ہی چیز کا نام ہے۔وجود مطلق ایک ہی ہے اور حدث وقدم اور وجوب وامکان اعتبارات،عوارضات،اضافات،حیثیات اور شیونات وغیرہ ہیں۔
اسی طرح یہ لوگ اور بھی بہت غلیظ باتیں زبان پہ لاتے ہیں۔مثلاً

در منزل انتها در ره همه اوست
در دلق گدا و اطلس شاه همه اوست

گھر، راستے اور انتہا میں بھی وہی ہے۔فقیر کی گدڑی اور بادشاہ کے تاج میں بھی وہی ہے

در انجمن فرق نهانخانه جمع باالله
همه اوست ثم باالله همه اوست

انجمن میں وہ لوگ مقام فرق پہ اور تنہائی میں مقام جمع پہ ہوتے ہیں مگر اللہ کی قسم ہر جگہ وہی ہے

فلسفہ وحدۃ الوجود کے جواب میں فقیر کاتب الحروف (سید مجتبیٰ فضلی ؒ) کہتا ہے کہ اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ سارا عالم حق تعالیٰ ہے اور سب کچھ وہی ہے تو پھر معلوم ہونا چاہیے کہ عالم کچھ اور ہے اور اس کی ذات کچھ اور ہے۔اس لحاظ سے ہمہ اوست (سب وہی ہے) کا نعرہ لگانا کچھ معنی نہیں رکھتا۔اگر وہ تمام عالم کی نسبت اس کی طرف کرتے ہیں تو پھر ہمہ اوست کی بجائے ہمہ از اوست (سب کچھ اس کے کرم سے ہے) کہنا چاہیے۔اور علم سے بہرہ ور کہتے ہیں کہ مرتبہ تنزیہہ اور مرتبہ تشبیہ دنیا اور آخرت میں کسی کو معلوم نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو سیدھی راہ دکھائے۔

وحدۃ الوجود کی اس طرح کی توجیہ و تشریح متقدمین صوفیاء،فقہاء،مجتہدین اور مفسرین کے ہاں نہیں پائی جاتی۔مگر ہاں کچھ صوفیاء کے ہاں اس طرح کے کلمات ملتے ہیں جو سلوک کی ابتداء میں مقام سکر پہ عدم تمیز اور غلبہ کی وجہ سے ان کی زبانوں سے صادر ہوئے۔جب کہ انہوں نے ذات صانع کو تمام تر صفات کے ساتھ دیکھا تو پھر اس قسم کے الفاظ ان سے صادر ہوئے۔مگر بعد میں انہوں نے ان کلمات سے توبہ کی۔اور کسی بھی سالک کو مقام جمع الجمع سے تو کوئی چھٹکارا نہیں ہے۔مولانا روم کا ایک شعر ہے کہ

چوں روا باشد اَنَا اللّٰہُ از درختے

Marfat.com

چرا نبود روا از نیک بختے

اگر ایک درخت سے انا اللہ (میں اللہ ہوں) کی آواز آسکتی ہے تو ایک اللہ کے ولی سے کیوں نہیں آسکتی چنانچہ " بہجۃ الاسرار" میں حضور غوثِ اعظمؒ کا ارشاد مبارک ہے، آپ نے فرمایا "تمام جمع بلاتفرقہ زندیقیت ہے اور تمام تفرقہ بلا جمع بے معنی ہیں"۔ فصل خطاب میں آپ فرماتے ہیں کہ بسا اوقات ان سے اقوال شطحیات صادر ہوئے مگر جب ان کو ان اقوال کے باطل ہونے پر اطلاع ہوئی تو انہوں نے ان سے رجوع کر لیا۔ کیونکہ متوسط اس تجلی صوری سے کہ جو مبتدی کے مرتبہ میں حاصل ہوتی ہے پناہ مانگنے والا ہے کیونکہ اس کو تجلی نوری حاصل ہوتی ہے اور اسی طرح منتہی اس نوری تجلی سے استغفار کرنے والا ہوتا ہے جو اس کو مقام وسط میں حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ بے رنگ و کیف کی تجلی کے مرتبہ میں ہے۔ نبی پاک ﷺ کی حدیث کہ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہ کا مقصود بھی یہی ہے۔ پس جو ان معاملات شہود میں کتاب وسنت کا اعتبار نہیں کرتے ڈر ہے کہیں ان اقوال شطحی (جو ان سے سکر کے غلبہ کی وجہ سے صادر ہوتے ہیں) سے ایمان برباد نہ کر بیٹھیں۔

غزلیات

کاتب الحروف سے بھی بارہ سال سے تیئس سال تک اس مقام پر غرق ہونے کی وجہ سے اس طرح کے شطحی کلمات وارد ہوئے۔ پھر ۲۳ سال کے بعد حضور ارشاد پناہی (شاہ محمد فاضلؒ) کی توجہ سے ان سے نجات پائی اور مطلق طور پر تنزیہہ حاصل ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔ اوقات سکر کے وقت جو کلمات وارد ہوئے ان میں سے کچھ ابیات مذکور ہیں۔ بندہ اپنا تخلص فضلی رکھتا ہے۔ کچھ نمونہ کلام مندرجہ ذیل ہے۔

﴿ ۱ ﴾

چو عینک میشود کثرت به پیشِ چشمِ نظاران

نمائد اندر وحدت سراسر جلوه ای یاران

جس طرح دیکھنے والی آنکھ آنکھوں کی کثرت میں بھی نظارہ کرتی ہے، ویسے ہی وحدت کے اندر جلوۂ یار نظر آتا ہے

چناں نسبت کند پیدا زراہ عشق ہر عاشق

Marfat.com

که خود معشوق میکرد بنزد فهم عیاران

ہر عاشق کو عشق کی راہ سے ایسے نسبت ہو جاتی ہے کہ عیاروں کی نظر میں خود معشوق بن جاتا ہے

چو از شرب صبوحی چشم را گلگونه میسازد

ذبیح الله میکردند به بیش جمله خونخواران

جب وہ آنکھ کو شراب حقیقت کی صراحی سے لال کرتے ہیں تو پھر ان کو خونخواروں کے آگے ذبیح اللہ کر دیا جاتا ہے

ز تعبیر حقیقت جملگی لال اند برحق اندً

نفهمد فهم هر قاصر معما را از اشعاران

حقیقت کو پانے سے جو لوگ قاصر ہیں وہ ھقلے ہیں۔اس معمہ کو اشعار سے کم فہم شخص نہیں سمجھ سکتا

محبت را سزا وار است که بیحد آفرین گوئم

بمن نمود محبوبی بوجهی رسم غمخواران

جس کی بہت زیادہ تعریف و توصیف بیان کرتا ہوں وہی محبت کے لائق ہے (کیونکہ) مجھ پر روشِ غمگساری محبوب کی وجہ سے ہی ظاہر ہوئی ہے

توئی معشوق تو عاشق توئی مطلوب تو طالب

ز فضلیؔ بشنو ایں نکته اگر هستی ز دلداران

اگر تم محبوب رکھتے ہو تو فضلیؔ سے یہ نقطہ سن لو۔تو ہی معشوق (ہے) تو عاشق (بھی) تو ہی مطلوب (ہے) تو ہی طالب (بھی)

﴿ ۲ ﴾

چنانچه آب نمائد به کاسهِ بلور

چنیں خدای نمائد بخلق بعد از غور

جس طرح شیشے کے جام میں پانی نظر آتا ہے ایسے ہی غور و فکر کے بعد مخلوق میں خدا نظر آتا ہے

به عرض و طول اگر بنگری همون آبست

اگر مدوره او را تو بنگری یا خود دور

Marfat.com

اگر تو عرض وطول پر دیکھے تو سب پانی ہے۔ اگر تو اسے دائرہ کی شکل میں دیکھے تو خود سے دور ہے

بنور شمس منور تمام افلاك است

اگر تو ماہ شماری و اگر توسنبلهِ ثور

سورج کے نور سے تمام جہاں میں روشنی ہے تو چاہے اس کو چاند شمار کرے یا سنبلہِ ثور

اگر تو عشق نمائی بپیش خود رهبر

نماید آنچه نه مرئی است مرترا فی الفور

اگر تو عشق کو اپنا رہبر مان لے تو نہ نظر آنے والا تجھے فوراً نظر آ جائے گا

کمال بنده همین است در جهان فضلی

که حق خویش به بیند بچشم سر هر طور

اے فضلی! اس دنیا میں صاحب کمال وہی بندہ ہے جو کوہِ طور پر پہنچنے والی آنکھ کو اپنے اندر دیکھے

﴿ ۳ ﴾

گر نیآورد همچو باراں نام الله در جا ضمیر

یکسر مواز صفاتش که شود آگاه فقیر

اے فقیر! اگر دل میں اللہ تعالیٰ کا نام بارش کی طرح نہ برسے تو اس کی صفات سے تو کیسے آگاہ ہو سکتا ہے

رخ نمائد ذات بجت از کثرت فکر خفی

گرچه بالکلش نتواں دید با بصر بصیر

فکر خفی کی کثرت سے (وہ) ذات آشکار ہوتی ہے۔ اگر چہ اُس کو اس ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھا جا سکتا

هر چه یك لخت است با او سر ندارد عضو هیچ

چوں فلك یکساں به بیند هر کجاش طفل و پیر

وہ ہر جگہ عیاں ہے اگر چہ اس کا سر ہے نہ کوئی اور عضو جیسا کہ آسمان کو ہر چھوٹا بڑا ہر جگہ سے یکساں دیکھتا ہے

Marfat.com

چون قطاری اشتران خطره پایی میرسد
کے رهایابی بجز مرشد ازیں جم الغفیر

اگر تجھے راہ طریقت میں (کبھی) کوئی خطرہ محسوس ہو تو بغیر مرشد کامل کے نجات کس طرح پا سکتا ہے؟

صور لا جز حق نباشد فهم کن گر هست فهم
آن عدم دارد وجودی پیش عارف بی نظیر

بیشک حق کی کوئی صورت نہیں مگر عقل کر اگر عقل ہے کہ سچے عارف کے سامنے وجود بھی نابود ہے

عود کردن بعد رفتن نیست آسان ای فقیه
گرچه هستی در نفاذ و حیض تو دانا خبیر

اے دانشمند! چلنے کے بعد واپس آنا آسان نہیں ہے۔ اگرچہ ہستی نفاذ وحیض ہے (اور) تو عاقل (و) واقف ہے

وقت تو ضائع شود در گفتگوی ظاهری
یك دم اندر غیب میباید که باشی غوطه گیر

تو ظاہری گفتگو میں وقت ضائع (کیوں) کر رہا ہے، بلکہ تجھے چاہیے کہ تو دریائے باطنی میں غوطہ لگائے

شو خموش اے فضلیاؔ اسرار را بالکل مگو
گر خبردار است کافی مرد را ایں یك دو تیر

اے فضلیاؔ! راز کو ایسے کہنے سے خاموش ہو جا۔ یہ ایک دو تیر انسان کے لیے کافی ہیں اگر (وہ) باخبر ہے

﴿ ۴ ﴾

هر کسی را که دل کشاده شود
مطلبِ حق در او نهاده شود

Marfat.com

جس بندے کا دل کشادہ ہوتا ہے اس کے دل میں حق کی طلب چھپی ہوتی ہے

چه شود خم شود و صراحی همه
میشود جام همچو باده شود

کیا ہوا (اگر) مٹکا سارا پیانہ ہوجائے۔آخرکار (ڈھلنے کے بعد) صراحی شراب (ہی تو) ہوجاتی ہے

دور گردد ز خویش اول بار
باز از خود بخود اعاده شود

پہلی مرتبہ وہ خود سے دور ہوجاتا ہے مگر پھر خود بخود اس کا اعادہ کرتا ہے

کائن و بائن است باینمعنی
صوفی و صافی که ساده شود

حاضر و موجود کا یہی معنی ہے کہ صوفی اور پاکیزگی بہت آسان ہے

در زمین که مرکبان لنگ اند
او بصد شوق خود پیاده شود

اس جہاں میں سواریاں لنگڑیاں ہیں سو وہ خود ہی شوق سے پیدل چلا جارہا ہے

جنگ او را بصلح پیوند است
در ضمیری که عشق زاده شود

جو بھی فطرت میں عشق زادہ ہوتا ہے جنگ اس کے لیے صلح کی طرح ہی ہوتی ہے

گر بکشتن پایدش معشوق
از دل و جاں برش آماده شود

اگر مرنے کی وجہ سے معشوق کا ملنا ممکن ہوتو وہ دل و جاں سے کٹنے پر بھی تیار ہیں

در کند فضل فاضل او را یاد
همچو فضلی تمام داده شود

فاضل کی یاد میں سب بخشش و کرم ہے۔جس طرح فضلی پر سب عطاوعنایت ہے

Marfat.com

﴿ ۵ ﴾

سد خس کے مانع رفتار دریا می شود
آمد حق را نہ حاجب کار دنیا می شود

(جس طرح) کشاک و بند دریا کی رفتار کو نہیں روک سکتے ، (اسی طرح) دنیا کے کام آمدِ حق کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہیں

گربہ بحر اندر بمالی صد نجاست بر بدن
می نہ چسپد باتو وہم او مصفّا می شود

اگر تو سمندر میں غلاظت سے بھرے بدن کو رگڑے تو تیرے (بدن) پر کچھ بھی چمٹا نہیں رہے گا اور وہ (سمندر) بھی صاف رہے گا

دل بیار دوست در کار است کار ایں عاشقاں
کار کن در شوقِ جنت نیز سودا میشود

عاشقوں کا یہی کام ہے کہ دل کو دوست کے کام میں لائے ۔ نہ کہ جنت کے شوق اور ہوس کو پورا کرنے کے کام میں لائے

گر بیند از و نگاہ بر گلخن ارض دلم
می شود گلزار آنجا دشت شہلا می شود

اگر تو میرے دل کی آتش زدہ زمین پر نظر ڈالے تو وہ دلدل کی جگہ سرسبز باغ میں تبدیل ہو جائے

عشق عاشق گرچہ دائم در ترقی شد چہ شد
جلوہ معشوق ہر دم نیز بالا می شود

اگر عاشق اپنے عشق میں بڑھ رہا ہے تو کیا ہوا معشوق کا جلوہ بھی تو ہر دم بڑھ رہا ہے

ہر کہ جز کوئیش بدیگر جانشیند ابلہ است
فضلیاؔ بنگر تو او را خوار و رسوا می شود

اے فضلیاؔ! تو اس کو ذلیل و خوار ہوتے دیکھ لے گا ۔ جو بھی اپنے محبوب کے کوچے کے علاوہ کہیں اور جا بیٹھا

Marfat.com

﴿ ۶ ﴾

برف را گر تو آب میگوئی

سخن بے حساب می گوید

اگر تو برف کو پانی کہتا ہے تو اس میں بہت سی راز کی باتیں کہہ سکتا ہے

ور بگوئی که غیر آب است برف

محض کذب است نادرست ایں حرف

اگر تو کہے کہ پانی غیر ہے برف کا تو یہ محض جھوٹ اور نامناسب بات ہے

من وجه عین و غیر یک دگر اند

عارفاں ایں حساب می شمارند

ایک لحاظ سے برف اور پانی ایک دوسرے کا عین ہیں اور ایک لحاظ سے غیر ہیں۔ عارف یہ حساب نہیں کرتے ہیں

وَاعْبُدُوااللّٰه را همیں میدان

از بناء اَیْنَمَا تُوَلُّوْا خوان

"وَاعْبُدُوااللّٰه" کے لیے بھی یہی میدان ہے۔ پس "اَیْنَمَا تُوَلُّوْا" کا ورد کر

ادب اینست حق نکوی کاه

ای که تو بنده بدانه و کاه

ادب کا حق یہ ہے کہ تنکہ برابر بھی نہ رہے۔ کہ تو بندہ بد تنکہ برابر بھی نہیں ہے

هر کسے را که لِیْ مَعَ اللّٰهِ است

لشکری نیست خود شهنشاه است

جس کی شان لِیْ مَعَ اللّٰهِ (میرے لیے اللہ کے پاس خاص وقت ہے) وہ لشکری نہیں بلکہ خود شہنشاہ ہے

فضلی اسرار سرّ می گوید

فضلِ فاضلؒ بهر کجا جوید

فضلی ہر جگہ فاضل (شاہ محمد فاضلؒ) کا فضل پاتا ہے اور یہ اسرار کہتا ہے

Marfat.com

﴿ ۷ ﴾

کجا یابم چنیں مردی بدیهی

بسیرتِ صوفی و صورت فقیهی

میں ایسا مرد خدا کہاں پاؤں کہ جو سیرت کا صوفی اور صورت کا فقیہی ہو

زهر مذهب که پیش او بخوانند

همه آن قاریش رنگ خویش دانند

اگر ہر مذہب کا بندہ اس سے پڑھنے آئے تو ہر پڑھنے والا اس کو اپنا جانے

اگر افتد او در صحبت بعطار

کند با او سخن از مشك تاتار

اگر وہ عطر والے کی مجلس میں جائے تو اس سے تاتاری عطر کے بارے میں باتیں کرے

و گر کناس گردد هم کنارش

ز قاروره ات پرسد آن عیارش

اور اگر کوئی جھاڑو والا اس کا ہم نشین ہو جائے تو وہ اس کے معیار کے مطابق غلاظت کے بارے میں پوچھے

اگر مسجد رود گردد امامی

و گر میخانه او ساقی بجامی

اگر وہ مسجد میں جائے تو امام ہو جائے اور اگر میخانے جائے تو ساقی بن جائے

دلی ایں وسعتش باشد ز تشهد

نه ز استدلال نه از راهِ تقلید

اس کے دل کو وسعت مشاہدہ سے حاصل ہو نہ (کہ) استدلال سے (اور) نہ ہی راہِ تقلید سے

وجود خویش بیند درود هفتاد

نه محلول و به متجزیِ نه معتاد

اپنے ہی وجود میں ستر بار دخول کرے نہ کسی حصہ کے ساتھ محلول ہو نہ عادی

که وحدت کثرت از خود کے جدا اند

Marfat.com

دو صورت معنی یک چون یخ بما اند

کہ وحدتِ کثرت خود سے جدا نہیں ہے۔ صورتیں دو ہیں معنی ایک ہی ہے جیسے برف پانی کے مشابہ ہے

گرچہ بودی اختلاف اعضای ہر فرد

مقری بر بدن کایں ہست یک مرد

اگرچہ ہر فرد کے تمام اعضاء ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں مگر ان کا مجموعہ ہی بدن کہلاتا ہے

نہ عضو اند صورۃ با خویش دو رنگ

کہ سیر تہائی ایشاں نیز در جنگ

اسی طرح ان اعضاء کی صورت بھی مختلف ہوتی ہے اور سیرت میں حالت جنگ میں ہیں (یعنی مختلف کام میں)

بدن شد نام ایں ترکیبِ عضا

کنم واضح بتو تحقیقِ اشیاء

ان عضاء کی ترکیب کا نام بدن ہے۔ میں تم پر اشیاء کی حقیقت واضح کر رہا ہوں

اگر یک عضو دعوی ایں نماید

کہ من بالکل بدنم قتل باید

اگر کوئی ایک عضو یہ دعوہ کرے کہ میں سارا بدن ہوں (تو اسکا) قتل کرنا چاہیے

سخن اے فضلیاؔ کن زود کوتاہ

بفہمد ہر گر فہماند اللہ

اے فضلیاؔ! جلدی خلاصہِ کلام کہہ (کیونکہ اس کو) وہی سمجھے گا جس کو اللہ سمجھائے

﴿ ۸ ﴾

عالم ہزار نوع شدہ از خیال یک

ذات و صفات اسم مسمیٰ فعال یک

ایک ہی خیال سے ہزار قسم کے عالم تخلیق ہوئے، ذات وصفات، اسمِ مسمّٰی (اور) افعال بھی

Marfat.com

با ایں مثال عقد دلم را گشاد داد

صد مرحبا بمرشد صاحبِ کمال یک

صد آفرین اس ایک صاحبِ کمال مرشد کے (کہ) اس مشکل مثال (سے) میرے دل کو وسعت بخشی

بنگر بہ برف و آب کہ ہم بستہ ہمہ دان

با او خدا دو صورت نام و خصال یک

برف اور پانی کو دیکھو کہ ایک سے بھی ہیں اور ایک جا بھی، (اسی طرح) خدا کی دو صورتیں ہیں مگر نام و خصلت ایک ہے

یک وصل آن نگار بمن جاں ہزار داد

صد غنچہ بشگفد ز نسیم شمال یک

اس محبوب کا ایک دیدار مجھے ہزار جانیں بخشتا ہے۔ اس کے چہرے (سے اٹھنے والی) ایک باد سے سینکڑوں شگوفے کھل اٹھتے ہیں

گر ہجر بسا جفا بکند با دلِ ضعیف

گردد تلافی دلِ من از وصالِ یک

اگر چہ ہجر میں اس دل ناتواں کے ساتھ بہت جفا کی گئی ہے مگر ایک وصل سے میرے دل کی تلافی ہو جائے گی

پیش رخت کہ تاب نیارد نکار ما

خورشیدِ ہا خجل شدہ نی ایں ہلال یک

(اے) میرے محبوب تمھارے چہرے کے سامنے تاب نہیں لا سکتے۔ (یہاں) آفتاب بھی شرمندہ ہے اور (یہ) ایک ماہتاب بھی

فضل از فاضل است محمدؐ ممد او

اے دل بخواں اذان بعشق بلالؓ یک

فضل سے فاضلؒ ہے اور محمدؐ اس کا مددگار ہیں۔ اے دل تو بلالؓ کی طرح ایک اذانِ عشق تو دے

Marfat.com

حضرت حسین بن منصور حلاجؒ کا بیان

متقدمین صوفیہ میں ایک نام حسین بن منصور حلاجؒ کا ہے کہ جن سے مرتبہ سکر کی ابتداء میں شطحی کلمات صادر ہوئے اور وہ ہمیشہ ان پر مصر رہے۔ لہذا بڑے بڑے مشائخ کے ہاں وہ مطعون ہیں اور بعض کے ہاں وہ مسکور ہیں۔ چنانچہ حضور غوث اعظمؒ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ بعض عارفین کی عقل کا پرندہ صورت کے گھونسلے سے اڑا اور فرشتوں کی صفوں کو چیرتا ہوا آسمان کی طرف چڑھ دوڑا۔ وہ خدا کے بازوں میں سے ایک باز تھا کہ جس کی آنکھیں خُلِقَ الاْ نْسَانُ ضَعِیْفاً کے دھاگے سے سلی ہوئی تھیں۔ اس نے وہاں شکار کے لیے کچھ نہ پایا۔ جب نظر آیا تو اپنے رب کو دیکھا، تو اس کی حیرت اپنے رب کے اس قول میں بڑھ گئی کہ فَأَیْنَمَا تُوَلُّوْ فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ تو واپس زمین کی طرف لوٹ آیا۔ اس کو عقل کی آنکھ سے سوائے محبوب کے آثار کے کچھ نظر نہ آیا۔ اس نے سوائے اپنے محبوب کے اس جہاں میں کچھ نہ پایا تو خوش ہوا اور اپنی اس آواز سے ''اَنَا الْحَقُّ''۔ پکارنے لگا جو کہ بشر کے لیے روا نہ تھا۔ وجود کے باغ میں وہ بولی گنگنانے لگا کہ جو بنی آدم کے مناسب نہ تھی۔ اس کے باطن سے اس کو پکارا گیا کہ اے حلاج! تو یہ بات کہہ دے کہ واحد کو اس کا اکیلا پن کافی ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر آپ ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ایک عارف دعویٰ کے کنارے سے اَنَا الْحَقُّ کے بازو سے اڑا۔ اس نے ہدایت کے باغ میں کوئی جاندار اور انیس نہ دیکھا۔ پس اپنی بولی کے علاوہ میں سیٹی بجائی اپنی موت کی، تو اس پر پردے سے بادشاہی عقاب ظاہر ہوا کہ بے شک اللہ جہانوں سے بے نیاز ہے تو اس کی کھال میں موت نے اپنا پنجہ گاڑ دیا۔ کہ بے شک ہر نفس موت کو چکھنے والا ہے۔ زمانے کے سلیمان کی شریعت نے اس سے کہا کہ تم نے اس آواز سے کلام کیوں کیا کہ جو تم جیسوں کے لیے نہیں ہے۔ لہذا ابھی وجود کے پنجرے میں داخل ہو جاؤ۔ قدم کے راستے سے واپس حدث کی طرف چلے جاؤ اور اقرار کرو اپنی زبان سے کہ ''پانے والے کو واحد کا اکیلا کہنا کافی ہے'' تاکہ زمانے میں باقی مدعی لوگ سن لیں کہ حفظ طریقت کا دارو مدار شریعت کا قائم کرنا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ ان کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اے منصور! تمہارے کلام

Marfat.com

میں بہت سی فضول چیزیں ہیں کہ جن کا کوئی معنی نہیں۔ جب حسین بن منصور حلاجؒ، عمروؒ سے علیحدہ ہو گئے تو وہ حضرت جنید بغدادیؒ کے پاس آئے تا کہ ان کی صحبت میں رہیں مگر حضرت جنید بغدادیؒ نے ان سے کہا کہ صحبت کے لیے صحت ضروری ہے اور میرے پاس مجنون کے لیے کوئی صحبت نہیں ہے۔ مجھے نہیں معلوم لوگ کہاں تیرے خون کو رسیوں اور نیزوں سے آلودہ کریں گے؟۔ لہذا مشائخ اس طرح کے کلمات کو تجوز اور توسیع کے طور پر اللہ سے حکایت کے طور پر لیتے ہیں۔ متقدمین صوفیہ مسئلہ وحدۃ الوجود کو اس معنی میں لیتے ہیں کہ درحقیقت موجود صرف اسی کی ذات ہے کہ قائم بذات ہے اور عالم کا وجود اس کا پیدا کردہ ہے اور اس کی ایجاد سے قائم ہے اور وہ فی حد ذاتہ بخود قائم ہے اور عالم کا وجود ظلی ہے جیسا کہ اس نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا کہ

أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا (کیا تو نے نہیں دیکھا تیرے رب نے کیسے بادل کو کھینچا اگر وہ چاہتا تو اس کو ساکن کر دیتا پھر ہم نے اس پہ سورج کو دلیل بنایا اور اس کو آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچا)۔

اس آیت مبارکہ میں ظل (سایہ) سے مراد ممکنات کے وجود کا وجود ہے کہ عالم اس صفت کا پرتو ہے۔ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کی صفات لازوال ہیں اور اگر عالم اس کا سایہ ہے تو اس کو زوال کیوں ہے؟۔ کیونکہ سایہ کو سائے والے کی سی طبیعت ہوتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا یعنی اگر وہ چاہتا تو اس کو ساکن کر دیتا مگر اس نے نہ چاہا کیونکہ اگر وہ سایہ کو لازوال کر دیتا تو پھر ذات باری تعالیٰ کی بقاء کا فرق باقی نہ رہتا۔ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا اس جگہ شمس سے مراد ذات ہو گی تا کہ اس کا ربط ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا کے ساتھ درست ہو۔ پس اس کا معنی اس طرح ہو گا کہ میں نے ممکنات کے وجود کے بعد اپنی ذات کو ممکنات پر دلیل بنایا تا کہ لوگوں کو پتا چلے کہ بغیر شخص کے سایہ نہیں ہوتا اور وہ موثر سے اثر نہیں پکڑتا۔ یہ خواص کا مرتبہ ہے نہ کہ اس لیے کہ وہ اللہ سے موثر کے ساتھ دلیل بنائیں جو کہ عوام کا منصب ہے۔ اور ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا کا مطلب یہ کہ کہ عالم کو وجود میں لانے کے بعد میں معدوم کر دوں گا اور آہستہ آہستہ اپنی طرف پلٹاؤں گا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ زندگی دینے والا اور موت دینے والا میں ہی ہوں۔ ہر چند کہ اللہ کی ذات سایہ

Marfat.com

سے پاک ہے مگر وہ جو چاہے کہہ دے اور جو چاہے کر ڈالے۔ جیسا کہ اس کا فرمان ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَایَسۡتَحۡیٖۤ اَنۡ یَّضۡرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوۡضَۃً فَمَا فَوۡقَہَا (اللہ تعالیٰ اس بات سے شرم محسوس نہیں کرتا کہ مچھر کی مثال دے یا اس سے علاوہ کسی اور کی)۔

هستی که وجود او بخود نیست

هستیش نهادن از خرد نیست

اگرچہ اس ذات کا کوئی وجود نہیں ہے مگر اس کی ذات عقل سے پوشیدہ نہیں ہے

پس اس کا وجود مراتب ستہ میں متاخرین صوفیہ کے حلول ونزول کے عقیدہ سے منزہ ہے اور وہ بغیر کسی تغیر کے قائم بالذات ہے اور عالم کو اس نے اپنے علم، ارادے اور قدرت سے پیدا فرمایا نہ کہ ان صفات کو عالم کا مادہ بنایا ہے اور پھر غیب سے وجود میں لایا۔ چنانچہ شیخ ابن عربیؒ اپنی کتاب ''فصوص الحکم'' کی فص موسوی میں اس اعتقاد کے باوجود کہ مادہ عالم حق کی ذات اور صفت ہے لکھتے ہیں کہ اِنَّ الْاَصْلَ حَرْکَۃُ الْعَالَمِ مِنَ الْعَدَمِ الَّذِیْ کَانَ سَاکِنًا فِیْہِ اِلَی الْوُجُوْدِ (اس مسئلہ میں اصل بات یہ ہے کہ عالم کی حرکت اس عدم سے ہے جس میں وہ ساکن تھا)۔

ان کے اس اقرار سے کہ عالم صورت حق تعالیٰ کی معلومات ہیں، یہ لازم نہیں آتا کہ اس عالم کا مادہ علم بن گیا ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عالم اس کے علم میں ہمیشہ سے حاضر ہے۔ ایک ذرہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔ جب انبیا، اولیاء اور فرشتوں اور جنوں سے ایسے خوارق عادت کام ہو سکتے ہیں کہ وہ مختلف صورتوں میں مختلف مقامات پر خود کو ظاہر کریں اور اس سے ان کی ذات وصفات میں کسی قسم کا کوئی تغیر وتبدل رونما نہ ہو تو پھر قادر مطلق سے کیا بعید ہے کہ وہ اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ خلاف عادت جہان کو عدم سے وجود میں لائے، یعنی نہ ہونے سے ہونے کی طرف لائے نہ کہ ذات عدم سے موجود کرے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح تو عالم قابل حدث نہیں رہے گا حالانکہ عالم حادث ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اَمۡ خُلِقُوۡا مِنۡ غَیۡرِ شَیۡءٍ اَمۡ ہُمُ الۡخٰلِقُوۡنَ۔ شیٔ سے مراد اعیان ثابتہ ہیں کہ صور علمی ہیں کہ ان سے عالم کو موجود کیا۔ یعنی علم سے عین کی طرف لایا بغیر اس کے اس نے اپنے ذات وصفات کو مادہ عالم بنایا ہو۔ اللہ کی ذات اس سے بلند تر اور پاک ہے۔

صوفیہ متاخرین نے بھی غایت قرب کی وجہ سے از راہِ مغالطہ اس طرح کے دعویٰ کیے ہیں مثلاً

Marfat.com

جب لوہا گرم ہو اور آگ میں ہو تو وہ '' انا النار '' (میں آگ ہوں) کا نعرہ لگا سکتا ہے حالانکہ حقیقت میں آگ اور چیز ہے اور لوہا اور چیز کا نام ہے۔ اسی طرح انہوں نے موج و بحر، برف و پانی، علم و معلوم، بیج اور درخت، آدمی و اجزاء، سیاہی اور حروف کی احدیت سے مسئلہ وحدۃ الوجود پر مثالیں پیش کیں ہیں۔ لیکن یہ مثالیں جنس کی جنس کے ساتھ احدیت (اتحاد) کی مثالیں ہیں اور یہ بات متفق علیہ ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات مخلوق کی جنس سے نہیں ہے تو یہ قیاس مع الفارق اور قیاس حاضر علی الغائب ٹھہرا۔ اللہ پاک کا قول ہے کہ وَلَا تَضرِبُوْ اللّٰہَ الْاَ مْثَال یعنی اس کے لیے مثالیں دینا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ ذات لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ کی شان کی مالک ہے اور مخلوقات کی خود ایک دوسرے کے ساتھ احدیت ثابت نہیں ہے مثلاً پانی، مٹی، ہوا، آگ، زمین، آسمان، انسان، حیوان وغیرہ ظاہری اور معنوی لحاظ سے آپس میں مختلف ہیں۔ جو بندہ ہر لحاظ سے حدوث اور قدم میں فرق نہیں کرتا وہ جمع کے بعد مقام فرق سے واقف نہیں جو کہ ولایت کا آخری مرتبہ ہے۔ جو کچھ متقدمین صوفیہ کے کلام میں آیا ہے کہ صفات ذات پر غیر زائد ہیں نہ کہ غیر ذات یعنی ایک اعتبار سے عین ہے اور ایک اعتبار سے غیر اور یہ کہ تابع کے لیے وہی حکم ہے جو متبوع کے لیے ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب صفات بغیر ذات کے نہیں پائی جاتیں تو اس لحاظ سے یہ اس کا عین ہوئیں۔ اگر غیر ہوتیں تو بغیر ذات کے پائی جا سکتیں۔ جب ذات کا مفہوم، حقیقت اور حکم اور ہے اور صفات کا مفہوم، حقیقت اور حکم اور ہے تو اس لحاظ سے غیر ذات ہوئیں۔ احادیث میں بھی یہ حکم مقرر ہے۔

قرآن اور احادیث میں جو الفاظ متشابہات آئے ہیں مثلاً ید (ہاتھ)، عروج، نزول اور استواء وغیرہ تو ان پر ایمان لانا فرض ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے اور ان پر عمل کرنا منع ہے اور ان کی کیفیت سے متعلق سوال کرنا گمراہی ہے۔ اللہ پاک کا فرمان مبارک ہے کہ

فِیْہِ اٰیَات '' مُحْکَمَات '' ھُنَّ اُمُّ الْکِتَابِ وَاُخَرُ مُتَشَابِھَات '' فَاَمَّاالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ زَیْغ '' فِیَتَّبِعُوْنَ مَاتَشَابَہَ مِنْہُ اِبْتِغَاءَ الْفِتْنَۃِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِیْلِہٖ وَمَایَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗ اِلَّا اللّٰہُ وَالرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِہٖ کُلّ '' مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّکَّرُاِلَّآ اُوْلُوالْاَ لْبَابِ

(قرآن پاک میں محکم آیات بھی ہیں جو ام الکتاب ہیں اور کچھ متشابہات ہیں۔ جن کے دلوں میں کھوٹ ہے وہ مشابہات کی پیروی کرتے ہیں۔ ان کی تاویل سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ پکے علم والے کہتے ہیں کہ ہم اللہ پہ ایمان لائے۔ یہ سب اللہ کی طرف سے ہیں اور عقل

Marfat.com

والے ہی نصیحت پکڑتے ہیں)۔

بعض نے وَالرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ پر وقف کیا ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ آیات متشابہات کی اتباع صرف فتنہ باز سیاہ دل والے ہی کرتے ہیں۔ کیونکہ عمل تو آیات محکمات پر ہے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت مریمؑ مجاہدہ کر کے فناءِ ناسوتیہ کے مقام تک جا پہنچی یہاں تک بقاءِ لاہوتیہ ان سے متصل ہوگئی۔ پس اب وہ، حضرت عیسیٰؑ اور خدا ایک ہی بقاء سے باقی ہیں۔ لہٰذا وہ ثالث ثلثہ کے طعنہ میں گرفتار ہوئے۔ اس طرح مشبہ اہل قبلہ سے بعض مجسمہ اور کفار کہتے ہیں کہ تشبیہ وتنزیہہ انسان کبیر کے جسم کے ساتھ ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی ہے چنانچہ بالائے عرش اس کا تنزیہہ، عرش کے نیچے اس کی تشبیہ ہے اس طرح کہ کرسی اس کا سینہ، آسمان اور جو کچھ ان میں ہے اس کی پسلیاں، سینہ دل اور جگر اور تحت الثریٰ اس کے پاؤں فلاں فلاں جگہ ہیں۔ وہ اللہ کی پوری ترتیب آدمی کے ساتھ کرتے ہیں اور اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں کہ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ (اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پہ پیدا فرمایا)۔ وہ اس حدیث کی تاویل سلیم العقل مومن کی طرح نہیں کرتے جس کی وجہ سے وہ صراحت کے ساتھ کفر میں گرفتار ہیں۔

نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَن یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ (اے اللہ ہم اپنی تمام برائیوں اور گناہوں سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جس کو وہ گمراہ کردے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا)۔

خواجہ محمد پارساؒ اپنی کتاب "تحقیقات" میں ارشاد فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ کی ذات کسی بھی نوری، خیالی، مثالی اور ہر اس چیز کہ جس کا مشاہدہ انسانی عقل اپنی بصیرت اور معرفت سے کر سکتی ہے، میں ظہور فرمانے سے پاک ہے وہ ذات ان سے اعلیٰ ہے۔ وہ ذات پاک کیف، کم اور این ومتیٰ سے مُنزّہ ہے۔ وہ ایسا ازلی ہے کہ نعتِ ازل سے اعلیٰ ہے۔ وہ ایسا ابدی ہے کہ جس کی ابدیت کو پانے سے عقل وفہم قاصر ہے۔ وہ اوّل ہے کہ جس کی ابتداء نہیں وہ ایسا آخر ہے کہ جس کی انتہا نہیں۔ وہ مثال اور تشبیہ سے بڑھ کر ظاہر ہے۔ اور وہ ایسا باطن ہے کہ خیال اس کے باطن کا ادراک نہ کرسکے۔ وہ اجسام میں حلول اور ارواح میں سرایت کرنے سے پاک ہے۔ جس نے اس کو کائنات میں کسی چیز سے متحد کیا اس نے کفر کیا۔ جس نے کہا کہ اس کا تعین صرف کائنات سے ہو سکتا ہے اس نے اپنے عقائد کو فاسد کیا۔ جس نے یہ زعم کیا کہ وہ ایسا وجود مطلق ہے کہ جس سے

Marfat.com

ممکن کا تحقق اور صورت ظاہر ہوتی ہے مثلاً شیشے میں صورت کا نظر آنا اور سورج کے شعاع شیشے پر پڑنے کے ساتھ مختلف صورتوں کا ظہور، تو وہ بندہ اس واجب الوجود سے غافل ہے۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے متعلق گمان کرتا ہے کہ وہ معلولات ممکنہ کے ظہور کی علت ہے تو وہ اپنے قول اور عقیدے سے بے خبر ہے۔

اس کا بیان یہ ہے کہ بلا مقیدات خارج میں کوئی وجود نہیں ہے اور یہ کہ اللہ پاک کو کسی چیز کی اصل قرار دینا جائز نہیں ہے اور نہ اس کی قبیل سے تو اس کا اطلاق واجب الوجود کی ذات پر کیسے ممکن ہے؟۔ جان لے کہ اللہ پاک جب ممکن کے وجود کا ارادہ کرتا ہے تو اس پر اپنی صفت ایجاد کی تجلی ڈالتا ہے تا کہ وہ متحقق اور ظاہر ہو جائے۔ جب ایسا ہو جاتا ہے تو وہ چیز موجود اور اپنی ماہیت کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے اور تحقق سے مراد اس کی صفت ایجاد کا فیض ہے جو ممکن کی ماہیت کے ساتھ ہوتی ہے جیسے مادہ صورت کے ساتھ۔ صحیح وسلامت کثرت میں وحدت کو ثابت کرنے والی یہی توحید ہے اور جس نے وحدت کو کثرت میں ثابت کرنے کے لیے کہا کہ "اِنَّهٗ عَینُ مَا ظَهَرَ" (وہ اس کا عین ہے جو اس نے ظاہر کیا) اور یہ کہا کہ سُبْحَانَ مَنْ اَظْهَرَ الْاَشْیَاءَ وَ هُوَ عَیْنُهَا (کہ پاک ہے وہ ذات کہ جس نے اشیاء کو ظاہر کیا اور وہ خود ان اشیاء کی عین ہے) تو اس سے تو اشیاء اور اس ذات کا اتحاد لازم آتا ہے اور اتحاد اس ذات میں بحیثیت واجب الوجود کے محال ہے۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ ایسا کہا جائے کہ اس نے چیزوں کو ظاہر کرنے اور متحقق کرنے کے لیے ان پہ صفت ایجاد کی تجلی ڈالی تو اس طرح جس کو اس نے ایجاد کیا اس وجود کا اس کے نور ایجاد سے اتحاد ہوا۔ زیادہ سے زیادہ علی وجہ التوسیع اتنا ہی کہا جا سکتا ہے۔ یعنی وجود میں کچھ نہیں سوائے اللہ کے یعنی اس کی صفات، افعال اور اس کے آثار اور عین سے مراد اس کا ظہور لیا جائے نہ کہ اس کی ذات۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے توحید کے باب میں وہ صرف مبالغہ ہے اور اللہ کا ارشاد ہے کہ وَلَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَیَّ اِلَّا الْحَقَّ (دین میں غلو نہ کرو اور میرے بارے میں صرف حق بات کرو)۔

صوفیہ کے درمیان وجود کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور اس کو تحقق اور حصول کے مصدری معنوں میں لیتے ہیں یعنی ہونا یا حاصل ہونا۔ یعنی یہ مفہومات اعتباریہ اور معقولات ثانیہ کے قبیل سے ہے کہ خارج میں اس کے برابر کوئی امر نہیں ہے بلکہ ماہیات کے لیے معارض ہوتے ہیں۔ کبھی لفظ وجود بولتے ہیں اور حقیقت مراد لیتے ہیں کہ اس کی ذات بذات خود قائم ہے اور باقی موجودات اس کے عوارض ہیں اور

Marfat.com

اسی سے قائم ہیں اور اس لفظ کا اطلاق ذات خدا پر اسی معنی میں ہے نہ کہ بمعنی اوّل اور اتحاد اس ذات خدا کے ظہور کا نام ہے کہ جس کے ساتھ کل موجود ہے۔ کل کا اس کے ساتھ موجود ہونا اس معنی میں ہے کہ وہ سب ذات خدا کے سبب سے موجود ہیں اور فی نفسہٖ معدوم ہیں نہ کہ اس معنی میں کہ ذات خدا کا کوئی خاص وجود ہے کہ جو کل (موجودات) کے ساتھ متحد ہوا ہے کیونکہ ایسا ہونا محال ہے۔

بہت سے سالک کہ جن کی ولایت شیخ کامل کی نگاہ نہ ہونے کی وجہ سے محفوظ نہ تھی، حلول و اتحاد کے ورطہ میں گر پڑے اور ہلاک ہو گئے کہ ان کو علم نہیں کہ یہودی و نصاریٰ اس مقام میں ان سے آگے ہیں اور مخلوق میں تجلی اس سے زیادہ نہیں کہ انسان کی شکل شیطان (اس پر لعنت ہو) اس حدیث اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ کے ساتھ سالک کی عقل چرا لیتا ہے۔ اور اگر شیخ کامل کے ساتھ دل کا رابطہ نہ ہو اور وہ سالک کو اس مقام سے حفاظت سے نہ گزارے تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے اور جب ایک گمراہ فرقہ طبیعت کو اشیاء میں متصرف دیکھتا ہے تو اس کو خدا مان لیتا ہے اور وہ گروہ ثبات آباء علوی اور امہات سفلی اور فعل وانفعال سے جو کچھ ان سے وجود میں آتا ہے اس کو دائمی طور پر خدا مان لیتے ہیں۔ اور اس گروہ کا زعم یہ ہے کہ انسان کبیر جسمانی لحاظ سے آلہ ناقص اور معنوی لحاظ سے آلہ کامل ہے اور اس طرح انسان اور آدمی کو خدا جان لیتے ہیں اور یہ دہریے ہیں۔ یونان کے فلسفی تمام عالم کو جسم مانتے ہیں اور اجسام کی حرکت خود بخود نہیں ہے۔ لہٰذا ان کے محرک نفوس فلکیہ ہیں اور نفوس فلکیہ علت اولیٰ کے معلول ہیں۔ اور یہ علت العلل کو خدا مانتے ہیں۔ اور سلیمانیہ کہ جو ہند کے فلسفی ہیں وہ کہتے ہیں کہ خدا کو انسان کبیر بالمعنی کے اندر تلاش کرنا چاہیے اور ان میں اکثر روح کو خدا مانتے ہیں اور موسویہ وعیسویہ کہ جو لطیفہ خفیہ ہیں اور جن سے روح قائم ہے کو خدا مانتے ہیں اور پھر اس کے لیے ابویت (باپ ہونا) اور بنوتیت (بیٹا بنانا) جائز سمجھتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے وہ عیسیٰ ابن اللہ اور عزیر ابن اللہ کہتے ہیں۔ اور اللہ کی ذات ان خرافات سے بلند و بالا ہے۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ مسئلہ وحدۃ الوجود کی اس طور پر تعریف کی وجہ سے عوام میں بہت سے شبہات پیدا ہوئے اور اب بھی پیدا ہو رہے ہیں۔ جو عوام کو ورطہ کفر میں پھینک دیتے ہیں اور طالبان حق کو تشبیہ اور تجسیم کے ورطہ میں ڈال دیتے ہیں اور مسئلہ وحدۃ الوجود کی اس طرح کی تفسیر جو اب صوفیہ متاخرین کے ہاں موجود ہے صوفیہ متقدمین کے ہاں منطقیوں اور فلسفیوں کے ہاں ہے جو کہ چند اقسام میں تقسیم ہے جیسا کہ آگے لکھا جائے گا۔ اور اس کی بھی بعض نفی کرتے ہیں اور

Marfat.com

بعض ثابت کرتے ہیں۔ پس فلسفیوں کے اس اختلاف زدہ اسلوب کو دین کے اصولوں میں کیونکر دخل ہوسکتا ہے؟۔امام اعظمؒ کی کتاب فقہ اکبر کے متن پر شرح لکھتے ہوئے حضرت ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ شریعت طریقت اور حقیقت کا جمع کرنا اصل ہے اور وجود مطلق کا دعویٰ کرنا اور موجودات کے ساتھ اس ذات کو عین قرار دینا گمراہ فرقے اور اہل بدعت کا قول ہے۔اسی طرح اگر کسی نے معقول اور منقول کو جمع کیا اس طور پر تو اس پر ترقی دونوں جہانوں کی حرام ہے۔اکثر صوفیہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جس نے کہا کہ اَنَا الْحَقُّ اور یہ کہا کہ سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَأْنِیْ تو ان کا یہ کہنا دو تاویلوں سے خالی نہیں ہے۔اوّل یا تو ایسے کہ یہ کلمات ان کی زبانوں پر حالت سکر اور غلبہ میں اللہ کی طرف سے حکایۃً جاری ہوئے۔دوسرا یا پھر ایسا ہوا کہ وہ لوگ اللہ کی ذات میں اس قدر مستغرق ہوئے کہ وہاں غیر کا تصور نہ رہا اور جب ان کے دلوں پر سوائے اس کے جلال اور جمال کے کچھ ظاہر نہ ہوا تو وہ مستغرق ہوئے اور ان کو نظر آیا کہ جیسے وہ ہو نہ کہ وہی ہو تو اس لحاظ سے توسیع اور تجوز کے طور پر اس حالت کو اتحاد سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس سے ہٹ کر جو کچھ ہے وہ غلط ہے یہودی ونصاریٰ کی طرح کہ جیسے کوئی بندہ سورج کو شیشوں میں دیکھے یا پانی میں اور یہ گمان کرے کہ شیشے یا پانی میں سورج ہے اور پھر اس کو پکڑنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھائے تو وہ کھلے دھوکے میں ہے۔ "نفحات الانس" میں لکھا گیا ہے کہ اکثر علماء وصوفیہ شیخ ابن عربیؒ کے وجود مطلق (وحدۃ الوجود) کے عقیدے کا انکار کرتے ہیں اور بعض اس مسئلہ میں دو گروہوں میں تقسیم ہیں۔یعنی بعض نفی کرتے ہیں اور بعض اثبات کرتے ہیں۔جیسا کہ حضرت شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانیؒ کا اس مسئلہ وحدۃ الوجود میں شیخ عبدالرزاق کاشیؒ جو کہ فصوص الحکم کے شارح ہیں، کے ساتھ بہت زیادہ اختلاف رہا اور انہوں نے اس مسئلہ میں ایک دوسرے کے ساتھ خط و کتابت بھی کی ہے۔یہاں عبدالرزاق کاشیؒ کا ایک خط مذکور ہے۔(۱)

حضرت شیخ عبدالرزاقؒ کا خط

حافظ اوضاع شریعت، پیشوائے ارباب طریقت، مقیم پردہ ہائے جلال، مقوم استار جمال، علاء الدین والحق، غوث الاسلام والمسلمین حضرت مولانا شیخ اعظم آپ کے دل پر اس احد کی بارگاہ سے تحقیق وتوحید کے انوار اور تحقیق وتائید کی توفیق ظاہر ہو اور آپ تَخَلَّقُوْا بِأَخْلَاقِ اللّٰهِ

Marfat.com

کے زیور سے آراستہ ہو کر راہ معرفت طے فرمائیں۔

القاب وآداب کے بعد جب کہ اس فقیر نے کبھی آپ کا نام ادب کے بغیر نہیں لیا عرض کرتا ہے کہ میں نے کتاب عروہ کا مطالعہ کیا مگر دو بحثیں میرے اعتقاد کے مطابق نہ تھیں۔ سفر میں امیر اقبال نے مجھے بتایا کہ شیخ علاء الدولہ طریقت میں شیخ ابن عربی ؒ کے نظریہ کو ناپسند کرتے ہیں۔ اس دعا گو (یعنی میں) نے اس سے کہا کہ مشائخ میں جس کو دیکھا وہ سب اسی عقیدے پر تھے۔ امیر اقبال نے اصرار کیا کہ آپ اس بارے میں کچھ لکھیں۔ میں نے کہا کہ شاید یہ رنجش کا سبب بن جائے۔ اب مجھے پتا چلا کہ آپ صرف اس کے نقل کرنے پر ہی تکفیر کا حکم لگاتے ہیں۔

ازروئے درویشی یہ بات بڑی عجیب ہے کہ مجھے کبھی آپ کی صحبت کا اتفاق نہیں ہوا اور محض خبر سن کر تکفیر کرنا مناسب نہیں ہے۔ میں نے جو کچھ بھی لکھا ہے وہ تحقیق سے لکھا ہے اور جو کچھ قرآن وسنت کے مطابق نہ ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس (مسئلہ وحدۃ الوجود) کی بنیاد دو آیتوں پر ہے۔

۱۔ سَنُرِیْهِمْ اٰیَاتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَ فِیْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ اَوَ لَمْ یَکْفِ بِرَبِّکَ اَنَّهٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ'' (ہم ان کو اپنی نشانیاں کائنات اور خود ان کے اندر دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پہ واضح ہو جائے گا کہ وہی حق ہے اور کیا آپ کو اپنے رب کی یہ بات کافی نہیں کہ وہ ہر چیز پہ گواہ ہے؟)

۲۔ اَلَآ اِنَّهُمْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ اَلَآ اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْط'' (خبردار یہ لوگ اپنے رب سے ملاقات کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں پس آگاہ رہو کہ وہ ہر چیز کو محیط ہے)۔

لوگوں کے تین مراتب ہیں۔

۱۔ اوّل مرتبہ نفس ہے اور یہ گروہ اہل دنیا کا گروہ ہے۔ یہ حق تعالیٰ کی صفات کے منکر ہیں اور قرآن پاک کو حضور ﷺ کا کلام کہتے ہیں۔

۲۔ دوم مرتبہ اہل قلب کا ہے۔ یہ اللہ کی آیات سے استدلال کرتے ہیں اور آفاق اور نفس میں اسماء وصفات کی معرفت تک پہنچ چکے ہوتے ہیں کہ افعال آثار صفات ہیں اور صفات واسماء مصادر افعال ہیں۔ یہ لوگ سمع، بصر اور کلام حق کو نفوس انسانی اور کائنات میں دیکھتے ہیں۔ ان کے استدلال میں غلطی کا ہونا محال ہے کہ ان کی عقلیں حضرت احدیت کے متصل ہونے کی وجہ سے خود بصیرت بن چکی ہیں۔ اور ان کی صفات حق تعالیٰ کی صفات میں محو ہو چکی ہیں۔ اور جو کچھ دوسرے لوگ صرف

Marfat.com

جانتے ہیں یہ اس کو دیکھتے ہیں۔ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ پاک ہم کو بھی ان میں سے فرمائے۔

۳﴾ تیسرا اہل روح کا ہے۔یہ لوگ تجلی صفات کے مرتبہ سے گزر کر جمع احدیت کے مشاہدہ بلکہ خفی کے مقام سے بھی گزر جاتے ہیں۔یہ گروہ مخلوق کو حق کا آئینہ اور حق کو مخلوق کا آئینہ سمجھتے ہیں۔اس سے بلند تر درجہ اس کی ذات میں فناء کا ہے جو هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ (وہی اوّل بھی ہے، آخر بھی، ظاہر بھی ہے اور باطن بھی) اور فَأَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (تم جس طرف بھی منہ پھیرو اللہ ہی کی ذات ہے) کی شان کی مالک ہے۔

گر ز خورشید بوم بے نور است

از پی ضعف خود نه از پی او است

اگر چمگادڑ نے سورج کو نہیں دیکھا تو یہ اس کی کمزوری ہے نہ کہ اس وجہ سے کہ سورج نہیں اس سے ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ تمام صفات اور تعینات سے پاک ہے اور اس کا تعین اپنی ذات سے ہے اور اس کی احدیت عددی ہے کہ اس جیسا کوئی دوسرا بھی ہو اس لیے کہ حسن و عقل اور فہم وہم متعینات ہیں اور ایک متعین غیر متعین کا احاطہ نہیں کرسکتا۔جو اس مرتبہ کو پہنچ جائے اللہ تعالیٰ اس کو بھی تعینات سے آزاد کر دیتا ہے اور عقلی قیدوں سے اس کو رہائی دے دیتا ہے۔پھر یا تو وہ مکاشفہ اور مشاہدہ سے پہنچ جاتا ہے یا پھر جلالی پردوں میں رہتا ہے۔

ساقی کوثر کا ارشاد ہے کہ اَلْحَقِيْقَةُ كَشْفُ سُبُحَاتِ الْجَلَالِ مِنْ غَيْرِ اِشَارَةٍ (حقیقت اشاروں کے بغیر جلال کے پردوں کا کھل جانا ہے)۔اس لیے کہ اگر جمال مطلق کی تجلی کے وقت حسی یا عقلی اشارہ پایا جائے تو عین یقین پیدا ہو جائے، جمال عین جلال بن جائے اور شہود نفس حجاب بن جائے۔اور سچی بات یہ ہے کہ جس نے بھی کتاب عروہ میں اس کی نفی کے بارے میں فرمایا اس کی دلیلیں طریقہ مستقیم اور برہان کی طرز پر نہیں ہیں اور صاحبان معقول ان کو پسند نہیں فرماتے۔آپ نے خضر سرگشتہ کے بارے میں جو لکھا، میں نے مولانا نظام الدین ہروی سے ان کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ خضر ترکمانی ہے جو بیچارہ خضر ترجمان کا حال دریافت کرتا ہے۔جوانی کے وقت جب میں فضلیات و شرعیات اور اصول فقہ اور علم کی بحثوں سے فارغ ہوا اور ان سے کوئی حقیقت نہ کھل سکی تو خیال آیا کہ معقولات اور علم الٰہیات اور ان سے متصل چیزیں شاید لوگوں کو معرفت تک پہنچاتی ہوں۔لہٰذا ایک مدت ان کو حاصل کرنے میں لگا رہا اور اس طرح

Marfat.com

یاد کیا کہ اس سے بہتر ممکن نہ تھا مگر اس سے حجاب اور بڑھ گیا اور معلوم ہوا کہ معرفت عقل سے بڑھ کر ہے کہ حکماء صور اور اجسام کی بحثوں سے چھوٹے تو ارواح کی تشبیہ میں گر پڑے۔ تو پھر میں نے صوفیہ کی صحبت اختیار کی۔ سب سے پہلے مولانا عبدالصمد نظیری ؒ کی بارگاہ میں حاضری دی۔ وہاں بھی توحید کا یہی مطلب پایا کہ وہ فصوص الحکم اور شیخ یوسف ہمدانی ؒ کے کشف کو بہت پسند کرتے تھے۔ اس کے بعد مولانا شمس الدین کیشی کی بارگاہ میں پہنچا اور ان سے یہ رباعی سنی کہ

ہر نقش کہ بر تختہ ہستی پیدا است

آں صورت آنکس است کاں نقش آراست

جو بھی صورت کائنات میں ظاہر ہو اسی کی صورت ہے کہ صورت بنانے والی ذات وہی ہے

دریائے کہن چو بر زند موج نو

موجش خوانند در حقیقت دریا است

پرانا دریا جب بھی نئی موج اٹھاتا ہے لوگ اس کو موج کہتے ہیں مگر حقیقت میں وہ دریا ہی ہے

وہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے توحید کا یہ مطلب کئی چلوں کے بعد حاصل ہوا۔ اس کے بعد میں مولانا نورالدین ابرقوہی ؒ، روزبہان بقلی ؒ اور دوسرے مشائخ کے پاس پہنچا یہ سب توحید کے اسی معنی پر متفق تھے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہ تھا۔ اب ان کے خلاف صرف ایک بندے کے قول کو قبول نہیں کیا جا سکتا۔ جب تک میں خود اس مقام تک نہیں پہنچا تھا، دل کو قرار نصیب نہیں ہوتا تھا۔ لہذا میں سات مہینے ایک جنگل میں تنہائی میں بیٹھا رہا اور کھانا بہت ہی کم کر دیا یہاں تک کہ یہ معنی مجھ پر کھل گیا اور دل مطمئن ہو گیا۔ اور میں بزرگی منوانے کے لیے نہیں بلکہ شکرانے کے طور پر یہ بات کہہ رہا ہوں۔ صرف بحثوں سے اس معنی کو ترک نہیں کیا جا سکتا جو کہ شہود کے ذریعے حاصل ہوا ہو۔ اس معاملے میں حضرت شیخ عبداللہ انصاری ؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ اور شیخ شہاب الدین سہروردی ؒ نے امام جعفر صادق ؒ کے کلام اِنِّیْ اُکَرِّ رُ اٰیَةً حَتّٰی اَسْمَعَ مِنْ قَائِلِهَا (میں کچھ آیات کا تکرار کرتا ہوں یہاں تک کہ کہنے والے سے سن لوں) کی تشریح میں فرمایا کہ انہوں نے اس ضمن میں اپنی زبان کو شجرہ موسوی کی طرح پایا (اگر ایسا نہ ہو تو) هُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ کا مصداق کیا ہو گا؟۔ اور حدیث کہ لَوْ دَلّٰی اَحَدُکُمْ حَبْلَهٗ لَهَبَطَ عَلَی اللّٰهِ (اگر تم میں سے کوئی رسی پھینکے تو اللہ پر گرے) کس طرح درست ہو گی؟۔ اور

Marfat.com

اسی طرح یہ آیت نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ کہنا کس طرح درست ہوتا؟۔آخر ان تمام معنوں میں بھی نظر دوڑانی چاہیے۔یہ بات ہے کہ اگرچہ قرآن میں بثالث ثلثة کفر ہے مگر رابع ثلثة کفر نہیں ہے بلکہ صرف ایمان ہے کہ جیسا کہ ارشاد مبارک ہے کہ مَایَکُوْنُ مِنْ نَجْوٰی ثَلٰثَةٍ" اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ ۔کیونکہ اگر ثالث ثلثہ ہوتا تو متعین ہو جاتا اور ان میں سے ایک ہوتا مگر وہ رابع ثلثہ ہے اس طرح کہ وہ اپنے وجود کے ساتھ لَا اَدْنٰی مِنْ ذَالِکَ وَلَا اَکْثَرَ کے حکم ساتھ تین کا چوتھا ہے یعنی وہ ان اعداد کی حقیقتوں کا محقق، ان سے جدا ہوئے بغیر ان کا غیر رہ کر ایک کا دوسرا، دوسرے کا تیسرا، تیسرے کا چوتھا، چوتھے کا پانچواں اور پانچویں کا چھٹا ہے۔ حضرت علیؓ کا ارشاد مبارک ہے کہ هُوَ مَعَ کُلِّ شَیْءٍ لَا بِمُقَارَبَةٍ وَغَیْرُ کُلِّ شَیْءٍ لَا بِمُزَابَلَةٍ وہ ملے بغیر ہر چیز کے قریب اور جدا ہوئے بغیر ہر چیز کا غیر ہے۔اور عاجز (شیخ عبد الرزاق کاشی) نے حضرت خواجہ جہاںؒ کی صحبت میں اگرچہ لوگ ان پر طعنہ زنی کرتے رہے، جو دن گزرے ان سے یَکَادُ زَیْتُهَا یُضِیْءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَار" کے معانی پاتا رہا۔ان پہ میرا پکا یقین تھا کہ وہ مخالفین کی باتوں سے حق سے روگردانی نہیں فرمائیں گے۔اسی طرح اگر یہ دعا گو بھی اس معنی کو خود مشاہدے سے حاصل نہ کرتا اور اتنے بزرگوں کے قول اس کی تائید میں نہ ہوتے تو اس بیان کو دوبارہ ذکر نہ کرتا۔ وَاِنَّا اَوْ اِیَّاکُمْ لَعَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اَوْفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ ہم میں تم یا میں گمراہی پر ہیں یا ہدایت پر۔والسلام۔

شیخ رکن الدین علاء الدولہؒ کا جواب

قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ ۔بزرگان دین اور راہ یقین کے مسافر اس بات پر متفق ہیں کہ معرفت کے درخت سے پھل وہی بندہ کھاتا ہے کہ جس کا شعار رزق حلال اور کلام صادق ہوتا ہے۔اگر یہ دونوں چیزیں نہ ہوں تو باتوں کا کیا مقصد؟۔اور جو کچھ میں نے عبد الرحمٰن سفرای سے روایت کی ہے تو اس وجہ سے کہ مجھے بتیس (۳۲) سال ان کی صحبت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا مگر یہ معنی (وحدۃ الوجود) ان کی زبان پر کبھی نہ آیا۔بلکہ وہ شیخ ابن عربیؒ کی تصنیفات سے اس قدر منع فرماتے تھے کہ جب انہوں نے سنا کہ مولانا نور الدین اور مولانا بدر الدین بعض طلبہ کو فصوص الحکم کا درس دیتے ہیں تو آپ رات کو وہاں پہنچے اور فصوص الحکم کا نسخہ ان کے ہاتھ سے کھینچ لیا اور اس کو پھاڑ دیا

Marfat.com

اوراس کے درس سے کلی طور پر منع فرما دیا۔

جو کچھ میرے بیٹے تم نے فرمایا ہے کہ یہ معنی ان کی زبان پر آیا تو میں اس اعتقاد اور اس معرفت سے بیزار ہوں۔اے میرے عزیز! میں کسی اچھے وقت میں اشارہ کے مطابق فتوحات مکیہ پر حاشیہ لکھ رہا تھا کہ میں نے جب یہ پڑھا کہ سُبْحَانَ مَنْ اَظْهَرَ الْاَشْيَاءَ وَ هُوَ عَيْنُهَا تو میں نے ابنِ عربی کے اس قول پر یہ لکھا کہ

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ اَیُّھَا الشَّیْخُ لَوْ سَمِعْتَ مِنْ اَحَدٍ اِنَّہٗ یَقُوْلُ فُضْلَۃُ الشَّیْخِ عَیْنُ وُجُوْدِ الشَّیْخِ لَا تُسَامِحُہٗ بَلْ تَغْضِبُ عَلَیْہِ فَکَیْفَ یَسُوْغُ لِعَاقِلٍ اَنْ یَّنْسِبَ اِلَی اللّٰہِ ھٰذَا الْھَذْیَانَ تُبْ اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا (بے شک اللہ حق بات کہنے سے شرم نہیں کرتا۔اے شیخ! اگر آپ کو کوئی بندہ یہ کہتا ہے کہ شیخ کا پاخانہ شیخ کے وجود کا عین ہے تو کیا آپ اس سے درگزر فرمائیں گے؟۔نہیں! بلکہ آپ اس پر غصہ کریں گے۔تو پھر اس عقلمند کے لیے آپ کا کیا حکم ہے کہ جو اس طرح کے بکواس اللہ پاک کی طرف منسوب کرے)۔لہٰذا آپ اس سے بچی توبہ کریں تا کہ آپ اس گردش سے نجات پائیں کہ جس سے دہریے، نیچریے اور یونانی بھی پناہ مانگتے ہیں۔آپ کی مرضی سیدھی راہ پہ آئیں یا نہ آئیں۔اللہ کا شکر ہے کہ یہ معارف عقل و نقل کے اس قدر مطابق ہیں کہ اب نفس کا ان کی تکذیب کرنا اور شیطان کا وسواس ڈالنا ممکن ہی نہیں۔اور دل اللہ تعالیٰ کے واجب الوجود ہونے، اس کے منزہ ہونے اور اس کی وحدانیت پر مطمئن ہے۔جو اس کے واجب الوجود ہونے کا یقین نہیں رکھتا کافر حقیقی ہے۔اور جو اس کی وحدانیت پہ یقین نہیں رکھتا وہ مشرک حقیقی ہے اور جو ان عیبوں کو جو اس کی طرف منسوب کیے جا سکتے ہیں، سے اس کو پاک نہیں جانتا وہ ظالم حقیقی ہے کیونکہ وہ اس کی طرف ایسی باتیں منسوب کر رہا ہے جو اس کی قدسیت کے کمال کے زیبا نہیں۔ظلم کی تعریف یہ ہے کہ اَلظُّلْمُ وَضْعُ الشَّیْءِ فِیْ غَیْرِ مَوْضِعِہٖ یعنی کسی چیز کو اس کی نامناسب جگہ پر رکھنا ظلم ہے۔اسی وجہ سے اللہ پاک نے ارشاد فرمایا کہ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ اللہ پاک کی ذات ان باتوں سے پاک ہے جن کو جاہلوں نے اس کی صفت بنایا ہوا ہے۔جب میری نظر حضرت مولانا شمس الدین کیشیؒ کی رباعی پر پڑی تو میرے دل میں خیال آیا کہ اس رباعی سے جو آپ پر بھید کھلا ہے اور اس سے آپ کو جو سرور حاصل ہوا ہے وہ ایسا ہی ہے (جیسا کہ مجھ کو حاصل ہوا تھا) جب میں نے ابتداءِ سلوک میں اس کو پڑھا اور مجھ کو وہ مطلب اچھا بھی لگا اور میں اس

Marfat.com

مقام پہ پڑا رہا ہوں ۔مگر جب میں اس مقام سے آگے نکلا اور مکاشفے اور مراقبے کی ابتدائی اور درمیانی منازل سے آگے نکلا اور انتہا میں داخل ہوا تو پہلے دو مقامات یعنی اوّل اور وسط کا غلط ہونا مجھ پہ ظاہر ہوا۔اور پھر مقام قطبیت جو کہ مکاشفے کی انتہا ہے، یہ مجھ کو اس کے غلط ہونے کا اس طرح یقین ہوا کہ اب اس میں کسی شک کو دخل نہیں ہے۔

اے میرے عزیز! میں نے سنا ہے کہ آپ نے اپنے اوقات کو عبادت کا پابند کر رکھا ہے اور اب عمر بھی آخر کو آ پہنچی ہے لیکن آپ اب بھی مکاشفہ کی ابتداء میں ہے۔تمہاری حالت ان بچوں کی طرح ہے کہ جن کو کھانے کی کوئی چیز دے کر بہلا پھسلا کر مدرسے بھیجا جاتا ہے۔ٹھیکریوں کی مانند چند ایک معارف تمہارے ہاتھ لگے ہیں۔لہذا آپ آیات محکمات کی متشابہات کی سی تاویلیں کرنے سے باز رہو جیسا کہ یہ آیت محکمات سے ہے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَر" مِّثْلُکُمْ اسی طرح کی دوسری آیات کہ ان کی تاویل کرتے ہیں اور وَمَا رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی کو اپنا امام بناتے ہیں۔اور یہ نہیں جانتے کہ اللہ نے لوگوں کو سمجھانے کے لیے اس طرح فرمایا ہے۔تا کہ لوگ نبی پاک ﷺ کی خصوصیت سے باخبر ہو جائیں۔یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ کوئی بادشاہ اپنے کسی مقرب کو کسی ملک کی طرف بھیجے اور کہے کہ اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے اور اس کی زبان میری زبان ہے۔یا اس طرح کہ جب کوئی پیر اپنے کسی مرید کو لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجتا ہے تو اس کو اجازت کے واسطے لکھتا ہے کہ اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔

الغرض کہ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ سے غافل ہونا، اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ" فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا اور اس جیسی دوسری آیات سے منہ موڑنا اور ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَ الظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ سے دلیل پکڑنا اور نہ جاننا کہ ان کی مراد کیا ہے؟۔(کیسے مناسب ہے)۔لہذا وہ نہیں جانتے کہ اَلْاَوَّلُ سے مراد وہ ازلی اوّل ہے کہ جس کی طرف ضرورتوں کا سلسلہ ختم ہوتا ہے یا کچھ اور، اَلْاٰخِرُ سے مراد یہ کہ وہ ایسا ابدی آخر ہے کہ جس کی طرف تمام امور لوٹ جاتے ہیں، اَلظَّاھِرُ سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی ثابت شدہ صفات کے افعال صادرہ سے اپنے آثار میں ظاہر ہے اور اَلْبَاطِنُ سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی ذات میں باطن ہے اس طرح کہ اب آنکھیں اس کے ادراک سے اور سوائے اس کے ہر کوئی اس کی پہچان سے عاجز ہے اور نبی پاک ﷺ کی حدیث ہے کہ کُلُّ النَّاسِ فِیْ ذَاتِ اللّٰہِ حُمْقًا لوگ اللہ کی حقیقت کو جاننے سے احمق ہیں۔اس

Marfat.com

طرح یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تَفَکَّرُوْ افِیْ الآءِ اللّٰہِ وَلاَ تَفَکَّرُوْا فِیْ ذَاتِ اللّٰہِ کہ اللہ کی نعمتوں میں غور وفکر کرو اس کی ذات میں نہیں۔

میں واپس موضوع کی طرف آتا ہوں کہ مقام مکاشفہ کی وسط میں جو معارف حاصل ہوئے کہ جو حضرت کیشیؒ کی رباعی میں مذکور ہیں، وہ یہ تھے کہ حق دریا کی صورت میں نظر آیا، موجوں کی صورت میں، موجیں ثابت کرنے والا اور ان کو مٹانے والا۔ اسی طرح مخلوق کے بھی دائرے ہیں کہ بعض وسیع ہیں اور بعض تنگ ہیں۔ وسیع اس معنی میں کہ وہ مظہر الطاف خدا ہیں اور تنگ اس معنی میں کہ مظہر قہر حق ہیں۔ موجیں ثابت کرنے والے سے مراد بعض کا ثبات ہے اور مٹانے والے سے بعض کا مٹ جانا مراد ہے۔ اور صنعت مواجی سے ان دائروں کو مٹا کر پھر پیدا کرنا ہے۔ مگر جب مجھے مقام مکاشفہ کی انتہا نصیب ہوئی اور حق الیقین کی ہوا چلی تو اس (ہوا) نے مقام وسط اور ابتداء کے سارے شگوفے گرا دیئے۔ اور عین الیقین کے گچھے سے حق الیقین کا پھل نکل آیا۔

تم علم مجرد جو کہ اعتقاد جازم ہے، واقعہ کے مطابق اس کی نسبت شریعت کے ساتھ رکھو کہ مقام مکاشفہ کی ابتداء میں علم الیقین، وسط میں عین الیقین اور انتہا میں حق الیقین درکار ہوتا ہے۔ اور حق الیقین کی حقیقت اس فرمان سے عبارت ہے کہ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاتِیَکَ الْیَقِیْنُ اور یہ مرتبہ مقام مکاشفہ میں قطبیت کے قائم مقام ہے اور جو بھی اس درجہ تک پہنچ جائے وہ جو کچھ کہتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔ آپ کا یہ کہنا ہے کہ سالکوں کی آخری منزل توحید ہے۔ بات اس طرح نہیں بلکہ یہ طریقت کے سالک کے لیے اسی واں (۸۰) مقام ہے اور آخری مقام تو سواں (۱۰۰) ہے اور وہ یہ ہے کہ بندہ اپنے ابتداء احوال کی طرف لوٹ آئے ولایت مفتوحہ کی وجہ سے حق کے ساتھ چکر لگاتے ہوئے اور اس کے شیون کی تجلیوں سے متمکن ہوتے ہوئے۔

حضرت جنید بغدادیؒ سے پوچھا گیا کہ اس امر کی انتہاء کیا ہے؟۔ تو آپ نے فرمایا کہ اَلرَّجُوْعُ اِلَی الْبِدَایَۃِ ابتداء کی طرف لوٹ آنا (ہی اس کی انتہا ہے)۔ اے میرے عزیز! مقام توحید کی ابتداء اور وسط میں ایسی بہت سی رباعیاں میں نے بھی قوالوں کو محفل سماع میں لکھ کر دی ہیں اور ایک مدت اس مقام میں پڑا رہا ہوں۔ اس مقام پہ حلول کا عقیدہ کرف معلوم ہوتا تھا۔ ان میں سے ایک رباعی اور ایک غزل پیش خدمت ہے۔ عربی غزل اتحادِ توحید کے بارے میں ہے۔

رباعی

این من نہ منم اگر منِ ھست توئی

در در بر من پیراھن ھست توئی

یہ میں میں نہیں ہوں بلکہ تم ہی ہو اور میرے پورے جسم پر جو پیراہن ہے وہ بھی تم ہی ہو

در راہ غمت نہ تن بمن ماند نہ جاں

در ز انکہ مرا جاں و تنِ ھست توئی

تیری راہ عشق میں نہ جان میری رہی اور نہ ہی جسم، اَب جو جسم و جاں ہے تو بس یہ تم ہی ہو اور یہ وہ مقام ہے جہاں سے کفر کا آغاز مجھ پر نمایاں ہوا اور میں وحدت بیان کرنے لگا۔

عربی غزل

اَنَا مَنْ اَھْویٰ وَمَنْ اَھْویٰ اَنَا

لَیْسَ فِی الْمِرْاٰۃِ شَیْ ءٌ غَیْرُنَا

میں وہ ہوں جس سے میں محبت کرتا ہوں اور جس سے محبت کرتا ہوں وہ میں ہوں، آئینے میں ہمارے سوا کوئی نہیں ہے

قَدْ سَھٰی الْمُنْشِدُ اِذَا اَنْشَدَہٗ

نَحْنُ رُوْحَانِ حَلَلْنَا بَدَنًا

ہم دو روحیں ہیں جو ایک ہی بدن میں سما گئی ہیں اور گنگنانے والا گنگناتے ہوئے یہ بات بھول گیا ہے

اَثْبَتَ الشِّرْکَۃَ شِرْکًا وَاضِحًا

کُلُّ مَّنْ فَرَّقَ بَیْنَنَا فَرْقًا

اس بندے نے واضح شرک کیا کہ جس نے ہم دونوں کے درمیان فرق کیا

لاَ اُنَادِیْہِ وَلاَ اُذَکِّرُہٗ

اِنَّ ذِکْرِیْ وَنِدَائِیْ یَا اَنَا

میں اس کو یاد کرتا ہوں نہ ہی اسے صدا دیتا ہوں کیونکہ میرا ذکر اور میری صدا یَا اَنَا (اے میں) ہے

لیکن جب مقام توحید کی نہایت مجھ پر کھل گئی تو یہ سب کچھ غلط ظاہر ہوا۔ اور حق کی طرف لوٹ آنا باطل میں پھرتے رہنے سے بہتر ہے۔ اے عزیز لہذا آپ بھی اس نظریے کی اقتداء

Marfat.com

کریں۔ جب میری نظر آیت مبارک وَلاَ تَضرِبُوا اللّٰہَ الاَ مثَالَ پر پڑی تو میں نے مکمل طور پر اس طرح کی مثال کو مٹا دیا۔ (خط کا مضمون مکمل ہوا)۔

حضرت مولانا جامیؒ اپنی کتاب نفحات الانس میں شیخ ابن عربیؒ کے احوال میں لکھتے ہیں کہ ان کے ایک معاصر نے ان دونوں حضرات کے کلام کی جرح و تحقیق کی ہے اور وہ ان دونوں سے عقیدت رکھتا تھا۔ اس نے اپنے ایک رسالے میں لکھا ہے کہ ان دونوں حضرات کا مسئلہ وحدالوجود میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ اور شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ کا تکفیر کرنا صرف ان معنوں کی وجہ سے ہے کہ جو انہوں نے ابن عربیؒ کے کلام سے سمجھے ہیں نہ اس وجہ سے جو شیخ ابن عربیؒ کی مراد ہیں۔ اس لیے کہ وجود کے کچھ اعتبارات ہوتے ہیں۔ مثلاً (۱) بشرط شیئی سے اس کا اعتبار کرنا کہ یہ وجود مقید ہے۔ (۲) بشرط لا شیئی سے اعتبار کرنا کہ یہ وجود عام ہے (۳) لا بشرط شیئی سے اعتبار کرنا کہ یہ وجود مطلق ہے۔ اور ابن عربیؒ نے حق کو جو وجود مطلق کہا ہے وہ اسی آخری معنی میں کہا ہے یعنی لابشرط شیئی اور شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ نے اس کو بشرط لاشیئی یعنی وجود عام پر محمول کیا ہے اور پھر اس مسئلہ وحدۃ الوجود کے انکار اور نفی کی بھرپور کوشش کی ہے۔

میں (سید مجتبیٰ فضلی) کاتب الحروف (اس کے جواب میں) کہتا ہوں کہ اس معاصر کا یہ کہنا بڑی عجیب بات ہے جب حضرت علاء الدولہؒ ظاہری اور باطنی علوم سے آراستہ تھے تو ان (کی مسئلہ وحدۃ الوجود کی تکفیر) کو جہالت اور ابن عربیؒ کو نہ سمجھنے پر محمول نہ کرنا چاہیے۔ اگر تو ابن عربی اپنی کتاب فصوص الحکم کو اس طرح کے اقوال سے بھر نہ چکے ہوتے کہ سوائے عالم کے وجودِ باری تعالیٰ کو معلوم و مشاہد نہیں کیا جا سکتا دونوں جہانوں میں اور یہ کہ عالم کے علاوہ اس کا وجود محض ہے کہ اس میں تفکر وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے، تو پھر تو ان کے کلام پر لا بشرط شیئی صادق آتا۔ ایک طرف تو معاصر مذکور وجود مطلق کے لیے لا بشرط شیئی کہہ رہا ہے اور شیئی کو شرط ظہور بتا رہا ہے اور دوسری طرف حالت یہ ہے کہ ابن عربیؒ کا پورا کلام اس کے خلاف ہے۔ جیسا کہ وہ فص آدمؑ میں لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سوائے عالم کے ذات باری تعالیٰ موجود نہیں ہے بلکہ سوائے عالم وہ عدم محض ہے۔ اسی طرح فص نوحؑ میں لکھتے ہیں کہ وہ ذات باطن ہے ہر ایک فہم سے مگر جس نے یہ کہا کہ عالم اس کی صورت ہے۔ اسی طرح مزید ان کی عبارت سے لازم آتا ہے کہ جس طرح اگر کسی صورت سے اعضاء کو جدا کر دیا جائے تو صورت نہیں

Marfat.com

رہتی، اسی طرح اگر ذات باری تعالیٰ کی وحدت، جو کہ کثرت سے عبارت ہے کو، کثرت سے جدا کر دیا جائے تو ذات نہیں رہتی۔ اسی طرح انہوں نے حق منزہ کو خلق مشبہ کہا تو گویا جب مشبہ نہیں رہا تو حق منزہ بھی نہ رہا۔ اور فص ابراہیمؑ میں لکھتے ہیں کہ اگر وہ ذات اس طرح کی نسبتوں سے خالی ہو جائے تو معبود نہیں رہتی۔ گویا اگر نسبت نہیں ہے تو وہ معبود بھی نہیں ہے۔ اور فص یعقوبؑ میں لکھتے ہیں کہ اس کی الوہیت عین ہے ان جوارح کا کہ جو بندے کی عین ہے۔ پس بندہ حق مشہود ہے اور انسان کبیر یعنی عالم ہونے کے ساتھ اس طرح ظاہر ہوا جیسا کہ انسان اپنی صورت میں ظاہر ہوا۔ اور فص ایوبؑ میں لکھتے ہیں کہ اللہ وجود عالم کے ظاہر ہونے کے ساتھ اس طرح ظاہر ہوا جیسا کہ انسان اپنی صورت میں ظاہر ہوا۔ اور فص محمدیؐ میں لکھتے ہیں کہ حق کا مادے کے بغیر مشاہدہ نہیں کیا جا سکتا بلکہ بغیر مادے کے اس کا ظہور ممنوع ہے اور جب شہود وجود کا تابع ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ بغیر مادے کے وجود اور شہود دونوں ممنوع ہوں۔

میں (سید مجتبیٰ فضلیؒ) کاتب الحروف کہتا ہوں کہ ان کلمات سے معلوم ہوتا ہے عالم اس ذات کے وجود کے ظہور کے لیے شرط نہیں (جیسا کہ معاصر نے کہنے کی کوشش کی کہ عالم اس کے وجود کے ظاہر ہونے کی شرط ہے) بلکہ اس سے پتا چلتا ہے کہ عالم اس کے وجود کے لیے شرط ہے خصوصاً ان کے اس قول کہ فَلاَ عَینَ لِلاَ لَهِ وَالرَّبِّ اِلاَّ بِاالْعَالَمِ (کہ سوائے عالم کے اس اللہ اور رب کی کوئی عین نہیں ہے) سے بہت سی قباحتیں لازم آتی ہیں۔ ایک تو یہ اگر عالم موجود نہ ہو تو کیا اس کو حادث کہنا چاہیے؟۔ اور یہ بات محال ہے۔ اس کے علاوہ ایک قباحت معنوی اشتراک کی ہے کہ موجودات میں وجود کا لفظ فلسفیوں کے ہاں کلی مشکک ہے اور بعض شعراء کے نزدیک کلی متواطی ہے اور اکثر شعراء اور سارے ماتریدیہ اور قدیم صوفیہ کا مذہب اس کے خلاف ہے کہ قدیم صوفیہ کے ہاں عالم ظلی موہوم ہے جو کہ اللہ کی قدرت سے قائم جاری ساری اور مستقر ہے جیسا کہ اس نے خود ارشاد فرمایا کہ اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّالظِّلَّ وَلَوْشَاءَ لَجَعَلَهٗ سَاکِنًا کہ ان کے ہاں عالم صفات کے آثار ہیں اور اثر اور ظل کا ایک ہی معنی ہے۔ جب لفظ وجود میں تین اقوال ہیں پہلا یہ کہ وہ واجب و ممکن میں نفس ماہیت ہے۔ دوسرا کہ وہ دونوں پر زائد ہے۔ تیسرا یہ کہ وہ واجب میں نفس ماہیت اور ممکن میں زائد ہے، تو پھر ان مختلف اقوال کے مطابق مذہب کی بنیاد کیوں بنانی چاہیے؟۔

"بہجۃ الاسرار" میں حضرت شیخ ابوالبرکاتؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اللہ کے ساتھ قیام

Marfat.com

یا حال کا دعویٰ کرے اور تشبیہ تحدید اور تمثیل کو بھی جائز ٹھہرائے تو پس وہ جھوٹا ہے کہ اللہ پاک کی ذات وصفات ان باتوں سے منزہ ہیں۔ اور وہ کسی امام شیخ کے پاس نہیں گیا ہے کہ وہ اس کو محدث کی صفات کو قدیم پر محمول کرنے سے روکتا ہے۔ اگر کوئی بندہ صاحب کرامت و مکاشفہ ہے اور وہ تشبیہ وتحدید کی طرف رغبت رکھتا ہے تو (اللہ کرے) وہ مر جائے تا کہ اس سے یہ چیزیں سلب کر لیں جائیں کہ (ان کی وجہ سے) لوگ مباح سے حرام میں گر پڑتے ہیں۔

"شرح مواقف" میں اثبات صانع کے باب میں زکور ہے کہ اس میں پانچ مختلف مسالک ہیں۔ پہلا مسلک متکلمین کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ بات معلوم ہے کہ عالم یا جوہر ہے یا پھر عرض ہے۔ عالم کے جوہر اور عرض ہونے کے اعتبار سے صانع کے اثبات پر استدلال کیا جاتا ہے یا تو اس کے ممکن ہونے سے یا پھر اس کے حادث ہونے سے کیونکہ ان کے نزدیک حاجت کی علت یا تو صرف حدوث ہے یا پھر امکان مع الحدوث شرط یا پھر شطر کے اعتبار سے۔ لہذا اس اعتبار سے یہ چار وجوہات بنتی ہیں۔ اوّل اس طرح کے جواہر کے حادث ہونے سے استدلال کیا جائے اور کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا طریقہ مبارک یہی ہے کہ جب انہوں نے صانع کے اثبات پر استدلال کیا اور کہا کہ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ یعنی عالم جوہری حادث ہے۔ اور ہر حادث کے لیے ایک محدث کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اگر کوئی بندہ بہت اونچی عمارت دیکھے تو اس کو یقین ہوتا ہے کہ اس کا کوئی نہ کوئی بنانے والا بھی ہے اور معتزلہ کے اکثر مشائخ کا یہی مذہب ہے کہ بے شک یہ مقدمہ استدلالی ہے اور کبھی وہ اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ ہمارے تمام افعال بھی حادث ہیں اور صادر ہونے میں فاعل کے محتاج ہیں۔ لہذا اسی طرح جوہر کا معاملہ ہے کہ احتیاج کی علت دونوں میں مشترک ہے۔ ایک استدلال اس طرح کیا جاتا ہے کہ حادث عدم کے بعد وجود سے متصف ہوتا ہے لہذا وہ عدم کو قبول کرنے والا ہے اور اس طرح وہ ممکن ہے اور ہر ممکن اپنے وجود کو عدم پر ترجیح دینے میں کسی موثر کا محتاج ہوتا ہے۔ دوسرا استدلال ان کے ممکن ہونے کے اعتبار سے ہے کہ عالم جوہری ممکن ہے کیونکہ وہ جواہر فردہ سے یا پھر جوہر فرد سے مرکب ہے اور واجب موثر علت کا ہونا ضروری ہے۔ تیسرا استدلال اس طور پر کیا جاتا ہے کہ اعراض حادث ہیں مثلاً ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ نطفہ خون میں جما، خون لوتھڑے میں، پھر لوتھڑا گوشت اور خون میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اور ایک نطفے پر یہ جتنے احوال طاری ہوتے ہیں

Marfat.com

ان کے لیے حکمت والے صانع کی ضرورت ہے کیونکہ اس کے لیے کسی نہ کسی فاعل کا ہونا ضروری ہے۔اور اسی طرح یہ افعال اس سے بھی صادر نہیں ہو سکتے کہ جس کو شعور ہی حاصل نہ ہو کیونکہ عقل ان حکمتوں کو کلی طور پر پانے سے قاصر ہے کہ جو ان احوال میں جاری ہیں۔اسی طرح آفاق میں بھی اعراض کے حادث ہونے کی نشانیاں ہیں، مثلاً ایمان، حیوانات، نباتات، معدنیات اور اس طرح کی دوسری چیزیں کہ جن کی تفسیر کتاب اللہ کی تشریح میں موجود ہے۔ چوتھا استدلال ان کے حادث ہونے کا اس طرح ہے کہ ان کے محال پر قیاس کرتے ہوئے اعراض کو ممکن قرار دیا جائے جس طرح حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ رَبُّنَا الَّذِیْ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی یعنی اللہ پاک نے اس کو وہ خاص صورت اور معین شکل دی کہ جو حکمت اور منفعت کے مطابق تھی۔اور وہ یہ کہ تمام اجسام جواہر متجانسہ (متماثل) سے مرکب ہونے کی وجہ سے باہم متماثل اور متفق الحقیقت ہیں۔لہذا تمام اجسام کو ان کی صفات سے مختص کرنا جائز ہے اور ہر تخصیص کے لیے کوئی نہ کوئی مخصص لازمی ہوتا ہے۔لہذا اگر کائنات کی تدبیر کرنے والا واجب الوجود ہے تو یہی ثابت کرنا ہمارا مقصد ہے۔اور اگر وہ ممکن ہے تو اس کا کوئی نہ کوئی مؤثر ہوگا اور کلام دوبارہ اسی طرف لوٹ آئے گا اور اس طرح دور اور تسلسل لازم آئے گا۔اس بات کی انتہاء یہی ہے کہ وہ مؤثر واجب الوجود ہو اور دور اور تسلسل تو باطل ہے اور دوسری بات ہی ہماری مطلوب ہے۔مشہور یہ ہے کہ متکلمین نے آثار کی خصوصیات کے احوال سے بھی موثر کے وجود پر استدلال کیا ہے کہ اجسام کی طرح اعراض بھی محدث ہیں۔لہذا ان کا کوئی نہ کوئی بنانے والا ہوگا جو کہ حادث بھی نہ ہو ورنہ وہ ایک اور مؤثر کا محتاج ہوگا اور پھر اسی طرح دور اور تسلسل کا لزوم آئے گا۔اور انتہاء یہی ہے کہ وہ قدیم ہو اور دور اور تسلسل تو باطل ہیں اور دوسری چیز ہماری مطلوب ہے۔

دوسرا مسلک حکماء کا ہے۔وہ یہ ہے کہ وہ ذات قطع نظر خصوصیات اور احوال واقعی موجود ہے اور یہ ایک ایسا مقدمہ ہے کہ ہر فطرت اس بات کی شہادت دیتی ہے۔لہذا اگر وہ موجود واجب الوجود ہے تو یہی بات ہماری مطلوب ہے اور اگر وہ ممکن ہے تو اس کے لیے کسی موثر کی ضرورت ہے اور آخری نتیجہ یہی ہے کہ وہ واجب الوجود ہو گرنہ دور اور تسلسل لازم آئے گا۔

تیسرا مسلک بعض متاخرین یعنی صاحب تلویحات کا ہے اور وہ یہ کہ وہ بے شک وجود میں ممکن ہے مرکبات کی طرح ،لہذا اگر اس کو ابتداء واجب کی طرف منسوب کر دیا جائے یا پھر اس کی

Marfat.com

طرف انتہا کی جائے تو یہی بات ہے۔ اگر ممکنات کا تسلسل آجائے تو پھر کہتے ہیں کہ وہ تمام ممکنات کہ جن کا غیر ہیں تو ان کے لیے ایک ایسی موجد علت کی ضرورت ہے جو ان کے وجود کو عدم پر ترجیح دے کیونکہ ممکن محتاج ہوتا ہے اور یہ اس مجموعے کا نفس نہ ہوگا جبکہ علت اپنے معلول پر مقدم ہو جائے تو کسی بھی چیز کا اپنے نفس پر مقدم ہونا ممنوع ہوتا ہے نہ ہی تمام اجزاء اور نہ ہی بعض اجزاء پر کیونکہ کل کی علت جز کی بھی علت ہوتی ہے اور ایسا اس وجہ سے ہے کہ ہر جز بھی علت کا محتاج ہوتا ہے۔ لہذا اگر کل کی علت اس کے تمام اجزاء کی علت نہ ہوگی تو پھر بعض اجزاء کی علت کوئی اور ہو گی۔ لہذا پہلی علت اس مجموعے کی نہیں بلکہ بعض اجزاء کی علت ہوگی اور اس وقت لازم آئے گا کہ وہ جز جو کہ مجموعے کی علت ہے اپنی ذات ہو اور شاید ایسا ہی ہو اور اگر جمع کی علت اپنے نفس کی علت نہ ہو اور نہ ہی وہ امر داخل ہو تو اس صورت میں وہ امر خارج ہوگا اور تمام ممکنات سے خارج واجب ہی ہوتا ہے اور یہی ثابت کرنا ہمارا مطلوب تھا۔ یہ بات ضروری ہے کہ ان ممکنات میں سے کسی ایسی چیز کو اس کی طرف منسوب کر دیا جائے کہ اس پر دور کی انتہاء ہو جائے۔ اس مسلک پر کئی طرح سے اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ ایک اس طرح کہ مجموعہ انتہاء کا تصور دیتا ہے کیونکہ جس کی انتہاء نہ ہوگی وہاں کل نہیں بولا جائے گا اور نہ ہی وہ مجموعہ یا جملہ کہلائے گا بلکہ یہ چیز متناہیات میں تصور کی جاتی ہے اور ممکنات کی انتہاء واجب کے ثبوت پر موقوف ہے لہذا واجب کا ثابت کرنا اس چیز سے جو کہ ممکنات کی انتہاء پر دلالت کرے مصادرہ علی المطلوب ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس مقام میں مجموعے اور اس کے مترادفات سے مراد تمام ممکنات ہیں اور وہ بھی اس حقیقت میں کہ ان سے کوئی چیز خارج نہیں ہے اور یہ تصور غیر متناہی میں ہوتا جبکہ اس کو ایک ہی اجمالی ملاحظہ کافی ہو جو کہ اس کے تمام آحاد کو شامل ہو۔ ممنوع تو یہ ہے کہ لامتناہی چیزوں میں سے ہر ایک کا تصور کیا جائے اور اس پہ اس اعتبار سے مجموعے کا اعتبار کیا جائے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ مجموعے سے اگر آپ کی مراد سلسلہ آحاد کی ہر ایک کڑی ہے تو بلاں اس کی علت ممکن ہے جو غیر نہایت کی طرف متسلسل ہے اس طرح کہ ان میں سے ایک مابعد کی علت اور ماقبل کے لیے معلول ہے بغیر اس کے کہ اس کی علیحدہ انتہاء ہو جو موقوف ہے اور اگر کل سے تیری مراد مجموعی ہے تو ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے کہ وہ موجود ہے کیونکہ پھر تو وہاں کوئی اجتماعی ہیئت ہی نہیں ہوگی مگر حسب اعتبار۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مجموعے سے ہماری مراد کل ہے اور وہ

Marfat.com

بھی اس طرح کہ وہ کل ہے اور اس میں ہیئت اجتماعی کا کوئی وجود نہیں جبکہ وہاں کل سلسلہ آحاد کی عین ہے جیسا کہ دس کے مجموعے میں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ کل اس معنی میں یہاں موجود ہے۔ تیسرا اعتراض اس اعتبار سے ہے کہ اگر علت سے آپ کی مراد علت تامہ ہے تو پھر اس کا اپنے نفس کی علت بننا جائز کیوں نہیں؟۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اس کو علت تامہ میں تسلیم نہیں کرتے کیونکہ یہ اس کے تمام امور کا مجموعہ ہے جو اس کا محتاج ہے۔ لہٰذا ان امور میں سے ہر ایک اپنے معلول پر مقدم ہوگا اور اس کے ہر ایک اجزاء کے تقدم سے کل کا تقدم لازم نہیں آتا جس طرح کہ تمام اجزاء سے ہر جز ماہیت پر مقدم ہوتا ہے مگر مجموعہ مقدم نہیں آتا بلکہ وہ نفس ماہیت ہے۔

ایک اعتراض اس طرح بھی ہے کہ اگر علت سے آپ کی مراد صرف فاعل ہے تو اس کا اس کی جز ہونا جائز کیوں نہیں ہے جیسے تو نے کہا تھا کہ "وہ اپنے ہر جز کی علت ہے" تا کہ وہ اپنے نفس کی علت ہو جائے اور ہمارا کہنا یہ ہے کہ یہ ممنوع ہے اور یہ جائز کیوں نہیں کہ اس کے بعض اجزاء کا حصول بغیر علت کے ہو یا پھر کسی اور علت سے ہو؟۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ علت سے مراد فاعل متصل ہے اور مجموعے کے تمام اجزاء میں ممکن ہے اور اپنے تمام اجزاء کے لیے اس معنی میں فاعل ہے کہ مفعول کی اضافت صرف اسی کی طرف ہو یا پھر اس کی طرف جو اس سے صادر ہوں گے اور پھر اس طرح وہ ماہیت معلولہ حاصل نہ ہوگی جو کہ مجموعہ ہے اور اس طرح یہ فاعل ایک متصل فاعل بھی نہ رہے گا اور یہ خلاف مقدر ہے۔ اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ جو کچھ تم نے ذکر کیا ہے وہ ممکن اور واجب کا مرکب ہونے سے منقوض ہے۔ پس ان دونوں کا مجموعہ اس حیثیت سے کہ وہ مجموعہ ہے، ممکن ہوگا کیونکہ وہ اپنے غیر جز کا محتاج ہوگا حالانکہ اس کا فاعل اس کے تمام اجزاء کا فاعل بھی نہیں اور اسی طرح کل کا فاعل مستقل اگر اسی طرح اس کے تمام اجزاء کا بھی فاعل ہو تو پھر لازم آتا ہے کہ مرکب میں چار پائی کا ترتب ہے اور جہاں تک معلول کے علت پر مقدم آنے کا سوال ہے یا معلول کے علت سے بعد رہنے کا جبکہ جز مقدم بھی موجود ہو مثلاً لکڑی۔ اگر کل کی مستقل علت پائی جائے تو امر ثانی لازم آتا ہے اور اگر نہ پائی جائے تو امر اوّل لازم آتا ہے اور یہ دونوں محال ہیں۔

میں پہلے امر کا جواب اس طرح دیتا ہوں کہ یہ نقض ہے کیونکہ ہم نے کل کو ہر ممکن جز کی قید ٹھہرایا تھا تو اس طرح اعتراض دور ہو گیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ ہم اس بات کو ممنوع جانتے ہیں کہ کل کا فاعل اس کے ہر جز کا فاعل ہو اور ہم اسکو ممکن اور واجب کے مرکب کی طرف منسوب کرتے

Marfat.com

ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ منع تو اس طرح دفع ہو جائے گا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ کل کے مستقل فائل کا اس کے ہر جز کا فاعل ہونا واجب ہے جبکہ اس کے تمام آحاد ممکن ہوں۔ امر ثانی کا جواب یہ ہے کہ وہ صورتحال معارضہ ہے کیونکہ مستقل فاعلی علت کی جو صورت ہم نے بتائی ہے اس کے مطابق اس کا تخلف ممتنع نہیں ہے بلکہ ممنوع یہ ہے کہ جس چیز پر علت تامہ موقوف ہے اس کے مجموعہ کی فاعلی علت کا تخلف پایا جائے۔ آپ نے ہم پر یہ اعتراض کیسے کیا ہے جب کہ ہماری اس قول سے یہ مراد تھی کہ جز کی علت کل کی علت سے خارج نہ ہو۔ ہماری اس مراد سے ہمارا مقصد پورا ہو گیا اور وہ یہ ہے کہ تمام ممکنات کے مرکب کی علت میں یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس کا جز بھی ہو کہ اس طرح یہ لازم آئے گا کہ اس جز و کی علت اس سے خارج نہ ہو اور یہ محال ہے یا پھر اس میں داخل ہو تو پھر کلام اسی طرف نقل ہو گا یہاں تک کہ اس کی انتہاء اس پر ہو گی کہ جو اس کے نفس کی علت ہو گی اور تسلسل کو مقدر مان کر ہم یہ کہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں آپ جس جز کو بھی علت فرض کریں تو اس کی علت بہتر ہے بنسبت اس کے کہ وہ اس کے لیے علت بنے۔ پس مرجوح کی ترجیح لازم آئے گی اور یہ خلاف عقل ہے۔ آپ کے لیے بہتر ہے کہ شروع سے ہی اس جز و کے علت ہونے کے باطل ہونے کو مان لو اس طرح تم نے جو دو امور ذکر کیے ہیں ان میں سے کوئی لازم نہیں آئے گا کہ کبھی کبھی ہر جز کی علت کل کی علت کا جز ہوتی ہے اس حیثیت میں کہ کل ہی علت ہو۔ لہذا جز مقدم کے وجود کے ساتھ ہی علت تامہ پائی جائے گی اور جز موخر کے وجود کے ساتھ بھی علت تامہ پائی جائے اور ان دونوں کا مجموعہ بھی علت تامہ ہو اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ جی ہاں اگر کل کی مستقل علت اس کے تمام اجزاء کی علت مستقلہ کا عین ہو تو آپ کا مذکورہ مسلک لازم آتا ہے۔

چوتھا مسلک اس بارے میں یہ ہے کہ اگر تمام موجودات ممکن ہوں یعنی واجب پایا ہی نہ جائے تو تمام تر موجودات ممکن میں منحصر ہو جائیں گی اور اگر وہ اس میں منحصر ہو گئے تو ان تمام ممکنات کا مجموعہ ایک موجد کا محتاج ہو گا جو کہ ممکن ہو، ممکنات سے مرکب ہو اور صفت ایجاد میں مستقل ہو اس طرح کہ کسی بھی چیز کا وجود اس کے علاوہ کسی اور طرف منسوب نہ کیا جا سکے تو وہ ہی ہر چیز کا موجد ہو گا ابتدائی طور پر یا پھر اس کے واسطہ سے اسی طرح کل کا ایک ہی مرتبہ اٹھ جانا ثابت ہو گا اور بہ اس طرح کہ نہ تو کل پایا جائے اور نہ ہی اس کے اجزاء قطع نظر اس مستقل موجد کے کیونکہ جو عدم کی تمام انحاء کو ممتنع نہیں ہوتا وہ وجود کا موجب نہیں ہوتا کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ جو واجب

Marfat.com

الوجود نہ ہو وہ ممکن ہوتا ہے اور اس سے عدم کا امتناع لازم آتا ہے کہ کئی وجوہات سے عدم کو اس سے متطرق نہیں کیا جا سکتا اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مجموعے کا عدم کئی طریقوں سے ہوتا ہے کہ کبھی وہ اس جز کے عدم سے معدوم ہوتا ہے اور کبھی دوسرے جز کے عدم ہونے سے معدوم ہوتا ہے۔ اسی طرح کل کے موجد مستقل کے باب میں لازم ہے کہ اس کی حیثیت یہ ہو کہ اس کے سبب سے اس کے اجزاء کی طرف منسوب تمام عدم ممتنع ہو جائیں۔ ایسی چیز کہ جس کا اگر جز معدوم تصور کر لیا جائے تو اس طرح اس کے وجود کو دیکھتے ہوئے ممتنع نظر ہوتا ہے کہ وجود نہ تو اس کا نفس ہوتا اور نہ ہی اس میں داخل ہوتا ہے بلکہ مجموعے سے خارج ہوتا ہے کیونکہ ان سے کسی چیز کا عدم ہو جانا اس کی ذات کے اعتبار سے ممنوع نظر نہیں۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ واجب لذاتہ ہوگا۔ پھر یہ تمام ممکنات کے مجموعہ سے خارج اپنی ذات کی حد میں واجب الوجود ہوگا کیونکہ خارج میں سوائے ممکن اور واجب کے کوئی موجود نہیں ہے اور یہی ثابت کرنا ہمارا مطلب تھا۔ اگر اس پر آپ یہ اعتراض کریں کہ ممکن میں موجودات کے انحصار کی تقدیر پر واجب کا ثبوت خلف لازم ہے نہ کہ مطلوب، یا یہ اس طرح کہنے کے برابر ہے کہ اگر واجب موجود نہ ہوتا تو موجود کا ممکن میں انحصار لازم آتا اور اس انحصار سے اس کا عدم لازم آتا اور یہ محال ہے تو اس کی نقیض باطل ہے تو حقیقت بھی واضح ہو گئی۔ میں اس کا جواب اس طرح دوں گا کہ جی ہاں ایسا ہی ہے مگر خلف لازم کبھی مطلوب کا عین بھی تو ہوتا ہے اور اسی لیے اس کو خلف کہا جاتا ہے اور خلف ہونے کے باوجود وہی ہمارا مطلوب ہے۔ اس مسلک کو دور اور تسلسل کے ابطال کی احتیاج نہیں ہے۔

پانچواں مسلک چوتھے مسلک کے قریب ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر واجب لذاتہ نہ پایا جائے تو پھر واجب لغیرہ بھی نہ پایا جائے گا۔ یعنی ممکن نہیں پایا جائے گا اور پھر اصلاً موجود کا نہ پایا جانا لازم آتا ہے کیونکہ موجود کا انحصار واجب اور ممکن میں ہوتا ہے۔ اس میں کچھ اعتبارات ہیں ایک یہ کہ جب واجب نہ پایا جائے تو ممکن بھی نہ پایا جائے کیونکہ اگر واجب نہ پایا جائے گا تو پھر تمام تر موجودات ممکن ہوں گی اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ممکنات کے مجموعی مرکب کو ایک ہی دفعہ اٹھا دینا اس تقدیر پر ممتنع نہیں ہے ذاتی طور پر اور یہ بات ظاہر ہے اور آحاد ممکن ہیں۔ اور نہ ہی بالغیر ایسا ہے کیونکہ آپ کو علم ہے کہ وہ غیر کہ جس کے ساتھ مجموعے کا ارتفاع ممتنع ہو، اس میں ضروری ہے کہ وہ موجود ہو، خارج ہو اور واجب لذاتہ ہو۔ دوسرا اعتبار اس طرح ہے کہ واجب

Marfat.com

لذاتہ ہو یا لغیرہ ہو، اگر وہ نہ پایا جائے تو اصلاً کوئی بھی نہ پایا جائے۔ اگر کوئی نہ تو واجب ذاتی ہو اور نہ ہی واجب بالغیر تو اس کا وجود نہ ہوگا کیونکہ موجد کا وجود یا مسبوق واجب ہوگا یا پھر ممکن مسبوق ہو گا اپنے موجب کے ساتھ یا پھر علت کے ساتھ۔

چھٹا مسلک وہ ہے کہ جس کے متعلق فضلاء کی تحریروں میں اشارہ ملتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ممکن اپنے وجود میں مستقل بنفسہ نہیں ہوتا اور یہ بات ظاہر ہے اور ایجاد کے حوالے سے کیونکہ ایجاد کا مرتبہ وجود کے بعد ہے۔ لہذا اگر کسی کا وجود ہی نہیں تو وہ ایجاد کیسے کرے گا؟۔ اور اگر موجود کا انحصار ممکن میں ہو تو پھر لازم آتا ہے کہ کوئی چیز پائی ہی نہ جائے کیونکہ ممکن اگر متعدد ہو تو پھر وہ وجود اور ایجاد کے اعتبار سے مستقل نہیں ہوتا کیونکہ نہ ہی وجود ہے اور نہ ہی ایجاد۔ لہذا نہ تو موجود ذاتی ہوگا اور نہ ہی غیری۔ یہ مسلک سب سے اخصر ہے اور سب سے ظاہر ہے صانع کے اثبات میں۔ اس میں بہت سے شبہات ہیں جن کو امام رازیؒ نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے اور پھر ان کے جوابات بھی دیے ہیں لیکن ان کا حاصل ایک ہی ہے کہ وہ پایا جائے۔ ہر مسئلہ میں دو مقابل مذہب ہوتے ہیں پھر ان کے درمیان اچھی تردید ہوتی ہے جو کہ مانع الخلو ہوتی ہے پھر وہ دونوں ایک اور دلیل سے باطل ہو جاتے ہیں کہ قدر مشترک کی نفی لازم نہ آئے اور ان کا اجمالی حل یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو دونوں مذہبوں کی طرف ضعیف کی دلیل میں قدح کی جائے اور دونوں میں قدح ممکن ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ دونوں طرف کی دلیلوں میں ضعف ہو اور دلیل کے باطل ہونے سے مذہب کا باطل ہونا لازم نہیں آتا۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ دلیل اپنے مدلول کے لیے ملزوم ہے اور ملزوم کی نفی سے لازم کی نفی لازم نہیں آتی اور اب ہم اس سے متعلق کچھ سوال جواب ذکر کرتے ہیں تاکہ آپ کو بھی ان پہ اطلاع ہو جائے۔

ایک یہ ہے کہ اگر وہ واجب موجود ہے تو آیا وہ نفس ماہیت ہے یا اس پہ زائد ہے کیونکہ اس کا حصہ ہونا تو محال ہے۔ نفس ماہیت ہونا بھی باطل ہے کیونکہ وجود ایک مشترک ہے اور ماہیت غیر مشترک ہے اور زائد ہونا بھی باطل ہے کیونکہ اس طرح یہ لازم آئے گا کہ اس کا وجود اس کی ماہیت کا معلول ہے اور چونکہ ایسا ہونا ممتنع ہے لہذا اس وجودی اعتبار سے اس کی ماہیت اس کے وجود پر مقدم ہوگی اور اس طرح ہونا بھی محال ہے۔ کیونکہ واجب اپنے نفس کا وجود ہے اور اپنی عین کے ساتھ وجود میں اشتراک کو مانع ہے اور مشترک سے مراد وہ وجود ہے کہ جو اعیان میں شمار ہوتا ہے۔

Marfat.com

میرا مطلب یہ ہے کہ وجود نام ہے موجودات خارجہ کے عارض کا اور جس پر لفظ وجود صادق آتا ہے وہ اشتراک کے مانع ہوتا ہے اور یہ اس طرح ہے جیسے کہ ماہیت اور تشخص یا پھر اس پر زائد اور ماہیت کا معلول اور ماہیت کا تقدم وجود پر نہیں ہے۔ دوسرا شبہ اس طرح ہے کہ اگر واجب موجود ہے تو پھر یا تو وہ مختار ہوگا یا پھر موجوب؟۔ اور پہلی چیز باطل ہے کیونکہ عالم قدیم ہے اور قدیم کو مختار کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا اور دوسرا امر بھی باطل ہے ورنہ حادث یومی یا پھر تسلسل لازم آئے گا۔ اور یہ دونوں چیزیں محال ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے کہ عالم قدیم ہے۔ تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر وہ واجب موجود ہے تو آیا وہ تمام جزئیات کا عالم ہے یا پھر نہیں ہے؟۔ پہلی بات باطل ہے ورنہ اس کی ذات میں تغیر لازم آئے گا کیونکہ جزئی ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہو رہی ہے۔ مثلاً اگر اب زید کھڑا ہے تو کچھ دیر بعد بیٹھ جائے گا اور علم کا معلوم کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ اس طرح اس کے تغیر سے واجب کا تغیر لازم آئے گا۔ اگر ایسا ہوا تو پھر وہ واجب نہ ہوا بلکہ حادث ہوا کیونکہ محل حوادث بھی حادث ہی ہوتا ہے۔ دوسرا امر بھی باطل ہے کیونکہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ جن افعال یقینی کا جزئیات میں مشاہدہ کیا جاتا ہے، ان کو عدم علم کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم مانتے ہیں کہ وہ جزئیات کا عالم ہے مگر جو تغیر علم میں لازم آ رہا ہے، وہ اضافات میں سے ہے نہ کہ ذات میں سے اور نہ ہی صفات میں سے کیونکہ ذات باری تعالیٰ کا علم ایک حقیقی صفت ہے جو ذات کے ساتھ قائم ہے اور تمام تر معلومات سے متعلق ہے۔ لہٰذا اگر معلومات میں تغیر آتا ہے تو اس سے ذات باری تعالیٰ کے علم میں تغیر لازم نہیں آتا بلکہ اس تعلق میں تغیر لازم آتا ہے اور اس اضافت میں۔ تو اس لحاظ سے امور اعتباری میں تغیر ثابت ہوتا ہے نہ کہ صفات حقیقی میں اور یہ بات واجب میں جائز ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ کی ذات واجب الوجود ہے اور اس پہ عدم کا طاری ہونا محال ہے تو یہ ثابت ہو گیا کہ وہ ذات ازلی اور ابدی ہے اور اس کی ذات کو مسئلہ بنانا کوئی حقیقت نہیں رکھتا یعنی اس میں بحث نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت امام رازیؒ نے ''اربعین'' میں ایک گفتگو کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب یہ ثابت ہو گیا کہ تمام تر موجودات کی انتہاء اسی واجب الوجود کی طرف ہے کہ جس پر عدم کا جاری ہونا محال ہے تو یہ بات لازم آتی ہے کہ وہ ذات ابدی ازلی ہے اور اس کو محل بحث بنانے کا کوئی جواز نہ تھا مگر متکلمین جب اس راستے پر نہ چلے بلکہ انہوں نے ثابت کر دیا کہ تمام محسوس

Marfat.com

ممکنات اپنے علاوہ کسی اور کی محتاج ہیں تو انہوں نے یہ بحث شروع کی۔ مثلاً انہوں نے کہا کہ اگر وہ ازلی نہیں ہے تو وہ حادث ہوگا جو کہ ایک اور محدث کی طرف محتاج ہوگا اور اسی طرح سلسلہ بڑھتا جائے گا اور اگر وہ باقی نہیں ہے تو پھر اس کے وجود پہ عدم طاری ہوگا یا تو ذات کے اعتبار سے جو کہ باطل ہے یا پھر فاعل کے لحاظ سے اور وہ بھی محال ہے کیونکہ عدم ایک نفی محض کا نام ہے۔ لہذا اس کا فاعل ہونا ممتنع ہے یا پھر ضد کا دور کرنا اس کو ضد سے عدم کرنے سے بہتر ہے اور یا پھر شرط کے زائل ہونے کی وجہ سے اور وہ بھی محال ہے کیونکہ محدث قدیم کی شرط نہیں ہوسکتا۔ اور اگر اس کو قدیم کی شرط تسلیم کرلیا جائے تو اس سے کلام اس کی طرف پھر جائے گا اور تسلسل لازم آئے گا۔ اب جبکہ یہ تمام اقسام باطل ہونا ثابت ہوگئی ہیں تو عدم کا ذات باری تعالیٰ پر طاری ہونا بھی ممتنع ثابت ہوگیا ہے۔

دوسرا مقصد اس بات میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات باقی تمام ذاتوں سے مختلف ہے۔ یہ احوال کی نفی کرنے والوں کا مذہب ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ذات باری تعالیٰ اور دوسری تمام ذاتوں کے درمیان فرق صرف اس کی مخصوص ذات کی وجہ سے ہے نہ کہ کسی امر زائد کی وجہ سے۔ یہ مذہب شیخ اشعری" اور ابوالحسین بصری" کا ہے۔ ان دونوں کا کہنا ہے تمام موجودات کے درمیان ذات فرق ہے اور سوائے اسماء اور احکام کے ان کے حقائق کے درمیان فرق نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اللہ پاک کی ذات کسی بھی قسم کی مشارکت، مماثلث اور ضد سے پاک ہے۔ پرانے متکلمین کا کہنا ہے کہ اس کی ذات حقیقت میں باقی تمام ذاتوں جیسی ہے اور صرف چار اعتبار سے وہ باقی ذاتوں سے جدا ہے یعنی وجوب، حیات، علم تام اور قدرت تام۔ یہ چار چیزیں ابوعلی جبائی کے نزدیک ہیں جبکہ ابو ہاشم نے ذات باری تعالیٰ کو پانچ اعتبار سے باقی ذاتوں سے ممتاز قرار دیا ہے اور وہ یہ کہ وہ ان چار حالتوں کے لیے موجب ہے اور ہم اس کو الوہیت کا نام دیتے ہیں۔ ہماری اس بات پر آیت قرآن لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ'' سے اعتراض نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہاں جس مماثلث کی نفی کی گئی ہے اس سے مراد نفس کی خصوصی صفات میں مشارکت مراد ہے نہ کہ ذات اور حقیقت میں مشارکت۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جو آپ نے ذکر کیا ہے یہ تو مسلک ثانی جیسا ہے مگر صرف وجوب کی جگہ موجودیت کا فرق ہے اور یہ محصل اور اربعین کے موافق ہے۔ اس کا جواب میں یہ دیتا ہوں کہ احوال کے ثابت کرنے والوں کے ہاں وجود تمام موجودات کے درمیان مشترک ہے لہذا اس کے متعلق ممیز کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا یہاں ممیز موجودیت سے مراد وہ موجودیت ہے کہ جس میں واجب کی قید ہو۔

Marfat.com

اس طرح تمیز اپنی حقیقت کے ساتھ قید کی طرف راجع ہوگی اور اس طرح کلام میں موجود منافاۃ دور ہوجائے گی۔ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ اگر کوئی ذات یا حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا شریک ہوگا تو تعین میں اس کا مخالف بھی ضرور ہوگا اور اس طرح ثنویت لازم آئے گی کیونکہ مکمل ماہیت میں دو شریکوں کے لیے ضروری ہے کہ تعین اور تشخص میں وہ دونوں مخالف ہوں یہاں تک کہ ان کی ہویت ممتاز ہو جائے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مابہ الاشتراک غیر ہوتا ہے مابہ الامتیاز کا۔ لہٰذا ان دونوں کی ہویت میں ترکیب لازم آئے گی اور اس طرح وہ وجوب ذاتی کی نفی کرے گی۔

متکلمین نے ذات باری تعالیٰ کے واجب اور غیر میں مشترک ہونے پر جو دلیل قائم کی ہے وہ پہلے بھی گزر چکی ہے اور اب دوبارہ اس کو ذکر کر دیتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ذات کی تقسیم ممکن اور واجب کی طرف ہوتی ہے اور تقسیم کا مورد تمام اقسام میں مشترک ہوتا ہے اور ہم بھی اس بات پر یقین رکھتے ہیں۔ یعنی اس کی ذات پر حالانکہ واجب، جوہر اور عرض کی خصوصیات میں تردد ہے اس پر قیاس کرتے ہوئے کہ جو وجود کی بحث میں گزر چکا ہے۔ اسی طرح ہماری بات اگر اَلْمَعْلُوْمُ اِمَّا ذَات'' اِمَّا صِفَةٌ'' حصر عقلی ہے اور اگر ایسا نہ ہو کہ ذات سے مفہوم ایک ہی چیز ہے تو اس طرح نہ ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ذات کے مفہوم کی تشریح دو وجوہات پر ہے۔ امر عارض ان ذاتوں کے لیے جو مخصوص ہیں مگر حقائق کے اعتبار سے مختلف ہیں ان کے قول کے نتیجے کے طور پر کہ تمام اشیاء لوازم میں اختلاف کے باوجود تمام ماہیت میں برابر ہیں جو کہ غیر معقول بات ہے اور ہمارا قول ان کے برعکس ہے کہ ممکن ہے اور یہی بات مفہوم اور مصداق مفہوم کے درمیان عدم فرق کی وجہ ہے۔ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ کبھی عنوان ذات کی عین حقیقت بھی ہوتا ہے اور کبھی اس کا جزو ہوتا ہے اور کبھی اس کا عارض ہوتا ہے۔ لہٰذا صرف عنوان کے مشترک ہونے کی وجہ سے ذات اور حقیقت میں اشتراک کہاں سے آ گیا؟۔ اور یہ مغالطہ کئی دوسری جگہوں پر بھی بہت سے شکوک و شبہات کی وجہ بنتا ہے۔ لہٰذا جب میں نے آپ کو اس بات سے خبردار کر دیا ہے اور آپ صاحب دل اور غیور بھی ہیں تو اب آپ پر یہ عقدہ کھل جانا چاہیے اور آپ کو یہ قدرت حاصل ہو جانی چاہیے کہ آپ اس مغالطے سے مامون رہیں کہ جو انہوں نے کہا کہ وجود مشترک ہے جبکہ ہمارا اس بارے میں یقین بھی ہے اور تردد تو صرف خصوصیات میں ہے۔ ہم کہتے ہیں مجزوم بہ سے مراد صرف وجود کا مفہوم ہے نہ کہ اس کا مصداق کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ مفہوم اس کے مخالف افراد کے

Marfat.com

حقائق سے خارج ہو۔ لہٰذا اس صورت میں وجود کی حقیقت سے مراد وہ امر واحد نہ ہوگا کہ جو مشترک اور مجزوم ہے اور نزاع تو اس بات میں ہوا ہے نہ کہ اس کی حقیقت کے عارضِ مفہوم میں۔ اس طرح ان کا ایک اور قول ہے کہ وجود زائد ہے۔ اگر ہم ماہیت کی بجائے وجود کا تصور کریں مثلاً جس طرح واجب میں اور اسی طرح اس کا عکس کہ اگر ہم وجود کی جگہ ماہیت کا تصور کریں مثلاً جس طرح مثلث میں۔ لہٰذا اس صورت میں وجود نہ تو عین ہوگا اور نہ ہی داخل۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم آپ کو بتا چکے کہ زائد سے مراد اس کا مفہوم ہے نہ کہ اس کی حقیقت۔

اسی طرح ایک قول یہ ہے کہ وحدت عدمیت ہے ورنہ تسلسل لازم آئے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی دلیل کو اگر صحیح تصور کر لیا جائے تو لازم آتا ہے کہ وحدت عدمی ہو وجودی نہ ہو تو اس طرح تو وحدت وجودی کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے گا اور یہ تسلسل اس کے مصداق کو لازم نہیں کرتا کیونکہ وہ مختلف امر ہے۔ لہٰذا اس میں بعض عدمی ہیں، بعض زائد ہیں، بعض نفسِ ماہیت ہیں۔ اسی طرح ایک اور اعتراض یہ ہے کہ صفات اس کی ذات پر زائد ہیں اگر یہ نہ مانا جائے تو علم قدرت اور دوسری تمام صفات کا مفہوم ایک ہی ہوگا۔ اور یہ عین ذات ہے اور یہ بات محال ہے کہ صفت ذات کا عین بن جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے علم اور قدرت کا ایک مفہوم صادق نہیں آتا بلکہ ان دونوں کا الگ الگ مفہوم ہوگا۔ اسی طرح اور بہت سے سوالات ہیں ہم انہی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

تنبیہ:۔ بعض حکماء سے یہ قول بھی نقل کیا گیا ہے کہ ذات باری تعالیٰ کا وجود تمام موجودات میں مشترک ہے اور اس کو صرف سلبی صفات دوسروں سے ممتاز کرتی ہیں جو کہ اس کے غیر کے لیے ثابت نہیں ہیں۔ پس بے شک ممکنات کا وجود ماہیت میں اس کے جیسا اور صفات سلبی کے اعتبار سے اس سے مختلف ہے۔ اس عبارت میں بہت زیادہ خامیاں ہیں اور سب سے ظاہر ترین یہ ہے کہ یہ کہا جاتا کہ اس کی ذات سب میں مشترک وجود ہے اور صفت سلبی کے اعتبار سے ممتاز ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کا وجود اس پر امر زائد نہیں بلکہ اس کا عین ہے بخلاف دوسرے موجودات کے کیونکہ ان کا وجود ان کی ماہیتوں پر زائد ہوتا ہے۔ یا پھر ایسا کہنا چاہیے تھا کہ اس کی ذات ایک ایسا وجود ہے کہ جو تمام موجودات کے درمیان مساوی ہے موجود کے اشتراک کی وجہ سے اور ان موجودات سے جدا ہے اس کی ماہیت کے لیے اس کے عوارض کے عدم ہونے کی وجہ سے کیونکہ باقی تمام ممکنات کے وجود ان کی ماہیتوں کے عارض ہوتے ہیں۔ یہ بات باطل ہے اور اس کا باطل ہونا

Marfat.com

ظاہر ہے۔ باطل ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس معنی اوّل کے اعتبار سے لازم آتا ہے کہ واجب کی حقیقت ایک ایسا امر ہو کہ جو تمام ممکنات حتی کہ گندگی کو بھی شامل ہے اور اس کا محال ہونا ظاہر ہے۔ اور اس معنی ثانی پر بھی باطل ہے کہ اس کے مان لینے سے تمام صفات لازمہ میں تساوی لازم آتی ہے۔ مصنف نے کہا کہ اس قول کا حکماء سے منقول ہونا میرے نزدیک ثابت نہیں ہے بلکہ فارانی اور ابن سینا نے اس کے خلاف تصریح کی ہے اور ان دونوں نے کہا ہے کہ وجود مشترک وہ ہوتا ہے کہ جس کا اعیان میں ہونا اس کی ماہیت پہ زائد ہوتا ہے اور وہ ایک خاص وجود سے مقارن ہوتا ہے اور اسی طرح کی بحث اس امر میں بھی ہے کہ وہ اپنی ماہیت پر زائد ہے کہ نہیں؟۔

اس باب میں تیسرا مقصد یہ تھا کہ اس کا وجود اس کی ماہیت ہے جیسا کہ حضرت شیخ ابوالحسینؒ اور دوسرے حکماء کا مذہب ہے۔ آیا اس کا وجود تمام ممکنات کے وجود کے مساوی ہے یا پھر مخالف؟ اس کا بیان امور عامہ کے باب میں گزر چکا جو کہ کافی ہے اور اب دوبارہ اس کو یہاں ذکر کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

صفات سلبیہ کے باب میں سات مقاصد ہیں۔ پہلا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ تو کسی خاص سمت میں ہے اور نہ کسی خاص مکان میں۔ اور فرقہ مشبہہ نے اس بات میں اختلاف کیا ہے۔ ان سب کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ اوپر کی طرف موجود ہے۔ اس کے علاوہ ان کا بھی آپس میں اختلاف ہے۔ لہٰذا ابوعبداللہ محمد بن کرامؒ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک خاص سمت میں ہے اوپر والی سمت کو چھو رہا ہے اور اس کا حرکت کرنا یہاں وہاں منتقل ہونا اور سمتوں کو تبدیل کرنا بھی جائز ہے۔ یہی یہود کا مذہب تھا کہ انہوں نے کہا کہ عرش اللہ تعالیٰ کے بوجھ کی وجہ سے اس طرح چرچراتا ہے جیسا کہ اونٹ کا نیا کجاوا بھاری بوجھ کی وجہ سے، اور اس کا وجود اتنا ہے کہ اس کے بیٹھنے کے بعد عرش کی کچھ جگہ چاروں طرف سے بچ جاتی ہے چار انگلیوں کی مقدار کے برابر۔ بعض مشبہہ مثلاً مضر، ھمس اور احمد الجیمی نے اس پر اس کا اضافہ کیا کہ بعض مومن دنیا اور آخرت میں اس ذات کے ساتھ معانقہ بھی کرتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ وہ عرش پر ہے مگر اس کو چھوا نہیں جا سکتا اور بعض نے کہا کہ وہ قابل پیمائش فاصلے پر ہے اور بعض نے کہا کہ وہ اتنے فاصلے پر ہے کہ اس کی پیمائش ممکن نہیں ہے۔

ایک اور کہنا ہے کہ وہ باقی اجسام کی طرح کسی جہت میں نہیں ہے۔ اور اس مسلک کے قائل کے ساتھ بھی جھگڑا الفاظ کا ہے معانی کا نہیں اور اطلاق لفظی شرع کے وارد ہونے میں ہے اور اس

Marfat.com

مطلوب کے اثبات میں کئی ایک وجوہ ہیں۔ایک یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی مکان یا جہت میں واقع ہے تو اس مکان یا جہت کا قدیم ہونا لازم آئے گا اور ہم اس پر دلائل قائم کر چکے ہیں کہ سوائے اللہ پاک کے کوئی قدیم نہیں ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔ دوسرا یہ کہ جو متمکن ہوتا ہے اس کو مکان کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ مکان کے علاوہ اس کے وجود کا پایا جانا محال ہے جبکہ مکان کو متمکن کی اتنی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس کا خالی رہنا بھی جائز ہے۔لہذا اس طرح مکان کے واجب ہونے اور مکین کے ممکن ہونے کا ثبوت ہوگا اور یہ دونوں باطل ہیں۔تیسرا یہ ہے کہ اگر وہ مکان میں ہے تو کیا اس کی بعض اطراف میں ہے یا پھر پورے مکان میں؟۔یہ دونوں باتیں باطل ہیں پہلی تو اس وجہ سے کہ بعض احیاز کا مساوی ہونا اس کی ذات میں لازم آتا ہے کیونکہ متکلمین کے ہاں مکان ایک متشابہ خلا کا نام ہے اور اس طرح واجب کی ذات کی نسبت کے مساوی ہونے کی وجہ سے بھی پہلی بات محال ہے کیونکہ اس وقت کچھ کو چھوڑ کے صرف کچھ کے ساتھ اس کا اختصاص لازم آتا ہے۔ دوسری بات اس وجہ سے باطل ہے کہ اس صورت میں متحیز کا تداخل لازم آتا ہے کیونکہ بعض جگہیں جسم کے ساتھ مشغول ہوں گی اور ان کا تداخل مطلق طور پر محال ہے۔اس وجہ سے بھی دوسری بات باطل ہے کیونکہ اس صورت میں جہانوں کی گندگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا اختلاط ہونا لازم ہے اور اس کی ذات اس سے بے نیاز ہے۔چوتھا اس وجہ سے کہ اگر جوہر ہے تو پھر وہ یا تو قابل تقسیم ہوگا یا پھر ناقابل تقسیم۔یہ دونوں باتیں باطل ہیں۔پہلی تو اس وجہ سے کہ اس صورت میں وہ جز ہوگا۔اور جز کائنات کی حقیر چیز ہوتی ہے اور اللہ پاک کی ذات اس سے پاک ہے۔دوسری بات اس وجہ سے باطل ہے کہ اس صورت میں وہ جسم ہوگا اور جسم مرکب ہوتا ہے اور ترکیب خارجی ذاتی وجوب کی نفی کرتی ہے اور اس لیے بھی کہ جسم حادث ہوتا ہے لہذا اس صورت میں واجب کا حادث ہونا لازم آئے گا۔اور کبھی دوسری بات کو اس لیے بھی باطل کہا جاتا ہے کہ اگر وہ جسم ہے تو کیا وہ تمام اجزاء کے ساتھ قائم ہے؟۔اگر ہاں تو اس صورت میں علم،قدرت اور حیات اس کے مغائر ہوں گے کہ جو کسی اور جز کے ساتھ قائم ہیں لہذا اس کے تمام اجزاء صفات کمال کے ساتھ مستقل ہوں گے۔اس صورت میں بہت سے معبودوں کا تعدد لازم آئے گا لہذا یہ وہی صورت ہے کہ ایک انسان کو بے شمار علماء کہہ دیا جائے اور اسی طرح استدلال کرنا بہت ضعیف ہے کیونکہ ایک ہی صفت کو مجموعے کے ساتھ قائم کرنا ہے۔

Marfat.com

کبھی اللہ تعالیٰ کی ذات سے مکان کی نفی اس صورت میں کی جاتی ہے کہ اگر وہ ذات متحیز ہے تو باقی تمام متحیزات کے ساتھ اس کی مساوات لازم آئے گی، ماہیت میں اور اس طرح اجسام کا حادث ہونا یا قدیم ہونا لازم آئے گا، کیونکہ متماثلات احکام میں ایک دوسرے کے موافق ہوتی ہیں۔ اس استدلال کی بنیاد ہی اجسام کی مثلیت بلکہ متحیزات کی مماثلت پر ہے۔ اور اس کے بطلان میں کبھی یوں بھی کہا جاتا ہے کہ اگر وہ ذات جسم ہے تو تمام اجسام تحیز میں مساوی ہو جائیں گے اور ان کا ایک دوسرے سے مختلف ہونا لازمی ہے تو اس سے اس کی ذات میں ترکیب لازم آئے گی اور یہ بات شروع میں ہی واضح کر دی گئی تھی کہ عوارض میں اشتراک اور تساوی ترکیب کو مستلزم نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے جہت اور مکان کو ثابت کرنے والوں نے پانچ طریقوں سے اس مؤقف پر استدلال کیا ہے۔ اوّل اس طرح کہ یہ عقل کا تقاضہ ہے کیونکہ ہر موجود متحیز ہوتا ہے تاکہ وہ کسی سمت اور مکان کے ساتھ مختص ہو جائے یا تو اصالت کی وجہ سے یا پھر تبع کے طور پر۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ضرورت عقلیہ ممنوع ہے اور یہ وہمی حکم ہے اور غیر محسوس معاملات میں اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ کبھی اس کو ثابت کرنے کے لیے اس طرح استدلال کیا جاتا ہے کہ جیسے انسان اپنے تمام افراد میں کلی مشترک ہے اور ہمیں معلوم ہے کہ وہ دونوں موجود ہیں اور قطعی طور پر متحیز نہیں ہیں۔ یہ بھی باطل ہے اوّل اس وجہ سے کہ اگر وہ متحیز ہے تو کسی نہ کسی مخصوص وضع یا معین مقدار کے ساتھ مختص ہوگا۔ لہذا اس کے افراد کے درمیان مطابقت قائم نہ ہوگی تو اس لحاظ سے اس کو مشترک نہیں کہا جائے گا۔ دوسرے اس وجہ سے باطل ہے کہ ماہیت کلی کا علم مخصوص مقدار یا وضع کے ساتھ مختص نہیں ہوتا ورنہ اس ماہیت کا علم ہی نہ ہو سکے۔ اگر تم کہو کہ انسان کلی مشترک ہے تو پھر اس میں آنکھ، ہاتھ، پیٹھ اور پیٹ وغیرہ کے مخصوص اعضاء کا ہونا ضروری ہے۔ میں اس کا جواب یوں دیتا ہوں کہ یہ اس وقت لازم آتا ہے جب یہ اعضاء ایک کلی مشترک ہونے کی حیثیت میں نہ پائے جائیں اور ان کے انسانی کلی میں ماخوذ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور مصنف نے یہاں استدلال کی بجائے استعانت کا لفظ استعمال کیا کیونکہ اس کا استدلال کلی طبعی کے وجود پر موقوف ہے۔

جہت اور مکان کے ثابت کرنے والوں نے دوسرا استدلال اس طرح کیا ہے کہ تمام موجودات یا تو متصل ہوتے ہیں یا پھر منفصل ہوتے ہیں اور اگر ذات باری تعالیٰ متصل ہے تو متحیز

Marfat.com

ہو گی۔ اگر منفصل ہو تو بھی ایسے ہی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات منع حصر ہے اور یہ وہمی احکام کی اقسام سے ہی ہے۔ آپ کو معلوم ہے اس طرح کے احکام غیر محسوس کے معاملے میں نہیں چلتے لیکن کبھی کبھی پہلے کے مشابہ ہو جاتے ہیں اور اس طرح لگتا ہے کہ یہ بھی ان سے ہیں۔ تیسری دلیل اس مسلک والوں کی یہ ہے کہ وہ ذات باری تعالیٰ عالم میں داخل ہے، عالم سے خارج ہے یا پھر نہ تو داخل ہے اور نہ ہی خارج ہے اور بداہت عقل بھی اس بات کا تقاضہ کرتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ نہ تو داخل ہے اور نہ ہی خارج ہے اور یہ خروج عقلی نہیں بلکہ وہمی ہے۔ چوتھی دلیل اس مسلک والوں کی یہ ہے کہ ہر موجود کی دو اقسام ہوتی ہیں یا تو وہ قائم بالذات ہوتا ہے یا پھر بالغیر ہوتا ہے۔ پہلا متحیز ہوتا ہے اور دوسرا تبع میں ہوتا ہے لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ قائم بنفسہ ہے تو پھر متحیز ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں تفسیریں ممنوع ہیں کیونکہ جو ذات قائم بنفسہ ہوتی ہے اس کو محل کی ضرورت نہیں ہوتی اور اس کے قائم بالذات ہونے سے اس کا متحیز ہونا لازم نہیں آتا۔ اسی طرح قائم بالغیر محل کا محتاج ہوتا ہے مگر اس سے اس کا متحیز طبعی ہونا لازم نہیں آتا۔ چوتھی دلیل کبھی اس طرح بھی دی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں اور قیام کا مطلب تحیز طبعی ہوتا ہے تو اس لحاظ سے ذات خدا اصالت کے اعتبار سے متحیز ہوئی۔ اس کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ یہاں قیام سے مراد اختصاص ناعت ہے۔ اور اس مسلک والوں نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے پانچویں دلیل اس طرح دی گئی ہے کہ کچھ ایسی آیات اور احادیث پیش کی ہیں کہ جن میں جہت اور مکان کا ثبوت ہے۔ مثلاً:

۱. اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (اللہ تعالیٰ کی رحمٰن ذات عرش پہ جلوہ آرا ہوئی)۔

۲. وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (اور جس دن اللہ تشریف لائے گا اور فرشتے صف بہ صف آئیں گے)۔

۳. فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ

۴. اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ (اسی کی طرف اچھے کلمات پہنچتے ہیں)۔

۵. تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ (فرشتے اور روح الامین اسی کی طرف چڑھتے ہیں)۔

۶. هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ (کیا وہ دیکھ رہے ہیں کہ اللہ ان کے پاس بادلوں میں تشریف لائے گا؟)۔

Marfat.com

۷۔ ءَ اَمِنْتُم مَنْ فِی السَّمَاءِ (کیا تم اس سے امن میں ہو جو آسمانوں میں ہے؟)۔
۸۔ ثُمَّ دَنیٰ فَتَدَلّٰی (پھر آپ ﷺ اللہ کے قریب ہوئے اور اللہ ان کے قریب ہوا)۔

اسی طرح احادیث ہیں مثلاً:

۱۔ اِنَّہٗ تَعَالیٰ یَنزِلُ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنیَا (بے شک اللہ تعالیٰ آسمان سے دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے)۔

۲۔ اسی طرح جب آپ نے ایک گونگی سے پوچھا کہ اللہ کہاں ہے؟۔ تو اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور آپ ﷺ نے اس کی بات کو نہ جھٹلایا بلکہ اس کو مومن کہا۔

لہذا ان تمام آیات اور احادیث سے مکان اور جہت کا ثبوت ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا ظاہر ظنی ہے اور ان یقینیات کو عارض نہیں ہے کہ جو مکان اور جہت کی نفی کرتے ہیں۔ لہذا اگر دو دلیلیں باہم متعارض آجائیں تو اگر ممکن ہو تو دونوں پر عمل کرنا واجب ہے اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو ظاہری معنی کی تاویل کی جائے اور تفصیل اسی ذات پر چھوڑ دی جائے گی کہ اصل بات اسی پر موقوف ہے۔ اکثر سلف کا یہی مذہب ہے جس طرح حضرت احمد سے روایت ہے کہ پہلی آیت میں استواء معلوم تو ہے مگر اس کی کیفیت مجہول ہے لہذا اس کی بحث بدعت ہے۔ اور اسی طرح استواء کو استیلاء کے معنی میں بھی لیا جاتا ہے۔ اسی طرح تیسری آیت میں "عند" اکرام اور انتخاب کے معنی میں ہے کہ فلاں بندہ بادشاہ کے قریب ہے۔ دوسری آیت میں رب کے آنے سے مراد اس کے امر کا آنا ہے۔ اور چوتھی آیت میں اس کی طرف کلمات کے چڑھنے سے مراد اس کا راضی ہونا ہے۔ ساتویں آیت میں اس کے آسمانوں میں ہونے سے مراد یہ ہے کہ اسی کی سلطانی اور حکومت آسمانوں میں بھی ہے۔ لہذا اسی طرح باقی آیات اور احادیث کے متعلق بھی قیاس کرے مثلاً پانچویں آیت میں عروج سے مراد وہ جگہ ہے کہ جہاں وہ اطاعت کے ذریعے اس کا تقرب حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح چھٹی آیت میں اتیان ظل سے مراد اس کے عذاب کا آنا ہے۔ اور آٹھویں آیت میں قریب ہونے سے مراد رسول پاک ﷺ کا اطاعت میں اس کے حضور تقرب ہے اور قاب قوسین اس لیے فرمایا کہ لوگ اس سے محسوسات کی تصویر بنا کر اچھی طرح سمجھ سکیں۔ اسی طرح پہلی حدیث میں نزول سے اس کی خاص رحمت اور لطف مراد ہے اور اس کو مثال کے طور پر ذکر فرمایا اور پھر رات کے ساتھ مخصوص کیا کیونکہ اس میں خلوت، خشوع و خضوع اور عبادت و سوال کا الگ مزہ ہے۔ جہاں تک دوسری حدیث

Marfat.com

میں گونگی کا سوال ہے تو آپ نے ''اَیْنَ'' سے سوال اس لیے فرمایا تا کہ اس کا عقیدہ معلوم ہو سکے۔لہذا جب اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا تو اس سے معلوم ہو گیا کہ وہ بت پرست نہیں ہے۔ لہذا اس کے اشارے کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ اس کی مراد یہ تھی کہ وہ اللہ آسمان کا خالق ہے۔ لہذا اسی وجہ سے آپ نے اس کو مومنہ کہا۔اس کے علاوہ علماء نے اور بہت سی تاویلیں ذکر کی ہیں۔ کامیابی کے لیے اُن کی وہ تاویلیں پڑھ لو۔

دوسرا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جسم نہیں ہے اور یہی اہل حق کا مذہب ہے۔بعض جاہلوں نے کہا ہے کہ اللہ کا جسم ہے پھر اس کے جسم کے بارے میں ان کا اختلاف ہے۔لہذا فرقہ کرامیہ کا یہ کہنا ہے کہ وہ ایک جسم ہے یعنی موجود ہے۔ان میں سے بعض نے کہا کہ وہ قائم بنفسہ ہے ۔اسی طرح فرقہ مجسمہ کا کہنا ہے کہ وہ جسم حقیقی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ خون اور گوشت سے مرکب ہے، مقاتل بن سلیمان کا یہی مذہب ہے۔کسی نے کہا کہ وہ ایک روشنی ہے جو سفید لڑی کی طرح چمک رہا ہے اور اس کی لمبائی اس کی اپنی سات بالشتوں کے برابر ہے اور اسی فرقہ میں سے ایک نے مبالغہ کیا اور کہا وہ انسان کی طرح شکل رکھتا ہے۔لہذا کبھی کہا گیا کہ ایک نوخیز لڑکے کی طرح ہے کہ جس کے بال بہت زیادہ گھنگریالے ہیں۔کبھی کہا جاتا ہے کہ وہ سیاہ وسفید داڑھی اور سر والا ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات ان لوگوں کے باطل اقوال سے بہت بلند اور پاکیزہ ہے۔ان کے مذہب کو باطل کرنے والا سب سے معتمد جواب ہے کہ اگر وہ جسم ہوتا تو لازمی کسی نہ کسی جگہ ہوتا اور اس کو ہم پہلے ہی باطل کر چکے ہیں۔اسی طرح اگر وہ جسم ہوگا تو اس میں ترکیب اور حدوث لازمی ہوگا جو کہ ہر جسم کی صفت ہے۔لہذا اگر وہ جسم ہوگا تو اجسام کی صفات سے متصف ہوگا یا تو کلی طور پر تو اس لحاظ سے ضد بھی جمع ہوں گی۔یا پھر بعض صفات کے ساتھ متصف ہوگا اور اس صورت مرجح کے بغیر ترجیح لازم آئے گی اور یہاں تو خارج میں کوئی مرجح نہیں ہے۔استواء اللہ کی ذات ان تمام صفات کی طرف نسبت ہے یا پھر احتیاج کی طرف یعنی اس کی ذات کا احتیاج بعض صفات کے ساتھ اتصاف میں اور اسی طرح وہ جسم ہونے کے اعتبار سے متناہی ہوگا۔لہذا اس صورت میں وہ ضرور مقدار معین اور مخصوص شکل کے ساتھ مخصوص ہوگا اور یہ اختصاص اس مخصص سے ہوگا کہ جو اس کی ذات سے خارج ہوتا کہ مرجح کے بغیر ترجیح لازم نہ آئے اور پھر اس شکل اور مقدار کے ساتھ متصف ہونے میں اس کا غیر کی طرف احتیاج لازم آئے گا۔جہاں تک ان کے سوال کا تعلق ہے

Marfat.com

کہ ہر موجود یا متحیز ہوتا ہے یا محل جیسا کہ عقل کا تقاضہ ہے تو دوسری بات تو اللہ تعالیٰ کے حق میں تصور بھی نہیں کی جاسکتی اور پہلی بات کی مراد جسم ہے لہذا ہر قائم بالنفس جسم ہوتا ہے اسی طرح مذکورہ آیات اور احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔ تو اس کا جواب وہی ہے جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔

تیسرا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نہ جوہر ہے اور نہ ہی عرض۔ جہاں تک جوہر ہونے کا تعلق ہے تو اس کی ذات سے اس کو سلب کیا گیا ہے۔ جہاں تک متکلم کی بات کا تعلق ہے کہ وہ متحیز بالذات ہے تو اس کو ہم پہلے باطل کر چکے اور جہاں تک حکیم کی بات کا تعلق ہے کہ وہ ماہیت ہے اور جب وہ اعیان میں پائی جائے گی تو موضوع میں بھی ہوگی اور اس کا تصور صرف وہاں ہوتا ہے جہاں وجود غیر ماہیت ہو اور واجب کا وجود نفس ماہیت ہے۔ لہذا ان کے نزدیک وہ جوہر نہیں ہوگا اور جہاں تک عرض ہونے کی بات ہے تو اس لحاظ سے اپنے وجود میں محل کا محتاج ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کی ذات ان تمام باتوں سے بے نیاز ہے۔

چوتھا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کسی زمانے میں نہیں ہے یعنی اس کا وجود زمانی نہیں ہے اور وجود کے زمانی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وجود کا حصول زمانے کے علاوہ ممکن نہ ہو جس طرح کہ وجود مکانی کا مطلب ہے کہ اس وجود کا حصول صرف مکان میں ہوتا ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کسی کا اختلاف ہمیں معلوم نہیں ہے مگر فرقہ مجسمہ نے اگر چہ اس میں اختلاف کیا ہے۔
حکماء (فلسفیوں) کا مذہب اس بارے میں یہ ہے کہ ان کے ہاں زمانہ ایک حرکت کا نام ہے لہذا زمانے کا تصور اس کے متعلق نہیں کیا جاسکتا کہ جہاں جہت اور حرکت کا تعلق نہیں ہے۔ اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ تعین تدریجی زمانی ہے اس معنی میں کہ اس کو زمانے کے ساتھ مقدر کیا جاتا ہے اور وہ اس پر منطبق ہوتا ہے۔ لہذا اس کا تصور اس میں ممکن ہے اور تغیر دفعی کا تعلق آن (لمحے) کے ساتھ ہوتا ہے جو کہ وقت کی ایک طرف ہے لہذا جس میں تغیر نہیں اس میں زمانے کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ جی ہاں! اللہ تعالیٰ کا وجود زمانے سے ملا ہے اور اس کا حصول زمانے میں ہی ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک چونکہ زمانہ متجدد ہے اور اسی سے دوسرے متجدد کی مقدار معلوم ہوتی ہے لہذا زمانے کا تصور قدیم کے بارے میں نہیں کیا جاسکتا۔ چاہے زمانے کی کوئی تعبیر کی جائے اللہ کے زمانی ہونے کا امتناع ہی لازم آئے گا۔

تنبیہ: ہماری اس تمہید کو ضمن میں لیے گئے مسلک سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ہم نے کہا وہ

Marfat.com

اس باب میں برابر ہے کہ ہم یہ کہیں کہ عالم حادث زمانی ہے جیسا کہ ہماری رائے ہے یا پھر یوں کہا جائے کہ عالم حادثِ ذاتی ہے جیسا کہ فلسفیوں کی رائے ہے۔ ان دونوں صورتوں میں ذات باری تعالیٰ کا مقدم ہونا لازم آئے گا کیونکہ وہ ان کو ایجاد کرنے والا ہے۔ اگر اس کو مقدم تسلیم نہ کیا جائے تو لازم آئے گا کہ وہ کسی زمانے میں واقع ہوا ہے۔ چھٹی قسم ہمارے نزدیک یہ ہے کہ جس طرح زمانے کے بعض اجزاء بعض اجزاء پر مقدم ہوں اور اس طرح یہ معلوم ہو کہ اس کی بقاء کسی زمانے میں موجود سے عبارت نہیں ہے ورگرنہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا زمانی ہونا لازم آئے گا۔ مرحلہ اس بات سے عبارت نہیں ہے کہ تمام زمانوں سے پہلے بھی کوئی زمانہ تھا ورگرنہ ذات باری تعالیٰ کو اس کے ساتھ متصف نہیں کیا جا سکتا۔ جو ہم نے کہا کہ اس کی ذات زمانی نہیں ہے تو یہ اپنے اندر عذر کو پھیلانے والی بات ہے اس ورود (وقوع) میں کہ جو اللہ تعالیٰ کے کلام میں ماضی کے صیغہ کے ساتھ وارد ہوا ہے اگر چہ اس کا تعلق ان امور سے ہو کہ جو مستقبل میں واقعہ ہونے والے ہیں مثلاً اللہ پاک نے کہا کہ اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ جب وہ صفات اور ذات دونوں اعتبار سے زمانی نہیں ہے تو پھر اس کے کلام کے نسبت تمام زمانوں کی طرف برابری کی سطح پر کی جائے گی مگر یہ کہ اس بات سے معتزلہ کا وہ اعتراض ساقط ہو گیا کہ جو انہوں نے کہا تھا کہ قرآن حادث ہے کہ اگر قرآن قدیم ہو تو پھر اس طرح کی مثالوں میں جھوٹ لازم آئے گا کیونکہ حضرت نوحؑ کا ارسال ازل سے پہلے تو نہیں ہوا تھا۔ یہاں اور بہت سی حکمتیں ہیں کہ جن کو میں تمہاری ذہانت پر چھوڑ رہا ہوں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وجود ازل میں بھی تھا ابد میں بھی ہوگا بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ ان زمانوں سے متعلق ہوئے بغیر ان کے ساتھ ملا ہوا ہے تعلق زمانی کی طرح۔ اسی طرح ایک حکمت یہ ہے کہ جب وہ زمانی نہیں ہے تو اس کی طرف ماضی، حال اور مستقبل کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا زمانے کے تغیر سے اس ذات کے علم میں تغیر لازم نہیں آتا۔ یہ بات اس وقت لازم آتی کہ جب زمانہ اس ذات کے اندر داخل ہوتا۔

پانچواں مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کسی کے ساتھ متحد نہیں ہے۔ یہ بات دوسرے موقف میں بھی ہم نے ذکر کی ہے کہ کسی دوسرے کے ساتھ جڑنا اس ذات کے لیے ممنوع ہے۔ لہٰذا یہ جائز نہیں کہ وہ ذات کسی میں حلول کرتی ہے کیونکہ حلول علی سبیل تبعیت حصول کا نام ہے اور یہ چیز وجوب ذاتی کی نفی کرتی ہے۔ حلول کی نفی اس طرح بھی ہوتی ہے کہ جب وہ ذات

Marfat.com

محل سے بے نیاز ہے تو پھر حلول کیسا؟۔ کیونکہ حلول میں محل کی ضرورت ہوتی ہے اور اس ذات کے متعلق ایسا سوچنا بھی محال ہے کہ اس کو محل کی محتاجی ہے کیونکہ ذاتی طور پر اس کو محل کی محتاجی ہے اور نہ ہی وہ غیر کی وجہ سے زائل ہوتا ہے کیونکہ بے نیازی احتیاج نہ ہونے کا نام ہے لہذا ان کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اگر حلول تسلیم کر لیا جائے تو اس طرح واجب کا محتاج ہونا اور محل کا قدیم ہونا لازم آئے گا اور اس طرح دو محال اکٹھے لازم آئیں گے۔ اسی طرح اگر وہ کسی چیز میں حلول کرے پس بے شک محل اگر تسلیم کو قبول کرے تو اس کی تقسیم، ترکیب اور اجزاء کی جانب محتاجی لازم آتی ہے اور یہ باطل ہے اور اگر وہ محل تقسیم کو قبول نہ کرتا جیسا کہ جوہر فرد تو اس صورت میں واجب الوجود حلول کی وجہ سے سب سے حقیر چیز بن جائے گا (اور اللہ کے متعلق حقارت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا)۔ اسی طرح اگر یہ مانا جائے کہ اس کی ذات جسم میں حلول کرتی ہے تو اس طرح گویا یہ ہوا کہ اس کی ذات جسم میں حلول کو قبول کرنے والی ہے۔ اور متماثل جواہر فردہ سے مرکب ہونے کی وجہ سے قبول کرنے میں مساوی ہوتے ہیں۔ اور بعض کو چھوڑ کر بعض کی اجسام کے ساتھ تخصیص فاعل کے مختار کی وجہ سے ہوتی ہے۔ لہذا اس طرح اس کے گٹھلی اور کھائی میں حلول نہ کرنے کا کوئی تعین بھی ممکن نہیں ہوگا اور یہ ضرور باطل ہے اور حلول کا دعویٰ کرنے والا بھی اس کا معترف ہے۔ لیکن کبھی کبھی وہ اس طرح دلیل بناتا ہے کہ اس غیر میں حلول کرنے کا یہ مطلب ہے کہ اس کا حیز محل کے حیز کے تابع ہے لہذا وہ کسی جہت میں متحیز ہوگا۔ مگر ہم اس دلیل کو پہلے ہی باطل کر چکے ہیں اور اس دلیل کا ضعف آپ کو بھی معلوم ہے کہ حلول کی تفسیر اختصاص ناعت ہے نہ کہ تحیز میں تبعیت، تو آپ کی دلیل بھلا کیسے صحیح ہوئی۔ یہ تو محض اس کی صفات سے منقوض ہو جاتی ہے کیونکہ اس کی صفات اس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں لہذا وہاں تحیز موجود ہی نہیں ہے۔

تنبیہ: جس طرح اللہ کی ذات کسی میں حلول نہیں کرتی اسی طرح اس کی صفات بھی غیر میں حلول نہیں کرتیں۔ اس مسئلہ میں اختلاف کرنے والے تین گروہ ہیں۔ پہلا گروہ عیسائیوں کا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اللہ کی ذات حضرت عیسیٰؑ میں حلول کر گئی تھی یا پھر ان کی ذات اس کی ذات میں حلول کی ہوئی تھی یا پھر اس کی صفات کا اس میں حلول تھا۔ ان تمام میں یا تو جسمانی حلول تھا یا پھر روحانی اور اس طرح یہ کل چھ اقسام بنتی ہیں۔ لہذا وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خلق اور اسی طرح ایجاد کی قدرت عطا کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو خصوصی معجزات کے ساتھ سرفراز فرمایا اور

Marfat.com

عزت اور احترام کی وجہ سے ان کا بیٹا نام رکھا جس طرح کے کہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کہا۔ یہ کل آٹھ احتمالات بنے۔ چھ باطل ہیں جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ اس کا کسی میں حلول اور اتحاد محال ہے۔ اور ساتواں اس وجہ سے باطل ہے کہ وجود میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی مؤثر نہیں ہے۔ اس کا تفصیلی جواب ہم ان کے مذہب کے باب میں کتاب کے خاتمہ میں ذکر کریں گے۔ اور حلول کے فلسفے کا قائل دوسرا گروہ شیعہ کے فرقے نصیریہ اور اسحاقیہ ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ روحانی کا جسمانی میں ظہور ہوتا ہے تاکہ انسان کو بھلائی سکھا سکے اور زبان سے گفتگو بھی کرتا ہے جیسا کہ فرشتے کرتے ہیں۔ مثلاً حضرت جبرائیلؑ حضرت دحیہ الکلبیؓ اور اعرابی کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ لہٰذا اس طرح یہ ممنوع نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کامل اور افضل لوگوں کی صورت میں ظاہر ہو اور وہ لوگ امام ہوتے ہیں اور یہ لوگ پاک عترۃ سے ہوتے ہیں اور اس ضمن میں وہ لوگ آئمہ پر الوہیت کا اطلاق کر دیتے ہیں اور یہ عقیدہ کھلی گمراہی ہے۔ اور تیسرا گروہ جو کہ حلول کا قائل ہے وہ بعض صوفی ہیں اور ان صوفیہ کا کلام بھی حلول، اتحاد اور ضبط کے باب میں بے محل ہے اور یہ سب باطل ہے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو بعض خوارق عادت کرامات سے نوازتا ہے۔ میں نے تو کئی ایسے وجودی صوفی بھی دیکھے ہیں کہ جو اس بات کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حلول اور اتحاد کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ ان سے غیریت کا شعور اجاگر ہوتا ہے اور ہم اس حلول وغیرہ کے قائل نہیں ہیں بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اس جہاں میں سوائے اس کے کوئی نہیں ہے۔ لیکن ان کا یہ عذر بہت زیادہ قبیح ہے اور یہ عذر تو حلول کے عقیدے سے بھی زیادہ باطل ہے کیونکہ اس سے وہ اختلاط لازم آتا ہے کہ جس سے تھوڑی سی بھی تمیز نہیں بچتی۔

چھٹا مقصد یہ ہے کہ یہ بات ممنوع ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو ایسا حادث مانا جائے کہ جو قائم بالذات ہو۔ ہم عدم کے بعد موجود کو حادث کہتے ہیں اور اگر اس کا وجود اور تجدد نہ ہو تو اس کو حادث نہیں کہتے بلکہ اس کو متجدد کہتے ہیں۔ اس طرح اس کی تین اقسام ہیں۔ پہلی قسم احوال ہے اور ان کے تجدد کو ذات باری تعالیٰ میں سوائے ابوالحسین معتزلی کے کسی نے جائز نہیں کہا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ معلومات کے تجدد کے ساتھ اس کے علم میں بھی تجدد ہوتا ہے اور اس بات کو آمدی نے اپنی کتاب "ابکار الافکار" میں ذکر کیا ہے۔ اور امام رازیؒ اپنی کتاب "نهاية العقول" میں لکھتے ہیں کہ معتزلہ نے بھی فرقہ مدرکیہ، سامعیہ، مبصریہ، مریدیہ اور رہبہ کی طرح احوال کے تجدد کے جواز

Marfat.com

میں اختلاف کیا ہے اور جہاں تک ابوالحسین کی بات ہے تو اس نے عالمیات کے تجدد کو اللہ پاک کی ذات میں ثابت کیا ہے۔ دوسری قسم اضافات ہے جس سے مراد نسبت ہے۔ اور عقلاء کا اس کے تجدد کے جواز میں اتفاق ہے۔ یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ عالم کے ساتھ نہ ہونے کے بعد اب اللہ تعالیٰ عالم کے ساتھ موجود ہے۔ تیسری قسم سلوب ہے۔ سلوب سے مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ کو ان باتوں کی طرف منسوب نہ کیا جائے کہ جن کے ساتھ اس کا متصف ہونا محال ہو۔ جس طرح ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جسم، جوہر یا عرض نہیں ہے۔ تو ہمارے اس قول میں سلوب ہے کہ ان سے تجدد ممنوع ہوتا ہے۔ اور اگر ایسا نہ مانا جائے تو لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر حادث کے ساتھ موجود ہے اور یہ معیت اس وقت زوال میں ہوگی جبکہ حادث معدوم ہو جائے گا۔ لہٰذا اس طرح تجدد اللہ تعالیٰ کی صفت سلبی ہے۔ اس کے بعد اس میں بھی اختلاف ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کی ذات حوادث کا محل ہے؟۔ جمہور عقلاء نے اس بات کو ممنوع قرار دیا ہے۔ مجوس نے کہا کہ ہر حادث مکمل صفات کے ساتھ اس سے قائم ہے۔ یعنی یہ بات جائز ہے کہ حادث اور کمالی صفات کا قیام اس سے ہو۔ کرامیہ کا کہنا ہے کہ جائز ہے کہ قیام اس کے ساتھ مطلق طور پر نہ ہو بلکہ اس طرح ہو کہ ہر حادث باری تعالیٰ کا ایجاد میں محتاج ہے۔ اس کے بعد انہوں نے حادث میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ ارادہ ہے اور بعض نے کہا کہ حادث سے مراد اللہ تعالیٰ کا ارشاد "کُنْ" ہے۔ یہ قول یا ارادہ اس کی ذات میں قدیم قدرت کی طرف منسوب ہے اور باقی مخلوقات کی تخلیق ارادے یا قول کی طرف منسوب ہے (ارادہ یا قول اختلاف کی وجہ سے کہا)۔

اس بات پر سب کا اتفاق ہے جو حادث قائم بالذات ہو اس کو حادث اور جو قائم بالذات نہ ہو اس کو محدث کہتے ہیں۔ اور دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے تین وجوہ ہیں۔ ایک یہ کہ اگر حادث کا قیام اپنی ذات کے ساتھ جائز ہو تو اس کا ازلی ہونا جائز ہوگا اور لازم ملازمت کو باطل کرنے والا ہے کیونکہ قابلیت لوازم ذات سے ہے ورنہ امتناع ذاتی سے امتناع مکانی کی طرف پھرنا لازم آئے گا۔ اگر قابلیت لازم نہ ہو بلکہ عارض ہو تو اس صورت میں ذات قابلیت کے عروض سے پہلے مقبول کے قبول کے لیے ممتنع ہوگی اور قابلیت کے عروض کے بعد اس کے قبول کو ممکن ہوگی اور اسی طرح یہ پھرنا لازم آئے گا۔ اگر قابلیت کے ثبوت کے بعد اس کے زوال کو فرض کر لیا جائے تو اس سے امکان ذاتی سے امتناع ذاتی کی طرف انقلاب لازم آئے گا۔ اسی طرح اگر قابلیت کو اس لازم کے لیے معدوم اور ذات

Marfat.com

کے لیے ثابت کیا جائے تو اس صورت میں قابلیت ازلی ہو گی جو کہ ذات پر طاری ہو۔ لہٰذا وہ اس پر صفت زائد ہو گی اور اس وقت ذات کے لیے لازم ہے کہ اس کے لیے اس میں قابلیت ہو۔ لہٰذا اگر وہ قابلیت ذات کے لیے لازم ہے تو پھر یہی بات ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہاں تیسری قابلیت ہو گی اور اس طرح قابلیتوں میں ایک تسلسل شروع ہو گا اور یہ محال ہے۔ اگر وہ قابلیت ذات کے لوازمات سے ہے تو پھر اس کا ذات سے جدا ہونا ممکن نہیں ہو گا ذات کے دوام سے قابلیت کی ازلیت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ازل میں ہی ذات کا حادث کے ساتھ اتصاف جائز ہو کیونکہ یہاں قابلیت کا کوئی مطلب نہیں ہے سوائے اس کے کہ مقبول کے ساتھ متصف ہونے کا جواز ہے۔ لازم کا بطلان یہ ہے کہ قابلیت ایسی ہے کہ جو کہ قابل اور مقبول کا تقاضہ کرتی ہے۔ اور ان کی صحت ازلی طور پر ہی طرفین کی صحت کو لازم کرتی ہے اور اس طرح حادث کے وجود کا صحیح ہونا ازل میں لازم آتا ہے اور یہ خلف ہے۔

اس باب میں دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کمال کی صفات ہیں۔ پس ان کا اس ذات سے جدا ہونا نقص ہے اور اللہ پاک کی ذات میں نقص کا ہونا محال ہے اور اس پر سب کا اجماع ہے۔ لہٰذا اس کی کوئی صفت حادث نہیں ہے ورنہ اس صفت کے حدوث سے پہلے اس کا اس صفت سے خالی ہونا لازم آئے گا۔ اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کسی غیر سے متاثر نہیں ہوتی۔ اس پر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر کوئی حادث اس کے ساتھ قائم ہو اور پھر وہ حادث متاثر ہو جائے کسی غیر کی وجہ سے تو کیا اس میں تغیر نہیں آئے گا؟۔ اس کا جواب ایک تو اس طرح دیا جا سکتا ہے کہ آپ کا ذکر کردہ لازم ذات کی قابلیت کے لزوم سے ہے جو کہ حادث کے وجود کے صحیح ہونے پر ازل سے ہے اور یہ لازم محال نہیں ہے کیونکہ حادث کے وجود کی صحت کے ازلی ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ جو چیز محال ہے وہ یہ ہے کہ حادث کے وجود کا ازلی ہونا ٹھیک ہو اور یہ لازم نہیں ہے کیونکہ ممکن کا ازلی ہونا ازلیت کے ممکن ہونے کو متغیر کرتا ہے اور یہ اس کو مستلزم نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کا ذکر کردہ سوال نقض ہے کیونکہ اگر وہ لازم اور صحیح نہیں ہے تو پھر عالم میں اس کا مثل لازم آتا ہے اور اس عالم میں صفت ایجاد کے ساتھ صرف اللہ کی ذات متصف ہے۔ اس طرح ازل میں قطعی طور پر اس کے وجود کا صحیح ہونا لازم آئے گا۔ تو اس طرح یہ ثابت ہو گا عالم ازلی ہے اور وہ محال ہے لہٰذا آپ کا سوال نقض ہے۔ اگر قابلیت ازلی سے حادث کی ازلیت کا ممکن ہونا لازم آئے تو پھر فاعلیت ازلی سے عالم کے ازلی ہونے کا ممکن ہونا بھی ضرور لازم آئے گا۔ لہٰذا قابلیت کو

Marfat.com

ذات کی لازمی صفت نہیں کہا جائے گا لہذا فاعلیت کے بغیر ہی مقبول کی ازلیت کا ممکن ہونا لازم آئے گا۔ پس بے شک یہ صفت غیر لازمہ ہے لہذا مفعول کی ازلیت کا ممکن ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ کلام فعل کی قابلیت میں ہے۔ اور تاثیر ایک ازلی چیز ہے جیسا کہ ہم نے اس طرف اشارہ بھی کیا ہے۔ لہذا مفعول کی ازلیت ہونا لازم آئے گا نہ کہ بالفعل فاعلیت حاصلہ کا۔

اس سوال کا جواب دوسرے لحاظ سے یوں دیا جا سکتا ہے کہ اس طرح کہا جائے کہ ایسا جائز کیوں نہیں ہے اس کی تمام صفات آپس میں ملی ہوئی ہوں کہ جن کی کوئی انتہاء نہ ہو اور ان کی بقاء اور اجتماع ممکن نہ ہو اور ان میں سے ہر لاحق سابق کے ساتھ مشروط ہو قیاس کرتے ہوئے حرکات فلکیہ پر حکماء کے مطابق۔ لہذا اس صورت میں کمال منتقل نہیں ہو گا مگر ایک دوسرے کمال ہی کی طرف جو کہ اس کے بعد ہے اور یہ بات ایک دوسرے سے لاحق امور مشترک کے خلو کو لازم نہیں آتی۔ اور خلو کا حکم لگانا بقاء ممتنع ہے۔ ہم اس کی مثل سے خلو کے ممنوع کو تسلیم نہیں کرتے کہ جس سے بقاء ممنوع ہو جائے کیونکہ ممنوع تو وہ خلو ہوتا ہے جو کمال سے خلو ہو اور بقاء کو ممکن کرے اور جہاں تک یہ بات ہے کہ اگر وہ اس سے خلو نہ ہو تو اس کے غیر کا حصول ممکن نہ ہو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں غیر متناہی کمال لازم آتے ہیں اور ان تمام کا مفقود کرنا لا متناہی کمال کے حاصل کرنے کے لیے ہے اور وہ ہی حقیقی کمال ہے۔ تیسرے اعتبار سے اس سوال کا جواب اس طرح ممکن ہے کہ اگر تیری مراد اللہ کے غیر سے متاثر ہونے سے یہ ہو کہ وہ اب اس کے لیے ایک ایسی صفت کا حصول ہوا ہے کہ جو پہلے نہ تھی تو پھر تو یہ پہلے سوال کی طرح ہو گیا ہے لہذا اب حادث کا قیام اس کی ذات کے ساتھ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ لہذا اب یہ کہنا ہی تیرا دعویٰ بن گیا کہ اللہ پاک کسی سے بھی متاثر نہیں ہوتا تو یہ مصادرہ علی المطلوب ہے۔ اور اگر تو کہے کہ میری مراد یہ تھی کہ یہ صفت اس کو کسی اور فاعل سے حاصل ہوئی ہے تو یہ بات بھی ممنوع ہے۔ پس بے شک یہ بات صفت حادثہ کے قیام سے لازم ہے۔ اس کے جواز کی وجہ سے اس کا حصول اس کی ذات میں اس کے تقاضے سے ہو یا تو وجوب کے طور پہ یا پھر اختیار کے طور پہ۔

کبھی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر حادث کا قیام اس کی ذات کے ساتھ ہے تو پھر وہ نہ اس سے اور نہ ہی اس کی ضد سے خالی ہو گا اور حادث کی ضد بھی حادث ہی ہوتی ہے لہذا جو حادث سے خالی نہ ہو وہ خود بھی حادث ہی ہوتا ہے۔ اس استدلال کی بنیاد چار باتوں پہ ہے۔ اوّل یہ کہ ہر صفت حادثہ کی ضد ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ حادث کی ضد حادث ہے۔ سوم یہ کہ ذات یہ ہے کہ کسی چیز سے اس

Marfat.com

کی ضد جدا نہ ہو۔ چہارم یہ کہ جو حادث سے جدا نہ ہو وہ خود بھی حادث ہے۔ ان مقدمات میں سے پہلے تین مقدمات بہت مشکل ہیں کیونکہ ان پہ کوئی دلیل نہیں ہے لہذا ان سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ اور جہاں تک چوتھی بات کا تعلق ہے تو جب مکمل ہوگی تو دلیل بھی مکمل ہوگی۔ اس بات سے صفات کے متلاحق ہونے والی بات کا بھی دفاع ہو گیا۔ مخالف نے اس پر تین اعتبار سے استدلال کیا ہے۔ اوّل اس طرح کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ پاک کی ذات متکلم، سمیع اور بصیر ہے اور یہ امور اسی وقت پائے جائیں گے جب مسموع، مبصر اور مخاطب پایا جائے گا۔ یہ سب حادث ہیں۔ لہذا اس طرح ان صفات کا حادث ہونا بھی لازم آئے گا کہ جن کا قیام اس ذات کے ساتھ ہے۔ ہم اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ یہاں جو تعلق ہے وہ حادث ہے اور تعلق اضافات میں شمار ہوتا ہے پس اس کا تجدد لازم آئے گا اور تغیر جبکہ ہماری گفتگو قدیم کے بارے میں ہے جو کہ قائم بالذات ہے اور وہ مخاطب کے وجود پر موقوف نہیں ہے اس طرح سمع، بصر، ارادہ اور کراہت کا حال ہے۔ دوسرا اعتبار ان کے استدلال کا یہ ہے کہ اس کے ساتھ قیام کا مصحح یا تو صفت ہوگا کہ پس وہ مصحح حادث کو عام ہوگا یا پھر قدم کی صفت کے ساتھ ایک صفت ہوگا کہ وہ عدم کے ساتھ غیر مسبوق ہوگا۔ اور یہ بات سلب ہے کہ یہ صحیح ہونے میں موثر کے لیے جزوی طور پر بھی صحیح نہیں ہے لہذا اس صورت میں پہلے کا تعین ہوگا لہذا اس صورت میں اس کے ساتھ صفت حادث کا قیام صحیح ہو جائے گا۔ ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ قیام کو صحیح قرار دینے والی چیز صفت قدیم کی حقیقت ہے جو کہ صفت حادثہ کی حقیقت کے خلاف ہے لہذا اس طرح صحت کا اشتراک لازم نہیں ہوتا۔

تیسرا اعتبار ان کے استدلال کا یہ کہ اللہ تعالیٰ عالم کا مخالف ہے بعد اسی کے نہ ہونے کے اور جب عالم پایا گیا تو اس کا جاننے والا بن گیا بعد اس کے کہ وہ جاننے والا تھا کہ عنقریب عالم پایا جائے گا، لہذا اس صورت میں خالقیت اور عالمیت کی صفات کا حادث ہونا ظاہر ہے۔ ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہاں بھی تغیر اضافات میں آرہا ہے۔ علم ایک حقیقی صفت ہے اس کا تعلق معلوم کے ساتھ ہے اور معلوم کے تغیر کے ساتھ اس تعلق میں تغیر آئے گا۔ اسی طرح صفت خالقیت کا حال ہے کہ اس کا تعلق مخلوق کے ساتھ ہے نہ کہ اپنے آپ کے ساتھ۔ فرقہ کرامیہ کا کہنا ہے کہ اکثر عقلاء اس مسلک میں ہمارے ساتھ اتفاق کرتے ہیں اگرچہ وہ زبان سے اس کا انکار بھی کریں۔ فرقہ جبائیہ کا کہنا ہے کہ ارادہ اور کراہت حادث ہیں، محل میں نہیں ہیں اور مزید یہ اور

Marfat.com

کارہیہ اس کی ذات میں حادث ہونے کے قائل ہیں۔ اس طرح سامعیہ اور مبصریہ، مسموع اور مبصر کے حدوث سے حادث ہیں۔ ابوالحسین علوم کو متجدد ثابت کرتا ہے اور اشعریہ نسخ کو ثابت کرتے ہیں وہ یا تو قائم بالذات کے حکم کو اٹھانا ہے یا پھر اس کی انتہاء ہے اور چونکہ ان دونوں کا وجود عدم کے بعد ہے لہٰذا وہ حادث ہیں۔ فلاسفہ اضافات کو ثابت کرتے ہیں۔ یعنی وہ کہتے ہیں کہ اس کا وجود خارج میں ہے ساتھ معیت اور قبلیت کے عروض کے جو کہ اس ذات باری تعالیٰ کے لیے متجدد ہیں۔ اسی طرح وہ حوادث کے ساتھ قیام کا مذہب بھی رکھتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ اضافات میں تغیر جائز ہے۔ شعراء کی مراد یہ ہے کہ حکم کا تعلق اسی پہ ختم ہے یا اسی سے شروع ہے۔ اسی طرح ابوالحسین جبائی کی مراد یہ ہے کہ علم، مریدیت اور کارہیت کا تعلق متجدد ہوتا ہے۔ یا پھر ہم کہتے ہیں کہ ان سب کا مذہب یہ ہے کہ تجدد اس کی ذات کے احوال میں ہوتا ہے اس پر میں نے پہلے بھی تنبیہ کی ہے اور حکماء ہر اضافت کو ثابت نہیں کرتے، پس ہم پر معیت اور قبلیت وغیرہ کا الزام نہیں آتا۔ کیونکہ یہ وجود نہیں بلکہ اضافات ہیں۔

تنبیہ: مخالف کے استدلال کو دور کرنے کے لیے بہترین ضابطہ یہ کہ ہم یہ کہیں کہ صفات کی تین اقسام ہوتی ہے۔ ایک حقیقت محض مثلاً سیاہ، سفید، وجود اور زندگی۔ دوم حقیقت ذات اضافی مثلاً علم اور قدرت۔ سوم اضافیت محض مثلاً معیت اور قبلیت۔ اور اس میں اس کی سلبی صفات بھی ہیں۔ لہٰذا پہلی قسم میں مطلق طور پر تغیر کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا۔ اور تیسری قسم میں مطلق جائز ہے۔ اور دوسری قسم میں تغیر کی نسبت ذات کی طرف کرنا جائز نہیں ہے مگر تعلق کی طرف کر سکتے ہیں۔

ساتواں مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو عوارض محسوسہ میں کسی بھی باطنی یا ظاہری حس کے ساتھ متصف نہیں کیا جا سکتا مثلاً ذائقہ، رنگ، بو یا دُکھ۔ اور اس طرح لذت حسی کے ساتھ اور باقی نفسانی کیفیات مثلاً بغض، کینہ، خوف وغیرہ کے ساتھ بھی اس کو متصف نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ باتیں مزاج کو مستلزم کرتی ہیں جو کہ وجود ذاتی کی نفی کرتا ہے۔ جہاں تک لذت عقلی کا تعلق ہے تو تمام ملتوں نے اس کی نفی کی جبکہ فلسفیوں نے اس کو ثابت کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ لذت ملائم کے ادراک کا نام ہے لہٰذا اگر کوئی اپنی ذات میں کمال پاتا ہے تو وہ اس کی لذت بھی محسوس کرتا ہے۔ یہ ضروری ہے اور دل بھی اس کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کا کمال سب سے اعلیٰ اور اس کا ادراک

Marfat.com

سب ادراکوں سے بہتر ہے، لہٰذا واجب ہوا کہ اس کی لذت بھی لذتوں سے قوی تر ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ لذت نفس ادراک کا نام ہے۔ اور اگر یہ لذت کا سبب ہو تو پھر کبھی ایسا بھی ہو کہ اس کی ذات لذت کو قبول کرنے والی نہ ہو۔ اور سبب کا پایا جانا مسبب کے پائے جانے کے لیے کافی نہیں ہے۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس کی ذات لذت کو قبول کرنے والی ہے تو پھر تم یہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ ہمارا ادراک حقیقت میں اس کے ادراک کے مثل ہے یہاں تک کہ وہ بھی اسی طرح لذت کا سبب ہوتا ہے جس طرح ہمارا ادراک۔

اس نے اپنے آپ کو اپنی شان کے مطابق سب سے منفرد کیا ہے۔ اور یہی ایک مقصد ہے کہ دو معبودوں کا وجود ممنوع ہے۔ حکماء کا کہنا یہ ہے کہ دو ایسے موجودوں کا وجود ممنوع ہے کہ جن میں سے ہر ایک واجب الوجود ہو اور یہ دو طرح سے ہے۔ ایک اس طرح کہ اگر دو واجب پائے جائیں جبکہ پہلے گزر چکا ہے کہ وجوب نفس ماہیت ہے تو تعین کے لحاظ سے وہ دونوں متمیز ہوں گے کیونکہ ثنویت ممنوع ہے اس کے تشارک کے ساتھ جو مکمل ماہیت میں ہو بغیر اس امتیاز کے جو ان دونوں متشارکین میں سے ہر ایک کی ہویت میں داخل تعین کے ساتھ ہو۔ کیونکہ اس طرح تعین ممیز اور ماہیت مشترکہ میں سے ہر ایک کی ہویت کی ترکیب لازم آتی ہے اور یہ محال ہے کیونکہ اس طرح کسی کا بھی واجب نہ ہونا لازم آتا ہے اور مقدر اس کے خلاف ہے۔ یہ وجہ اس بات پر مبنی ہے کہ واجب وجود ہوتا کیونکہ اس وقت وہ نفس ماہیت ہوتا ہے اور اگر یہ بات ان کے لیے صحیح ہے تو پھر ان کا استدلال مکمل ہوگا اور ان کو وہ مقصد حاصل ہو گیا جس کا انہوں نے ارداہ کیا تھا اور واجب کا ان کے ثبوت کے مقدر پر نفس ماہیت ممنوع ہونا ممکن نہ ہوا اور نہ ہی تعین کا امر ثبوتی ہونا ممنوع ہوا تاکہ اس وقت ترکیب لازم نہ آئے اور ان دونوں کا ممنوع ہونا ممکن نہیں ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ وجوب جو کہ ماہیت واجب کا نفس ہے وہ ایک ایسے تعین کا تقاضہ کرتا ہے کہ جس کو اس سے ضم کیا جا سکے۔ اور اگر ایسا نہ ہوا تو وہ مستلزم ہوگا اور تعین وجوب کا تقاضہ کرے گا تو اس طرح وجوب کی تعین سے تاخیر لازم آئے گی اور اس طرح دور لازم آئے گا کیونکہ وجوب ذاتی وہ ہوتا ہے جو ذات کا عین ہوتا ہے اور واجب ہے کہ وہ اپنے علاوہ تمام سے مقدم ہو۔ یا وہ مستلزم نہیں ہوگا اور کسی چیز کا تقاضہ بھی نہیں کرے گا لہٰذا اس صورت میں ان کا جدا ہونا بھی جائز ہے کیونکہ یہ بات محال ہے کہ وہاں کوئی تیسرا امر بھی ہوگا جو کہ ان دونوں کا اکٹھا تقاضا کرے یہاں

Marfat.com

تک کہ وہ اس کی وجہ سے لازم آئیں۔ پس وجوب بلا تعین جائز ہو اور وہ محال ہے کیونکہ یہ بات مشکل ہے کہ کوئی بھی چیز تعین کے بغیر پائی جائے۔ اور تعین بلا وجوب کے پایا جا سکتا ہے لہذا یہ موجود تعین واجب الوجود نہ ہوگا کیونکہ واجب بغیر واجب کے ممتنع ہے۔ اس طرح اس کی بنیاد بھی اس پر ہے کہ واجب ثبوتی ہے تا کہ اس کا نفس ماہیت ہونا تحقق ہو جائے۔ اور دوسری یہ کہ اگر واجب تعین کا تقاضہ کرے گا تو تعدد ممتنع ہوگا اور جب یہ بات معلوم ہے کہ ماہیت اپنے تعین کا تقاضہ کرتی ہے تو اس کی تمام انواع ایک ہی شخص میں منحصر کر جائیں گی اور اسی وجہ سے متعارض نہ ہوگی۔ متکلمین کا توحید کے بارے میں یہ کہنا ہے کہ ایسے دو معبودوں کا پایا جانا ممتنع ہے جو کہ الوہیت کی شرائط کے جامع ہوں۔ اس کی بھی دو جہتیں ہیں۔ ایک یہ جہت ہے کہ اگر دو معبود پائے جائیں جو کمال پر قدرت رکھتے ہوں تو پھر مقدورات کی نسبت ان دونوں کی طرف ہوگی۔ برابر ہے کہ ان ذات قدرت کا تقاضہ کرے یا مقدوریت کا کیونکہ وجوب اور امتناع دونوں مقدوریت کا حیلہ کرتے ہیں۔ لہذا ہر مقدور اور ان دونوں کے درمیان نسبت برابر ہو جائے گی اور اب اس معین مقدور کا وقوع یا تو ان دونوں سے ہوگا جو کہ باطل ہے یا پھر ان میں ایک سے اور اس صورت میں مرجح کے بغیر ترجیح لازم آئے گی۔ اگر معبود مقدر ہو جائیں تو پھر ممکنات میں سے کوئی چیز نہ پائی جائے کیونکہ دو محالوں میں ایک کو وہ مستلزم ہوگا۔ یا تو مقدور کا وقوع دونوں قادروں کے درمیان ہوگا یا پھر ایک کے ضد کی وجہ سے دوسرے کے ساتھ ہوگا یا ایک سے ممتنع ہونے کی وجہ سے اور یہ دونوں باتیں محال ہیں۔ اوّل اس وجہ سے کہ ہم اس کے ارادے کا وقوع فرض کریں کیونکہ ممکن یہ ہے کہ اس کے وقوع کو فرض کر لینے سے محال لازم نہ آئے تو پھر یا تو ان دونوں کا وقوع اکٹھا لازم آئے گا، تو اس طرح دو ضدوں کا اجتماع ہو جائے گا یا پھر اکٹھا وقوع لازم نہ آئے گا۔ اس طرح ان دونوں کا ارتفاع لازم آئے گا اور اس طرح یہ لازم آئے گا کہ وہ اپنے ارادے کو حاصل کرنے سے عاجز رہیں اور اسی طرح ان دونوں کے اجتماع سے بھی لازم آتا ہے کیونکہ ان دونوں کی مراد کے وقوع سے مانع دوسرے کی مراد کا حاصل ہونا ہے جو کہ اس پر قادر نہیں ہے اور جب دونوں کی مراد ممتنع ہو گئی تو اس طرح دونوں کی مراد اکٹھی حاصل ہوگئی اور یہ خلف ہے۔ اسی طرح اگر ہم فرض کریں جو ہم نے دو ضدوں میں ذکر کیا جو کہ اکٹھی رفع نہیں ہو سکتی مثلاً جسم کی حرکت اور اس کا سکون تو اس طرح بھی لازم آئے گا جو یہ ہے کہ ان دونوں کا یک دم مرتفع ہو جانا اور ایک کے علاوہ دوسرے

سے وقوع کہ جس کی مراد وہ وقوع نہیں ہے تو یہ مکمل قادر نہ ہوگا تو اس طرح وہ معبود تو نہ ہوا۔

دوسری جہت اس مسئلے میں یہ ہے کہ دوسرے کا ارادہ اس کی ضد کو مانع ہو تو یہ اس لیے کہ وہ چیز کہ جس نے دوسرے کے ارادے کے تعلق کو ممتنع قرار دیا ہے وہ لذاتہ ممکن ہے کہ دونوں معبودوں کی قدرت کا تعلق اور اس کے ساتھ اس کا ارادہ۔ پس وہ جو ممتنع ہے وہ اس کی قدرت اور ارادے کا تعلق ہے اور مانع دوسرے کی قدرت اور ارادے کا تعلق ہے لہذا اس طرح یہ عاجز ہونے کی وجہ سے معبود نہ ہوگا اور یہ خلف ہے کیونکہ خلاف مقدور ہے۔ پہلے گزر چکا ہے کہ دلائل نقلیہ کے ساتھ وحدانیت کا ثبوت کرنا ممکن ہے کیونکہ ان کی صحبت توحید پر موقوف نہیں ہے۔ جان لے کہ اس مسئلہ میں سوائے ثنویہ کے کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ فرقہ وثنیہ کا اختلاف نہیں ہے کیونکہ وہ یہ نہیں کہتے کہ دو واجب الوجود معبود ہیں اور نہ ہی انہوں نے بتوں کو الوہیت کی صفات کے ساتھ متصف ٹھہرایا ہے اگر چہ وہ ان پر الوہیت کا اطلاق کرتے ہیں بلکہ ان کو اس معنی میں لیتے ہیں کہ وہ انبیاء نیک لوگ، فرشتے اور ستاروں کی مثل ہیں اور یہ پھر سوچ کر وہ عبادت کے طور پر ان کی تعظیم کرنے لگے تا کہ یہ معبود حقیقی تک ان کا وسیلہ بن جائیں۔ جہاں تک فرقہ ثنویہ کا تعلق ہے تو ان کا کہنا ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس دنیا میں خیر اور شر دونوں کثرت میں موجود ہیں اور ایک ہی معبود سے بھلائی اور برائی کا وجود ممکن نہیں ہے۔ لہذا ان دونوں کا الگ الگ فاعل ہونا چاہیے۔

ثنویہ کے دو اور فرقے ہیں ایک مانویہ اور دوسرا دیصانیہ۔ ان کا قول یہ ہے کہ بھلائی کا فاعل نور ہے اور ظلمت برائی کا فاعل ہے۔ ان کی دلیل کا فاسد ہونا ظاہر ہے کیونکہ یہ دونوں عرض ہیں لہذا اس طرح جسم کا قدیم ہونا لازم آئے گا اور پھر معبود اس کا محتاج ہوگا۔ ایسا لگتا ہے کہ ان کی مراد کوئی دوسرا معنی تھا جو کہ معروف نہیں ہو سکا۔ وہ کہتے ہیں کہ نور زندہ ہے، عالم ہے، قادر ہے، بصیر ہے۔ مجوسیوں کا مذہب یہ ہے کہ بھلائی کا فاعل یزدان ہے اور برائی کا فاعل اہرمن ہے اور اس کو شیطان بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات ہم تسلیم نہیں کرتے۔ ان کا یہ قول کہ ایک ہی فاعل خیر اور شر کا فاعل نہیں ہو سکتا اس معنی میں کہ خیر اور شر کثرت سے پائی جائیں مگر یہ کہ خیر سے مراد وہ ہو کہ جس کی خیر اس کے شر پر غالب ہو اور اسی طرح شر یہ سے مراد وہ ہو کہ جس کی شر اس کی خیر پر غالب ہو اور لغت کا ظاہر بھی یہی ہے۔ لہذا اس وقت وہ ایک میں جمع نہ ہوں گی لیکن غیر میں جو کہ اس سے لازم آئے جو ذکر کیا گیا بلکہ اس سے لازم وہ معنی ہے کہ

Marfat.com

جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے لہذا جولازم نہیں ہے اس کا باطل کرنا بے فائدہ ہے۔ پھر اس تنزل اور منع کے بعد ان کو خیر کہا جاتا ہے اگر وہ شریر کے شر کو دور کرنے پر قادر ہو اور اگر شر کو دور نہ کر سکے تو پھر خود شریر کہلائے گا۔ تو اس صورت میں وہ بعض ممکنات سے عاجز ہو گا لہذا وہ معبود بننے کی صلاحیت نہیں رکھے گا۔ جب ایسا ہے تو پھر دو معبود نہیں پائے جائیں گے جیسا تم نے ذکر کیا۔ لہذا ہم نے ان کے سوالات کے جوابات اس طریقے سے دیئے تو نتیجہ کے اعتبار سے حسین اور قناعت کے اعتبار سے کثیر ہیں۔

رویت باری تعالیٰ کا بیان

آیات کی روشنی میں:

اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

۱۔ مَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَاءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ (جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو وہ خبردار رہے کہ وہ وقت آنے والا ہے)۔

۲۔ مَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدً" (جو اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے)۔

۳۔ ءَ لَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا (کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے بادلوں کو کس طرح کھینچا اور اگر وہ چاہتا تو اس کو ساکن کر دیتا اور پھر اس پہ سورج کو دلیل بنایا اور پھر ہم اس کو بتدریج اپنی طرف بڑی آہستگی کے ساتھ کھینچ لیں گے)۔

۴۔ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ" یہاں زِيَادَة" سے مراد اللہ کو دیکھنا ہے۔

۵۔ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (ان لوگوں کو مت دور کریں کہ جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں اس کا ارادہ کرتے ہوئے)۔ اس آیت کے بارے میں مفسرین نے کہا ہے کہ يُرِيْدُوْنَ رُؤْيَةَ ذَاتِهٖ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا چاہتے ہیں۔

Marfat.com

۶۔ وُجُوہ" یَوْمَئِذٍ نَاضِرَۃ" اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃ" (کتنے ہی چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اس سبب سے کہ وہ اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے)۔

احادیث کی روشنی میں:

اس طرح نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

۱۔ اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ کَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ (تم لوگ عنقریب اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے کہ جس طرح تم چودھویں کے چاند کو دیکھتے ہو)۔ یہ مشہور حدیث ہے اور اس کو اکیس (۲۱) صحابہ کرامؓ نے روایت کیا ہے۔

۲۔ اسی طرح ایک اور حدیث ہے اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ (اپنے رب کی اس طرح سے عبادت کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ سکتے تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے)۔

۳۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اَجِیْعُوْا بُطُوْنَکُمْ وَاظْمَئُوْا اَکْبَادَکُمْ وَاعْرُوْا اَجْسَادَکُمْ لَعَلَّکُمْ تَرَوْنَ اللّٰہَ فِیْ قُلُوْبِکُمْ (اپنے پیٹ بھوکے رکھو، اپنے جگر پیاسے رکھو، اپنے جسم لاغر و کمزور رکھو شاید اس طرح تم لوگ اپنے دلوں میں اللہ کی ذات کو دیکھ سکو)۔

اقوال:

۱۔ امیر المومنین حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا کہ اِنْ لَّمْ اَرَہٗ لَمْ اَعْبُدْہٗ یعنی اگر میں اس کو نہ دیکھتا تو اس کی عبادت نہ کرتا۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ فِیْ حَالَۃِ الطَّوَافِ کُنَّا نَتَرَی اللّٰہَ کہ ہم حالت طواف میں اللہ کو دیکھا کرتے تھے۔

۳۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی کتاب فقہ اکبر کی شرح میں حضرت ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ آیا اولیاء کرام اس دنیا میں سر کی آنکھوں سے اللہ کو دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟۔ اکثر نے اس بات کا اثبات کیا ہے جبکہ کچھ دوسروں نے اس کی نفی کی ہے۔ اکثر نے رویت باری تعالیٰ کا نبی پاک ﷺ کے لیے سر کی آنکھوں سے معراج کی رات اثبات کیا ہے اس دنیا میں۔

۴۔ شیخ قونویؒ نے نبی پاک ﷺ کے علاوہ کے لیے بھی رویت کا اقرار کرتے ہیں اور

Marfat.com

فرماتے

ہیں کہ اگر کوئی اس طرح کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کی تاویل ممکن ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ اَلاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاکَ۔ اور اس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا یہ قول بھی تائید کرتا ہے کہ فِیْ حَالَةِ الطَّوَافِ کُنَّا نَرَی اللّٰهَ۔

۵۔ ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ اور ابوشامہ سے روایت ہے کہ دنیا میں رویت باری تعالیٰ کا دعویٰ کرنے والے پر قذف کی حد نہیں لگائی جائے گی۔ کیونکہ رویت باری تعالیٰ کا دنیا میں دعویٰ کرنے کی وجہ سے قذف کی حد لگانا اور اس پر اقدام تکفیر کرنا صرف تعصب ہی ہے۔ اور اگر کوئی رویت کا اس طریق پر دعویٰ کرتا ہے کہ جو مکان، جہت، ہیئت، مسافت اور دنیا کے کسی بھی دوسری مثال پر مشتمل ہو تو وہ کافر ہے۔

لیکن رویت کا دعویٰ (دنیا کے مثالی اجسام سے) تنزیہہ کے ساتھ ہو تو پھر کفر کا فتویٰ نہ لگایا جائے۔ نبی پاک ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ رَاَیْتُ رَبِّیْ فِی الْمَنَامِ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ کہ میں نے رب کو خواب میں بہت اچھی صورت میں دیکھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ نوجوان کی صورت میں دیکھا۔ لہذا امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو سونے کی خاص کیفیت میں خواب میں دیکھا کیونکہ رویت خیال کے تصرفات سے ہے اور عالم مثالی میں خیالی صورتوں سے جدا نہیں ہے۔ اور ہمارے مشائخ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں تجلی فرمائے گا۔ اس بحث سے بہت سے اشکال زائل ہو جاتے ہیں۔ اور جہاں تک قاضی خان کی گفتگو کا تعلق ہے تو اس کے جواب میں اپنی کتاب "المرقات شرح مشکوۃ" میں دے چکا ہوں۔

بیضاوی شریف میں مصنف نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں **الحمدللہ** سے **ایاک نعبد** تک عارف کے حال کے مبادیات بیان کیے ہیں جو کہ ذکر، فکر اور نظر سے لے کر برہان وصفات تک ہیں جو کہ وصال کے سمندر میں ہی مشغول نہ ہوئے (بلکہ آگے نکل گئے) اور اب اس کو کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بھی ان مقرب واصلین میں سے ایک کر دے کہ جنھوں نے صرف آیات سنی نہیں بلکہ آنکھوں سے دیکھا بھی ہے۔

کاتب الحروف کا کہنا ہے کہ ان آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور اقوال فقہاء سے معلوم ہوتا ہے کہ

Marfat.com

اس دنیا میں رویت باری تعالیٰ اولیا کے لئے بھی جائز ہے۔ اس طرح بہت سے سوال ختم ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ تم رویت کو انبیاء کے علاوہ دوسروں کے لیے ثابت کرو گے تو اس طرح تم ان کو انبیاء پر فضیلت دے دو گے۔ لیکن یہ سوال محض تعصب پر مبنی ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ہر نبی اور اس کی امت ایک فضل کے ساتھ مختص ہے جیسا کہ کلام حضرت موسیٰ اور موسویوں کے ساتھ خاص ہے۔ اسی طرح رویت حضرت محمد ﷺ اور محمدیوں کے ساتھ خاص ہے۔ اور اگر لوگ رویت باری تعالیٰ کو امت محمد ﷺ کے اولیاء کے لئے جائز سمجھیں تب بھی ہمارا مدعا حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ مشاہدہ قلبی میں تو سب کا اتفاق ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو یہ نعمت عطاء فرمائے۔ آمین!

شرح عقائد میں ہے کہ رویت باری تعالیٰ کا مطلب آنکھ سے اس کا مکمل انکشاف ہے۔ اور اس کا مطلب ہے حاسہ بصر (یعنی سر کی آنکھ) سے کسی چیز کا اس طرح ادراک کرنا کہ جس طرح وہ ہے۔ جیسا کہ مکمل چاند پر نظر ڈالیں اور پھر آنکھ بند کر لیں تو اس بات میں کوئی خفاء نہیں ہے کہ چاند ان دونوں حالتوں میں موجود ہے مگر کھلی آنکھ سے وہ زیادہ منکشف ہوتا ہے۔ اور اس لحاظ سے جو مخصوص حالت ہم کو حاصل ہوتی ہے اسی کا نام رویت ہے۔ اور وہ عقلی اعتبار سے بھی ممکن ہے۔ کیونکہ وہ طبعی طور پر بھی اس کے محال ہونے کا حکم نہیں لگاتی جب تک کہ اس کے پاس اس کے محال ہونے کی کوئی دلیل نہ آ جائے اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس کے محال ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے تو لہذا اب دلیل لانا اس کے ذمہ ہے کہ جو اس کو محال کہتا ہے۔

اور اہل حق نے رویت باری تعالیٰ کے اثبات میں عقلی اور نقلی دونوں طرح کے دلائل دیئے ہیں۔ عقلی دلائل میں سے یہ کہ ہم کو اعراض اور اعیان کی رویت کا یقین ہے اور ہم اس وجہ سے مختلف جسموں اور اعراض کے درمیان بدیہی طور پر فرق کرتے ہیں۔ حکم مشترک کے لئے ایک مشترکہ علت کا ہونا ضروری ہے اور وہ موجود ہے۔ حدث ہے یا امکان، ان تین کے علاوہ چوتھی کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ ان دونوں کے درمیان مشترکہ علت ہو۔ حدوث سے مراد وجود بعد العدم ہے اور امکان سے مراد وجود اور عدم کا ضروری نہ ہونا ہے۔ اور جب علت ہونے میں عدم کا کوئی دخل نہیں ہے تو وجود خود بخود متعین ہو جائے گا اور وجود صانع اور اس کے غیر کے درمیان مشترک ہے تو امکان کی علت یعنی وجود ثابت ہونے کی وجہ سے رویت باری تعالیٰ کا ممکن ہونا ثابت ہو جائے۔ جبکہ رویت کا محال ہونا ممکن کے کسی خواص کا شرط ہونا یا واجب کے کسی خواص کا مانع ہونا

Marfat.com

موقوف رہے گا۔ اسی طرح تمام موجودات مثلاً اصوات، طعوم اور روائح کا نظر آنا بھی ممکن ہے اور وہ اگر نظر نہیں آتیں تو صرف اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی رویت بندے میں پیدا ہی نہیں کی نہ کہ اس وجہ سے نظر نہیں آتیں کہ ان کا دیکھنا محال ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ عدمی صحت ہے لہذا وہ کسی علت کا تقاضا نہیں کرے گی۔ اگر یہ اعتراض مان لیا جائے تو پھر واحد بالنوع کی مختلف علتیں ہو سکتی ہیں جس طرح کہ گرمی کی علت سورج بھی ہے اور آگ بھی ہے لہذا وہ علت مشترکہ کا تقاضہ نہ کرے گی۔ اگر یہ بات مان لی جائے تو ایک عدمی دوسرے عدمی کیلئے علت بن سکتا ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے تو وجود کا مشترک ہونا ہمیں تسلیم نہیں ہے کیونکہ ہر چیز کا وجود اس کا عین ہوتا ہے۔ اس اعتراض کا جواب یہ کہ رویت سے ہماری مراد وہ چیز ہے کہ رویت کے متعلق یعنی قابل ہو۔ اور اس کے وجودی ہونے کے لازم ہونے میں کوئی خفا نہیں ہے۔ پھر یہ بات جائز نہیں کہ جسم اور عرض کی خصوصیت ہو کیونکہ اگر ہم دور سے کوئی ڈھانچہ دیکھیں اور پہلے پہل ہمیں صرف اس ڈھانچے کے ہونے کا ادراک ہو گا یعنی یہ ادراک نہیں ہوگا کہ وہ جوہر ہے، عرض ہے، گھوڑا ہے یا پھر انسان؟۔ اس کو ایک مرتبہ دیکھنے کے بعد بھی اس میں پائے جانے والے جواہر اور اعراض کی تفصیل پر کبھی قدرت ہوتی ہے اور کبھی نہیں بھی ہوتی۔ پس رویت کا متعلق اس چیز کی ہویت (ہونا) ہے اور یہی وجود ہے اور اس کا مشترک ہونا ضروری ہے۔ اور اس میں غور وفکر کی ضرورت ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ رویت کا متعلق جسمیت ہو اور وہ اعراض ہوں جو کہ جسمیت کے تابع ہیں کسی خصوصیت کا اعتبار کیے بغیر۔

اس باب میں دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ کہہ کر اللہ تعالیٰ سے رویت کی درخواست کی۔ تو اگر رویت باری تعالیٰ محال ہو تو یہ درخواست ان (حضرت موسیٰ) کے جاہل ہونے کو مستلزم ہوگی کہ ان کو یہ بھی پتا نہیں کہ کیا جائز ہے اور کیا ناجائز ہے؟۔ یا پھر ان کی یہ درخواست بے وقوفی، عبث یا طلب محال کو لازم آئے گی اور اللہ کے تمام انبیاء ان عیبوں سے پاک ہیں۔ (لہذا رویت ثابت ہوگی) اور پھر اللہ تعالیٰ نے (ان کی درخواست پہ) رویت کو پہاڑ کے ٹھہر جانے پر معلق فرمایا جو کہ ممکن ہے اور جو امر ممکن پر معلق ہو وہ خود بھی ممکن ہوتا ہے کیونکہ اس سے یہ خبر ملتی ہے کہ معلق بہ کے ثابت ہونے پہ معلق بھی ثابت ہو جائے گا۔ حالانکہ جو چیز محال ہوتی ہے وہ ممکنہ صورتوں میں کسی صورت پر بھی ثابت نہیں ہوتی۔

Marfat.com

ان دونوں دلیلوں پر چند ایک اعتراض ہیں۔ان میں مضبوط ترین اعتراض یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے یہ درخواست اپنی قوم کی خاطر کی تھی کیونکہ انہوں نے کہا تھا کہ ہم لوگ آپ پہ اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہم اللہ کو نہ دیکھ لیں ۔تو حضرت موسیٰ نے درخواست ان کو بتانے کے لیے کی تا کہ وہ بھی رویت کا محال ہونا جان سکیں جس طرح کہ ان (حضرت موسیٰ) کو معلوم ہے۔ایک اعتراض یہ کہ ہم نہیں مانتے کہ رویت کا معلق علیہ ہونا ممکن ہے بلکہ معلق علیہ یہ ہے کہ پہاڑ حرکت کی حالت میں ساکن ہو جائے اور یہ بات محال ہے (لہذا رویت محال ہے)۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک خلاف ظاہر ہے اور ان کے ارتکاب کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اگر وہ لوگ مومن تھے تو ان کو حضرت موسیٰ کا اتنا کہہ دینا کافی تھا کہ رویت محال ہے (لہذا وہ سوال نہ کرتے) اور اگر وہ لوگ کافر تھے تو وہ رویت کے محال ہونے میں ان کی تصدیق نہ کرتے لہذا ہر صورت میں سوال کرنا عبث ہوتا۔دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حرکت کی حالت میں بھی استقرار اور سکون ممکن ہے۔اس طرح کہ حرکت کی بجائے پہاڑ پہ سکون طاری ہو جائے۔محال حرکت کی حالت میں سکون نہیں بلکہ سکون اور حرکت کا جمع ہونا محال ہے۔

رویت باری پر نقلی دلائل بھی ہیں کہ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مومن آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے۔جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ "وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ" کہ اس دن بہت سے چہرے خوش ہوں گے کیونکہ وہ اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔اسی طرح احادیث میں آیا ہے کہ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ کہ تم لوگ اپنے رب کو چودھویں کے چاند کی طرح دیکھو گے۔یہ حدیث مشہور ہے جس کو (21) اکابر صحابہ کرام نے روایت کیا ہے۔اور رویت باری تعالیٰ پر امت محمدیہ کا اجماع بھی ہے کہ آخرت میں رویت پر سب کا اتفاق ہے کیونکہ اس سلسلے میں جتنی بھی آیات آئی ہیں ان کا معنی بالکل ظاہر ہے اور پھر بعد میں مخالفین نے ان آیات کی تاویلیں کیں اور ان میں شکوک وشبہات عام ہوتے چلے گئے۔

رویت باری تعالیٰ کے محال ہونے پر معتزلہ کی سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ کسی چیز کے دکھائی دینے کے لیے اس چیز کا مکان اور جہت میں ہونا اور دیکھنے والے کے سامنے ہونا، اور دونوں کے درمیان اتنے فاصلے کا ہونا کہ جو نہ تو بہت زیادہ ہو اور نہ ہی بہت کم ہو، اور جس کو دیکھا جا رہا ہے اس کے ساتھ شعاع بصری کا متصل ہونا لازمی ہے۔اور یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کے حق

Marfat.com

میں ثابت کرنا محال ہیں۔ (لہذا ثابت ہوا کہ رویت محال ہے)۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ دیکھنے کے لئے ہم ان چیزوں کے شرط ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ دکھائی دینگے حالانکہ وہ ذات مکان میں ہونے، سامنے کی جہت میں ہونے اور شعاع کے ساتھ متصل ہونے کی صفت سے پاک ہے اور نہ ہی بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان مسافت کا ثبوت ہے (اور یہ اعتراضات غائب کو حاضر پر قیاس کرنے سے پیدا ہوئے ہیں) اور غائب کو حاضر پر قیاس کرنا قطعی غلط ہے۔ بعض اوقات ان چیزوں کے شرط نہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہم کو دیکھنے پر استدلال کیا جاتا ہے۔ اس استدلال میں اشکال ہے کیونکہ ہماری بحث آنکھ سے دیکھنے کے بارے میں ہے۔ ایک اور اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اگر آنکھ بھی صحیح ہو اور مذکورہ تمام شرائط پائی جائیں تو پھر دیکھنا واجب ہے وگرنہ یہ بات لازم آتی ہے کہ ہمارے سامنے ایک بہت بڑا پہاڑ موجود ہو اور ہم اس کو نہ دیکھ سکیں جبکہ ایسا ہونا عقل میں نہیں آتا۔ اس اعتراض کا جواب ہے کہ ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ رویت اللہ تعالیٰ کے خلق وجہ سے ہے (جب بات اس طرح ہے تو) تمام شرائط جمع ہو جائیں پھر بھی رویت واجب نہ ہوگی۔

اور معتزلہ کا ایک مضبوط اعتراض یہ آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ پر الف لام استغراق کے لیے ہے (یعنی کوئی آنکھ اللہ کو نہیں دیکھ سکتی) تو آپ کا اعتراض تسلیم کر لینے کے بعد یہ آیت عموم سلب پر دلالت کرتی ہے نہ کہ سلب عموم پر اور ادراک سے متعلق رویت کے مراد ہونے پر دلالت کرتی ہے نہ کہ مرئی (دکھانے دینے والا) کے اطراف کا احاطہ کرنے پر۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت مبارکہ میں تمام اوقات اور تمام احوال کو عام کرنے پر تو کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور اسی آیت سے رویت باری تعالیٰ کے ممکن ہونے پر اس طرح استدلال کیا جا سکتا ہے کہ اگر رویت محال ہوتی تو اس کی نفی سے تعریف حاصل نہ ہوتی۔ جس طرح کہ وہ چیز جو معدوم ہو تو اس کی تعریف نہیں کی جاتی کیونکہ وہ دکھائی نہیں دیتا (اور دکھائی اس لئے نہیں دیتا کیونکہ معدوم ہونے کی وجہ سے) اس کی رویت محال ہے۔ مقام مدح تو یہ ہے کہ اس کا دکھائی دینا ممکن ہو اور وہ اپنے حجاب کبریائی کے دشوار ہونے اور رکاوٹ ہونے کی وجہ سے دکھائی نہ دے۔

اور اگر اس آیت میں موجود لفظ ادراک سے مراد اس ذات کی حدود اور جانب کا احاطہ کر کے دیکھنا مراد لیں تو پھر اس آیت کی دلالت رویت باری تعالیٰ کے ممکن ہونے پر بلکہ رویت باری

Marfat.com

تعالیٰ کے واقع ہونے پر اور زیادہ واضح ہو جائے گی۔ کیونکہ اس طرح اس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ وہ ذات باری تعالیٰ قابل دید ہونے کے باوجود نہیں دیکھی جاسکتی کیونکہ وہ متناہی ہونے اور حدود اور سمتوں سے متصف ہونے سے پاک ہے لہذا اس وجہ سے وہ (قابل دید ہونے کے باوجود) آنکھوں سے دکھائی نہ دے گا۔

رویت باری تعالیٰ کے محال ہونے پر معتزلہ کی ایک دلیل وہ آیت بھی ہے کہ جس میں (حضرت موسیٰؑ کی) رویت باری تعالیٰ کی درخواست ہے اور یہ آیات استعظام اور استکبار پر مشتمل ہیں۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ سب کچھ (حضرت موسیٰؑ کی) قوم کی سرکشی اور مطالبہ کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے تھا نہ کہ رویت کے محال ہونے کی وجہ سے۔ کیونکہ اگر رویت محال ہوتی تو حضرت موسیٰؑ ان کو اس مطالبے سے منع فرمادیتے جیسا کہ جب انہوں نے حضرت موسیٰؑ سے مطالبہ کیا تھا کہ ہمارے لئے ایک معبود بنادو تو حضرت موسیٰؑ نے ان کو یہ کہہ کر منع فرمایا تھا کہ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ کہ تم جاہل قوم ہو۔

صحابہ کرامؓ نے اختلاف کیا ہے کہ آیا نبی پاک ﷺ نے معراج کی رات اللہ پاک کو دیکھا تھا یا نہیں؟۔ ان کا اختلاف بھی رویت کے وقوع کے امکان میں ہے۔ جہاں تک خواب میں رویت کا تعلق ہے تو اس پر تمام بزرگوں کا اتفاق ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ خواب میں رویت باری تعالیٰ مشاہدے کی ایک قسم ہے جو کہ آنکھ سے نہیں بلکہ دل سے حاصل ہوتی ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس باب میں مشائخ کے اقوال بھی ہیں۔ چنانچہ حضور غوث اعظمؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارا ایمان ہے کہ نبی پاک ﷺ نے حق کو سر کی آنکھوں سے دیکھا نہ کہ نیند میں اور دل کی آنکھوں سے۔ جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے اس آیت وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى کی تفسیر میں فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو اپنے سامنے دیکھا اور اس میں کوئی شک نہیں۔ اور عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى کی تفسیر میں حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ میں نے رب کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا یہاں تک کہ اس کا نور مجھ پر ظاہر ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اس سے مراد آنکھ کا دیکھنا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو دکھایا۔ آپؓ مزید فرماتے ہیں کہ مقام خلہ حضرت ابراہیمؑ، کلام حضرت موسیٰؑ اور رویت نبی پاک ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ اور آپ

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے دو مرتبہ حق تعالیٰ کو دیکھا۔

یہ روایت حضرت عائشہؓ کی اس روایت کے خلاف نہیں کہ جس میں آپ اس امر کا انکار کرتی ہیں کیونکہ وہ نفی اور یہ ثابت پر محمول ہیں پس دونوں کے جمع ہونے کی صورت میں اثبات کو مقدم کیا جائے گا کیونکہ نبی پاک ﷺ نے خود رویت کو ثابت کیا ہے۔ اور حضرت ابوبکر بن سلیمان فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے گیارہ مرتبہ رب کو دیکھا۔ ان میں سے نو (۹) مرتبہ سنت سے ثابت ہے جب آپ حضرت موسیٰ اور رب کے درمیان چکر لگاتے رہے کہ امت سے نمازوں کی تعداد کم کی جائے اور اس طرح نو بار سے پنتالیس (۴۵) نمازیں کم ہوئیں اور دوبارہ دیدار کرنا قرآن سے ثابت ہے۔

اللہ پاک کی توفیق سے کاتب الحروف کہتا ہے کہ نبی پاک ﷺ کے رویتِ خدا کے بارے میں دو قول ہیں کہ دیکھا یا پھر نہیں دیکھا۔ پس وہ شخصیت کہ جس کو اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ کا خطاب ہوا ہو، اس کو دیدارِ حق کے علاوہ تمام نعمتیں حاصل ہیں۔ جبکہ آپ ﷺ کو یہ خطاب بھی ہے کہ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ اور اگر ایک چیز ممکن بھی ہو تو اس کا اطلاق آپ ﷺ کی ذات کے علاوہ اور کس پر کریں؟۔ نیز اللہ کو دیکھنے میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم میں جو بھی پیدا فرمایا اس کو اپنے اوصاف کا مجاز اعتبار کیا اور اس پر یہ آیت وَجَعَلْنَاهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا دلیل ہے۔ لہٰذا وہ ذات جس نظر سے خود کو دیکھتی ہے اگر اپنے فضل و کرم سے وہ نظر اپنے بندے کو دے یعنی ہماری آنکھ کو وہ قوت دے اور ہم اس کو دیکھیں تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟۔ چنانچہ حضرت محمد بن واسعؒ فرماتے ہیں۔ وَمَا رَاَيْتُ شَيْئًا اِلَّا رَاَيْتُ اللّٰهَ فِيْهِ کہ میں نے ہر چیز میں اللہ کو دیکھا، یہ نازک مقام ہے اور سوائے صاحب حال کے اسے کوئی نہیں جان سکتا۔ چنانچہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رَایت ربی بعین ربی۔ یہ وصف موصوف کی طرف سے بندگانِ خدا میں خود پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح حدیث ہے کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ اللہ کے اخلاق میں رنگ جاؤ۔ رہا یہ سوال کہ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ رَبِّ اَرِنِيْ اور جواب ملا کہ

لَنْ تَرَانِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرَانِيْ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا (تم مجھے نہیں دیکھ سکتے لیکن اس پہاڑ کو دیکھو اگر وہ اپنی جگہ قائم رہا تو تم عنقریب مجھ کو دیکھ لو گے پس جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پہ تجلی ڈالی تو ریزہ ریزہ ہو

Marfat.com

گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام گر پڑے)۔

اس کی تفسیر میں میرے مرشد کریم حضرت شاہ محمد فاضلؒ نے یہ توجیہ بیان کی ہے کہ لَنْ تَرَانِیْ میں موجود حرف نفی لن اور پھر قریب ہی سَوْفَ کہنا جو کہ سَوْفَ تَرَانِیْ میں ہے کیا راز ہے؟۔ یا تو کسی وقت نہ دکھانا یا پھر جلدی سے دکھا دینا۔ عجب معاملہ ہے۔

دیدار می نمائی پرہیز میکنی

بازار خویش آتش ماتیز میکنی

کبھی اپنا آپ دکھاتے ہو کبھی چھپا لیتے ہو۔ اس طرح ہماری آگ عشق کو اور بھڑ کاتے ہو

اس بات پر اتفاق ہے کہ تجلی پہاڑ پر ہوئی لہذا وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوا اور حضرت موسیٰ بے ہوش ہو گئے۔ اور یہ دونوں کام ایک ہی امر سے ہوئے۔ یعنی حضرت موسیٰ پہاڑ کے ریزہ ریزہ ہونے کی وجہ سے خوفزدہ ہو کر بے ہوش نہیں ہوئے۔ جیسا کہ آیت مبارکہ میں ہے کہ یَا مُوْسیٰ لَا تَخَفْ اِنَّکَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ کیونکہ جب اولیاء کی شان یہ ہے کہ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ تو پھر انبیاء کی طرف خوف کی نسبت کیسے جا سکتی ہے؟۔ بلکہ انبیاء کرام کی شجاعت اور بہادری کمال کی ہوتی ہے۔ اور حضرت موسیٰ کا قتل کے بعد وہاں سے تشریف لے جانا اور اسی طرح دیگر انبیاء کا اس طرح کے کام دشمنوں کے خوف کی وجہ سے نہ تھے بلکہ وہ امر خدا اور مصلحت کی وجہ سے تھا یا پھر اس وجہ سے کہ مقابلے کے لیے ظاہری اسباب موجود نہ تھے اور اس باب میں کرامت اور معجزے کا ظہور ممنوع ہے۔ مثلاً جب تک حضرت فاروق اعظمؓ ایمان نہیں لائے تھے تو اس وقت حضور اکرم ﷺ نے بلند آواز سے اذان کہنے کا حکم نہیں دیا تھا اور اس طرح ایک مرتبہ (شب ہجرت) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بستر مبارک پر سلایا اور خود غار میں تشریف لے گئے۔ تو اس طرح کے دیگر امور خوف کی وجہ سے وقتی نہ تھے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسا کرنے پر مامور تھے۔

اسی طرح یہ آیت کہ فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اس پر دلیل ہے کہ اول یعنی عمدہ مومن وہ ہوتا ہے کہ جس کو ایمان کا اعلیٰ مرتبہ حاصل ہو اور رویت باری کے علاوہ بھلا اعلیٰ درجہ کون سا ہوتا ہے۔ اور لَنْ تَرَانِیْ پر موجود حرف نفی لَنْ کو اگر تم ہمیشگی کے معنی میں لو تو اس کا معنی یہ ہو گا کہ اس کو دونوں جہانوں میں کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ تو یہ صرف رافضی مذہب اور معتزلہ کے مذہب میں ہے۔ اور اگر حرف لَنْ کی نفی اس دنیا تک محدود ہے تو براہ ہے کہ تم یہ

Marfat.com

کہو کہ جب تک دنیا میں ہو نہیں دیکھ سکتے یا پھر یہ کہو کہ جب تک سوال میں ہو نہیں دیکھ سکتے۔ اور ہمیشہ نہ دیکھنے کے لیے لاَ تَرَانِیْ کہتے ہیں نہ کہ لَنْ تَرَانِیْ اور لاَ تُدْرِکُهُ الْاَ بْصَارُ میں رویت کی مطلق نفی نہیں ہے۔ بلکہ اس کو احاطہ وادراک کے ساتھ دیکھنے کی نفی ہے اور لفظ ادراک کا معنی بھی یہی ہے اور حق کو ذات و جوانب کے احاطہ کے ساتھ تو کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا۔ اور دیکھنے میں یہ کہاں ہے کہ سوائے احاطہ کہ کسی شئے کو دیکھنا ہی نہیں جاسکتا۔ مثلاً آسمان کہ اس کو ہر کوئی ہر جگہ سے دیکھتا ہے اور اس میں جوانب کا احاطہ بھی نہیں ہے۔ لاَ تُدْرِکُهُ الْاَ بْصَار کا مطلب یہ ہے کہ اس کو وہ نہیں دیکھ سکتا کہ جس کی آنکھ، آنکھیں بن چکی ہے۔ یعنی اس کی آنکھ متفرق ہے۔ (یعنی کئی جگہ لگی ہوئی ہیں) یعنی وہ ابھی مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کے مرتبہ کمال کو نہیں پہنچا۔ ورنہ یہ قول قَدْ جَاءَ کُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَّبِّکُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَيْهَا کہ تمہاری آنکھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں جس نے دیکھا ہو سو اپنے لیے دیکھا اور جو اندھا ہوا سو اپنے لیے کیا معنی رکھتا ہے۔ حضرت غوث اعظمؒ "بہجۃ الاسرار" میں فرماتے ہیں کہ لَنْ تَرَانِیْ کی ضرب سے حضرت موسیٰؑ مردہ ہو گئے پھر سَوْفَ تَرَانِیْ کی روح سے زندہ ہو گئے اور تُبْتُ اِلَيْکَ کے قدم پر کھڑے ہوئے اور پھر اِنِّیْ اِصْطَفَيْتُکَ کے لباس سے مزین ہوئے اور پھر غیرت کا برقع پہنے گھر تشریف لائے کہ جس سے نور ظاہر تھا۔ تو ان کی بیوی نے ان سے کہا کہ مجھے اس چہرے کا اشتیاق ہے اپنے چہرہ مبارک سے برقع تو اٹھایئے۔ آپ نے کہا کہ میں اپنے اس چہرے سے پردہ کیسے اٹھاؤں کہ جو اس نورِ تجلی کو لیے ہوئے ہے کہ طور بھی جس کو برداشت نہ کرسکا۔ تو بنت شعیبؑ نے کہا کہ میں ایک نظر کے بدلے مرجانے پر بھی راضی ہوں۔

تو اے عزیز! تو بھی صدق طلب میں بنت شعیبؑ کی طرح پختہ بن جا، اس کی طلب میں اپنے آپ کو بیچ دے۔ محبوب کے دیدار اور مقصود کے حصول کے لیے منازل و مراحل ایسے عزم سے طے کرنے میں جلدی کر جو (عزم) ارادے کے حوادث سے خالی ہو۔ اس طرح شاید کہ تم یعقوبؑ کی طرح دل میں مصر کے یوسفؑ کو دیکھ سکو۔ قسم ہے وہ گھاٹے میں نہیں ہے جس نے اپنا آپ ایک لمحے میں بیچ ڈالا۔ اے غلام! تو بھی حضرت موسیٰؑ کی طرح اَدْنِیْ سے کم کسی بات پر قناعت نہ کر۔ حضرت خواجہ محمد پارساؒ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کی رویت باری میں صحابہ کرامؓ میں بھی اختلاف تھا۔ حضرت بی بی عائشہؓ فرماتی ہیں کہ سر کی آنکھوں سے نہیں بلکہ دل کی آنکھوں سے دیکھا اور

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ اور حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ نے دو بار خدا سے کلام کیا اور حضور پاک ﷺ نے دو بار خدا کو دیکھا۔ ان روایات میں تناقض نہیں کیونکہ نبی پاک ﷺ کو کئی دفعہ معراج روحانی ہوئی اور ایک دفعہ معراج جسمانی ہوئی۔ تو حضرت عائشہ صدیقہؓ اس معراج کا ذکر کر رہی ہیں کہ جو حضور کو مدینہ پاک میں ان کے بستر مبارک پر ہوئی اور یہ معراج وسط حال کی تھی اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس معراج کا تذکرہ کر رہے ہیں کہ جو حضور ﷺ کو مکہ میں ابتدائے حال میں تجلی صوری سے ہوئی۔ تو نہایت حال کی ابتداء میں بھی معراج تجلیات نوری سے ہوئی اور نہایت حال کی نہایت میں بھی۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ بڑی عجیب بات ہے کہ لوگ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے قول کو چھوڑ کر جو کہ حضور ﷺ کا مرتبہ باقی انبیاء سے افضل بتاتا ہے، حضرت عائشہ صدیقہؓ کے قول کو دلیل بناتے ہیں کہ جو حضور ﷺ کا مرتبہ باقی انبیاء کے مساوی کر دیتا ہے۔ لوگ دل میں یہ تک نہیں سوچتے کہ شاید بی بی عائشہؓ کو آنکھوں سے دیکھنے کی خبر ہی نہ دی گئی ہو کیونکہ عورتوں کی رویت میں اختلاف ہے یا شاید فطرت کے تقاضہ کے طور پر کہ لوگ کہیں چون و چرا کی بحث میں نہ پڑ جائیں کہ یہ راز تو مردوں کی عقل سے ورا ہیں لہذا صراحت سے نہ فرمایا جیسا کہ محققین نے رویت النساء کے باب کی تقریر کی ہے۔

کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ نبی پاک ﷺ نے معراج سے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا کہ میں نے حق کو نہیں دیکھا اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے آنکھوں سے حق کو دیکھا۔ یعنی مخلوق اسی اختلاف میں رہی اور محب غور و فکر سے باہر نکل آئے یعنی جو فرمایا کہ میں نے اس کو نہیں دیکھا تو اس سے مراد سر کی آنکھیں نہیں ہے اور جو فرمایا کہ میں نے اس کو دیکھا تو اس سے مراد سر کی آنکھوں سے کنایہ لیا۔ ان میں سے ایک اہل ظاہر کیلئے اور ایک اہل باطن کیلئے ہے۔ یعنی ہر ایک سے اس کی سمجھ بوجھ کے مطابق گفتگو فرمائی۔

حضرت امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ میدان حشر میں رویت باری تعالیٰ ہر مرد و عورت کو حاصل ہوگی یہاں تک کافروں اور منافقوں کو بھی۔ میدانِ حشر کے بعد ان کے لیے نہیں ہوگی تا کہ ان کو حسرت رہے۔ جنت میں رویت باری تعالیٰ پر اہل سنت کا اتفاق ہے کہ ہر امت کے انبیاء اور صدیقوں کو حاصل ہوگی اور اس امت کے ہر مرد کو۔ عورتوں کے معاملے پر تین مذہب

Marfat.com

ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ دیکھیں گی، دوم یہ کہ نہیں دیکھ سکیں گی، سوم یہ کہ خاص خاص موقعوں پر دیکھیں گی۔فرشتوں کے بارے میں دو قول ہیں اوّل کہ ان کو رویت باری تعالیٰ حاصل ہو گی۔ دوم یہ کہ ان کو بھی حاصل نہ ہو گی اور اسی طرح جنوں کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔

امام بیضاویؒ نے اس آیت کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ وَلَمَّا جَاءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا کہ اس میں لام اختصاص کیلئے ہے کہ یعنی وہ ایک خاص کردہ وقت میں ہماری ملاقات کو آئے۔ وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ اور رب نے ان سے کلام کیا بغیر کسی واسطہ کے جیسا کہ وہ فرشتوں سے کلام کرتا ہے۔ یہ روایت کہ حضرت موسیٰ علیہ اسلام اس آواز کو ہر سمت سے سنتے تھے اس بات پر تنبیہ ہے کہ ذات قدیم کا کلام تھا اس کو حادث کے کلام سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ قَالَ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْکَ اور کہا کہ مجھ کو اپنا آپ دکھا کہ میں تجھے دیکھ لوں۔ یعنی اپنی ذات کی تجلی دکھا اس طرح کہ میں تجھ کو دیکھ لوں۔ یہ اس پر دلیل ہے کہ رویت باری تعالیٰ جائز ہے کیونکہ انبیاء سے کسی ناجائز کا سوال امر محال ہے اور خصوصاً اللہ پاک سے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو جواب بھی دیا کہ لَنْ تَرٰىنِیْ آپ نہیں دیکھ سکتے اور اللہ پاک نے لَنْ اُرٰی ، لَنْ اُرِیْکَ ، لَنْ تَنْظُرَ نہیں فرمایا۔ یہ اس پر تنبیہ ہے کہ تم مجھے دیکھنے سے قاصر ہو۔ اور حضرت موسیٰؑ نے یہ سوال اس لیے کیا تھا تا کہ اپنی قوم کو بتائیں کہ وہ اپنے اس سوال قَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً میں غلطی پر ہیں۔ اور رویت باری تعالیٰ ممنوع امر ہوتا تو لازم تھا کہ آپ ان کی تصحیح فرماتے جیسا کہ آپ نے اس وقت کی جب انہوں نے کہا تھا اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا اور اس آیت سے رویت باری تعالیٰ کو ممنوع قرار دینا بڑی غلطی ہے کیونکہ اس آیت میں کوئی ایسی چیز نہیں کہ جو عدم رویت پر دلالت کرے اور فرمایا کہ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ سَوْفَ تَرٰىنِیْ (لیکن پہاڑ کی طرف دیکھیں آپ عنقریب مجھے دیکھ سکیں گے)۔ اس میں لٰکِنْ حرف استدراک ہے جو یہ وضاحت کر رہا ہے ان کو رویت کی طاقت نہیں ہے اور رویت کا پہاڑ کے استقرار پر معلق کرنا بھی اس کی دلیل ہے کہ رویت باری ممکن ہے کیونکہ معلق علی الممکن ممکن ہوتا ہے۔ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ (جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پہ تجلی ڈالی) یعنی اس کا امر، اقتدار اور عظمت اس پر ظاہر ہوئی، اور کہا گیا ہے کہ پہاڑ کو حیات اور استطاعت دی گئی یہاں تک کہ اس کو رویت حاصل ہوئی۔ جَعَلَهٗ دَكًّا (پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا) یعنی ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور الدک اور الدق ہم معنی ہیں جیسا کہ الشک اور الشق (شک اور شق)۔ وَخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا یعنی جو دیکھا اس کی ہیبت سے ان پر غشی چھا گئی۔

Marfat.com

فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ جب افاقہ ہوا تو تعظیم بجالاتے ہوئے بولے کہ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ کہ میں پہلا مومن ہوں یعنی میں اس پر ایمان لاتا ہوں کہ تم کو دنیا میں دیکھا جاسکتا ہے۔

نیز صرفیوں کے قاعدے کے مطابق بھی رویت موسیٰ ثابت ہوتی ہے۔اس طرح کہ ان کی اصطلاح میں ماضی کے بارہ صیغے ہوتے ہیں۔ان میں سے چھ غائب کے لیے اور چھ مخاطب کے لیے ہوتے ہیں۔اور متکلم کے لیے دو صیغے ہوتے ہیں۔پس اگر کوئی سوال کرے کہ متکلم کے لیے دو صیغے کیوں ہیں؟۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ متکلم کو اکثر احوال میں دیکھا جاتا ہے کہ وہ یا مذکر ہے یا مونث اور حضرت موسیٰ کو کلیم اللہ کہتے ہیں۔پس ان کے لیے رویت اس طرح بھی ثابت ہوتی ہے۔"کشف المحجوب" میں یہ ہے کہ دنیا اس کو دیکھنے کی حسرت میں ہے اور حضرت موسیٰ نے رویت سے توبہ کر لی کیونکہ انہوں نے رویت میں اختیار چاہا اور دوستی میں بھی اختیار چاہا۔اور کاتب الحروف کہتا کہ یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اس کو بصیرت سے دیکھا جاسکتا ہے اور بصارت سے نہیں دیکھا جاسکتا، اس سے کچھ معلوم نہیں ہوتا۔کیونکہ جسم میں روح بادشاہ ہے اور باقی سارے اعضا روح کے نوکر، خادم اور فرمانبردار ہیں۔اور ہم میں جو کچھ بھی ہے وہ ذات باری تعالیٰ کی صفات کے اسماء کا اثر ہے۔پس ہماری بصیرت اس کے کس اسم کا اثر ہے؟۔ اگر کہا جائے کہ علیم کے اسم کا اثر ہے تو یہ بات درست نہیں کیونکہ رویت پر علم کا اطلاق مجازی ہے اور بلاضرورت مجاز کا استعمال کیونکر درست ہو؟۔اور جب جسم و جاں دونوں آنکھ بن جائیں تو وہاں کیا کہا جاسکتا ہے؟۔

☆

دیدن کہ در و حیرت حاصل می آید

دل در چشم، چشم در دل می آید

اس کو دیکھنے سے حیرت حاصل ہوتی ہے۔دل آنکھ میں اور آنکھ دل میں آجاتی ہے

☆

چشم جان باید کہ بیند آن جمال

چشم دل را دیدہ کے این مجال

اس کو دیکھنے کے لیے دل کی آنکھ چاہیے کہ اس ظاہری آنکھ کی کیا مجال کہ اس کو دیکھے

Marfat.com

☆

نرگس همه تن بهر تماشاِ تو چشم است

سوسن همه سو بهر ثناء تو زبان است

تجھے دیکھنے کو نرگس کا پورا جسم آنکھ اور تیری ثناء کے واسطے سوسن پوری کی پوری زبان بن چکی ہے

همه چشمیم تا چه نمائی همه گو شیم تا چه می فرمائی

ملك جاں هم در اول کرشمه بیجان است

ہم تمام آنکھ ہو گئے ہیں کہ آپ کیا نظارہ دکھاتے ہیں اور ہم تمام کان ہو گئے ہیں کہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ جان کی بادشاہی تو پہلے نظارے میں ہی بے جان ہو گئی ہے

از خویش چه دارم که کنم بهر نثارت حاضر

تن از تو جان از تو دیں از تو ایمان از تو

تمہارے اوپر نثار کرنے لئے میرے پاس ہے ہی کیا؟، کہ جسم تجھ سے ہے، جان تجھ سے، دین بھی تجھ سے اور ایمان بھی تجھ سے ہے

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے کہے کہ مجھ کو دیکھ تو میں کہوں گا کہ میں نہیں دیکھتا کیونکہ دوستی میں آنکھ غیر ہے اور غیر کی غیریّت مجھے دیدار سے روکتی ہے۔ حضور غوث اعظمؒ کے زمانے میں ان کا ایک مرید کہتا تھا کہ میں نے خدا کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ لوگوں نے یہ خبر حضور غوث اعظمؒ کو دی۔ آپ نے اس مرید کو طلب فرمایا اور اس سے منع فرمایا کہ اس طرح نہ کہا کرو۔ لوگوں نے سوال کیا کہ زجر و توبیخ فرمانا ایک الگ بات ہے لیکن وہ بندہ اپنے قول میں سچا ہے یا جھوٹا؟۔ آپ نے فرمایا کہ سچا ہے وہ اپنی بصیرت سے نور جمال کو دیکھتا ہے کہ اس کی بصیرت سے ایک دریچہ اس کی بصارت کی طرف کھل گیا اس پر اس کی نظر پڑی اور اس کی بصارت نور مشہود کی شعاع سے متصل ہو گئی اور اب وہ خیال کرتا ہے کہ ظاہری آنکھ سے دیکھتا ہے جبکہ ایسے نہیں ہے۔ تفسیر حسینی میں مندرجہ ذیل کی تفسیر اس طرح ہے۔ آیات یہ ہیں۔

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ذُوْمِرَّةٍ فَاسْتَوٰی وَ هُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی (یہ قرآن نہیں ہے مگر اللہ کی وحی جسے اس رسول ﷺ کو قوت والے نے سکھایا پھر وہ پورا نظر آیا جبکہ وہ اعلیٰ

Marfat.com

کنارے پہ تھا پھر وہ قریب ہوا اور وہ بھی آگے بڑھے پس ان کے درمیان دو تیروں کا سا فاصلہ تھا پس اس نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو کی)۔

ان ضمیروں کا مرجع کچھ لوگ ذات حق کو اور کچھ ذات مصطفیٰ علیہ السلام کو ٹھہراتے ہیں۔ ثُمَّ دَنٰی پس نبی پاک حضرت احدیت کے نزدیک آئے یعنی بارگاہ الوہیت کے مقرب بن گئے قدر و منزلت کے اعتبار سے نہ کہ مکان و منزل کے لحاظ سے قریب ہوئے۔ فَتَدَلّٰی پس انہوں نے عاجزی کی یعنی خدا کے حضور سجدہ بجالائے۔ اور اللہ پاک نے ان کو یہ مرتبہ عاجزی کی وجہ سے عطا کیا تو آپ یہ وظیفہ دوسری مرتبہ بجالائے تو اللہ نے مزید کرم فرمایا۔ سجدے میں قربت کا وعدہ بھی ہے کہ ارشاد ہے کہ اَقْرَبُ فِیْمَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّہٖ اَنْ یَکُوْنَ سَاجِدًا کہ بندہ رب سے سب سے زیادہ قریب سجدے میں ہوتا ہے۔ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی اللہ پاک نے محبت کی۔ اس کی غایت اور پختگی کو دکھانے کے لیے لوگوں کے واسطے اس کو بطور تمثیل فرمایا جیسا کہ عربوں کی عادت تھی کہ جب وہ محبت کا عہد باندھتے تو محبت کی تاکید اور توثیق کے لیے کہ اس کے ٹوٹنے کی کوئی سبیل نہ رہے تو دونوں اپنی اپنی کمانیں حاضر کرتے اور ایک دوسرے کو دے دیتے۔ دونوں اکٹھے ان کے قبضوں کو پکڑتے اور اکٹھے ہی ہاتھ کھول دیتے اور پھر اتفاق سے ایک تیر چلاتے۔ اس طرح کرنا یہ اشارہ ہوتا تھا کہ اب ہمارے درمیان کلی موافقت متحقق ہو چکی ہے اور وہ بھی اس طرح کہ اس کے بعد اب ہماری رضا اور ناراضگی ایک دوسرے سے جدا نہیں۔ پس اس آیت میں بھی یہ بتایا گیا ہے کہ خدا کی بارگاہ میں حضور کا وہ قرب ہے کہ مقبولِ مصطفیٰ علیہ السلام مقبولِ خدا ہے اور مردودِ مصطفیٰ علیہ السلام مردودِ خدا ہے۔ دَنٰی سے مراد نفس مقدس کا مکان، تَدَلّٰی سے مراد پاک دل کی منزل، قَابَ قَوْسَیْنِ سے مراد پاکیزہ روح کا مقام اور اَدْنٰی سے مراد آپ کے سر مبارک کا مرتبہ ہے۔ یعنی آپ کا نفس مبارک مکافات خدمت میں، دل محبت کی منزل میں، روح مقام قربت میں اور سر مبارک مقام رویت میں ہے۔ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی پس اس نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو کہ وحی کی۔ ما (یعنی جو کچھ) سے علماء تعرض کرتے ہیں کہ اس کو پردے میں رہنے دیا جائے۔ اور بعض علماء کہتے ہیں ان رازوں کا ظاہر کرنا کوئی نقصان نہیں دیتا۔ غرض اس سلسلے میں بہت سی روایات ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یَا مُحَمَّدُ اَنَا وَاَنْتَ وَمَا سِوٰی ذٰلِکَ خَلَقْتُہٗ لِاَجْلِکَ یا محمد علیہ السلام میں اور آپ اس

Marfat.com

کے علاوہ جو کچھ بھی ہے اس کو میں نے آپ کے واسطے پیدا کیا۔ اور حضور نے جواب میں فرمایا یَارَبِّ اَنتَ وَلاَ اَنَا وَمَا سِوٰی ذَالِکَ تَرَکْتُہٗ لاِ َجْلِکَ اے میرے رب تو ہی ہے نہ کہ میں، اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے میں نے اس کو تیری خاطر چھوڑ دیا۔

مَاکَذَّبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی نبی پاک ﷺ کے دل نے جھوٹ نہیں بولا کہ انہوں نے اس کو دیکھا۔ (اگر ضمیر کا مرجع جبرائیلؑ ہوں تو مراد جبرائیل ورنہ مراد حق تعالیٰ کو دیکھا) ۔اوّل قول کے مطابق جبرائیلؑ کو اور قول ثانی کے مطابق حق تعالیٰ اور اکثر صحابہ کا دوسرے قول پر اتفاق ہے کہ نبی پاک ﷺ نے معراج کی رات خدا کو دیکھا۔ وَلَقَدْرَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی۔ اس کی مشہور تفسیر یہی ہے کہ سدرۃ المنتہٰی کے پاس دوبارہ خدا کو دیکھا اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول اس کی تائید کرتا ہے " تفسیر بحرالمواج" میں لکھا ہے کہ اگر کوئی حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھتا کہ کیا نبی پاک ﷺ نے شب معراج خدا کو دیکھا تھا؟۔ تو آپ جواب میں لَرَاٰی مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ (حضور نے خدا کو ضرور دیکھا) اتنی مرتبہ کہتے تھے کہ کہتے کہتے بے ہوش ہو جاتے تھے۔

مرشد کامل حضرت شاہ محمد فاضلؒ نے ''رسالہ وصالیہ'' میں لکھا ہے کہ آئمہ دین اور فقہا اسلام نے رویت باری تعالیٰ کے مسئلے میں جو کچھ کہا ہے، سب صحیح اور درست ہے کہ انہوں نے اپنی عقل متین اور سنجیدہ فہم سے یہی سمجھا ہے۔ جبکہ ذات قدیم کے عاشقوں، ذات کریم کے عارفوں کے نزدیک دنیا الفت اور محبت کے خطرات اور تردداتسے عبارت ہے جبکہ وہ غیر سے ہو۔ پس جب کوئی کم عقل اور بے ہمت انسان دنیا کے بے ہودہ خطرات اور فرسودہ توہمات کی طرف مائل ہوتا ہے تو کتے کی طرح وہ اس وہاب ذات کی ملاقات کے انعام اور سعادت سے محروم اور لاعلم رہتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا کی محبت میں گرفتار بندہ اس کی ملاقات کے کرم سے بے نصیب ہوتا ہے۔ اور وہ کہ جنہوں نے اللہ کے فضل و کرم سے دنیا کے خطرات سے اعراض کیا اور منہ موڑ گئے وہ ذات غفار و وہاب کے دیدار کی طلب کو حاصل کرنے کے لیے اوطان سے نکل آئے اگر ان کو کبھی اس کے دیدار کی سعادت حاصل ہو جائے تو ان کے احوال کی وجہ سے ان کے لیے طغیانی کا سبب ہوتا ہے۔ دریائے قدیم کے تیراکوں اور دریائے مشاہد کے غرق ہونے والوں نے اس دولت اور نعمت کو صراط مستقیم اور سیدھے راستے پر چل کر حاصل کیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے احوال کی خود ہی خبر دیتے ہیں۔

Marfat.com

عاشقان را با جمالت روز بازار امشب است
لیلة القدری که گویند اهل خلوت امشب است

عاشقوں کے لیے تیرے جمال کا بازار گرم آج کی رات ہے۔ اہل خلوت کہتے ہیں کہ لیلۃ القدر آج کی رات ہے

آنکه فردا وعده دیدار جاناں می دهند
عارفاں را وعده دیدار فردا امشب است

کہا جاتا ہے کہ دیدارِ محبوب کا وعدہ کل کے دن (روزِ محشر) پر ہے۔ (مگر) عارفوں کے لیے (یہ) کل کے دن کے دیدار کا وعدہ آج کی رات ہے

اللہ تعالیٰ کی ذات اپنی ہستی قدیم اور صفات کریم کے ساتھ اسی طرح ظاہر ہے کہ وہ کائنات کی علتوں اور قیدوں سے برتر ہے۔ ساقی عشق حضرت فخر الدین عراقیؒ اپنی کتاب "لمعات" میں فرماتے ہیں۔

چوں آفتاب هر رخ هر در ظاهرم
از غایتی ظهور عیانم پدید نیست

میں سورج کی طرح ہر رخ اور ہر جگہ ظاہر ہوں اور ظہور کی غایت کی وجہ سے میرا عیاں ہونا ظاہر نہیں ہے

عاشقوں کو بے عشق معشوق اور دیدار کی طلب کے بغیر کون عاشق کہے گا؟۔ واصل کو بغیر وصال حق اور عارف کو بغیر معرفت بھلا کون عارف و واصل کہتا ہے؟۔ اے عزیز! اس جہان میں حضرتِ جمیل کے حسن کے عاشق، ذاتِ رحمٰن کو پہچاننے والے عارف اور واصلانِ وصلِ قدیم و قدیر رہتے ہیں جو جمال کریم کو دیکھتے ہیں، ذاتِ عظیم کی پہچان کرتے ہیں اور وصالِ کبیر المتعال تک پہنچتے ہیں۔ جبکہ اطلاقِ عشق اور عرفانِ ذات کے بغیر بندہ حسنِ مطلق کی حقیقت کو نہیں پا سکتا۔ اس لیے عاشق تو وہ ہے کہ جس کا دل دیدارِ معشوق کے بازار میں جلتا رہے، پگھلتا رہے اور ہمیشہ طلب جوار میں رہے اور اس کی طلب میں دل اسباب غیر سے بے نیاز ہو۔

در بزم حضور خود چراغ است
گز آدم و عالمش فراغ است

حضوری کی محفل میں وہ خود ہی چراغ محفل ہے کہ جس کو آدمی و جہاں سے فراغت ہو گئی ہے

عشق و محبت کے ساتھ وہی سرگرداں ہے جس کے حصے میں مصائب و آفات آتی ہیں۔ حسنِ

Marfat.com

جمیلِ قدیم کی صورت کو دیکھے بنا عشق کا چارا نہیں ہے۔ اوّل جمال کا دیکھنا، پھر عشق کا ربّ ذوالجلال والافضال کی راہِ سلوک میں اختیار کرنا کمالِ شرط ہے۔ کیونکہ حسن زیبا کے اطوار وشمائل کو دیکھے بنا عاشقی ودیوانگی محال ہے۔ ذات کریم کے عاشق جب چاہتے ہیں کہ دلوں کو عالم راحت سے باہر نکال کر اپنے حسن و جمال پر عاشق کریں تو ابتداء میں اپنے حسن و جمال سے تھوڑا سا نقاب اٹھا کر اپنے حسن کا جلوہ ان کو دکھاتے ہیں اور اس طرح محبوب کی دید سے عاشقوں کے دلوں سے صبر کی دولت لے جاتے ہیں۔

ولی و شاہ و درویش و پیغمبر
همه در تحت حسن او مسخر

ولی، درویش، بادشاہ اور پیغمبر سب اسی کے حسن سے مسخر ہیں

یہ بیچارے وہ عاشق ہیں کہ جو بصد شوق اپنی عادات، شگفتگی اور اداؤں کو مار کر اس کے دیدار کی تمنا میں اٹھے ہیں اور تمام تر خطرات سے بے نیاز ہو کر آگے بڑھے چلے جا رہیں۔

بی بے خودی خود پرستان روند
بگوی خطرناك مستان روند

اپنی خودی کو مار کر وہ آستانہ محبوب کی طرف جاتے ہیں کہ اس خطرناک کوچہ کی طرف مست ہو کر جا رہے ہیں

حسن و جمال کو دیکھے بنا اِن پر کچھ اضطراب اور خرابی نہیں پہنچ سکتی۔ یہ سب بلائیں اور درد بے دوا مشاہدہ ولقاء کے سبب ہمت کو بڑھاتے ہیں۔

اگر مرد عشقی کمی بیشی کسیر
وگرنه راهی عاقبت پیش کسیر

اگر تو مردِ عاشق ہے تو کمی بیشی اختیار کر۔ نہیں تو راہ عاقبت کو اختیار کر

سرش از محبت که خاکت کند
تو باقی شوی گر هلاکت کند

محبت سے نہ ڈر کہ تجھے خاک کر دے گی۔ چاہے تو ہلاک بھی ہو جائے (تو) زندہ رہے گا

شناسا و شناور عارف کہتے ہیں کہ بغیر دیکھے پہچاننا مشکل اور دشوار ہے۔ پہچاننا کیا ہے (کہ)

Marfat.com

جو دیکھنے کے بعد تصور باندھا جا سکتا ہو۔ واصل مراتب کو طے کرنے کے بعد عارف و عاشق بن جاتا ہے۔ اوّل بغیر دیکھے سننا، اُس کے بعد دیکھ کے شناخت کرنا اور پھر پہنچنا (واصل ہونا)۔

اے عزیز! مطلوب کے طور و اطوار اور صورت کو دیکھے بنا اس کو شناخت کرنا محال ہے اور شناخت کیے بنا اس تک پہنچنا ایک خیال ہی ہے۔ چنانچہ علوم ظاہری میں علما و فضلا کہ جن تمام میں مشہور امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل، امام یوسف، امام محمد اور امام زفر وغیرہ ہیں (انہوں) نے شریعت، مجاہدے بیع و شراء کے مسائل جو اسلام میں ہیں، کو واضح فرمایا اور بعد میں آنے والے ان پر عمل کرتے ہیں۔ انہوں نے عشق و محبت کے ابواب نہیں کھولے۔ حضرت شیخ بہاء الدین ملتانیؒ کے ایک مرید حضرت حسینیؒ نے اس ضمن میں غلبہ محبتِ یزدانی، کمالِ محبتِ سلطانی اور ذاتِ رحمان کی معرفت سے ایک دقیقہ ظاہر فرمایا جو ان اشعار پہ مشتمل ہے۔

بو العجب سورہ است سورۃ عشق

چار مصحف در او یك آیت نیست

عشق کی سورت وہ عجیب سورت ہے کہ جس میں چار مصحف ہیں مگر ایک بھی آیت نہیں

عشق را بوحنیفہؒ درس نگفتہ

شافعیؒ را در او روایت نیست

حضرت امام ابوحنیفہؒ نے اس بارے میں کچھ نہ کہا اور نہ ہی امام شافعیؒ سے اس باب میں کچھ مروی ہے

مالكؒ از کان عشق بے خبر است

حنبلیؒ را در او روایت نیست

امام مالکؒ نے بھی عشق کے بارے میں کچھ نہ کہا اور امام احمد بن حنبلؒ سے بھی کوئی روایت نہیں ہے

(جس طرح ان آئمہ نے ظاہری علوم کی طرف توجہ دی عشق کے بارے میں کچھ نہ کہا) اسی طرح اس حَیّ و قَیّوم کے عشق میں فناء مشاہیرِ عشاق، واصلین جمالِ خلاق اور عارفینِ ذاتِ رزّاق بھی مطلق و مقید کے رابطہ کار ہیں (یعنی انہوں نے بھی عشق کے بارے میں گفتگو کی اور نہ علوم ظاہری کے بارے میں کچھ کہا)۔ مفتیانِ فتویٰ ظاہر اور لوگ ہیں اور فَاذْكُرُوْنِیْ اَذْكُرْكُمْ (تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا) کے شراب میں مست لوگ اور ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جو ذاتِ کریم کے شراب عشق میں بے خود ہیں اور وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ کا ترانۂ عشق گا

Marfat.com

رہے ہیں۔

دیدن حق اگرچہ نیست روا

پس چرا خوانده هٰذَا اَعْمٰی

اگر حق کا دیکھنا جائز نہیں تو اس ھٰذَا اَعْمٰی (یہ اندھا ہے) کو پھر کس طرح پڑھا جائے؟ اللہ اللہ مشاہدہ رحمان کے دریائے مشاہدہ میں مستغرق لوگ کیا ہی اچھی بات کہتے ہیں کہ

هر طرف روئی رواست خاطر خواه

نشنیده ای فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ

اس کا ہر طرف نظر آنا جائز ہے کیا تو نے یہ آیت نہیں سنی فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ

وَهُوَ مَعَكُمْ خود همی خوانے

این معیت چگونه میدانے

وہ خود ہی کہتا ہے کہ هُوَ مَعَكُمْ تو اب اس معیت کو آپ کس طرح جانتے ہیں؟

اہل بسطام کی آنکھوں کے نور حضور بایزید بسطامیؒ کا یہ قول اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْانِیْ (میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم میری اطاعت کرو) دیدار پروردگار کے بازار کی رونق اور نعرہ عشق و محبت ہے۔ اس طرح حضرت جنید بغدادیؒ کا قول مبارک لَیْسَ فِیْ جَیْبِیْ اِلَّا اللّٰهَ (میرے گریبان میں بھلا اللہ کے علاوہ کون ہے؟) عشق خدا کے باغ کی بلبلوں کا ترانہ ہے اور اسی طرح حضرت شیخ شبلیؒ کا یہ قول اَنَا اَسْمَعُ وَاَقُوْلُ هَلْ فِی الدَّارَیْنِ غَیْرِیْ (سننے والا اور دیکھنے والا میں ہی ہوں کیا دونوں جہانوں میں میرے علاوہ کوئی اور بھی ہے؟) بازار عشق کی مروجہ کرنسی ہے۔

مسعود که باشد که چنیں نکته بگوید

خود بالب خود میکند آں یار حکایت

سعادت مند وہ ہوتا ہے کہ جو اس طرح کے نکات بیان کرے خود اپنے لبوں سے اپنے یار کی حکایت کرے

تفسیر زاہدی میں لکھا ہے كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ لَمَحْجُوْبُوْنَ کہ قیامت کے دن وہ

Marfat.com

اپنے رب سے حجاب میں ہوں گے اور پردہ میں ہوں گے (یعنی کافر لوگ اللہ کو نہ دیکھ سکیں گے)۔
یہ آیت بھی اس بات پر دلیل ہے کہ مومنوں کو دیدار حاصل ہوگا۔ کیونکہ مومنوں کا حال کافروں کے برعکس ہوگا اور کافروں کو دیدار حاصل نہیں تو اس کا مطلب ہے کہ مومنوں کو دیدار حق حاصل ہوگا۔
بعض جاہل لوگ کہتے ہیں کہ دیدار حق دنیا میں ممنوع، قیامت میں جائز اور جنت میں واجب ہے۔ یہ کہنا بہت بڑی غلطی ہے کیونکہ جو چیز اللہ کے بارے میں کسی وقت ممنوع ہو اور ہر حال میں ممنوع ہوتی ہے اور جس چیز کا اس سے وقوع جائز ہو وہ ہر حال میں جائز ہوتی ہے۔ اللہ کے دیدار کو واجب اور ممنوع نہیں کہنا چاہیے۔ ہاں جائز کہنا چاہیے۔ کیونکہ آپ اس کے حق میں (واجب، ممنوع) سے جو ثابت کر رہے ہیں وہ اگر ثابت ہو جائے تو اس طرح اس کی صفات میں تغیر واقع ہو جائے گا اور تغیر و تبدل مخلوق کی نشانی ہے۔ مثلاً کسی گونگے کا بات کرنا ممتنع ہے اور جب اس کو زبان مل جائے تو اس کا بات کرنا جائز ہے۔ اسی طرح نابینا کیلئے دیکھنا ممتنع ہے مگر نظر مل جائے تو دیکھنا جائز ہوتا ہے۔ اس طرح کی باتیں مخلوق کے لیے کی جاسکتی ہیں مگر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں نہیں۔ اگرچہ دیدار حق کا وعدہ دنیا میں نہیں ہے مگر اس کو امر ممنوع نہیں کہا جاسکتا۔ اسی طرح جنت میں دیدار حق کا وعدہ ہے مگر اس کو ہم واجب نہیں جانتے۔ پس اگر کوئی کہتا ہے کہ دنیا میں اللہ کا دیدار جائز ہے تو ایسا ہی ہے۔ وہی توفیق دینے والا مالک ہے۔

"شرح مواقف" میں ہے کہ رویت باری تعالیٰ کے بیان میں اس بات کا تذکرہ ہوگا کہ جس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنی جائز ہے یعنی رویت باری تعالیٰ کو اللہ سے متعلق کرنا جائز ہے۔ اور اس میں دو مقاصد ہیں۔

پہلا مقصد اس میں رویت باری تعالیٰ، اس کی صحت، اس کا وقوع اور منکرین کے اعتراضات کا بیان ہوگا۔ اس طرح تین مقامات ہوں گے۔

اس کی صحت کے بارے میں ہے اس میں مختلف مذاہب کا بڑا لمبا بیان ہے۔ شعراء کا مذہب یہ ہے رویت باری تعالیٰ صحیح ہے جبکہ اکثر نے اس کو ممنوع کہا ہے۔ آمدی کا کہنا ہے کہ ہمارے تمام آئمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار دنیا اور آخرت میں جائز ہے۔ کچھ نے دنیا میں اس کے جواز کے بارے میں اختلاف کیا ہے بعض نے اس کو ثابت کیا ہے اور کچھ نے اس کی نفی کی ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کو نیند میں دیکھا جاسکتا ہے؟۔ تو کہا گیا ہے ہاں اور کچھ نے اس کی نفی کی ہے۔ صحیح

Marfat.com

بات یہ ہے کہ اس امر سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ ہمارے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو دیکھا جا سکتا ہے۔ اور معتزلہ نے عقلی اعتبار سے اس کی نفی کی ہے اور اس کی ذات کی رویت میں اختلاف کیا ہے۔

سب سے پہلے محل نزاع کا ذکر کرنا بہت ضروری ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ جب ہم سورج کی طرف دیکھیں اور پھر آنکھ بند کر لیں تو آنکھ بند کرنے کے باوجود ہمیں سورج کے ہونے کا بہت اچھی طرح علم ہے۔ اور یہ حالت پہلی حالت کے خلاف ہے کہ رویت بالضرورۃ تھی۔ ان دونوں صورتوں میں اگرچہ فرق ہے۔ مگر پہلی حالت میں یہ امر زائد تھا۔ اس طرح اگر ہمیں کسی چیز کا مکمل علم ہو اور پھر ہم اس چیز کو دیکھ بھی لیں تو اب اس کا علم بدیہی طور پر حاصل ہوا۔ اگرچہ دوسری صورت میں پہلی کی نسبت زیادتی ہے۔ فلاسفہ کا کہنا ہے کہ جو مغایرت اور زیادتی تاثر حدقہ کی طرف عائد ہوتی ہے نہ کہ انکشاف میں زیادتی کی طرف وہ رویت ہے اور آنکھوں کی کئی ایک وجوہات ہو سکتی ہیں۔ اول اس طرح کہ اگر کوئی سورج کو دیکھے اور پھر آنکھ بند کرے پس وہ خیال کر لے کہ سورج اس کے پاس ہے تو وہ اس بات کو رد نہیں کر سکتا یعنی اس خیال کو خود سے دور نہیں کر سکتا اور یہ اس وجہ سے ہے کیونکہ حدقہ (آنکھ کی پتلی) نے سورج کی تصویر لی اور پھر رویت زائل ہونے کے بعد بھی اس کی صورت اس میں باقی رہی۔ دوسرا اس طرح کہ اگر کوئی بندہ ایک طویل عرصہ سبز گنبد کو دیکھتا ہے اور اس کے بعد وہ کسی سفید رنگ کی چیز کو دیکھے تو اب اس کو سبز اور سفید کا امتزاج نظر آئے گا۔ تو یہ ثابت ہوا کہ آنکھ کی پتلی نے سبز رنگ کا گہرا تاثر لیا اور پھر نہ دیکھنے کے باوجود اس کی صورت باقی رہی۔ تیسرا اس اعتبار سے کہ بہت زیادہ روشنی آنکھوں کو عاجز کر دیتی ہے اور اسی طرح بہت زیادہ سفید رنگ اس طرح کے اگر کوئی بندہ ان دونوں کو دیکھنے کے بعد کمزور روشنی یا پھر تھوڑے سفید رنگ کو دیکھے تو ان کو نہ دیکھ سکے گا لہذا اگر پتلی کا متاثر ہونا نہ ہوتا تو بات اس طرح نہ ہوتی۔ ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ آپ نے جو کچھ بھی ذکر کیا ہے یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ پتلی کا تاثر ابصار کے وقت ہوتا ہے اور اگر یہ زیادتی یعنی ابصار کو تاثر کی طرف لوٹا دیا جائے تو پھر اس میں کوئی ایسی دلالت نہیں ہے۔ لہذا ابصار کو رویت سے تاویل نہیں کیا جا سکتا جو کہ حاسہ بصر ہے اور نہ ہمارے نزدیک یہ اس سے مشروط ہے لہذا اللہ تعالیٰ کو دیکھا جا سکتا ہے بغیر اس کے کہ آنکھ اس کا تاثر لے۔ اور جو لکھا جا چکا وہی کافی ہے۔

Marfat.com

رویت ایک ایسا امر ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے زندہ میں پیدا کیا ہے اور اس میں روشنی، مدمقابل اور دوسری شرائط کا ہونا ضروری نہیں جو کہ فلسفیوں نے ضروری قرار دی ہیں۔ پھر جیسا کہ یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ تو جسم ہے اور نہ یہ کسی سمت میں مقید ہے لہذا اس طرح اس پر مقابلہ، جہت اور آنکھ کا اس کی طرف پھر جانا محال ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود اس کا اپنے بندوں کے لیے چودھویں کے چاند کی طرح کھل جانا جائز ہے جیسا کہ صحیح احادیث میں یہ بات وارد ہے۔ اور اس طرح اس حالت کا حاصل ہونا بھی صحیح ہے کہ جس کو رویت کہتے ہیں۔ اس مسلک میں اہل سنت سب سے منفرد ہیں۔ اس بات میں ان سب فرقوں نے اختلاف کیا ہے۔ اگرچہ کرامیہ اور مجسمہ رویت کو صحیح مانتے ہیں مگر ان کے صحیح ماننے کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے اور کسی خاص سمت کے ساتھ مقید ہے۔ لہذا جس کا نہ وجود ہو اور نہ ہی سمت تو اس کا تو وجود ہی محال ہے کہ کس جگہ اس کو دیکھا جائے۔

رویت کے جواز پر عقل اور نقل دونوں طرح سے استدلال کیا گیا ہے۔ لہذا ہم یہاں دو مسلک بتاتے ہیں۔ پہلا مسلک نقلی دلائل کا ہے۔ اس کو سب سے پہلے ذکر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ اس باب میں اصل ہے۔ اس باب میں سب سے عمدہ قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو فرمایا کہ وَلٰكِنْ اُنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِيْ (بلکہ اس پہاڑ کی طرف دیکھیں اگر وہ اپنی جگہ برقرار رہا تو عنقریب آپ مجھے دیکھ سکیں گے)۔

رویت باری تعالیٰ پر اس آیت سے دو طرح سے استدلال کیا جاتا ہے۔ اوّل اس طرح کہ یہاں حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کی رویت کا سوال کیا۔ لہذا اگر اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن ہوتا تو آپ کبھی بھی اس طرح کا سوال نہ کرتے۔ اگر پھر بھی انہوں نے سوال کیا تو یا تو ان کو رویت کے ممنوع ہونے کا پتا تھا یا اس بات سے جاہل تھے؟۔ اگر پتا تھا اور پھر بھی ممنوع بات کا سوال کیا تو عقلمند سے اس طرح کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ لہذا یہ بات عبث ہے اور اگر جاہل ہونے کی وجہ سے سوال کیا تو جاہل اللہ کا نبی اور کلیم نہیں ہوسکتا حالانکہ ان کے یہ وصف اللہ تعالیٰ نے خود قرآن میں بیان کیے ہیں بلکہ جہالت وغیرہ نبوت کے لئے صحیح نہیں ہیں کیونکہ نبوت کا مقصد ہی صحیح عقائد اور اعمال صالح کی دعوت دینا ہے۔

اس آیت میں دوسرا استدلال اس طرح ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے رویت کو استقرار جبل

Marfat.com

سے معلق کیا ہے اور استقرار جبل (پہاڑ کا ٹھہرے رہنا)۔ ایک امر ممکن ہے اور جو چیز ممکن کے ساتھ معلق ہو وہ خود بھی ممکن ہوتی ہے۔ لہذا رویت ممکن ہے اور اگر یہ ممتنع ہو تو اس صورت میں لازم کے صدق کے بغیر ملزوم کا صدق لازم آئے گا۔ یہاں پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہاں حضرت موسیٰ نے رویت کا سوال نہ کیا بلکہ اس کو علم ضروری سے تعبیر کیا کیونکہ یہ اس کا لازم ہے اور ملزوم کے اسم کا لازم پر اطلاق صحیح اور مستعمل ہے کیونکہ رویت علم کے معنی میں ہے تو کیا ان کا کہنا یہ تھا کہ مجھے اس کا علم عطا فرما۔ یہ تاویل ابوالہذیل کی ہے اور پھر ابوعلی جبائی اور اکثر بصرہ کے لوگوں نے اس کی پیروی کی۔ اس اعتراض کا جواب ہے کہ جی ہاں رویت کو علم کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے لیکن جب اس کو اِلٰی کے ساتھ ملایا جائے تو پھر بات دور چلی جاتی ہے۔ صحیح یہ تھا کہ اس طرح کہا جاتا کہ اگر اَرِنِیْ میں مطلوبہ رویت علم کے معنی میں ہے تو اس پر نظر مترتب بھی اس معنی میں ہونی چاہیے۔ اور نظر اگر علم کے معنی میں استعمال ہو تو اس کا استعمال اِلٰی کے ساتھ بہت دوری چاہنے والا اور قطعی طور پر ظاہر کے خلاف ہے اور ظاہر دلیل کے بغیر صحیح نہیں ہوتا اور یہاں اس طرح کی کوئی دلیل نہیں ہے لہذا یہاں اس کو رویت پر ہی محمول کیا جائے گا اور طلب یہاں رویت کے لیے کی گئی ہے۔ اور رویت کا علم پر محمول کرنا یہاں ممتنع ہے اوّل اس طرح کہ اس سے لازم آئے گا کہ حضرت موسیٰ کو اپنے رب کا علم نہیں تھا حالانکہ وہ اس کے ساتھ مخاطب بھی ہیں اور یہ بات عقل میں نہیں آتی کیونکہ مخاطب حاضر کے حکم میں ہوتا ہے اور جو نظر کے ساتھ معلوم ہو وہ ایسا نہیں ہے۔ دوسرا اس لحاظ سے کہ جواب سوال کے مطابق ہونا چاہیے اور اللہ کا جواب لَنْ تَرَانِیْ سے مراد رویت کی نفی ہے نہ کہ علم ضروری کی۔ اس پر معتزلہ کا بھی اجماع ہے اور اگر سوال کو طلب علم پر محمول کیا جائے پھر سوال جواب کی مطابقت نہیں رہتی۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ان کا ارادہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا نہ تھا بلکہ مراد علم اور اس کی نشانیاں تھیں۔ وہ نشانیاں جو کہ قیامت کے دن پر دلیل ہوں۔ جس طرح کہ اُنْظُرْ اِلٰی عِلْمِکَ میں سے مضاف الیہ حذف کر کے یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ اُنْظُرْ اِلَیْکَ۔ اسی طرح قرآن مجید میں آتا ہے کہ وَاسْئَلِ الْقَرْیَةَ مگر اصل میں وَاسْئَلْ اَهْلَ الْقَرْیَةَ تھا لہذا یہاں بھی رویت مطلوب سے مراد علم ہی ہو گا اور آیت اصل میں اس طرح ہو گی کہ اَرِنِیْ عِلْمًا مِنْ اِعْلَامِکَ اُنْظُرْ اِلٰی عِلْمِکَ اور پھر مضاف کو حذف کیا گیا۔

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ظاہر کے خلاف ہے اور یہ صرف دلیل کے ساتھ ہی سوچا جا سکتا ہے۔ یہ تاویل صحیح بھی نہیں ہے ایک تو اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے کہا لَنْ تَرَانِیْ اور اس میں رویت کی نفی ہے نہ کہ علم کی تو اس صورت میں جواب سوال کے مطابق نہ ہوا۔ دوسرا اس وجہ سے کہ جس پہاڑ کا حضرت موسیٰ نے مشاہدہ کیا تھا وہ پہاڑ بذاتِ خود اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانی تھا تو پھر یہ کہنا کہ اُنْظُرْ اِلَی الْجَبَل رویت سے ممنوع قرار دینے والا ہے، یہ بات مناسب نہیں ہے۔ اور اسی طرح لَنْ تَرَانِیْ سے بھی یہ تاویل اخذ کرنا کہ وہ قیامت کی دلیل ہے مناسب نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ بھی کیونکہ نشانی پہاڑ کے بکھر جانے میں ہے نہ کہ اس کے کھڑا رہنے میں۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے یہ سوال اپنے لئے نہیں بلکہ اپنی قوم کیلئے کیا تھا کیونکہ ان کو رویت کے ممنوع ہونے کا پتا تھا مگر قوم کو پتا نہیں تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ظاہر کے خلاف ہے اور یہ تاویل صحیح بھی نہیں ہے۔ ایک اس وجہ سے کہ اگر تو وہ لوگ حضرت موسیٰ کی بات کی تصدیق کرنے والے تھے تو اس کی ضرورت ہی نہ تھی بلکہ حضرت موسیٰ کا اتنا کہہ دینا ہی کافی تھا کہ یہ بات ممنوع ہے بلکہ ان کو چاہیے تھا کہ وہ ان کو اس چیز کا سوال کرنے سے ٹوکتے کہ جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہ تھی۔ اور اگر وہ حضرت موسیٰ کی تصدیق کرنے والے نہیں تھے بلکہ کافر اور منکر تھے تو انہوں نے اس کو بھی جھٹلانا تھا۔ اسی طرح اس سوال کے جواب لَنْ تَرَانِیْ سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اخبار ہے کہ کافر سوال کے وقت موجود نہ تھے اور انہوں نے اس جواب کو نہ سنا تھا بلکہ ان ستر بندوں نے سنا تھا جو اس وقت حاضر تھے۔ لہٰذا جو لوگ کھلے معجزوں کا انکار کرتے تھے وہ حضرت موسیٰ کے اس قول (اخبار) کو کس طرح قبول کرتے؟۔ دوسرے اس اعتبار سے کہ جب انہوں نے سوال کیا تھا اور کہا تھا کہ اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً (کہ اے موسیٰ ہم کو اپنا خدا دکھا) تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبیخ فرمائی اور ان کو اس سوال کی وجہ سے جھڑکا اور ان پر بجلی گرائی تو حضرت موسیٰ نے ان کو جھڑکے جانے سے بھی رویت نہ ہونے پر دلیل کیوں نہ پکڑی۔ اور بجلی کے گرائے جانے پر مسؤل کے ممتنع ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے کیوں وہ نہیں دیکھ سکے تھے۔ اور اس میں کوئی ایسی دلیل نہیں ہے کہ جو اس امر کے ممنوع ہونے پر دلالت کرے۔ جس کو وہ طلب کر رہے تھے بلکہ ہو سکتا ہے کہ اللہ نے ایسا ان کی سرکشی کی وجہ سے کیا ہو کیونکہ ان کا ارادہ

Marfat.com

تھا کہ حضرت موسیٰؑ ایسا نہ کر سکیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کا انکار کیا ہو جس طرح اللہ نے اس وقت کیا تھا جب انہوں نے کہا تھا کہ لَنْ نُّوْمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْبُوْعًا اور اسی طرح جب انہوں نے کہا کہ اَنْزِلْ عَلَیْنَا کِتَابًا مِنَ السَّمَاءِ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کی سرکشی کی وجہ سے ایسا نہ کیا تھا اگرچہ جس کے متعلق سوال کیا گیا وہ امر ممکن ہے تو پس اللہ تعالیٰ نے ان پر ظاہر کر دیا جو اس کی سچائی پر دلالت کرے ان کی سرکشی کی وجہ سے۔

چوتھا اعتراض یہ ہے کہ اگرچہ حضرت موسیٰؑ کو اس بات کے ممنوع ہونے کا علم تھا مگر انہوں نے اپنے لیے سوال اس وجہ سے کیا تھا تاکہ دلیل عقلی اور دلیل سمعی حاصل ہوں اور اس چیز کے ممنوع ہونے کے بارے میں ان کا علم اور زیادہ پختہ ہو، جس طرح کہ حضرت ابراہیمؑ نے کہا تھا کہ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُوْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ یعنی حضرت ابراہیمؑ نے کہا "اے اللہ تو مجھے دکھا کہ مردے کیسے زندہ کرتا ہے؟"۔ تو اللہ تعالیٰ نے کہا " کیا آپ کو یقین نہیں؟"۔ تو حضرت ابراہیمؑ نے کہا " کیوں نہیں مگر اطمینان قلب کے لیے"۔ تو اس طرح حضرت ابراہیمؑ نے علم کے باوجود سوال کیا اسی طرح حضرت موسیٰؑ نے کیا ہو۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ علم تفاوت کو قبول نہیں کرتا کیونکہ علم ایک ایسی صفت ہے جو تمیز کو ثابت کرتی ہے تو اس کا متعلق نقیض کا احتمال نہیں رکھتا۔ اس لیے حضرت ابراہیمؑ کے قول کی یہ کمزور تاویل بھی کی جاتی ہے کہ ان کے مخاطب جبرائیلؑ تھے جبکہ وہ وحی لے کر نازل ہو رہے تھے۔ تاکہ ان کا رب کی طرف آنا معلوم ہو جائے۔ اس تاویل میں یہ ضعف پایا جاتا ہے کہ انہوں نے مخاطب رب کو کیا اور حضرت جبرائیلؑ رب نہیں ہیں اور یہ بھی کہ مردے زندہ کرنا حضرت جبرائیلؑ کا کام نہیں تو انہوں نے ان سے کیسے طلب کر لیا؟۔ کبھی اس قول کی طاقت ور تاویل کی جاتی ہے جو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی طرف وحی کی کہ میں نے ایک انسان کو اپنا خلیل بنایا ہے جس کی نشانی یہ ہے کہ میں اس کی دعا سے مردہ زندہ کر دیتا ہوں، تو حضرت ابراہیمؑ نے سوچا کہ وہ انسان میں ہوں تو انہوں نے مردوں کے زندہ ہونے کا سوال کیا تھا اپنے اطمینان کی خاطر۔ پس اگر حضرت موسیٰؑ نے صرف طلب کی پختگی کو ممکن جانا رویت کے ممنوع ہونے کے سوال کا ارتکاب کیے بغیر ساتھ اس کے دلیل سمعی بھی اس کے محال ہونے پر ظاہر ہو جائے تو پس ان کی یہ طلب (سوال) اس طرح ہے کہ جو عقلمند اور خصوصاً انبیاء کی شان کے لائق نہیں ہے۔

Marfat.com

پانچواں اعتراض یہ ہے کہ اگر ان کو رویت باری تعالیٰ کے ممنوع ہونے کا علم نہیں بھی ہے تو یہ چیز نبوت کیلئے نقصان دہ نہیں ہے کیونکہ ہمارے نزدیک اس کی معرفت کے وجود کا مقصد حکمت سے علم کا توصل ہے۔ بعثت کا مقصد صرف اللہ کی توحید کی طرف دعوت دینا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بہت زیادہ امر اور نہی کا مکلّف بنایا ہے اور یہ رویت کے محال ہونے کے ساتھ علم پر موقوف نہیں ہے۔ جس کے نزدیک وجوب دلیل شرعی ہے تو اس کے نزدیک یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت موسیٰ کی شریعت نے اس معرفت کا حکم ہی نہ دیا ہو کہ رویت باری تعالیٰ محال ہے یا حضرت موسیٰ رویت کے محال ہونے کو جانتے ہوں مگر پھر بھی سوال کیا کہ سوال طلب کے ساتھ ہے جو انبیاء پر ممتنع نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات مناسب نہیں ہے کیونکہ یہ بدعت ہے اور ایک ٹیڑھا راستہ ہے جس پر کوئی عقلمند بھی چلنا گوارہ نہیں کرتا۔ کہاں انبیاء اور یہ جرأت، کس طرح ہو کہ اللہ تعالیٰ سے وہ چیز طلب کی جائے کہ جو اس کی شان کے لائق نہیں اور تمہاری یہ رائے صغیرہ گناہوں میں سے نہیں بلکہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور جہاں تک انبیاء سے صغیرہ گناہوں کے ارتکاب کا سوال ہے تو ہم اس کو بعد میں تفصیل سے بیان کریں گے۔

اس پر ایک اور اعتراض یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے رویت کو استقرار جبل پر معلق کیا۔ یا تو یہ ساکن ہونے کے اعتبار سے ہوگا یا پھر محال ہونے کے اعتبار سے۔ پہلی بات تو ممنوع ہے اور دوسری تسلیم شدہ ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ اگر انہوں نے رویت کو استقرار جبل پر سکون کی حالت کے ساتھ معلق کیا تھا تو اس سے رویت کا وجود لازم آئے گا کیونکہ اس طرح شرط کا حصول ہو جائے جو کہ استقرار ہے اور یہ باطل ہے۔ تو اب یہ بات واضح ہوگئی کہ انہوں نے رویت کو پہاڑ پر حرکت کی حالت میں معلق کیا تھا تو اس بات میں بھلا کیا شک ہے کہ استقرار حرکت کے ساتھ ہونا محال ہے۔ گویا انہوں نے رویت کو محال کے ساتھ معلق کیا تو اس سے رویت کے ممکن ہونے کا نہیں بلکہ رویت کے محال ہونے کا ثبوت ہے۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے رویت کو پہاڑ کے ساتھ معلق کیا تھا اور اس میں صرف استقرار حرکت کی شرط تھی حرکت یا سکون کی نہیں ورنہ کلام میں اضمار لازم آئے گا اور بے شک استقرار جبل جو کہ ممکن ہے جبکہ اس کا وقوع فرض کیا جائے تو اس سے محال لازم نہیں آتا۔ اسی طرح اس وقت میں پہاڑ کا استقرار اس کی حرکت کے ساتھ بھی محال نہیں ہے جبکہ اسی خاص وقت میں استقرار حرکت کی جگہ حاصل ہو اور اس میں کوئی

Marfat.com

مضائقہ نہیں ہے بلکہ جو چیز محال ہے وہ استقرار ہے یعنی جو حرکت کے ساتھ ہے۔یعنی دونوں کا بیک وقت جمع ہونا محال ہے نہ کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا وقوع کسی دوسرے وقت میں۔

اسی طرح ایک اور اعتراض یہ ہے کہ اس تعلیق سے مراد رویت کا ممکن ہونا یا ممنوع ہونا مراد نہیں ہے بلکہ اس کا معدوم ہونا مراد ہے کیونکہ اس کے ساتھ عدم کو معلق کیا گیا ہے لہٰذا اس سے امکان کی تعلیق لازم نہیں آتی۔اس کا جواب یہ ہے کہ اس کلام میں بالذات کسی بھی چیز کا قصد نہیں کیا گیا ہے جو کہ لزوم قطعی کے طور پر لازم آئے اور یہاں بھی حالت اسی طرح ہے کہ اگر ممکن شرط کا وقوع فرض کر لیا جائے تو اس میں مشروط ممکن ہے تو وہ بھی اس طرح ممکن ہوگا ورنہ اس تعلیق کا کوئی خاص مقصد نہیں ہے۔شرط اور مشروط کا ارادہ یہاں اس لیے ہے کہ وہ شرط کے وجود یا عدم وجود دونوں صورتوں میں اس کی نفی کرنے والا ہے۔یہ نہ کہا جائے گا کہ تعلیق کا فائدہ یہ ہے کہ عدم کو عدم کے ساتھ مربوط کر دیا جائے گا۔کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ لغت کے اعتبار سے اس قول ''کہ اگر تو مجھے مارے گا تو میں بھی تجھے ماروں گا'' سے جو چیز سمجھ میں آتی ہے وہ دونوں طرف وجود یا عدم کا اکٹھا پایا جانا ہے نہ کہ فقط ایک طرف۔اور شرط میں یہی بات معتبر ہے۔رویت کے متعلق مزید ہم دوسرے مقام پر ذکر کریں گے۔لہٰذا یہاں ان کو ذکر کر کے کتاب کو طویل نہیں کرنا چاہتے۔اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

رویت کے صحیح ہونے کے بارے میں دوسرا مسلک عقل ہے اور اس مسلک عقلی میں عمدہ ترین مسلک، مسلک وجود ہے اور یہ شیخ ابوالحسین، قاضی ابوبکر اور ہمارے اکثر آئمہ کا مذہب ہے۔ اس کی تحریر یہ ہے کہ ہم مختلف اعراض مثلاً رنگ، نور اور ان کے علاوہ کو دیکھتے ہیں حرکت، سکون، جمع اور جدا ہونے سے اور یہ تو ظاہر ہے۔اسی طرح ہم جوہر کو بھی دیکھتے ہیں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ ہم کسی بھی جسم کے طول اور عرض کو دیکھتے ہیں اور اسی وجہ سے ہم لمبائی، چوڑائی، طویل ترین کا فرق بھی کر سکتے ہیں۔طویل اور عرض ایسے اعراض ہیں جو جسم سے قائم ہوں۔جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے کہ یہ جواہر فردہ سے مرکب ہیں۔مثلاً اگر طول اس کے کسی ایک حصے کے ساتھ قائم ہو اس حصے کا حجم لازمی طور پر دوسرے حصے سے زیادہ ہوگا تو اس لحاظ سے وہ تقسیم کو قبول کرے گا اور یہ خلاف عقل ہے۔اگر اس کا قیام ایک حصے کی بجائے زیادہ حصوں کے ساتھ ہو تو اس صورت میں عرض کا قیام دو محلوں کے ساتھ لازم آئے گا اور یہ بھی محال ہے۔لہٰذا طویل اور عرض کی رویت بالکل ان

Marfat.com

جواہر کی رویت کی طرح ہے کہ جن سے جسم مرکب ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ جوہر اور عرض دونوں کی رویت صحیح ہے۔ اس صحت کے لیے ایک علت ہے جو ان دونوں کے وجود کے ساتھ مختص ہے اور جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ اس کا تحقق وجود کے وقت ہوتا ہے تو اس کی نفی عدم کے وقت ہوتی ہے۔ پس اگر اجسام اور اعراض دونوں معدوم ہوں اس وجہ سے کہ ان کا مرتب ہونا محال ہے تو اس صورت میں صحت کا حال وجود کے ساتھ مختص ہونا ایک ایسی ترجیح کی طرح ہے جو مرجح کے بغیر ہے کیونکہ صحت کی نسبت اس کے علت سے مستغنی ہونے کی وجہ سے وجود اور عدم دونوں طرف ہوگی۔ یہ علت رویت کے امر کو صحیح کرنے والی ہے اور اس کا جوہر اور عرض کے درمیان مشترک ہونا ضروری ہے ورنہ امر واحد کی تعلیل لازم آئے گی جو یہ ہے کہ کسی چیز کا مختلف علتوں کی وجہ سے نظر آنا صحیح ہو اور یہ امور یا تو اعراض کے ساتھ مختص ہوں گے یا پھر جواہر کے ساتھ اور ان کے ساتھ ان کا ختصاص جائز نہیں ہے۔

اس کے بعد ہم کہتے ہیں کہ مشترک علت یا وجود ہوگی یا پھر حادث ہوگی کیونکہ ان دونوں کے علاوہ جوہر اور عرض کے درمیان کچھ بھی مشترک نہیں ہے۔ پس اجسام صفت عامہ میں الوان کے موافق نہیں ہوتے اس توہم کی وجہ سے کہ سوائے ان دو کے صرف یہی صحیح ہے مگر حدوث کا اس کی صحت کی علت ہونا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عدم سابق کے اعتبار کے باوجود عبارت ہوتا ہے۔ وجود سے اور عدم میں یہ صلاحیت نہیں ہوتی کہ وہ علت کا جزو بن سکے کیونکہ تاثیر صفت اثبات ہے۔ لہٰذا اس کو صفت عدم کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس کے ساتھ جو اس سے مرکب ہو۔ لہٰذا جب عدم درجہ اعتبار سے ساقط ہو گیا تو اب صرف وجود باقی رہ گیا تو اس صورت میں وہ مشترک علت صرف وجود ہوگا اور یہ ان دو اور واجب کے درمیان بھی مشترک ہوگا کیونکہ پہلے گزر چکا ہے کہ وجود تمام موجودات کے درمیان مشترک ہے۔ لہٰذا اس طرح رویت باری تعالیٰ کا صحیح ہونا ثابت ہوگا۔ اور یہی بات ثابت کرنا ہمارا مطلب تھا۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس دلیل سے واجب آتا ہے کہ ہر موجود مثلاً آوازیں، روحیں، ملموسات اور ذائقوں کا دیکھنا بھی صحیح ہو۔ شیخ اشعریؒ نے اس کا التزام کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ کسی چیز کی رویت کے صحیح ہونے سے اس کے لیے رویت کا تحقق لازم نہیں آتا اور ہم ان چیزوں مثلاً ارواح، آوازیں اور ذائقے وغیرہ نہیں دیکھ سکتے کیونکہ اللہ پاک نے ان میں یہی قاعدہ جاری کیا

Marfat.com

ہے کہ یہ نہ دیکھی جا سکیں۔ اگر چہ اس نے ہم میں اس بات کو جاری کیا کہ ہم ان کو نہ دیکھ سکیں مگر اس سے یہ بات ممنوع نہیں ہو جاتی کہ وہ ہم میں ان کو دیکھنے کی طاقت تخلیق کر دے۔

انکار کرنے والا بڑی شدت کے ساتھ اس کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ محض ایک جھگڑا ہے اور مکمل طور پر عقل کے حیز سے خروج ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ اس کا انکار صرف اس لئے ہے کہ وہ رویت سے دوری چاہتا ہے۔ حقائق یعنی ایسے احکام جو ثابت شدہ ہوں اور واقعہ مطابق ہوں وہ صرف عادات سے حاصل نہیں ہوتے بلکہ ایسی عقل سے حاصل ہوتے ہیں جو عقل نفسانی خواہشات اور تقلید کی آمیزشوں سے پاک ہو۔ اور اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ رویت کا جو معنیٰ ہم نے بیان کیا ہے، اس معنی میں رویت ممنوع نہیں ہے اور یہ تمام محسوسات میں ہے۔ اس کے بعد اس پر کئی ایک اعتراض وارد ہو سکتے ہیں۔

ایک اعتراض اس طرح ہے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ہم عرض اور جوہر اکٹھا دیکھتے ہیں اور وہ دکھائی دینے والا صرف عرض ہے جس طرح تیرا قول کہ ہم طول اور عرض کو دیکھتے ہیں اور وہ دونوں جوہر ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ان دونوں کی رویت کا حکم لگانا صحیح ہے لیکن ان دونوں کا مرجع مقدار کی طرف ہے۔ پس بے شک یہ ایک ایسا عرض ہے جو جسم کے ساتھ قائم ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اس بات کو پہلے بھی ثابت کر چکے ہیں کہ ان دونوں کا جسم کے ساتھ قائم مقدار ہونا باطل ہے۔ پس جو مقدار عرض ہو اس کا وجود جز کی نفی اور ہیولے اور صورت والے جسم کے ترکب پر مبنی ہوتا ہے۔ اس کا باطل ہونا کئی مرتبہ گزر چکا ہے اور اب اس کو دوبارہ ذکر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور اس طرح بہت زیادہ طوالت ہو گی۔ اب یہاں ہم صرف مقدار عرض کا باطل ہونا ثابت کریں گے۔ اگر فرض کریں کہ آسمان کے کچھ اجزا تلف ہو کر زمین پر آئے ہیں تو ہم کو معلوم ہو گا کہ وہ بہت زیادہ طویل ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ طول میں سوائے اجزاء کے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ پس دکھائی دینے والے صرف یہ اجزاء ہیں نہ کہ عرض جو کہ اس کے ساتھ قائم ہوں۔ پس ان اجزاء سے حاصل شدہ امتداد ہی شرط ہو گی، اس واحد عرض کے قیام کی جو اس کے ساتھ مقدار ہے وگرنہ ایک ہی مقدار کا قیام ان اجزاء کے ساتھ لازم آئے گا اگر چہ یہ متاثر اور متفاصل ہی ہوں اور یہ بات بالکل باطل ہے۔ اور جب امتداد مقدار عرض کے قیام کے لیے شرط ہے تو اب امتداد ایسا عرض نہیں ہو گا کہ جو ان کے ساتھ قائم ہو ورنہ شی کا بنفسہٖ اشتراط لازم آئے گا۔ پس طول کا مرجع ایک

Marfat.com

خاص سمت میں اجزا متائف کی طرف ہو گا۔اس طرح ان متحیز اجزاء کی رویت ہو گی جو کہ ہمارا مطلوب ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ہم صحت کا علت کی طرف محتاج ہونا قبول نہیں کرتے کیونکہ یہ بات امکان سے ہے اور امکان عدمی ہوتا ہے اور عدم کو علت کی ضرورت نہیں ہوتی۔اس کا جواب الزامی ہے جو کہ ہمارا جواب پہلے گزر چکا ہے اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ جیسا کہ آمدی نے بھی وضاحت کی ہے کہ رویت کی صحت کی علت سے مراد وہ چیز ہے کہ جس کا احتیاج برابر ہے کہ وہ وجودی ہو یا عدمی ہو۔علت اس معنی میں ہے کہ وہ ضروری رویت کے متعلق ہو اور اسی طرح ہم کو یہ بات بھی معلوم ہے کہ رویت کا متعلق موجود امر ہوتا ہے۔کیونکہ عدم کا دیکھنا تو کسی صورت جائز نہیں ہوتا۔تیسرا اعتراض یہ ہے کہ ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ رویت کی صحت کی علت کا مشترک ہونا واجب ہے۔ایک تو اس وجہ سے کہ رویت کی صحت کسی شخص کے ساتھ امرِ واحد نہیں ہے اور یہ بات ظاہر ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اعتراض کی رویت کی صحت جواہر کی رویت کی صحت کے مثل نہیں ہوتی کیونکہ اس صورت میں یہ دو مماثل ہیں تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کا راستہ بند کر دیتے ہیں۔اور جسم کی رویت عرض رویت کے قائم مقام نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اس کا عکس کیونکہ یہ محال ہے کہ جسم عرض نظر آئے اور عرض جسم نظر نہ آئے۔دوسرا اس اعتبار سے یہ بات ظاہر ہے کہ واحد بالنوع کی تعلیل بہت ساری مختلف علتوں کے ساتھ ہو۔لہٰذا اگر ان دو صحتوں کے تماثل کو مقدر مانا جائے تو ان دونوں کی تعلیل دو مختلف علتوں کے ساتھ بھی جائز ہو گی۔اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ رویت کی صحت کی علت سے مراد اس کا متعلق ہے اور ہمارا مدعا یہ ہے کہ اس کا متعلق جوہر اور عرض میں کسی ایک کی صفت بھی نہیں ہے۔ہم دور سے شیخ کو دیکھتے ہیں مگر اس کا ادراک نہیں کر سکتے سوائے اس کی ہویت کے،اس کی جوہریت اور اس کی عرضیت کا ہم ادراک نہیں کر سکتے کہ کہاں ہم اس کے جوہر یا عرض ہونے کا ادراک کریں۔اور اسی طرح جب ہم زید کو دیکھتے ہیں تو ہم اس کو ایک رویت میں دیکھتے ہیں جو کہ اس کی ہویت کے متعلق ہے اور ہم اس کے اعراض مثلاً رنگ اور روشنی کو نہیں دیکھتے،جس طرح فلسفہ دانوں کا گمان ہے کہ مرئی بالذات وہ ہے جو رنگ اور ضیا کے ساتھ ہو۔اور جہاں تک اجسام کا تعلق ہے تو یہ عرض اور تبعیت کے ساتھ نظر آتے ہیں بلکہ ہم اس کی ہویت کو دیکھتے ہیں۔اور پھر انکی تفصیل کرتے ہیں جواہر کی طرف یہ اس کے اعضا ہیں اور

Marfat.com

اعراض کی طرف جو ان جواہر کے ساتھ قائم ہوتے ہیں اور کبھی اس تفصیل سے غافل رہتے ہیں یہاں تک کہ اگر ہم سے ان جواہر اور اعراض کے متعلق سوالات کیے جائیں تو ہم ان کو نہیں جانتے اور نہ ہی ہم نے ان کو ایک دیکھا تھا بلکہ ہم نے صرف ہویت کو دیکھا۔

اگر رویت کا متعلق وہ ہویت نہ ہو کہ جس کے ساتھ ہویات کی خصوصیات کے درمیان اشتراک ہوتا ہے بلکہ رویت کا متعلق وہ امر ہو کہ جس کے ساتھ ان کے درمیان اشتراک ہوتا ہے میری مراد مثلاً زید کی ہویت کی خصوصیات ہیں تو اس صورت میں حالت اس طرح نہ ہوگی کیونکہ وہ رویت جو مخصوص بھی ہو اور ممتاز بھی ہو وہ اعراض اور جواہر کی خصوصیات پر اطلاع کو مستلزم ہوتی ہے۔ تو یہ ہمارے لیے مجہول نہ ہوگی۔ تو اس طرح ثابت ہوگا کہ متعلق رویت وہ ہویت ہے جو عام ہے اور اعراض و جواہر اور باری تعالیٰ کے درمیان مشترک ہے پس اسی طرح رویت باری تعالیٰ صحیح ہے۔

چوتھا اعتراض یہ ہے کہ ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ عرض اور جواہر کے درمیان سوائے وجود اور حدوث کے کوئی چیز مشترک نہیں ہے کیونکہ امکان بھی اسی طرح ان دونوں کے درمیان مشترک ہے اور اسی طرح مذکور رویت معلومیت اور باقی سارے عام مفہوم بھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ رویت کا متعلق وہ ہے جس کی تفسیر ہم نے صحت کی علت کے ساتھ کی ہے اور یہ موجود کے ساتھ مختص ہوتی ہے ورگرنہ معدوم کی رویت بھی صحیح لازم آئے گی۔ امکان میں یہ بات نہیں اس کے موجود اور عدم کو ضمن میں لینے کی وجہ سے اور اسی طرح وہ دوسرے مکمل مفہوم جو ان دونوں میں شامل ہوتے ہیں لہذا ان دونوں میں کوئی چیز رویت کے متعلق کرنا صحیح نہیں ہے اور جو چیز معلوم نہیں ہوتی وہ متعلق رویت بھی نہ ہوگی کیونکہ اس کے متعلق کا معلوم ہونا ضروری ہے کیونکہ اس کا آنکھ سے ادراک ہوتا ہے۔ جوہر اور عرض میں سے جو چیز ہم جانتے ہیں وہ ان دونوں کی خصوصیات ہیں اور اس کے ساتھ رویت کے تعلق کو ہم نے باطل کیا ہوا ہے اور اس کیلئے سوائے ان دونوں کے درمیان مشترک کے کچھ باقی نہیں بچتا اور وہ مشترک وجود ہے اس خصوصیت کے ساتھ جس سے وہ دونوں قدیم سے جدا ہو جائیں۔ اور اسی طرح ہم مطلق حدوث کو بھی باطل قرار دے چکے ہیں، اور اس کے بغیر جبکہ وہ مطلق موجود ہے اور اس کے ساتھ تو اس سے مطلوب تمام (مکمل) ہوتا ہے۔

اسی طرح پانچواں اعتراض یہ ہے کہ ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ حدوث میں رویت کی صحت کا سبب بننے کی صلاحیت نہیں ہے اور چونکہ رویت کی صحت ایک عدمی چیز ہے لہذا مناسب

Marfat.com

ہے کہ اس کا سبب بھی عدمی ہونا چاہیے۔ اس اعتراض کا جواب پہلے گزر چکا ہے کہ صحت کے سبب سے مراد رویت کا متعلق ہے نہ کہ اس میں موجود مؤثر، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے واسطے عدم صحیح نہیں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ حدوث وہ سابق عدم نہیں ہے بلکہ وجود کی مسبوقیت عدم کی وجہ سے ہے پس یہ عدمی نہ ہوگا تو ہم کہتے ہیں کہ وجود کا عدم سے مسبوق ہونا ایک اعتباری امر ہے کہ جس کے ضروری ہونے کی رائے نہیں وگرنہ اجسام کے حادث ہونے پر دلیل کی طرف احتیاج نہ ہوگا کیونکہ یہ مدرک اور محسوس ہے۔

اسی طرح چھٹا اعتراض یہ ہے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وجود واجب اور ممکن کے درمیان مشترک ہوتا ہے اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ تمہارا قول یہ تھا کہ ہر چیز کا وجود اس کی حقیقتِ نفس ہے۔ مختلف اشیاء کی حقیقتیں کس طرح مشترک ہو سکتی ہیں، کس طرح ہو جائے کہ قدیم کی حقیقت حادث کی حقیقت کی طرح ہو جائے اور اسی طرح گھوڑے کی حقیقت مثلاً انسان کی طرح ہو جائے بلکہ تمام موجودات ایک ہی حقیقت میں مشترک ہو جائیں اور اس طرح یہی ان تمام کی ماہیت بن جائے اور یہ وہ چیز ہے کہ عاقل اس طرح کی بات نہیں کرتا۔ لہٰذا واجب ہے کہ تمہارے ہاں بھی وجود کے اشتراک سے مراد اشتراک لفظی ہو نہ کہ معنوی جیسا کہ کتاب کے شروع میں یہ بات معلوم ہوئی۔ آمدی نے اس سوال کا جواب اس طرح دیا ہے کہ اگر اس دلیل سے تمسک کرنے والا ان میں سے ہے جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وجود مشترک ہے مثلاً قاضی باقلانی اور جمہور اصحاب تو پھر آپ لوگوں کا اعتراض اس پر وارد نہیں ہوتا اور اگر وہ ان لوگوں سے ہے جن کا یہ اعتقاد نہیں ہے جس طرح شیخ ابو الحسین تو پھر بطریق الزام ہے اور ملزوم کا اس تمسک کا مقصد ہونا واجب نہیں ہے۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ وجود کا معنی نہیں ہے مگر وہ چیز ہونا کہ جس کی ہویت ہو جس طرح کہ آپ نے جانا ہے کہ وجود خارجی نہیں ہے مگر یہ کہ ماہیت شخصی ہویت کے اعتبار سے ممتاز ہو اور یہ وہ چیز ہے کہ اس سے تمام موجودات کے درمیان امر اشتراک ممتاز ہو جائے۔ جو آپ نے انسان اور گھوڑے وغیرہ کے درمیان افتراق کا ذکر کیا اور پھر ہمارے مسلک کے مطابق موجود کے اشتراک کو مقدر مانتے ہوئے اشتراک الزام کیا ہے تو اس کے متعلق کہنا یہ ہے کہ ان سے مراد وہ خصوصیات ہیں کہ جن سے بعض ممتاز ہوتی ہیں اور یہ ہیئت اور ماہیت کی خصوصیات ہوتی ہیں اور کوئی عاقل ان میں اشتراک کی بات نہیں کرتا اور نہ ہی اس کی کہ جس سے یہ اشتراک مستلزم ہوتا ہے اور یہ ظاہر بات ہے اور اس میں کوئی خفا

Marfat.com

نہیں ہے۔حضرت شیخ باقلی نے جو یہ کہا کہ ہر چیز کا وجود اس کی عین حقیقت ہے تو اس سے ان کی مراد یہ نہیں ہے کہ کسی چیز کی ہویت کے اس طرح ہونے کا یہ مفہوم ہو کہ وہ اس چیز کا مفہوم ہو یہاں تک کہ اوّل چیز میں اشتراک سے دوسری چیز میں اشتراک لازم آئے بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ وجود اور اسکے معروض کے لیے دو الگ الگ ایسی ہویتیں نہیں ہوتیں کہ جن میں سے ایک دوسرے سے قائم ہو جس طرح سیاہی جسم کے ساتھ۔آپ کو معلوم ہے کہ یہی بات صحیح ہے اور حضرت شیخ نے جس اتحاد کا دعویٰ کیا ہے وہ باعتبار ان دونوں کے مصداق کے ہے اور یہ بات وجود کے مفہوم کے اشتراک کے منافی نہیں ہے۔لہذا وجود کے اس کی عین ماہیت ہونے اور وجود کے خصوصیات متمیزہ کے درمیان مشترک ہونے میں کوئی منافات نہیں ہے۔اکثر کو یہ وہم ہوا ہے کہ وجود کے عین ماہیت ہونے کا جو قول نقل ہوا ہے وہ اس کے موجودات کے درمیان مشترک ہونے کے دعویٰ کی نفی کرتا ہے جب کہ اس سے تمام چیزوں کا باہم متماثل ہونا اور متفق الحقیقت ہونا اکٹھے لازم آتا ہے اور یہ بات باطل ہے اور اسی وجہ سے مصنف نے کہا اور یہ بات جان لے کہ یہ مقام قدموں کو پھسلانے والا اور سوچ سمجھ کو گمراہ کرنے والا ہے لہذا تیرے لیے اتنا ہی کافی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔

اسی طرح ساتواں اعتراض یہ ہے کہ ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ رویت کی صحت کی علت جب قدیم میں موجود ہو تو اس وقت اس میں رویت کی صحت ثابت بھی ہوگی جس طرح حادث میں ہوتا ہے اس جواز کی وجہ سے کہ اصل کی خصوصیت شرط ہو یا فرع کی خصوصیت مانع ہو۔ اس اعتراض کا جواب تم کو معلوم ہے جو کہ ہم نے پہلے بھی ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ رویت کی صحت کی علت سے مراد اس کا متعلق ہے اور اس کا متعلق مطلق وجود ہے یعنی کسی چیز کا ایسی ہویت رکھنا جس میں ہویت اور وجود کی خصوصیات نہ ہوں جس طرح کہ شبح مرئی جو کہ دور ہو اس میں اس کی خصوصیات کا ادراک بھی نہ ہو۔جب اس کا متعلق مطلق ہویت ہے تو پھر اس میں شرط معین کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس میں مانع کے ارتفاع کی قید لگائی جا سکتی ہے۔مصنف نے رویت باری تعالیٰ کو ثابت کرنے کے لیے عقلی دلائل کی ترویج میں بہت زیادہ مبالغے سے کام لیا ہے لیکن ذہین اور انصاف پسند شخص پہ یہ بات ملتبس نہیں ہو سکتی کہ مفہوم اس ہویت کا جو مطلق اور ہویات کی خصوصیات کے درمیان مشترک ہے، امر اعتباری ہے جس طرح کہ ماہیت اور حقیقت کا مفہوم ہوتا ہے لہذا اصل میں تو رویت اس سے متعلق نہ ہوگی اور شبح بعید سے جو ادراک حاصل ہوا وہ

Marfat.com

موجود کی خصوصیت ہے مگر یہ کہ اس کا ادراک اجمالی تھا جس کی تفصیل ممکن نہیں اور اجمالی ادراک کے درجے قوت اور ضعف کے اعتبار سے آپس میں متفاوت ہوتے ہیں اور یہ بات بصیرت والے پر چھپی ہوئی نہیں ہے۔ لہذا یہ بات لازم نہیں آتی کہ ہر اجمال مدرک کے تمام اجزاء کی تفصیل کا وسیلہ بن جائے اور ان احوال کی تفصیل کا بھی جو اس سے متعلق ہیں۔ اس مسلک میں اور بہت سے تکلفات ہیں کہ جن پر تھوڑی سی غور و فکر سے اطلاع پائی جا سکتی ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ اس مسلک میں دلیل عقلی پر تعویل کرنا متعذر ہے۔ پس ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اس بات کو اپنائیں جو شیخ ابو منصور ماتریدی نے اپنائی کہ انہوں نے نقلی دلائل کے ظواہر کے ساتھ تمسک کیا اور اس کے عمدہ دلائل گزر چکے ہیں۔

وقوع رویت میں دوسرا مقام اس بارے میں ہے کہ مومن عنقریب قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے یعنی دار الآخرت میں۔ امام رازیؒ نے رویت کے واقع ہونے پر اسی آیت سے دلیل پکڑی اور کہا کہ اس مسئلے میں امت کے صرف دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ رویت صحیح ہے اور اللہ تعالیٰ کو دیکھا جا سکتا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ نہ تو اس کو دیکھا جا سکتا ہے اور نہ ہی یہ بات صحیح ہے۔ اور ہم نے ثابت کیا ہے کہ یہ بات صحیح ہے اور اگر صحیح قول کے باوجود یہ کہیں کہ اس کو نہیں دیکھا جا سکتا تو یہ ایک تیسرا قول ہوگا جو اجماع کے خارق ہوگا کیونکہ صحت اور نفی اور اثبات کے وقوع کے درمیان عدم افتراق ہے۔ بلکہ یہ دونوں یا اکٹھی ثابت ہوں گی یا پھر اکٹھی ہی منفی ہوں گی اور اس طرح یہ استدلال صحیح نہیں ہے جیسا کہ آمدی نے ذکر کیا ہے کہ خرق اجماع (اجماع کا توڑنا) اس کو ثابت کرنا ہے جس کی نفی کی گئی ہو جیسا کہ بعض لوگوں نے سالبہ کلیہ اور کچھ نے سالبہ جزئیہ کا مذہب بنایا تو اس طرح موموجبہ کلیہ کے قول یا پھر ثابت شدہ کی نفی کا احداث ہوا جیسا کہ بعض لوگوں نے موجبہ کلیہ مذہب بنایا اور بعض نے موجبہ جزئیہ کا تو اس طرح سالبہ کلیہ کے قول کا احداث ہوا۔ اگر بعض موجبہ کلیہ اور بعض سالبہ کلیہ کا مذہب اختیار کریں تو اس صورت میں موجبہ جزئیہ اور سالبہ کے قول کا اکٹھا احداث اجماع کو توڑنے والا نہ ہوگا کہ اس صورت میں ان اقوال کے درمیان کوئی قدر مشترک نہیں ہے بلکہ وہ تفصیل ہے اور مسئلوں میں سے کسی ایک میں ایک گروہ کے موافق ہیں اور دوسرے میں دوسرے کے موافق ہے۔ اسی طرف مصنف نے یہ کہہ کر اشارہ کیا ہے کہ یہ تیسرا قول تفصیل ہے اور یہ قول جواز کا ہے اور وقوع کے عدم کا قول ہے اور ان میں سے کوئی چیز اجماع کے

Marfat.com

مخالف نہیں ہے اور نہ ہی اجماع کو توڑنے والی ہے بلکہ ان دو میں سے ہر ایک قول کہ جس سے کہا کہ دو گروہوں میں سے ایک گروہ اگرچہ وہ خارق ہو اور جب کہا کہ دوسرا گروہ اور یہ وہ ہے کہ جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، اس مسئلہ میں جس طرح کہ مسلم کا ذمی کو اور آزاد کے غلام کو قتل کرنے کا مسئلہ تھا، لہٰذا یہاں دو قائل ہیں دونوں کو اکٹھے ثابت کرنے والا مثلاً احناف اور دونوں کی نفی کرنے والا مثلاً شوافع۔ اس کی تفصیل ان دونوں کے درمیان یہ ہے کہ جو کسی بھی امام نے ذکر نہیں کی ہے لیکن اگر ان کے بارے میں کچھ کہا گیا ہوتا تو یہ اجماع کو توڑنے والا نہ تھا بلکہ یہ ثابت کرنے والوں کے موافق تھا اس مسئلہ میں اور طرح کسی اور مسئلہ میں نفی کرنے والوں کے بھی موافق تھا اور یہ تفصیل اس کو ممنوع نہیں ہے بلکہ اجماع کے ساتھ جائز ہے۔ لہٰذا یہ مسلک وقوع کے اثبات میں مردود ہے اور اس سلسلے میں معتمد ترین مسلک دو ہیں۔ ایک مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے وُجُوہ'' یَّوْمَئِذٍ نَاضِرَۃٌ'' اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ'' اس آیت کریمہ سے استدلال اس طرح ہے کہ لغت میں نَظَر'' انتظار کے معنی میں ہے اور یہ صلہ کے بغیر مستعمل ہے بلکہ بذات خود متعدی ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُوْرِکُمْ. یہاں اس آیت میں اُنْظُرُوْنَا اِنْتَظِرُوْنَا کے معنی میں ہے اور اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد فرمایا کہ مَا یَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً اس میں یَنْظُرُوْنَ کا استعمال یَنْتَظِرُوْنَ کے معنی میں ہوا ہے۔ اسی طرح ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ فَنَاظِرَۃٌ'' بِمَا یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ یہاں بھی نَاظِرَۃٌ'' کا لفظ مُنْتَظِرَۃٌ'' کے معنی میں ہے۔

اس طرح اس کا استعمال تفکر اور اعتبار کے معنی میں بھی ہوتا ہے اور اس وقت یہ فِیْ حرف جر کے ساتھ استعمال ہوتا ہے مثلاً جس طرح کہا جاتا ہے کہ نَظَرْتُ فِیْ اَمْرِ فُلَانٍ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں نے فلاں کام میں غور وفکر کی۔ کیونکہ یہاں نَظَرْتُ کا استعمال تَفَکَّرْتُ کے معنی میں ہوا اور کبھی رأفت ومحبت کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اس وقت اس کو حرف جار اِلٰی کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح آیت قرآنی میں بھی نَظَر'' کے لفظ کے ساتھ حرف جر اِلٰی لگا ہو، لہٰذا یہ لازم ہے کہ اس کو رویت (دیکھنے) پر محمول کیا جائے پس وہ اس دن واقع ہوگی اور یہی بات مطلوب ہے۔ اور اس پر چند ایک اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ ایک اعتراض یہ ہے کہ ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے یہاں لفظ اِلٰی صلہ کے لیے بلکہ یہ واحد ہے آلاءِ (نعمتوں) کی اور نظر

Marfat.com

کا مفہوم یہ ہے اور معنی انتظار کا ہے۔ لہذا اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ رب کی نعمت کا انتظار۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نصیحت کا انتظار غم کی طرح ہے اور اسی لیے کہا گیا ہے کہ انتظار موت ہے لہذا ایک صورت میں یہ خبر بشارت کے طور پر صحیح نہیں ہے حالانکہ یہ آیت مومنوں کے حق میں بشارت کے طور پر وارد ہوئی ہے تاکہ ان کو عزت واحترام اور حُسنِ حال اور فارغ البالی ہو اور یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کی رویت میں ہیں کیونکہ وہ ہی وہ نعمت اور عزت ہو سکتی ہے کہ جس میں مومنوں کے چہرے تروتازہ ہو کر کھل سکیں نہ کہ انتظار جو مایوسی پھیلاتا ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جب نظر کے ساتھ حرف جر اِلٰی کا صلہ ہو تو وہ انتظار کے معنیٰ میں ہوتا ہے لہذا آیت کا مفہوم بھی انتظار کے معنوں میں محمول کرنا واجب ہے۔ اور اسی طرح ایک شعر ہے کہ

وُجُوْہ'' نَاظِرَات'' یَوْمَ بَدَرٍ

اِلٰی الرَّحْمٰنِ یَأتِیْ بِالْفَلَاحِ

غزوہ بدر کے دن کتنے ہی چہرے اللہ کی طرف دیکھ رہے تھے کہ اس کی مدد آ جائے

یہاں حرف جار اِلٰی کی وجہ سے مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور فلاح کا انتظار کر رہے تھے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ان مثالوں میں نظر اس معنی میں نہیں ہے جو آپ نے بتایا ہے بلکہ اس مثال میں نَاظِرَات'' اِلٰی آثَارِہٖ سے مراد اللہ کے آثار ہیں ضرب اور طعن سے جو کہ اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتوں سے صادر ہوتا تھے۔ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر کے دن مومنوں کی مدد کے لیے بھیجا تھا۔ اور بعض جگہ وُجُوْہ'' نَاظِرَات'' یَوْمَ بِکْرٍ آیا ہے۔ (اگر ایسا ہو تو) اس کا شاعر مسیلمہ کذاب کا ماننے والا ہے۔ اور یوم بکر سے مراد ان کی بنی حنیفہ کے ساتھ لڑائی ہے کیونکہ وہ بکر بن وائل سے تھا۔ اور رحمان سے اس شاعر کی مراد خود مسیلمہ کی ذات ہے۔ لہذا جواب ظاہر ہے۔

اسی طرح تیسرا اعتراض یہ ہے نظر کا حرف جر اِلٰی کے ساتھ آنا آنکھ کی پتلی پھر جانے کے لیے ہوتا ہے نہ کہ رویت کیلئے مثلاً کہا جاتا ہے کہ نَظَرْتُ اِلَی الْھِلَالِ فَمَارَأیْتُہٗ۔ لہذا اگر نظر بمعنی رویت ہوتا تو اس صورت میں متناقض ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے کہ وَتَرَاھُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ وَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ۔ لہذا نظر کا لفظ حرف جار اِلٰی کے ساتھ اسی تقلیب حدقہ کے معنی میں ہوگا جو کہ ہم نے ذکر کیا ہے کیونکہ اس کو شدت، رضا، جبر، ذلت اور خشوع وغیرہ کے ساتھ موصوف بنایا جا سکتا ہے۔ ان میں کوئی بھی چیز رویت کی صفت بننے کے لیے صحیح نہیں ہے بلکہ یہ وہ احوال ہیں کہ جن

Marfat.com

پر دیکھنے والی آنکھ ہوتی ہے تقلیب حدقہ کے وقت مثلاً مرئی۔اور تقلیب حدقہ رویت نہیں ہے اور یہ ظاہر بات ہے۔لہٰذا نظر کا اِلٰی کے صلہ کے ساتھ ہونا اس باب میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا ورنہ اشتراک لازم آئے گا اور اس کا ملزوم لزوم عقلی نہیں ہے کہ اس کے تحقق سے اس کا تحقق بھی لازم آئے بلکہ اس کا لزوم عادی ہے جو خود جواز کو صحیح کرنے والا ہے۔اس کے بعد ہم کہتے ہیں کہ وہ رویت کا مجاز ہے لیکن ایسا مجاز ہے کہ جس کا ہونا مراد کو متعین نہیں کرتا اس آیت میں کیونکہ یہ بھی جائز ہے کہ وُجُوْہٌ" یَوْمَئِذٍ نَاظِرَۃٌ" سے مراد اللہ کی نعمتوں کو دیکھنا ہو۔لہٰذا اس مجاز کی طرف اس اضمار کو بھلا کیوں ترک کیا جا رہا ہے؟۔اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ نظر حرف جر اِلٰی کے صلہ کے ساتھ رویت کی حقیقت ہوتا ہے۔اس کا ذکر گزر چکا ہے اور تم نے جو تقلیب حدقہ پر استدلال کیا ہے وہ نفع مند نہیں ہے کیونکہ جو قول تم نے نقل کیا ہے کہ نَظَرْتُ اِلَی الْھِلَالِ فَمَا رَأَیْتُہٗ اس قول کا عربوں سے نقل ہونا صحیح نہیں ہے بلکہ عرب اس طرح کہتے ہیں کہ نَظَرْتُ اِلٰی مَطْلَعِ الْھِلَالِ فَمَا رَأَیْتُہٗ یعنی میں نے چاند کے طلوع ہونے کی جگہ کو دیکھا مگر چاند کو نہ دیکھ سکا۔اور اگر آپ کی بات کو تسلیم کر لیا جائے تو ہم کہتے ہیں کہ کبھی کبھی مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائمقام رکھ دیا جاتا ہے۔آپ کی باقی تمام مثالوں میں مجاز یعنی غور و فکر کی ضرورت ہے کہ تقلیب حدقہ کو مجاز ماننے سے مسبب جو کہ رویت کا اطلاق ہے اس کے سبب پر ہوتا ہے جو کہ تقلیب ہے۔اور اگر تقلیب جو کہ مراد بھی نہیں ہے، اس میں نظر کو حقیقت مان لیا جائے تو بھی مجازی طور پر اس کا حمل رویت پر ہوتا ہے اس کے رجحان کی وجہ سے اس ضمار پر جو کہ کئی ایک وجوہ کا اعتبار رکھتا ہے۔اس کے قول میں اشارہ بھی ہے کہ جن اشیاء کا اضمار ممکن ہے وہ بہت سی ہیں مثلاً اللہ کی نعمت، اللہ کی جہت، اللہ کے آثار اور یہاں کوئی قرینہ نہیں ہے جو بعض کو متعین کر سکے اور تعین ایسا تحکم ہوتا ہے کہ جس میں لغوی اعتبار نہیں ہوتا لہٰذا متعین مجاز کی طرف پھرنا واجب ہے۔اس کے بعد ہم کہتے ہیں کہ تقلیب حدقہ دیکھے بغیر رویت کو طلب کرنے کے لیے نعمت نہیں ہوتا بلکہ اس میں ایک طرح سزا کا پہلو ہے جو کہ اس آیت سے مراد نہیں لیا جا سکتا۔اور رویت کے ساتھ تقلیب حدقہ میں جواز ہی کافی ہے لہٰذا اضمار کو اس سے نہ ملایا جائے، یہ خلاف اصل ہے کیونکہ تقلیب حدقہ رویت کے لیے عادی سبب ہوتا ہے اور سبب کا مسبب پر اطلاق مجازی ہوتا ہے جو کہ مشہور ہے۔لہٰذا ہمیں آیت مبارکہ کو رویت کے جواز پر محمول کرنا چاہیے بغیر کسی چیز اضمار کے اور یہی بات مطلوب ہے۔آپ کو معلوم ہے کہ اس طرح کی مثالیں صرف ضعیف اعتقاد کا فائدہ دیتی ہیں

Marfat.com

اوران کوعلمی مسائل میں حجت نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ علمی مسائل میں یقین مطلوب ہوتا ہے۔

رویت کے باب میں دوسرا مسلک کفار کے بارے میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ اس کوان لیے حقارت کے طور پر ذکر کیا۔لہذا اس آیت سے مومنین کا کفار کے معاملے سے بری ہونا لازم آتا ہے۔پس واجب ہوا کہ مومن اس دن اللہ سے پردے میں نہ ہوں بلکہ اس کو دیکھ رہے ہوں۔یہ مسلک بھی ظواہر سے ظن کے لیے مفید ہے اور اس میں رویت کے اثبات بلکہ اس کے صحیح ہونے پہ معتمد ترین بات ہے کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے اور یہ اجماع مخالفین کے اعتراضات کے پیدا ہونے سے پہلے ہے اور یہ اس کی صحت کے لیے مستلزم ہے۔اور اگر ان دونوں آیتوں کو ظاہر اور اس کے اجمال پر محمول کیا جائے تو یہ یقین کا فائدہ دیں گی۔

تیسرا مسلک کفار کے شبہات اور ان کے رد کے جوابات میں ہے۔ان کے شبہات کو عقلی اور نقلی دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔عقلی شبہات تین ہیں۔پہلا شبہ موانع کا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا جائز ہے تو ہم اسے اسی وقت بھی دیکھ سکتے ہیں۔اور تالی تو باطل ہے اور مقدم کا جہاں تک تعلق ہے تو وہ یہ کہ اگر اللہ کی رویت جائز ہے تو پھر تمام حالات میں جائز ہو۔کیونکہ رویت کا جواز حکم ثابت ہے یا تو ذات کے اعتبار سے یا پھر اس صفت کے لحاظ سے جو ذات کو لازم ہو،لہذا اس کے کسی چیز میں کسی زمانے میں اس سے جدا ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔لہذا اس کی رویت ابھی اسی وقت جائز ہے اور اگر اس کی رویت ابھی جائز ہے تو اس کو دیکھنا بھی ابھی جائز ہے کیونکہ جس وقت رویت کی شرائط جمع ہو جائیں تو رویت کا حصول اسی وقت واجب ہو جاتا ہے ورنہ یہ ایسے ہی ہے کہ ہمارے سامنے بلند پہاڑ موجود ہوں اور ہم ان کو نہ دیکھ سکیں۔رویت کی آٹھ شرطیں ہوتی ہیں۔

۱۔اوّل یہ کہ آنکھ صحیح ہو اور اسی وجہ سے آنکھ کے اعتبار سے دیکھنے کے مراتب بھی مختلف ہوتے ہیں اور اس کی نفی سے ان کی بھی نفی ہو جاتی ہے۔

۲۔دوئم یہ کہ چیز حاضر ہو اور اس کو حاسہ بصر کے ساتھ دیکھنا ممکن ہو یعنی آنکھ کی توجہ اسی کی طرف ہو اور وہاں کوئی ایسا عارضہ نہ ہو جو اس کے متضاد ہو مثلاً نیند،غفلت یا کسی اور چیز کی طرف توجہ ہو۔

۳۔سوئم یہ کہ وہ چیز آنکھ کے سامنے ہو کسی بھی جہت میں یا پھر سامنے کے حکم میں ہو مثلاً شیشے

Marfat.com

میں نظر آنے والا۔

۴۔ چہارم یہ کہ بہت زیادہ چھوٹا نہ ہو کہ کیونکہ بہت زیادہ چھوٹا ہونے کو بھی آنکھ ادراک نہیں کرسکتی۔

۵۔ پنجم یہ کہ وہ چیز بہت زیادہ لطیف بھی نہ ہو یعنی کثیف ہو یعنی اس کا رنگ ہو۔

۶۔ ششم یہ کہ بہت زیادہ بعید بھی نہ ہو جو کہ آنکھ کی قوت اور ضعف کے اعتبار سے مختلف ہو سکتا ہے۔

۷۔ ہفتم یہ کہ آنکھ کے بہت زیادہ قریب بھی نہ ہو کیونکہ اگر دکھائی دینے والا آنکھ سے بہت زیادہ جڑا ہوگا تو اس کا کلی طور پر ادراک باطل ہوگا۔

۸۔ ہشتم یہ کہ کوئی پردہ بھی حائل نہ ہو۔ یعنی دیکھنے والے اور دیکھے جانے والے کے درمیان کوئی جسم نہ ہو۔

یہاں ایک نویں شرط بھی ہے جو یہ ہے کہ وہ چیز خود یا کسی اور سے روشن ہو۔ اور اس کو یہاں ذکر نہ کیا کیونکہ مبصر کی کیفیات کی بحث میں مذکور ہے ساتھ اس کے اس کا ادراج اس کے حضور میں حاسہ کے ساتھ شرط جبکہ ثانی میں معتبر ہے اور پھر ہم ان شرائط کو اللہ تعالیٰ کی رویت میں معقول نہیں گردانتے حاسہ کی سلامتی اور رویت کے صحیح ہونے کے لیے اور باقی کی چھ اقسام صرف اجسام کے ساتھ ہیں اور دو معقول شرطیں یعنی حاسہ بصر اور رویت ابھی حاصل ہیں تو اس صورت میں رویت باری تعالیٰ کا حصول ابھی حاصل ہونا چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو ہم ان آٹھ شرائط کے اجتماع کے وقت رویت کے وجوب کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس لیے کہ اگر ہم ان کو تسلیم کر بھی لیں تو اس بات کی نفی ہوتی ہے مثلاً اگر ہم دور سے کسی جسم کبیر کو دیکھیں تو وہ چھوٹا نظر آتا ہے اور یہ صرف اس وجہ سے کہ ہم اس کے بعض اجزاء کو دیکھتے ہیں سوائے بعض کے تساوی کل کے ساتھ شرائط کے حصول میں۔ لہٰذا یہ ثابت ہوگیا کہ ان آٹھ شرائط کے جمع ہونے پر بھی رویت واجب نہیں آتی۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مرئی کے دونوں طرف آنکھوں سے دو خطی شعائیں متصل ہوتی ہیں جس طرح کہ مثلث کی دو پنڈلیاں کہ اس کا قاعدہ مرئی سطح ہو اور اس سے یعنی آنکھ سے لے کر اس کے درمیان تک ایک خط خارج ہوتا ہے جو اس کی سطح پر قائم ہوتا ہے اور یہ خط مذکورہ مثلث کو دو قائمہ زاویہ والی مثلثوں میں تقسیم کرتا ہے

Marfat.com

جو کہ خط قائم کے دونوں جانب واقع ہوتا ہے۔لہذا اس صورت میں وسطی خط دونوں حادے زاویوں کے لیے وتر ہوتا ہے اور طرفین میں سے ہر ایک قائمہ زاویے کے لیے وتر ہوتا ہے اور قائمہ کا وتر مثلث میں حادہ کے وتر سے طویل ہوتا ہے۔لہذا رائی کی طرف نسبت کرنے سے بھی مرئی کے تمام اجزاء کا قریب اور بعید سے مساوی ہونا لازم نہیں آتا بلکہ مرئی کا درمیانہ حصہ اس کے دونوں اطراف کے مقابلے میں دیکھنے والے کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔تو یہ بات بھی ہوسکتی ہے کہ سوائے اطراف کے صرف درمیان نظر آئے کیونکہ ہم کہتے ہیں جو خطوط کا تفاوت آپ نے ذکر کیا ہے اگر ان کو ہم ایک ہاتھ کے برابر لمبا فرض کرلیں تو اس صورت میں اگر دوری کی وجہ سے عدم رویت ہوگی تو جب فرض کرلیا جائے کہ مرئی کا بعد ہے تو طرفین کے اس بعد کو مقدر کیا جائے تو اصلاً اس کا نظر نہ آنا واجب ہوگا۔جب نظر آئے تو اس کا رویت میں کوئی اثر نہیں ہے۔لہذا اس تفاوت کے باوجود بھی یہ سارے اجزاء رویت کے حصول کے لیے شرط ہیں اور ان میں سے بعض نظر نہ آنے والے ہوں تو ان شرائط کے حاصل ہونے کے باوجود بھی رویت کا حصول واجب نہ ہوگا۔
اس پر کسی نے اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہمارے اس کے تمام اجزاء دیکھنے سے بھی اس کا ہمیں کبیر نظر آنا ضروری نہیں ہے۔یہ اس وقت لازم آتا ہے اگر تو یہ رویتِ صغیر اور کبیر ان کے اجزاء کے اعتبار سے ہو تو یہ ممنوع ہے۔لہذا ہوسکتا ہے کہ صغیر اور کبیر کی رویت اس زاویہ کی تنگی اور وسعت کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے جو زاویہ دیکھنے والے کو ان دو خطوں سے حاصل ہو جو خط مرئی کے دونوں اطراف میں ملے ہوتے ہیں۔

اگر انطباع کے قائلین کا مذہب یہ ہے کہ مرئی کی صورت رطوبت جلیدیہ سے مخروط اس کے زاویہ میں مرتسم ہو کہ جس کا قاعدہ مرئی کے پاس متوہم ہے اور رویت میں صغر اور کبر کے ساتھ اس کا اختلاف اس زاویہ کی تنگی اور وسعت کے اعتبار سے ہو اور اسی وجہ سے جب مرئی بہت ہی زیادہ قریب ہو یا بہت ہی زیادہ بعید ہو تو وہ زاویہ غائت وسعت کی وجہ سے قرب کا حال پھر غائت ضیق کی وجہ سے بعد کا حال ہو جائے گی۔تو اس پر مصنف کہتے ہیں کہ اس استدلال کا ضعف ظاہر ہے کیونکہ اس کی بنا ان اجزا کی ترکیب پہ ہے جو متجزی نہیں ہوتے جبکہ اس تقدیر پر کہ اگر وہ ان تمام اجزاء کو دیکھ لے تو اس کا پورا جسم دیکھنا واجب آتا ہے اور واقعی ایسا ہی ہے چاہے وہ قریب ہو یا بعید ہو۔یہ اس وجہ سے ہے کہ اس کے تمام اجزاء یا بعض کی رویت جو اس سے چھوٹی ہے جو اس پر ہے جو انقسام کو واجب کرتی ہے کہ اس چیز میں

Marfat.com

متجزی نہیں ہوتی اس چیز کے ثبوت میں جو اس سے اصغر ہے اور تمام اجزاء کی رویت اس سے اکبر ہے جو اس پر ہے مثل اس کی یا اس سے زائد ہے یہ واجب کرتی ہے کہ یہ نہ دیکھی جائے مگر کمزور یا پھر اس سے کبیر اور وہ باطل ہے اور اس کی رویت اکبر ہے اس کے قلیل کے ساتھ اس مثال سے جو تقسیم کو واجب کرتی ہے اور بعض کی رویت اس پر جس پر اس کے بعض ہیں اکبر ہے اس مثل کے ساتھ جو بغیر مرجح کے ترجیح کو لازم کرتی ہے پس واجب ہے کہ وہ کل نظر آئے اس کے حال پر لہذا اس صورت میں اصغر اور اکبر کے درمیان تفاوت نہیں آئے گا۔ پس یہ بات متعین ہوگئی کہ تفاوت بعض کو چھوڑ کر دیکھنے سے ہوتی ہے۔ ہماری بحث مکمل ہوگئی ان کی اس دلیل پہ جو انہوں نے قائم کی تھی کہ ان آٹھ شرائط کے جمع ہونے پر رویت کا حاصل ہونا واجب ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہم ان کے اس قول کے بارے میں بات کرتے ہیں کہ اگر ان شرائط کے باوجود رویت کا حصول نہ پایا جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ ایک بہت بڑا پہاڑ ہمارے سامنے ہو اور ہم اس کو نہ دیکھ سکیں اور یہ بات ایک بیوقوفی ہے۔ ہم اس قول کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ قول جملہ عادیات کے ساتھ ٹوٹ جائے گا کیونکہ امور عادیہ کا ہمارے جزم کے باوجود ٹوٹ جانا جائز ہوتا ہے اور اس جگہ کوئی تضاد نہیں ہے۔ یہی معاملہ پہاڑ کا ہے کہ جس کو ہم نہ دیکھ سکیں۔ کیونکہ یہ جائز ہے کہ اس کا وجود ہو اور ہم اس کے عدم پر یقین رکھتے ہوں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ جواز وقوع کو مستلزم نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے معدوم ہونے سے اس کی نفی کرتا ہے۔ لہذا صرف جواز ایک بے کار بات نہیں ہے۔ اس کے بعد ہم کہتے ہیں کہ اگر مذکورہ پہاڑ کے معدوم ہونے پر جزم کا ماخذ وہ ہو جو تم نے مذکورہ شرائط کے اجتماع پر رویت کے وجوب ہونے کا ذکر کیا ہے، تو اس سے لازم ہے کہ ہم بغیر علم کے اس کے متعلق کوئی یقین نہ کریں اور لازم باطل ہے کیونکہ یہ اس چیز کے ساتھ جزم کا ہے کہ جس کا اس مسئلہ میں ہمارے دل میں خیال بھی نہ گزرے۔ اور اسی لیے بھی کہ اس کا جھکاؤ اس طرف ہے کہ یہ جزم نظری ہو کل کے اتفاق کے ساتھ اس بات پر کہ وہ نظری ہے۔

دوسرا اس لحاظ سے کہ اگر ہم ان آٹھ شرائط کے جمع ہونے پر رویت کا وجوب تسلیم کر لیں (جبکہ ہم کہتے ہیں کہ واجب نہیں ہے) تو اگر مذکورہ آٹھ شرائط پائی جائیں تو اس سے رویت کا وجوب غائب میں بھی واجب آئے جبکہ غائب میں رویت کی ماہیت شاہد میں رویت کی ماہیت سے مختلف ہے لہذا ان دونوں کا اختلاف لوازم اور شرائط میں بھی جائز ہوگا جس طرح کہ ان چھ شرائط کو غائب کے علاوہ شاہد میں مشروط کیا گیا۔ لہذا اس وقت جائز ہے کہ یہ واجب آئے کہ ان

Marfat.com

شرائط کے پائے جانے پہ موجود کی رویت واجب ہو نہ کہ غائب کی۔

ان شبہات میں دوسرا شبہہ مقابلہ ہے اور وہ یہ ہے کہ رویت کی ایک شرط یہ ہے کہ مرئی مقابلے میں ہو یا پھر اس کے حکم میں مثلاً جس طرح آئینے میں۔ اور یہ شرط یعنی مقابلہ اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے کیونکہ وہ مکان اور جہت سے پاک ہے۔ اس کا جواب یہ کہ یہ شرط ممنوع ہے مطلق طور پر جیسا کہ گزر چکا ہے کہ شعراء نے اس کی رویت کو بھی جائز قرار دیا ہے جو مقابلے میں نہ ہو اور نہ ہی اس کے حکم میں ہو بلکہ انہوں نے اندھے کی رویت کو بقہ اندلس میں جائز قرار دیا ہے یا پھر غائب میں حقیقت میں دو رویت کے اختلاف کی وجہ سے تو یہ بات جائز ہے کہ یہ مقابلہ مشروط کو موجود کی رویت میں اس کی رویت میں مشروط نہ کیا جائے۔ اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ رویت سے مراد وہ انکشاف ہے جس کی نسبت مخصوص ذات کی طرف ہو جس طرح اس انکشاف کی نسبت کہ جس کو ابصار کا نام دیا گیا ہے تمام مبصرات کی طرف، اور انکشاف جہت، حیز اور عدم میں مکشوف کے مطابق ہوتا ہے۔

تیسرا شبہہ انطباع کا شبہہ ہے اور وہ یہ ہے کہ رویت حاسہ بصر میں مرئی کی صورت کے منطبع ہونے کا نام ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی ذات پر محال ہے کہ اس کی ذات آنکھ میں منطبع ہو جائے۔ اس شبہے کا جواب بھی اسی طرح ہے جو گزر چکا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم رویت انطباع کو ممنوع جانتے ہیں یا مطلق طور پر یا پھر غائب میں دونوں رویتوں کے اختلاف کی وجہ سے۔ اور جہاں تک سماعی شبہہ کا تعلق ہے تو پس چار ہیں نہ چھ جس طرح واقع ہوا بعض نسخوں میں۔ اوّل سماعی شبہہ یہ ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ۔ یہاں ادراک مضاف اور ابصار مضاف الیہ ہے اور یہ رویت ہے لہٰذا تیرے اس قول کہ اَدْرَكْتُهُ بِبَصَرِیْ اور رَأَيْتُهُ میں کوئی فرق نہیں ہے ہاں لفظی فرق ہے یا پھر یہ دونوں آپس میں لازم ہیں۔ ایک نفی اور دوسرے کا اثبات صحیح نہیں ہے لہٰذا اس کی رویت اور آنکھ سے اس کے ادراک میں کوئی فرق نہیں اور اس کے عکس میں بھی۔ لہٰذا اس طرح آیت بھی اس کی رویت کی نفی کر رہی ہے اور اس پر الف لام جنسی ہے لہٰذا یہ تمام نگاہوں کو شامل ہے تمام اوقات میں کیونکہ یہ صرف عام اوقات کا فائدہ نہیں دے گا۔ پس ضروری ہے کہ اس کا فائدہ دے جو اس کے مقابل ہے اور اس کو دنیا اور آخرت میں کوئی بھی آنکھ نہ دیکھ سکے اور اللہ مدح کر رہا ہے اس بات کی کہ وہ ایسا ہے کہ اس کو کوئی دیکھ نہیں سکتا تو گویا اس نے عدم رویت کو مقام مدح

Marfat.com

میں ذکر کیا۔اس کا عدم صفات میں مدح نہیں ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ان عیبوں سے پاک ہے پس ثابت ہوا کہ رویت باری تعالیٰ ممنوع ہے۔اور ہم نے یہاں صفات کا لفظ استعمال کیا افعال کا نہیں مثلاً عفو اور فعل، پس ان میں سے اوّل فعل اور دوسری عدل ہے اور دونوں صفات کمال ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے آپ نے جو استدلال کیا ہے اس کا جواب ایک اعتبار سے یہ ہے کہ ادراک اس رویت کو کہتے ہیں جو مرئی کے احاطہ کے ساتھ ہو اور نیل (پانا۔حاصل کرنا) اور وصول اس کی حقیقت ہے مثلاً اِنَّا لَمُدْرِکُوْنَ کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم ملحق ہونے والے ہیں اور اسی طرح اَدْرَکَتِ الثَّمَرَۃُ میں وَصَلَتْ کے معنی میں ہوگا۔اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پھل پکنے کے قریب ہیں۔اور اَدْرَکَ الْغُلَامُ کا مطلب یہ ہوگا کہ بَلَغَ الْغُلَامُ۔اس کے بعد ادراک کو رویت کے معنی میں نقل کیا گیا کیونکہ یہ اس حقیقت کے زیادہ قریب ہے لہذا رویت جو احاطہ کی کیفیت کے ملی ہوئی ہو وہ مطلق رویت سے خاص ہے۔اللہ تعالیٰ کے احاطہ ممنوع ہونے کی وجہ سے احاطہ والی رویت کی نفی سے مطلق رویت کی نفی لازم نہیں آتی۔آپ کے قول کہ ایک کے اثبات کے ساتھ دوسرے کی نفی صحیح نہیں ہوتی، کے بارے میں ہم کہتے ہیں کہ یہ بات ممنوع ہے بلکہ صحیح یہ تھا کہ کہا جاتا کہ میں نے اسے دیکھا اور میری آنکھوں نے اس کا ادراک نہ کیا۔یعنی اس کے اطراف وجوانب کا احاطہ نہ کیا۔اور اگرچہ اس کا عکس صحیح نہیں ہے۔

دوسرے اعتبار سے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ موجبہ کلیہ ہو کیونکہ لام استغراقی کی وجہ سے اس کا موضوع جمع محلی ہے اور اس پر نفی بھی داخل ہوئی ہے۔اور موجبہ کلیہ کی رفع سالبہ جزئیہ ہوتا ہے۔الغرض اللہ تعالیٰ کا فرمان لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ میں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ اس میں نفی کی اسناد تمام کی طرف ہو جیسا کہ اولا اس پر نفی کا داخل ہونا اور پھر عموم کا وارد ہونا ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔لہذا یہ سالبہ کلیہ ہوگا اور تمام کی طرف اسناد کی نفی ہو ساتھ اس کے کہ اولا عموم اور نفی کا وارد کرنا معتبر ہو تو پس یہ سالبہ جزئیہ ہوگا۔اور دوسرے معنی کے احتمال میں ہم پر تمہاری کوئی حجت باقی نہیں بچتی کیونکہ اس بات پر اجماع ہے کہ اس ذات کو کافروں کی نگاہیں نہیں دیکھ سکتیں۔اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ الف لام عموم اور استغراق کے لیے ہے تو ہم کہتے ہیں کہ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ پھر سالبہ مہملہ ہوگا جو جزئیہ کی قوت میں ہوگا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کو بعض آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔بعض کا نفی کے ساتھ خاص کرنا بعض کے

Marfat.com

اثبات پر دلالت کرتا ہے لہذا یہ آیت ہمارے لیے دلیل ہے نہ کہ تمہارے لیے۔

تیسرے اعتبار سے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آیت میں لام استغراق کے لیے ہو اور اشخاص کو عام بھی ہو تو بھی یہ تمام زمانوں کو عام نہیں ہے تو یہ سالبہ مطلقہ ہوگا نہ کہ سالبہ دائمہ اور موجبہ کے قائل ہیں تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ اس کو دنیا میں نہیں دیکھا جا سکتا۔ چوتھے اعتبار سے اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ آیت اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ اس کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آنکھوں والے بھی اس کو نہیں دیکھ سکتے۔ اس جواز کی وجہ سے ہوسکتا کہ اس آیت میں مذکور نفی جارحہ کے ساتھ رویت کی نفی ہو مواجہت اور انطباع کے اعتبار سے جو کہ عادت ہو لہذا یہ مطلق جارحہ کے ساتھ لازم نہیں آتی۔ اور دوسری سمت سے اس بات کہ ''اللہ نے اس بات کی مدح کی ہے کہ اس کو نہیں دیکھا جا سکتا'' کا جواب یہ ہے کہ یہ تمہارا دعویٰ ہے مگر اس کی دلیل کہاں ہے؟۔ جب ثابت ہو گیا کہ کلام کا سیاق تقاضہ کرتا ہے کہ اس نے مدح فرمائی ہے تو اس میں رویت کے ممنوع ہونے پر تمہارے لیے کون سی دلیل ہے؟۔ بلکہ یہ تو رویت کے صحیح ہونے پر ہمارے لیے دلیل ہے کیونکہ اگر رویت ممنوع ہو جائے تو مدح حاصل ہی نہ ہوگی کیونکہ اس کی نفی اس کی ذات سے کی گئی ہے کیونکہ معدوم کی کوئی مدح نہیں کہ اس کو دیکھا ہی نہ جا سکے۔

ایک اعتراض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کسی جگہ بھی رویت کا سوال ذکر نہیں کیا۔ اور اس کے برعکس کا ذکر موجود ہے اور یہ تین آیات ہیں۔

۱۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاءَ نَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا (اور جن لوگوں کو اپنے رب سے ملاقات کی امید نہیں انہوں نے کہا کہ ہم پہ آسمان سے فرشتے نازل کیوں نہ ہوئے یا ہم نے اپنے رب کو کیوں نہ دیکھا؟۔ پس ان لوگوں نے بہت تکبر کیا اور بڑی سرکشی کی)۔ اس آیت سے پتا چلتا ہے کہ اگر رویت ممکن ہوتی تو اس کا طالب حد سے تجاوز کرنے والا اور تکبر کرنے والا اور اپنے آپ کو نامناسب مرتبہ کی طرف اٹھانے والا نہ ہوتا بلکہ یہ وہ منزل ہوتی کہ جہاں وہ سارے معجزات طلب کرتے۔

۲۔ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً وَّ اَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (اور جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ! ہم تجھ پہ اس وقت تک ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب اللہ کو خود نہ دیکھ لیں اور پھر تم کو بجلی نے آن پکڑا اور تم دیکھ رہے تھے)۔ اس آیت سے پتا چلا کہ اگر

Marfat.com

رویت ممکن ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت سزا نہ دیتا جب انہوں نے مطالبہ کیا تھا۔

۳۔ یَسْأَلُکَ اَھْلُ الْکِتَابِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَیْھِمْ کِتَابًا مِنَ السَّمَاءِ فَقَدْ سَأَلُوْا مُوْسٰی اَکْبَرُ مِنْ ذٰلِکَ فَقَالُوْا اَرِنَا اللّٰہَ جَھْرَةً فَأَخَذَتْھُمُ الصَّاعِقَةُ بِظُلْمِھِمْ (اے رسول! اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ ان پہ آسمان سے کتاب نازل ہو تو (اس میں تعجب کیا کہ) انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بھی بڑا سوال کیا تھا جب انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں اللہ دکھا دو پس ان کے ظلم کی وجہ سے ان کو بجلی نے آ پکڑا تھا)۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے سوال کو ظلم کا نام دیا ہے اور اس پر ان کو بجلی کی پکڑ سے فوری سزا دی۔ لہٰذا اگر اس کی رویت جائز ہوتی تو ان کا یہ سوال نہ تو ظلم کہا جاتا اور نہ ہی عذاب کا سبب بنتا۔ ان تمام اعتراضات کا جواب یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے استعظام قرار دیا کیونکہ وہ رویت کا مطالبہ سرکشی اور عناد کی وجہ سے کر رہے تھے۔ اور اسی وجہ سے پہلی آیت میں فرشتے کے نزول کو اور دوسری آیت میں کتاب کے انزال کو استعظام قرار دیا ہے حالانکہ یہ چیزیں بلا خوف ممکن تھیں اور اگر یہ استعظام ان کے ممنوع ہونے کی وجہ سے تھا تو حضرت موسیٰؑ ان کو اسی وقت منع کر دیتے جب انہوں نے ایک ممنوع امر کو طلب کیا تھا۔ جیسا کہ انہوں نے اس وقت منع کیا تھا جب انہوں نے کہا تھا کہ ہمارے لیے ایک اور معبود بنا دو تو آپ نے ان کو جاہل قوم قرار دیا تھا۔ لیکن حضرت موسیٰؑ نے ان کے اس مطالبے کے باوجود روکنے کا اقدام نہ کیا۔ یہ بحث مسلک نقلی میں گزر چکی ہے۔ تیسرا شبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے کہا لَنْ تَرَانِیْ. حرف لَنْ نفی کے لیے ہے اور اس کی نفی تابید کے لیے ہے۔ یعنی تو ہمیشہ کیلئے نہیں دیکھ سکتا تو جب موسیٰؑ اللہ تعالیٰ کو کبھی نہیں دیکھ سکتے تو کوئی اور بھی کبھی نہ دیکھ سکے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ غلط ہے کہ لَنْ کی نفی ہمیشہ کے لیے ہوگی بلکہ اس کی نفی صرف مؤکد ہوتی ہے مستقبل میں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ لَنْ یَّتَمَنَّوْہُ اَبَدًا (یعنی وہ ہرگز موت کی تمنا نہیں کریں گے)۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ آخرت میں موت کی تمنا نہیں کریں گے تاکہ عذاب سے نجات مل سکے۔

چوتھا شبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہٗ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِہٖ مَا یَشَاءُ اِنَّہٗ عَلِیٌّ حَکِیْمٌ (کسی بندے کی یہ شان نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر بذریعہ وحی یا پردے کے پیچھے سے یا پھر اس کی

Marfat.com

طرف فرشتہ بھیجے پس وہ اس کی طرف وحی کرے جو چاہے اور بے شک اللہ پاک بہت بلند اور حکمت والا ہے) یہ آیت بندے سے اللہ کے کلام کا حصہ ہے رسولوں کی طرف وحی میں، ان سے اس کے کلام میں پردے کے پیچھے سے اور اس کے ان کو امتوں کی طرف ارسال کرنے میں تاکہ وہ ان سے کلام کرے ان کی زبانوں پر۔ لہذا اگر کسی نے اس کو کلام کے وقت نہیں دیکھا تو اس کے علاوہ بھی نہیں دیکھ سکتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کلام وحی کبھی رویت کا حال ہوتا ہے۔ پس بے شک وحی ایک ایسا کلام ہے جو بڑی تیزی سے سنا جاتا ہے اور اس میں رویت باری تعالیٰ کی نفی کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ فرقہ کرامیہ اور مجسمہ نے رویت میں ہمارے ساتھ اتفاق کیا ہے اور انہوں نے رویت کی کیفیت میں اختلاف کیا ہے۔ پس ہمارے نزدیک رویت مقابلے، مواجہے یا جو اس کے حکم میں ہے، کے بغیر ہوگی۔ اور ان کی شرائط کے ساتھ یہ اس موجود ذات میں ممتنع ہوگی جو جہت اور مکان سے پاک ہے اور وہ (منکرین رویت) اس ذات کے دیکھنے والے کے سامنے ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں جو جہت میں نہیں ہے اور نہ مقابلے میں ہے۔ اس دعویٰ کا جواب یہ ہے کہ ہم اسے تسلیم نہیں کرتے کہ یہ ضرورت ہے اور یہاں ان کا ضرورت کا دعویٰ کرنا نہیں ہے مگر اسی طرح کا دعویٰ ضرورت جو اس میں کیا جائے جو بھی موجود ہے وہ جہت میں ہے اور زندہ ہے۔ اور جو چیز اور جہت میں نہیں ہے وہ موجود بھی نہیں ہے۔ اور شاید یہ دعویٰ اس دعویٰ کی فرع ہو۔ اور اس بات میں حکما اور معتزلہ کا ہمارے ساتھ اتفاق ہے کہ مذکور میں موجود کا حصر ایک وہمی حکم ہے جو غیر محسوس سے ہے پس یہ باطل ہے۔ اسی طرح کا معاملہ اس ضرورت کا ہے جس کا دعویٰ رویت میں فرقہ کرامیہ اور مجسمہ نے کیا ہے۔ (پس اس کا بھی یہی جواب ہے)۔

باب المشاہدہ

مشاہدہ باب مفاعلہ کا ہے اور اس کا مطلب ایک دوسرے کو دیکھنا ہے۔ یہ رَأَیْتُ رَبِّیْ بِنُوْرِ رَبِّیْ سے اشارہ ہے۔ جبکہ رویت ایک کا ایک کو دیکھنا ہے اور یہ رَأَیْتُ رَبِّیْ بِرَبِّیْ سے عبارت ہے۔ مشاہدہ اس حالت کا نام ہے گویا کہ کوئی ضعیف البصر بندہ سورج کی طرف دیکھتا ہے یا کوئی بندہ اپنے محبوب کو مغرب کے وقت دیکھے۔ تو اس لحاظ سے اس کی بناء احکام دنیا سے ہے اور دنیا میں ہستی کا کلی طور پر بھلا دینا حاصل نہیں اور نسیان مطلق کے سوا اس اضطراری مرتبہ کا حاصل کرنا

Marfat.com

ممکن نہیں کیونکہ نسیان مطلق لمعاتِ ارث سے عبارت ہے۔ نبی پاک ﷺ کا فرمان مبارک بھی ہے کہ لَنْ تَرَوْا رَبَّكُمْ حَتَّى لَنْ تَمُوْتُوْا کہ مرے بنا تم اپنے رب کو دیکھ نہیں سکتے۔ رویت اس حالت کا نام ہے گویا کہ کوئی صحیح البصر بندہ سورج کو دیکھے۔ اسی وجہ سے اس کی بناء احکام آخروی پہ ہے۔ چونکہ آخرت میں اضطراری موت کی وجہ سے نسیان ہستی بوجہ کمال حاصل ہے لہذا انکشاف تام بھی حاصل ہوگا۔ اگر کسی کو دنیا میں انبیاء اور اولیاء سے بطریق ندرۃ سعادت میسر بھی ہو جائے تو بشرط موتِ اختیاری ہوگی جو کہ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا سے عبارت ہے۔ اس کا مطلب ہے مرنے سے پہلے مر جاؤ۔ مشاہدہ باوجود ہستی کے بھی جائز ہوتا ہے جیسا کہ حضرت محبوب سبحانیؒ کے کلام میں اس بات کی تصریح بھی ہے مگر رویت میں ہستی کو مٹا دینے پہ اتفاق ہے جبکہ مشاہدہ ممکن الحجاب ہے۔ یعنی عین مشاہدے میں اگر چاہے کہ اپنے مشہود کو نہ دیکھے تو ایسا کرسکتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے کہ مُشَاهَدَةُ الْاَ بْرَارِ بَيْنَ التَّجَلِّيْ وَالْاِ سْتِتَارِ۔ یعنی نیک لوگوں کا مشاہدہ ظہور اور خفا کے درمیان ہوتا ہے۔ مگر رویت میں ضروری ہے یعنی اگر دیکھنے والا چاہے کہ رویت کی حالت میں اپنے مرئی کو نہ دیکھے تو ایسا نہیں ہوسکتا۔ مشاہدہ میں تجلیات ظاہری اور معنوی دونوں کا شہود ہوتا ہے مگر رویت صوری، معنوی اور ظلمت سے بالاتر ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اس کیفیت سے بہرہ یاب فرمائے۔ اس کے مشاہدہ میں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کچھ صفات، آیات اور تجلیات نظر آئیں اور کچھ نظر نہ آئیں مگر رویت میں یہ بات جائز نہیں ہے کیونکہ جب ذات محبّ ایک ہے تو اس کو احاطہ کی شرط سے دیکھنا چاہے گا تو یہ ممکن نہیں۔ مگر اس تمام کو دیکھا جاسکتا ہے اور یہ رویت آسمان کی طرح ہوگی کہ اس کو ہر جگہ سے ہر کوئی دیکھ سکتا ہے اگرچہ وہ ایک ہی ہے۔

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ "بہجۃ الاسرار" میں فرماتے ہیں کہ مشاہدہ کیا جاسکتا ہے مگر اس کی صورت اس طرح نہیں ہوگی کہ جس طرح علم و حال سے دوسری صورتوں کو دیکھا جاسکتا ہے کہ اس ذات کا جو مشاہدہ ہوتا ہے وہ صورت اور تحقیق کی طرح نہیں ہوتا کہ وہ صورت بسیط ہے۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ شہود ذات اور شہود صفات میں یہ فرق ہوتا ہے کہ انسان کا باطن اس چیز کو دیکھے جو اپنے سے علاوہ کسی غیر سے قائم ہو اور اپنے خلاف کے معنی میں پوشیدہ ہو اور اس وجود کے ساتھ ظاہر ہوتا ہو جو اس کے علاوہ ہو۔ پس اگر معاملہ اس طرح ہو تو اس کا نام شہود صفات ہے کیونکہ اس کے موصوف کے ساتھ اس کا قیام ہوتا ہے۔ تو پس اس کے ظہور سے

Marfat.com

یہ بات ضروری ہے کہ کوئی اس کے اطراف سے چھپ جائے کیونکہ اگر اس طرح کا وصف موجود ہو تو وجود غیر کے وجوب کی طرف جاذب ہوتا ہے۔ پس شہود ذات مفقود کا نام ہے اور اس کے خلاف سے پردہ میں ہے کہ وہ شخص جلال کے ظہور کے لیے قوی نہیں ہوتا جو جمال کو دیکھتا ہو۔ وصف کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ حقیقت میں بھی غیر کے ظہور کے وقت بھی حقیقت سے محجوب نہیں ہوتا بلکہ وہ شاہد کے شہود سے محجوب ہوتا ہے۔ ایسا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وصف ظاہری شہود وصف باطنی پہ غالب ہوتا ہے اور اس کے معنی میں چھپ جاتا ہے کیونکہ وصف کا مطلب یہ ہونا ہے کہ وہ اپنے موصوف کے ساتھ قائم ہو اور جب اس کے معنی لازمہ کے افعال قوی اپنے موصوف کے لیے اپنے ازل کی آنکھ میں ظاہر ہوتے ہیں تو اس کے ظہور کے آثار اس کے معانی کے افعال میں چھپ جاتے ہیں کیونکہ واحد ایک ایسی چیز ہے جو تعدد سے بالاتر ہوتی ہے۔ لہذا اس مقام پہ اس کے متفرق اطراف وصف فرد اور طاق معنی میں لپٹ جاتے ہیں اور اس کے سوا وجود کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے کیونکہ سرّ نے صفات کا مشاہدہ رسوم بشریت کے ساتھ کیا اور اس کا سمندر اس کشتی میں بے دھڑک داخل ہوتا چلا گیا جو کہ اس کے وجود کا گوشہ چشم اور لمحہ اور اس کے منازعات کے کھینچنے والے ہیں۔ اور ان سب کی تین علامات ہیں۔

ا۔ شہود بصیرت کی ایسی قوت کے ساتھ جو اس کے لیے اس شہود سے پہلے تھی

۲۔ شہود [illegible] کے ساتھ اس کی حقیقت پہ اس کے شہود کے گم ہونے کے بعد استدلال کرنا

۳۔ [illegible] شہود کے ساتھ ایک وصف [illegible]

[illegible] قائم ہو، کو وجود مطلق کے ساتھ کرے تو یہ شہود ذات ہے۔ اس شہود میں یہ بات ضروری ہے کہ دونوں شہودوں کا سقوط اور حین وقت کے لحاظ کے متعلق کی نفی ہو۔ اور ثبوت فرق اور جمع گوشہ چشم کے لیے قریب اور بعید کا فرق ختم ہو جائے اور وجود جاتا رہے۔ شہود وصف شہود کے ساتھ تنہا ہو۔ ازل کی آنکھ میں ازل کے مقابلے کے لیے اس کی قوت کے ساتھ ہو جو کہ ہمیشہ سے ہے۔ اس سے حدوث کے اوصاف سلب ہونے کے وقت ظاہر ہوں۔ اس کے معانی سے وصف حکم، عین اور حال کے طور سے خالی ہوں۔ پس اس مقام پہ ہر وجود کا اوّل آخر کی طرف راجع ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قبلیت کا وصف عدم میں مٹ جاتا ہے اور اسی طرح بعدیت کی صفت ابدیت میں محو ہو جاتی ہے اور وہ ہر ظاہر ہونے والی چیز پہ عدم میں اس کی دوامی ہیبت سے چھپ جاتی ہے۔ اس

Marfat.com

شہود کی علامت یہ ہے کہ یہ ایک ایسا وصف ہوتا ہے جو کہ اس کے وجود سے پہلے حاصل نہیں اور اس کی ذات کے چھپنے سے پہلے اس کا حکم باقی نہیں اور جو چیز اس سے ظاہر ہو اس کی حقیقت منعقد نہیں۔ اس کی حقیقت پہ اس وصف سے انفصال اور انتہاء کے ساتھ مشاہدے کے اتصال پہ کوئی استدلال نہ کریں۔ پس یہ وہ مقام ہے جو انبیاء کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں ہوتا۔ اور یہ صدیقین کے کسی اور کا مرتبہ نہیں اور یہ حال سوائے اولیاء کے کسی کو میسر نہیں۔ باقی لوگ یہ سب باتیں کسب سے نہیں پا سکتے۔ یعنی خاص اللہ کی عنایت سے حاصل ہوتی ہے اور اس کو وسائل سے نہیں پایا جا سکتا۔

اللہ کسی بندے کے لیے دو صفات میں تجلی نہیں کرتا اور نہ دو بندوں کے لیے ایک صفت کی تجلی کرتا ہے جب تک خیر باقی ہے، وقت موجود ہے، جمع ملحوظ ہے، طبع ما لوف ہے اور حد قائم ہے۔ اگر ایسا نہیں تو پس کبھی کبھی ہو جاتا ہے۔ لیکن بندے کی ایک حد ہوتی ہے، ہر حد کا کوئی نہ کوئی وصف ہوتا ہے، ہر وصف کا کوئی نہ کوئی طور ہوتا ہے، ہر طور کی کوئی نہ کوئی تجلی ہوتی ہے، ہر تجلی کا کوئی نہ کوئی منازلہ ہوتا ہے، ہر منازلہ کا کوئی نہ کوئی سرّ ہوتا ہے، ہر سرّ کی کوئی نہ کوئی معراج ہوتی ہے، ہر معراج کی کوئی نہ کوئی غایت ہوتی ہے اور ہر غایت کا مستقرّ اللہ کی ذات بابرکات ہی ہے اور اس کے علم سے ہی اس کا مستودع ہے۔ پس جب بندہ خود اپنی حد یا پھر دوسروں کی حد میں ہوتا ہے تو اس کا شہود ایک شاہد ہونے کے ناطے انتہا کے ساتھ مقید اور لازم ہوتا ہے۔ پس یہ ایسی جگہ ہے جہاں مثال مخالف میں اس ذات قدیم کے ظہور کا جواز ہو کیونکہ خیر کی حد وسعت کا رد اور رد کی وسعت حد کی خیر کا نام ہے۔ اور وجود مطلق اپنے اندر کوئی حد نہیں رکھتا اور نہ ہی وسعت کو حقیقت پہ محمول کیا جا سکتا ہے جب تک کہ اس کی قوت مستقر ہے۔ پس جب تک بندہ اپنی حد کے پیچھے ہوتا ہے اس وقت تک اس کا شہود اس وجود کلی کے وصف میں ہوتا ہے جو قائم بالنفس ہوتی ہے کیونکہ اس کی حیثیت مشہود کی سی ہے۔ پس یہ ایک ایسا وصف ہے کہ اس کے قائمقام کوئی مثال نہیں ہے، نہ اس کے ساتھ غیر کی قوت کا کوئی ثبوت ہے اور نہ ہی اس کی کوئی ابتداء ہے۔ پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ شہود مشہود ہے تو یہ لازمی ہے کہ معنی ایک ایسی سمت میں پوشیدہ ہو جو شہود سے قائم ہو۔

شہود مطلق سوائے شہود کی تجرید کے صحیح نہیں ہوتا۔ پس یہ مرکبات سے پردہ کرنے سے جدا ہونا اور مؤتلفات سے متواریات ہے۔ پس یہ ہر مرکب مخالف میں ہے جو کہ التباس کا موجب ہو۔ اسی طرح یہ دو مغایر مؤتلفات میں بھی ہے جو کہ استثناء کو ظاہر کریں۔ اس کا قیام صفتِ واحدہ

Marfat.com

کے ساتھ محض توحید ہے اور جمع الجمع شہود کے ظاہر اور باطن کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے۔ آپ مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ مشاہدہ دونوں جہانوں سے دل کی آنکھ کا اندھا ہو جانا اور حقائق کا معرفت سے مطالعہ ہے مگر یہ استدراک کا وہم نہ ہو اور دل میں اطلاع یقین کی صفائی کے ساتھ اس امر کی ہو جس کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے۔ مشاہدہ میں حرمت کا ترک کرنا اور حالت شہود میں تواجد جائز نہیں ہے کیونکہ بساط پہ تواجد بقا اور مشاہدہ قرب کا نام ہے۔ پس اس مقام پہ حرمت کا ترک کرنا حرام ہے کیونکہ اس مقام پہ وہ مستی حاصل ہوتی ہے جس کے ادراک سے عقل، فہم اور وہم قاصر ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پہ ارشاد فرمایا کہ مشاہدہ خالق و مخلوق کے درمیان سے حجاب کے اٹھ جانے کا نام ہے۔ پس بندہ دل کے صاف ہونے کی وجہ سے غیوبات پہ مطلع ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ جلال و عظمت کو دیکھنے لگتا ہے اور اس وجہ سے اس کے احوال متغیر ہو جاتے ہیں۔ پس اس کے مقامات درجہ جبروت میں آتے ہیں۔ یہ پہلی حالت میں منبسط ہوتا ہے اور دوسری حالت میں منقبض ہو جاتا ہے اور لگاتار اپنے وجود کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے۔ اس مقام پہ اس کا سکر شراب کے سکر سے زائد ہوتا ہے۔ یہ تمام مکانات کو ایک مکان اور تمام اعیان کو ایک عین کر دیتا ہے۔ تجھے چاہیے کہ تو اس کا مشاہدہ اسی کے مشاہدے سے نہ کرے بلکہ اس کا مشاہدہ اپنے مشاہدے سے کرے۔ مشاہدے کی شرط بشری اوصاف کا انقطاع ہونا ہے۔ اہل شہود کی دو اقسام ہیں۔ پہلی ناظر اور دوسری منظور البتہ ہے۔ پس ناظر خود شہود اور منظور البتہ غائب ہے۔ پہلے کے وارد ہونے سے دوسرے کو دخول ملتا ہے۔ نہایت اس کی وجد ہے۔ یہ ایسا تواجد ہے کہ جو بندہ کے استہلاک کو ظاہر کرتا ہے۔ اس وجد کی ترتیب حضور ہے، جس کے بعد ورود ہے، اس ورود کے بعد شہود ہے، اسی شہود کے بعد وجود ہے اور اس شہود کے بعد خمود ہوتا ہے۔ پس کسی بھی وجود کو اس کی مقدار کے برابر خمود حاصل ہوتا ہے۔

کشف المحجوب میں ہے کہ مشاہدے کی دو اقسام ہیں۔ ایک صحبت یقین سے عبارت ہے اور دوسرا غلبہ محبت سے۔ یعنی دوست غلبہ محبت میں جو کمال ہے حاصل کرلے اور اس کا کلیہ یہ ہے کہ وہ دوست کی ہر بات کی عملی تفسیر بن جائے اس طرح کہ سوائے دوست کے کسی کو نہ دیکھے۔ چنانچہ محمد بن واسعؒ فرماتے ہیں کہ

مَا رَأَیْتُ شَیْئًا قَطُّ اِلَّا وَقَدْ رَأَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ اَیْ بِصِحَّۃِ الْیَقِیْنِ (میں نے کبھی کوئی چیز نہ دیکھی مگر اس میں اللہ کو دیکھا صحت یقین کے ساتھ یہ اللہ کی طرف سے دیدار نہ تھا مخلوق کے لیے)۔

Marfat.com

اور اسی طرح شیخ شبلیؒ فرماتے ہیں کہ

مَا رَأَیْتُ شَیْئًا قَطُّ اِلَّا رَأَیْتُ اللّٰہَ یَعْنِیْ بِغَلْبَاتِ الْمَحَبَّۃِ وَغِلْیَانِ الْمُشَاهَدَةِ (میں نے ہر چیز میں اللہ ہی کو دیکھا یعنی مشاہدے کے غلبہ کی وجہ سے اور محبت کی زیادتی کی وجہ سے)۔

گویا ایک شخص اس کو فعل میں سر کی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور پھر اسی نظر میں سر کی آنکھوں سے فاعل کو دیکھتا ہے۔ اور دوسرا وہ ہے کہ جس کو فاعل (حقیقی یعنی اللہ) کی محبت دوسروں سے (بے نیاز کر کے) اپنا لیتی ہے اور وہ فاعل (یعنی اللہ) کو دیکھتا ہے تو گویا اس کا طریقہ استدلال کا ہے اور دوسرے کا جذب کا۔ گویا استدلال والے کا طرق مشدل ہے کہ اس پر حقائق عیاں کر دیئے جاتے ہیں۔ دوسرا محبت کا چرایا ہوا یعنی اپنا بنایا ہوتا ہے یعنی حقانی دلائل اس کے لیے حجاب بن جاتے ہیں۔ لہذا جو پہچانتا ہے وہ غیر کی طرف نہیں جاتا اور جو دوست رکھتا ہے وہ غیر کو نہیں دیکھتا۔ پس جب ان کو فعل میں منازعت نہیں ہوتی تو تنازعہ بھی نہیں رہتا اور اس کے فعل پر اعتراض نہیں ہوتا تو معترض بھی نہیں ہوتا۔ اور قوم کو اس معاملے میں غلطی واقع ہوئی ہے کہ اس سے فکر و ذکر کے دوران اس کے خیال کو رویت قلوب اور مشاہدہ کے دوران حق کی صورت خیال کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں اور یہ محض کھلی گمراہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بھی اندازہ نہیں کر سکتا کہ دل میں اس کا اندازہ کیا جائے اور کوئی بھی اس کی کیفیت اور مثل پر مطلع نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ موہوم وہی چیز ہوتی ہے جو وہم کی جنس سے ہو، اور جو معقول ہو وہ عقل کی جنس سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات مبارکہ اجناس سے نہیں ہے۔ کیونکہ اجناس کے لطائف اور کثائف مختلف احوال میں ایک دوسرے کے ساتھ ہیں اور وہ ذات محدثات کی ضد ہے اور تمام محدثات ایک جنس ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ان باتوں سے بہت اعلیٰ ہے کہ جو گمراہ لوگوں نے اس کی طرف منسوب کی ہیں۔

پس مشاہدہ دنیا میں ایسے ہی ہے جیسا کہ آخرت میں رویت ہے۔ اس بات پر تمام صحابہ کا اجماع اور امت کا اتفاق ہے کہ آخرت میں رویت باری تعالیٰ جائز ہے لہذا دنیا میں بھی اس کا مشاہدہ جائز ہے۔ اگر کوئی آخرت میں رویت کی خبر دے اور دنیا میں مشاہدہ کی تو اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کیونکہ جو بھی خبر دیتا ہے وہ اس کے جواز کی خبر دیتا ہے نہ کہ دعویٰ کرتا ہے۔ یعنی وہ یہ کہتا ہے کہ دیدار اور مشاہدہ جائز ہے وہ یہ نہیں کہتا کہ مجھے مشاہدہ ہوتا ہے، اب ہو رہا ہے، یا ابھی تک ہو رہا ہے کیونکہ مشاہدہ ایک سری چیز ہے اور خبر دینا زبان سے ہوتا ہے۔ لہذا جب زبان اس راز سے

Marfat.com

خبردار ہوگی تو ہی اس کو عبارت کر سکے گی۔ اور یہ مشاہدہ نہیں ہوتا کہ اس چیز کا دعویٰ کیا جائے کہ جو حقیقت میں عقل میں ہی نہیں آتی تو زبان اس کو کیسے عبارت کر سکتی ہے؟۔ کیونکہ اِنَّ الْمُشَاهَدَةَ قَصُرُ اللِّسَانِ بِحُضُورِ الْجَنَانِ یعنی مشاہدہ اس چیز کا نام ہے جو دل میں حاضر ہے زبان اس کو بیان کرنے سے قاصر ہو جائے۔ اس لحاظ سے سکوت کا درجہ کلام سے بہتر ہے کیونکہ سکوت (خاموشی) مشاہدے کی نشانی ہے جبکہ نطق (کلام یعنی بولنا) شہادت کی طلب کی نشانی ہے۔ لہذا کسی چیز کی شہادت اور کسی چیز کے مشاہدے کے درمیان بہت فرق ہے۔ مشاہدے والے زمان و مکان سے چھٹکارا پائے ہوئے ہوتے ہیں اور کل کا وعدہ ان کے حق میں نہیں بلکہ محجوبوں کے لیے ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ یَوْمَ یَرَوْنَهٗ بَعِیْدًا وَنَرٰیهُ قَرِیْبًا وہ اس کو دور دیکھتے ہیں اور ہم اس کو قریب دیکھتے ہیں۔

Marfat.com

وادیٔ عشق و محبت

Marfat.com

عشق اور محبت کا بیان

یہ بات اچھی طرح جان لو کہ عشق کا مرتبہ محبت سے اعلیٰ ہے۔ معشوق کو دیکھے بنا عاشق باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ معشوق کی غیر حضوری اس کی موت ہے، یعنی اگر معشوق غائب ہو تو اس (عاشق) کا حال مردہ کی طرح ہو جاتا ہے اور بسا اوقات یہ عالم فنا میں بھی پہنچا دیتا ہے۔ محبت میں محبوب کی غیر حاضری میں بھی محبت باقی ہوتا ہے۔ عشق اس مرتبے کا نام ہے کہ جس میں حسن کی تمیز، قبح اوضاع اور معشوق کے افعال ملحوظ نہیں ہوتے۔ یہ ایک ایسی آگ ہے کہ جو دل میں اٹھتی ہے اور پھیلتی چلی جاتی ہے اور سوائے معشوق کے ہر چیز کو جلا دیتی ہے۔ یہ ایک ایسی پیاس ہے کہ جس سے سوائے وصال کے میٹھے پانی کے لب تر نہیں کیے جا سکتے۔ عشق وہ شہباز ہے کہ جس کا ٹھکانہ سوائے مالک الملک کے دست قدرت کے علاوہ کہیں نہیں ہے۔ یہ وہ مور ہے کہ سوائے اس کے باغ کے اس کی کسی طرف چال نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ظہور اور بندوں کے درمیان واسطہ ہے۔ فرمان پاک ہے کہ کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ ۔ یہ فرمان عشق سے ہی عبارت ہے۔ لہٰذا کائنات کا کوئی ذرہ بھی عشق سے خالی نہیں ہے اور عشق کے علاوہ انسان کے باقی تمام اوصاف اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی حقیقت کو پانے سے قاصر ہیں۔ عشق اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَ رْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِ نْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (ہم نے اپنی امانت زمین ،آسمان اور پہاڑوں پر پیش کی مگر انہوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کیا اور ڈر گئے اور پھر انسان نے اس امانت کو اٹھا لیا پس بے شک انسان ظالم اور جاہل ہے)۔ محققین نے امانت سے مراد عشق لیا ہے۔

عشق تین حروف سے مرکب ہے (عین، شین، قاف) اور اس سلسلے میں اللہ والوں نے بہت سے اشارے دیئے ہیں۔ لہٰذا کہا گیا ہے کہ عین سے مراد عدم وجود (وجود کا مٹا دینا) شین سے مراد شہود اور قاف سے مراد قرار حاصل کرنا شہود پر۔ ایک یہ بھی ہے کہ عین سے مراد عقل، شین سے مراد شرافت اور قاف سے مراد قدرت ہے۔ بعض نے کہا کہ عین سے مراد عفو و درگزر، شین سے

Marfat.com

مراد شفاعت محمدی اور قاف سے مراد قیامت ہے۔ کچھ کا کہنا ہے کہ عین سے مراد عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ شین سے مراد قُلِ اللّٰہَ ثُمَّ ذَرْھُمْ فِیْ خَوْضِھِمْ یَلْعَبُوْنَ ہے۔ کچھ نے کہا کہ عین سے مراد عزم، شین سے مراد شناوری اور قاف سے مراد قلزم وحدت ہے۔ اسی طرح عین سے مراد عبادت، شین سے مراد شاقہ (سخت) اور قاف سے مراد قیام ہے۔

لہٰذا عاشق وہ ہوتا ہے جو ان تمام سے متصف ہوتا ہے اس میں گفتگو تو بڑی لمبی ہے مگر ہم اسی پر اختصار کرتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ بعض کے نزدیک عقل مظہر اوّل ہے اور بعض کے نزدیک مظہر اوّل عشق ہے۔ لہٰذا پہلے قول والے اس کو عشق ذات حق کا شناسا کہتے ہیں اور دوسرے قول والے عشق کو اس ہستی کا عارف جانتے ہیں۔ ان دونوں میں اشکال ہے۔ کاتب الحروف کا اللہ کی توفیق سے یہ کہنا ہے کہ عشق کے بغیر عقل کا خدا کو پا لینا محال ہے اور عقل کے بغیر اس کے عشق کی پہچان بالکل خیال ہے۔ کیونکہ عقل ہو مگر عشق نہ ہو تو اس سے طریقت باطل ہو جاتی ہے اور عشق ہو مگر عقل نہ ہو تو اس سے شریعت فاسد ہو جاتی ہے۔ لہٰذا وہ عقل کہ جو سر پر عشق کا سایہ رکھتی ہے وہ عقل ہر لحاظ سے حقیقت تک پہنچنے والی ہے۔ عارف وہی ہوتا ہے کہ جو شریعت اور طریقت کا جامع ہو۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ عقل اور عشق ایک دوسرے کی ضد ہیں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ علما اور فقراء آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ عوام کا یہ کہنا کس قدر نامعقول بات ہے کیونکہ یہ دونوں اس باب میں لازم و ملزوم ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ شریعت و طریقت ہر لحاظ سے ایک دوسرے کی کامل ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ عقل اور عشق ایک دوسرے کی ضد ہیں، سمجھ لو کہ وہ اس کی اصل نہیں جانتے اور اسی لیے عوام کہتے ہیں کہ علماء وفقراء آپس میں اضداد ہیں (جبکہ) یہ بات نامعقول ہے۔ یہ بات اس لیے ہے کہ یہ ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ کامل ہر دو طریقہ میں متحد ہیں اور ناقص مخالف اور تکرار میں۔ اسی طرح جو یہ کہا جاتا ہے کہ خدا سے عشق کرنا درست نہیں کیونکہ عشق صورت کو چاہتا ہے اور خدا صورت سے منزہ ہے۔ اس بات کی بھی کوئی اصل نہیں ہے کہ

نه تنها عشق از دیدار خیزد

بسا کین دولت از گفتار خیزد

Marfat.com

عشق صرف دیدار کرنے سے ہی نہیں اُٹھتا (بلکہ) بسا اوقات یہ دولت (آگ) باتوں سے بھی بھڑک اُٹھتی ہے

اسی طرح کچھ لوگ کہتے ہیں کہ خدا کو عاشق نہیں کہا جا سکتا۔ یہ کہنا تعصب سے خالی نہیں ہے کیونکہ عاشق بمعنی عشق کنندہ کے ہے اور ہر شے کا کنندہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ خدا کا عشق اپنے بندہ کے ساتھ یہ ہے کہ خود تنزیہہ دکھائے اور بندہ کے عشق اپنے خدا کے ساتھ یہ ہے کہ تشبیہ خود سامنے ظاہر ہو۔ محبت معشوق کے وصال کے بغیر باقی ہے اور عشق وصال کے بغیر فانی ہے۔ پس عشق اور محبت کے درمیان یہی فرق ہے۔ ''کشف المحجوب'' میں ہے کہ عشق میں مشائخ نے بہت کلام کیا ہے۔ ان میں سے ایک گروہ عشق کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق جائز سمجھتا ہے۔ لیکن اللہ کی طرف بندے کے ساتھ عشق کو جائز نہیں سمجھتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عشق ایک صفت منع ہوتی ہے اور بندے سے ممنوع ہے اور اللہ تعالیٰ سے ممنوع نہیں ہے۔ لہذا عشق بندے پر جائز ہے مگر حق تعالیٰ پر جائز نہیں ہے۔ کیونکہ عشق حد سے تجاوز کرنے کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ محدود نہیں (کہ کوئی اس سے تجاوز کر سکے)۔ متاخرین کا یہ کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ دونوں جہانوں میں عشق درست نہیں ہے مگر اس کی ذات کے ادراک کی طلب کے ساتھ۔ چونکہ اس کی ذات کا ادراک نہیں ہو سکتا کہ محبت وصفوت کا اطلاق درست ہوتا۔ کہتے ہیں کہ عشق صورت کے بغیر نہیں ہوتا اور محبت صرف سننے سے بھی ہو جاتی ہے اور جب عشق نظر سے ہوتا ہے تو پھر دنیا میں کسی کی طاقت نہیں ہے کہ اس کو دیکھ سکے۔ جب عشق اس طرح سے ہے تو ہر ایک نے اس کو ممنوع قرار دیا حق تعالیٰ کی ذات کا ادراک نہیں ہے کہ مخلوق کا اس کے ساتھ عشق کا دعویٰ درست ہو۔ اور جب اللہ تعالیٰ افعال اور صفات سے اپنے اولیاء پر احسان کرنے والا ہے تو اس لحاظ سے محبت درست ہوئی۔ ایک گروہ کا یہ کہنا ہے کہ عشق کی ضد نہیں ہے اور خدا کی ضد بھی نہیں ہے لہذا اس کا اس پر اطلاق جائز ہونا چاہیے۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت اور اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت جائز ہے اور اس پر قرآن وحدیث کا کلام بھی ہے اور امت کا اجماع بھی ہے۔ حضور غوث اعظمؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ محبت اس تشویش کا نام ہے کہ جو محبوب کو دیکھنے کے لئے دل میں اٹھتی ہے۔ محبت ایک ایسی مستی ہے کہ جس میں ہوشیاری نہیں ہے۔ محبت ایک ذکر ہے کہ جس میں خاموشی نہیں ہے۔ محبت ایک بے

Marfat.com

آرامی ہے کہ جس میں آرام نہیں ہے۔ محبت ایک اندھے پن کا نام ہے کہ جس میں سوائے محبوب کے کچھ نظر نہیں آتا۔ محبت ایک بیماری ہے کہ جس کا علاج صرف دیدارِ محبوب ہے۔

علمائے کرام محبت کا استعمال چند ایک وجوہ پر کرتے ہیں۔ ان میں ایک معنی ارادت کا ہے جو محبوب کی طرف ہو اور اس میں سکون نفس، میل ہوا اور دلی تمنا ہو، اور اس طرح کا تعلق اور یہ سب کچھ اس ذات قدیم پر جائز نہیں ہے کیونکہ اس طرح کے تمام معانی صرف مخلوق کے لئے جائز ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ان باتوں سے برتر اور اعلیٰ ہے۔ ایک دوسرا معنی محبت کا احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اپنے بندوں میں سے کسی ایک کو برگزیدہ بنائے اور اس کو ولایت کے درجے پر پہنچائے اور اس کو طرح طرح کے انعامات سے نوازے۔ ایک اور معنی محبت کا ثناء ہے۔ اس سے مراد ثناءِ جمیل ہے جو کہ بندے پر ہو۔

متکلمین کے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ حق کی محبت کی ہمیں خبر دی گئی ہے کہ وہ اس ذات کی جملہ صفات میں سے ایک صفت ہے جیسا کہ اس کے بارے میں لفظ یَدْ (ہاتھ) وجہ (چہرہ) اور استواء کا لفظ آیا ہے۔ اگر قرآن و حدیث اس معاملے میں کلام نہ کرتے تو از روئے عقل ان کا استعمال اس ذات پر محال تھا، لہٰذا ہم محبت کا اثبات کرتے ہیں۔ جہاں تک نفرت کا تعلق ہے تو اس میں توقف کرتے ہیں۔ اس گروہ کی مراد یہ ہے کہ وہ مطلقاً اس لفظ کا اطلاق ذات باری تعالیٰ کے لیے جائز نہیں سمجھتے اور یہ صرف اقوال ہیں کہ ہم ان کو یاد کرتے ہیں۔ حقیقت میں آپ کے سامنے واضح کرتا ہوں (اور وہ یہ ہے) کہ بندے کے لیے حق کی محبت اس کے ساتھ ارادت اور ارادہ رحمت کا نام ہے۔ اور محبت ایک اسم ہے جیسا کہ رضا، سخط، رحمت اور رأفت اور اس طرح دیگر الفاظ۔ لہٰذا محبت کو سوائے ارادہ حق کے کسی اور لفظ سے تعبیر کرنا مناسب نہیں ہے۔ ارادت بھی صفت قدیم ہے اور اس کو اسی صفت کے ساتھ جاننا چاہیے۔ لہٰذا حکمی طور پر اس کو از راہ مبالغہ افعال سے منسوب کرتے ہیں۔

بندے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت یہ ہے کہ وہ اس کو دنیا اور آخرت میں انعام و اکرام سے اس طرح نوازے تا کہ وہ باقی تمام سے مجرد ہو جائے۔ لہٰذا جب اللہ تعالیٰ کی ذات بندے کو ایسی نعمتوں سے مخصوص کرتی ہے تو اس تخصیص کے ارادے کا نام محبت رکھا گیا ہے۔ یہ مذہب حضرت حارث محاسبیؒ، حضرت جنید بغدادیؒ اور ایک پوری جماعت کا ہے اور زیادہ تر فقہانِ فریقین اور

Marfat.com

متکلمانِ سنت کا بھی یہی مسلک ہے۔ وہ جو کہتے ہیں کہ محبت ثناءِ جمیل کے معنی میں ہے اور اس کی ثنا اس کا کلام ہے اور اس کا کلام مخلوق نہیں ہے۔ اور جو کہتے ہیں کہ محبت بمعنی احسان ہے اور احسان فعل کا نام ہے اور یہ تمام معانی ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں۔ لیکن بندے کی اللہ سے محبت وہ صفت ہے جو اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے اور تعظیم اور تکبر کے معنوں میں ہوتی ہے تا کہ وہ محبوب (اللہ) کی رضا طلب کرے اور رویت کی طلب میں بے خبر ہو جائے اور اس کے علاوہ اسے قرار ہی نہ آئے اور اس کا مسلسل ذکر کرنا اس کی عادت بن جائے۔ خالق کی محبت مخلوق کی طرح نہیں ہے کہ اس میں میلان اور ادراک کا محبوب ہونا ہے اور یہ اقسام کی صفات میں سے ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی ذات کے محبّ اپنے آپ کو ہلاک کرنے والے ہیں نہ طلب کرنے والے کیونکہ حادث کو قدیم سے وصل نہیں ہوتا لہذا جنس کی اپنے جیسی جنس سے محبت محبوب کی ذات کی طلب کا نام ہے۔ اور کسی ناجنس سے محبت یہ ہے کہ اس کے اوصاف میں کسی صفت کے ساتھ آرام پائے جیسا کہ بغیر کلام کے اس کو سننا اور بغیر آنکھ کے اس کو دیکھنا۔

پس محبانِ حق تعالیٰ کی دو اقسام ہیں۔ ایک وہ ہیں کہ جو محبوب کے انعام و اکرام کو دیکھ کر محبت کرتے ہیں اور دوسرے وہ جو ہر انعام و اکرام کو دوستی کے غلبہ کی وجہ حجاب سمجھتے ہیں۔ پس پہلا محبّ مطلب اور دوسرا بغیر مطلب کے محبت کرتا ہے اور یہ پہلے سے افضل ہے۔ الغرض محبت قال کا نام نہیں بلکہ حال کا نام ہے اور حال ہرگز قال کا نام نہیں ہے یعنی محبت ایک وہبی چیز ہے نہ کہ کسبی۔

محبت کی تعریف

۱۔ حضرت ابوالقاسم قشیریؒ فرماتے ہیں کہ اَلْمَحَبَّةُ مَحْوُ الْمُحِبِّ بِصِفَاتِهٖ وَ اِثْبَاتُ الْمَحْبُوْبِ بِذَاتِهٖ (محبّ کا اپنی صفات کو مٹانے اور محبوب کی ذات کے اثبات کا نام محبت ہے)۔

۲۔ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ اَلْمَحَبَّةُ اِسْتِقْلَالُ الْكَثِيْرِ مِنْ نَفْسِكَ وَاِسْتِكْثَارُ الْقَلِيْلِ مِنْ حَبِيْبِكَ (محبت اپنے زیادہ کو تھوڑا اور محبوب کے تھوڑے کو زیادہ جاننے کا نام ہے)۔

۳۔ حضرت سہیل بن عبداللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اَلْمَحَبَّةُ مُعَانَقَةُ الطَّاعَاتِ وَ

Marfat.com

مُبَایَنَۃُ الْمُخَالَفَاتِ (محبت اطاعت کو گلے لگانے اور گناہوں سے منہ پھیرنے کا نام ہے)۔

۴۔ حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں کہ اَلْمَحَبَّۃُ مَالَا یُنْقَصُ بِالْجَفَاءِ وَلَا یَزِیْدُ بِالْعَطَاءِ (محبت نہ تو ظلم سے گھٹتی ہے اور نہ ہی عطا سے بڑھتی ہے)۔

۵۔ حضرت شیخ شبلیؒ کو جب پاگل پن کی تہمت لگا کر لوگ پاگل خانے لے گئے۔ تو ایک گروہ ان سے ملنے کے لیے آیا تو آپ نے ان سے فرمایا کہ کیسے آنا ہوا؟۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے دوست ہیں۔ حضرت شیخ شبلیؒ نے ان کو پتھر مارے اور وہ سب بھاگ گئے۔ جب وہ چلے گئے تو آپ نے کہا کہ تم لوگ اگر میرے دوست ہوتے تو میری سنگباری سے ہرگز نہ بھاگتے کیونکہ دوست کبھی بھی دوست کی بلا سے نہیں بھاگتا۔

۶۔ حضرت خواجہ محمد پارساؒ فرماتے ہیں کہ محبت کی حقیقت اتنی مشکل ہے کہ متکلمین کے ایک گروہ نے اس کا انکار کر دیا اور کہا کہ محبت تمہاری جنس سے نہیں ہے اور اس کو دوست نہیں رکھا جا سکتا۔ اور حق تعالیٰ کی دوستی کا مطلب اس کی فرمانبرداری ہے۔

آپ کو علم ہونا چاہیے کہ دوستی دل کے اس میلان کا نام ہے جو خوشی دے۔ اگر یہ میلان مضبوط ہو تو اس کو عشق کا نام دیتے ہیں اور دشمنی اس نفرت کا نام ہے کہ طبیعت جس سے ناخوش ہو۔ لہذا تجھے کوئی چیز اس وقت تک پسند اور ناپسند نہیں آسکتی جب تک تو اس سے آگاہ نہ ہو۔ اور کسی چیز سے آگاہی حواس کے ذریعے ہوتی ہے اور حواس پانچ ہیں اور ہر ایک کا اپنا ذوق ہے کہ جس کی طرف طبیعت میلان کرتی ہے۔ حیوان اور انسان میں حواسِ خمسہ مشترک ہیں۔ اور چھٹی چیز جو کہ دل میں ہے اور جس کو عقل، علم اور بصیرت کا نام دیا جاتا ہے، اس میں آدمی حیوانوں سے ممتاز ہے (یعنی صرف آدمی کو حاصل ہے حیوان کو نہیں) اور انسان اسی چھٹی چیز (عقل) کی وجہ سے حیوانوں پر غالب ہے۔ انسان کی باطن کی آنکھ حضرتِ الٰہی کا نظارہ کرتی ہے اور ظاہر کی آنکھ اُس کے دوستوں کا نظارہ کرتی ہے جن (نیک صورتوں) میں وہ ظاہر ہوتا ہے۔

دوستی اور محبت کے اسباب

سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی بھی محبت کے لائق نہیں ہے کیونکہ دوستی (محبت) کے چار اسباب ہوتے

Marfat.com

ہیں (جو اللہ تعالیٰ کی ذات میں ہی ہیں)۔

۱۔ ایک یہ کہ انسان اپنی بقا سے محبت کرتا ہے اور جب کوئی اپنی بقاء کو دوست رکھے گا تو مجبوراً اس کو اللہ تعالیٰ کو دوست رکھنا پڑے گا کیونکہ اس کی بقاء اللہ کے فضل وکرم سے ہے۔

۲۔ دوم یہ کوئی کسی کو کسی نیکی کی وجہ سے دوست رکھے کہ اس نے اس کے ساتھ نیکی کی تھی تو اس کا سبب بھی اللہ تعالیٰ ہے کہ اس نے اس کے دل میں نیکی کرنے کا جذبہ پیدا فرمایا۔

۳۔ سوم یہ کہ کوئی کسی سخی کو دوست بنائے اگرچہ اس سے کچھ نہ لیا ہو۔ پس سخی کو دوست رکھنے کا سبب بھی اللہ تعالیٰ ہے کہ اللہ پاک نے اس کو سخاوت کی صفت کے ساتھ پیدا فرمایا کہ اگر وہ اس کو صفت سے متصف نہ کرتا تو وہ اس کو دوست نہ بناتا۔

۴۔ چہارم یہ کہ کسی کو ظاہری یا باطنی خوبصورتی کی وجہ سے دوست بنایا جائے جیسا کہ انبیاء کرام اور اساتذہ کرام کو خوبصورتی کی وجہ سے دوست رکھا جاتا ہے۔ پس اس کا سبب بھی اللہ تعالیٰ ہے کہ اس نے ان کو ظاہری اور باطنی خوبصورتی عطا فرمائی۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ دوستی کے تمام اسباب کا مرجع اسی کی ذات ہے (پس صرف اسی سے محبت کی جائے)۔

محبت کی حقیقت

حضرت حجۃ الاسلامؒ فرماتے ہیں۔ محبت کی حقیقت یہ ہے کہ محب سوائے محبوب کے ہر چیز سے منہ پھیرے، ہر وقت محبوب کے نظارے میں رہے اور دائمی طور پر اس کے ذکر اور فکر میں مصروف رہے۔ محبت کا دعویٰ ہرگز آسان نہیں ہے کہ اس کے دیدار کا ذریعہ یہی ہے۔

۱۔ ایسی دولت کو رکھتا ہو جس کی قوّت سے دیدارِ دوست حاصل ہوتا ہو۔

۲۔ اپنے محبوب سے ایثار کرے۔

۳۔ حق تعالیٰ کا ذکر ہر دم اس سے بلا تکلف جاری ہو۔

۴۔ قرآن پاک جو کہ اس کا کلام ہے اور تمام انبیا کرامؑ اور اس کی تمام مخلوق کو دوست رکھے۔

۵۔ ہمیشہ خلوت اور مناجات پہ مائل رہے اور آرزو کرے کہ کب رات آئے گی کہ اغیار کی مشغولی سے نجات ملے گی اور وہ مناجات میں مصروف ہوگا۔

Marfat.com

۶۔ عبادت اس کے لیے آسان ہو جائے نہ کہ عبادت اٹھ جائے جیسا کہ بعض گمراہ یہ کہتے ہیں کہ جب محبت صادق ہو جاتی ہے اور یقین کامل ہو جاتا ہے تو عبادت معاف ہو جاتی ہے اور اس پر دلیل دیتے ہیں کہ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاتِیَکَ الْیَقِیْنُ (رب کی عبادت کریں یہاں تک کہ یقین آ جائے)۔ اور ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اس پر تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ یہاں یقین سے مراد موت ہے۔ جب اس حیات دنیاوی میں انبیاء کرام سے عبادت معاف نہیں ہوئی تو باقی لوگوں سے کیسے ہو سکتی ہے؟۔ ہاں! لیکن بندہ محبت میں اس درجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ اس کو عبادت کرنا سہل لگنے لگتا ہے اور عبادت اس کو بوجھ نہیں لگتی۔ کہا جاتا ہے کہ جب حضرت شاہ منصور حلاجؒ قید میں تھے تو بشری طاقت سے بڑھ کر ان کے گلے میں بھاری بھاری زنجیریں لٹکا دی گئیں مگر وہ ہر رات ہزار رکعت نماز نفل پڑھا کرتے تھے۔ اگر کوئی پاگل ہو جائے اور عقل کے دائرے سے نکل جائے تو اس کا حکم دوسرا ہے۔

۷۔ اطاعت گزار بندوں کو باقی مخلوق سے زیادہ عزیز رکھے اور گناہ گار بندوں کو دلی طور پر دوست نہ جانے مگر بغیر عذر شرعی کے ان کو رنج نہ دے۔

حضرت عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ محبت اگر مخلوق سے ہو تو لذت اور اگر خالق سے ہو تو ہلاکت ہے۔ کیونکہ اگر مچھر ہوا سے محبت کر بیٹھے تو اس کو سوائے ہلاکت کے کچھ حاصل نہ ہوگا کیونکہ دنیا سے محبت دہشت اور حیرت ہے۔

محبت کی اقسام

محبت کی دو اقسام ہیں۔ محبتِ اقرار، جو ایمان ہے اور محبتِ وجد جو آگ ہے اور دل کے اندر بھڑک اٹھتی ہے اور محب کو اتنا مغلوب کرتی ہے کہ وہ جنون کے حکم میں آ جاتا ہے اور اس سے خطاب اٹھ جاتا ہے۔ لہذا وہ ترک عمل پر معذور جانا جاتا ہے اور اس کی شریعت میں اصل بھی ہے کہ جب ابو طیب حجامؓ نے نبی پاک ﷺ کا خون مبارک نوش فرما لیا اور شریعت کے حکم کو فراموش کر دیا کہ خون حرام ہے۔ اور یہ نامشروع کام کرنے پر محبت و اکرام پایا اور نبی پاک ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ حُرِمَتْ بَدَنُکَ عَلَی النَّارِ کہ تمہارا جسم جہنم پر حرام ہے۔ اسی طرح حضرت خضرؑ کا بچے کو قتل کرنا اور کشتی کو توڑنے والا واقعہ بھی اسی

Marfat.com

قسم سے تعلق رکھتا ہے۔ محبت بغیر شوق کے نہیں ہوتی اور اگر کوئی اصل کو نہیں جانتا تو اس کو دیدار کا شوق بھی نہیں ہوگا۔ پس شوق ایک ایسی چیز ہے کہ ایک اعتبار سے غائب اور ایک اعتبار سے حاضر ہے۔ اس کو تم اس طرح جان سکتے ہو کہ اس ذات کے بغیر اس دنیا میں شوق مکمل نہیں پہنچتا کہ اگر چہ وہ ذات حاضر ہے مگر آنکھوں سے غائب ہے لہذا یہ شوق سوائے موت کے نہیں اٹھ سکتا۔ شوق کی ایک قسم وہ ہے کہ جو آخرت میں بھی نہیں اٹھ سکتی۔ کیونکہ ادراک میں نقصان اس دنیا میں دو اعتبار سے ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ کسی باریک پردے کے پیچھے سے دیدار ہو یا دیدار صبح کی روشنی میں طلوع سے پہلے ہو اور یہ آخرت میں روشن ہوتا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ اس کا معشوق بھی ہو اور اس نے اس کا چہرا دیکھ رکھا ہو مگر اس کے باقی اعضاء کو نہ دیکھا ہو اور وہ جانتا ہو کہ معشوق ہر طرف سے خوبصورت ہے اور اس طرح اس کے دیدار کا شوق باقی ہو۔ اسی طرح حق تعالیٰ کے جمال کی کوئی انتہا نہیں ہے اور آدمی کے علم کی انتہا ہے۔ لہذا جوں جوں آخرت میں دیدار بڑھے گا توں توں لذت بھی بڑھتی جائے گی اور اس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حق تعالیٰ کے جمال کے لیے محبت اور شوق کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر لذت بھی نہ رہتی۔ کیونکہ جو چیز دائمی ہو اور دل اس کا خوگر ہو جائے تو پھر اس میں کوئی لذت نہیں رہی۔ اس سے تم کو پتا چل گیا ہے کہ محبت دل کے اس آرام کا نام ہے جو محبوب سے ملتا ہے، شوق اس اضطراب کا نام ہے جو دل محبوب کے جمال اور کمال کو پا کے حاصل کرتا ہے اور اشتیاق اس چیز کا نام ہے کہ دل دائمی و صال کی طلب اور محبوب کے دیدار کی حلاوت کے غلبہ کو برداشت کرنے سے عاجز ہو جائے اور ان حالتوں میں کسی ایک پر قرار پا جائے اور شاید کہ اس کا اشتیاق حالت رویت میں مشکل تر ہو جائے۔

محبت کی لغوی تحقیق

لغوی اعتبار سے محبت حبۃ سے ماخوذ ہے اور یہ وہ بیج ہیں کہ جو صحرا میں زمین پر گر جاتے ہیں پس بیج کو حب اسی لیے کہتے ہیں کہ اصلی زندگی ان کے اندر ہوتی ہے جیسا کہ نباتات کی اصل بیجوں کے اندر ہوتی ہے۔ جیسا کہ بیجوں کو صحرا میں بکھیرتے ہیں اور وہ خاک میں چھپ جاتے ہیں پھر ان

Marfat.com

پر بارشیں آتی ہیں، ان پر سورج چمکتا ہے اوران پر موسم سرما اور موسم گرما گزر کرتا ہے اور یہ موسمی تبدیلیوں سے متغیر نہیں ہوتے یہاں تک کہ ان کا موسم آتا ہے تو وہ پھل پھول لاتے ہیں اور اُگ آتے ہیں۔اسی طرح حب (محبت) کا بیج دل میں جڑ پکڑتا ہے اور یہ دکھ سکھ اور وصال وفراق اور غیبت وحضوری سے متغیر نہیں ہوتا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ محبت حب (جوہڑ) سے ماخوذ ہے کہ جس میں بہت زیادہ پانی ہوتا ہے اوراس میں کسی اور چشمے کا پانی نہیں آسکتا کہ وہ اس کو روکتا ہے ایسے ہی محبت ہے کہ جب طالب کے دل میں آتی ہے تو دل کو اس طرح بھر دیتی ہے کہ اب سوائے محبوب کی بات کے دل میں کوئی جگہ خالی نہیں ہوتی۔

ایک قول یہ ہے کہ محبت حب سے ماخوذ ہے اور حب ان چار لکڑیوں کا نام کہ جن کو جوڑ کر ایک چوکھٹا بنایا جاتا ہے اور اس پر پانی کا کوزہ رکھا جاتا ہے۔لہذا اسی سے محبت کا نام رکھا گیا کہ محبت عزت وذلت، رنج وراحت، جفاووفا اور بلاومحنت کو اٹھاتی ہے کہ جو دوست کی طرف سے ملتے ہیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ محبت اس حب سے ماخوذ ہے کہ جس کی جمع حبۃ آتی ہے اور حبۃ دل کے محلِ لطیف کو کہتے ہیں۔دل بھی اس محل سے قائم ہوتا ہے اور محبت بھی اسی سے قائم ہوتی ہے۔ لہذا محبت کا نام اس حب سے لیا گیا۔ یہ بات حبۃ دل میں ہے اور عرب ایسا کرتے تھے کہ کسی چیز کا نام اس کے موضع پر رکھ دیتے تھے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ محبت حباب الماء (پانی کا بلبلہ) سے ماخوذ ہے۔یعنی پانی کے بلبلے اور شدید بارش کے وقت پانی کا جوش۔اور پانی کا جوش بارش کے وقت ہی ہوتا ہے۔لہذا اسی وجہ سے اس کا نام محبت رکھا گیا ہے کیونکہ محبت اِنَّهٗ غِلْیَانُ الْقَلْبِ عِنْدَ الْاِ شْتِیَاقِ اِلَی لِقَاءِ الْمَحْبُوْبِ دل کے اس غلیان کا نام ہے جو محبوب سے ملاقات کے لیے دل میں اشتیاق کے وقت پیدا ہوتا ہے۔پس بندے سے اللہ تعالیٰ کی محبت یہ ہے کہ وہ اس کو برگزیدہ بنائے، ولایت کے کمال درجے تک پہنچائے اور اس کو طرح طرح کے انعام واکرام سے نوازے اور بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت یہ ہے کہ وہ اس کے دل میں رہے، وہ اس کی رضا کو طلب کرے اور اس کو دیکھنے کی طلب میں بے صبر ہو جائے۔

Marfat.com

وادیٔ ذکر

Marfat.com

ذکر کا بیان

آیات کی روشنی میں:

ذکر کے بارے میں قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کے بہت سے ارشاد ہیں۔ان میں کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَقُعُوْدًا وَ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ (اور اللہ کا ذکر کرو کھڑے ہوئے، بیٹھ کر اور پہلو کے بل)

۲۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا (کثرت سے اللہ کا ذکر کرو)۔

۳۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ (اور مخصوص دنوں میں اللہ کا ذکر کرو)۔

۴۔ فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ (تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا)۔

۵۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ (اپنے دل میں عاجزی سے اللہ کا ذکر کرو)۔

۶۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ (اللہ کا ذکر کرو جب تم بھول جاؤ)۔

۷۔ قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ (اللہ کا نام لیجیے اور ان کو ان کے غرور میں چھوڑ دیجیے)۔

احادیث کی روشنی میں:

قرآن پاک کی طرح نبی پاک ﷺ کے بھی بہت سے فرامین مبارک ہیں جن میں ذکر کے بارے میں بتایا گیا ہے۔

۱۔ اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (سب سے بہترین ذکر لا الہ الا اللہ کا ورد کرنا ہے)۔

۲۔ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ بِلَا حِسَابٍ وَ كِتَابٍ (جس نے لا الہ الا اللہ کہا اس کو بلا حساب و کتاب جنت میں داخل کیا جائے گا)۔

۳۔ مَنْ شَغَلَ ذِكْرِيْ عَنْ مَسْأَلَتِهٖ اَعْطَيْتُهٗ اَفْضَلَ مَا اُعْطِيَ السَّائِلِيْنَ (جو میرے ذکر میں اس قدر مصروف رہا کہ مجھ سے مانگ نہ سکا تو میں اس کو اس سے بہتر دوں گا جو مانگنے والوں کو دیتا ہوں)۔

Marfat.com

جو ذکر فکر سے عبارت ہوتا ہے وہ ایسا ذکر ہوتا ہے جس میں الفاظ کے ساتھ ساتھ معانی کا ملاحظہ بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ نبی پاک ﷺ کا فرمان مبارک بھی ہے کہ ایک لحظہ غور و فکر دونوں جہانوں کی عبادت سے افضل ہے۔ یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ تمام عبادات کا شمار ذکر میں ہی ہوتا ہے۔ اصل مسلمانی کلمہ طیبہ کا دل و جاں سے اقرار ہے اور وہی عین ذکر ہے۔ ذکر دائمی طور پہ ہونا چاہیے اور اگر یہ کیفیت نہ ہو تو کم از کم زیادہ تر وقت ذکر میں بسر ہونا چاہیے مگر اس کے اوقات کم نہ ہوں۔ جس دم کے ساتھ ذکر کا مکمل اثر ہوتا ہے۔ ذکر اس طرح ہونا چاہیے کہ دل کہے اور دل ہی سنے۔ ذکر کثیر اس ذکر کو کہتے ہیں جو خواب اور بیداری میں یکساں طور پہ ہو۔ اس کی شرط یہ ہے کہ دل دنیاوی خطرات سے پاک رہے اور توجہ دل کے محل صنوبری سے جدا نہ ہونے پائے کہ اس کی طرف توجہ کا لگائے رکھنا ہی مقصود اصلی ہے۔ حضرت غوث الاعظمؒ فرماتے ہیں کہ ذکر ایک ایسا نشتر ہے جو تشنگانِ شرابِ توحید کے دلوں میں پیوست ہے۔ یہ ایک ایسی خوشبو ہے جو نیک لوگوں کے مشام دل و جاں پہ ہر وقت چلتی رہتی ہے۔ ذکر آنکھ کا نور اور عقل کی آنکھ ہے۔ پس اگر تو دل سے ذکر کرتا ہے تو ذاکر حقیقی ہے۔ اور اگر تو خود کو دیکھ کے ذکر کرے تو پھر تو اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ (مجھے حضرت یوسفؑ کی خوشبو آ رہی ہے) کے درجے کا ذاکر ہے۔

طلوع آفتاب کے وقت جبروت کا ذکر کرنے سے جلال میں اضافہ ہوتا ہے، آخرت میں عزت بڑھتی ہے، عقل حیران ہوتی ہے، فہم مدہوش ہوتی ہے، فکر سیدھی ہو جاتی ہے اور زبان دہشت کے مارے پکارتی ہے کہ سب نے اسی کے حضور سر کو جھکایا ہوا ہے۔ پس اس کے نور کی تجلی سے بشری وصف کو بھی کائنات کے ہر ذرے میں اس کی آثار ظاہر لگتے ہیں۔ ہر مصنوع اور عجائب میں اس کی قدرت نظر آتی ہے۔ ہر طرف سے یہی صدا سنائی دیتی ہے کہ

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ (یہی تمہارا رب ہے۔ اس کو چھوڑ کر تم جن کو پکارتے ہو وہ تو ایک رائی کے مالک بھی نہیں ہیں)۔

پس جان لے کہ لا الہ کہنا تمام طبعی معبودات کی نفی اور الا اللہ کہنا اس معبود حقیقی کا اثبات ہے۔ پس ذاکر کو چاہیے کہ جب وہ لا الہ کہے تو اللہ کے علاوہ باقی سب کی نفی کرے۔ لہذا جب وہ الا اللہ کہے گا تو اس کو مذکورہ [illegible] ہو گا۔ اس [illegible] تمام [illegible] ذکر و اذکار اور [illegible] اخفاء اصل ہے۔ لہذا اس اصل کے خلاف [illegible] نیت [illegible]

اگر صحیح نیت موجود نہ ہو تو یہ بدعت ہے۔ یعنی متفق علیہ اصل کے خلاف عمل صحیح نیت کے ساتھ صحیح ہوتا ہے، کبھی افضل اور کبھی واجب بھی ہوتا ہے مثلاً علوم دینیہ کے بارے میں کتابیں لکھنا۔

ذکر کے درجات

ذکر کے چار درجات ہیں۔

۱۔ ذکر زبان پہ جاری ہو مگر دل غافل رہے۔ اس کا اثر کمزور ہوتا ہے مگر یہ ذکر بھی اثر سے خالی نہیں ہے کیونکہ زبان کو ذکر کے ساتھ مشغول کرنا اس بات سے بہر حال بہتر ہے کہ اس کو بے کار چھوڑ دیا جائے یا پھر کسی اور بیہودہ بات میں مشغول کر دیا جائے۔

۲۔ ذکر دل میں موجود تو ہو مگر متمکن نہ ہو یعنی دل میں قرار نہ پکڑے۔ دل کو اس پہ تسلط رکھنا پڑتا ہے۔ اگر اس میں کوشش نہ کرے تو دل طبعی طور پہ غفلت سے خوشی محسوس کرے۔

۳۔ ذکر کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ ذکر دل میں قرار پکڑ لے، متمکن ہو جائے اور یہ اس قدر پختہ ہو کہ کسی اور کام کی طرف دل کا مبذول کرنا اچھی خاصی کوشش کے بعد ہوتا ہو۔ یہ ذکر کا عظیم درجہ ہے۔

۴۔ ذکر کا چوتھا درجہ یہ ہے کہ ذکر دل مذکور میں اس قدر جگہ پکڑ لے کہ اس کے غلبہ سے ذاکر خود کو فراموش کر دے۔ یہ مرتبہ صوفیہ کے ہاں مقام فناء کہلاتا ہے۔

جب یہ (چوتھا) مقام حاصل ہو جاتا ہے تو ذاکر پہ ارواح، ملائکہ، انبیاء اور دوسری نیک ہستیاں ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ اس کی روح اتفاق کے سمندر میں چلی جاتی ہے جہاں وہ نور کی تجلی سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے۔ جب اس حالت سے واپسی ہوتی ہے تو بھی درویش کا حال یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں بظاہر خوش نظر آتا ہے۔ اس کا بدن لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے مگر وہ دلی طور پہ دنیا سے غائب ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی ذاکر اس مقام پہ نہ بھی پہنچے، یہ تجلیات اس پہ ظاہر نہ بھی ہوں، ذکر اس کے دل میں قرار نہ پکڑے اور ذکر اس کے دل میں متمکن نہ بھی ہو تب بھی ذکر کیمیاء سعادت ہی ہے کیونکہ حق تعالیٰ کے ذکر کی وجہ سے اس کو باقی لوگوں کی بنسبت بہر حال کچھ لذت کا حصول تو ہو گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

مَنْ كَانَ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (جو

Marfat.com

اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہجرت کرتے ہوئے گھر سے نکل پڑا اور پھر راستے میں ہی اسے موت آ گئی تو اس کا اجر بھی اللہ کے ذمہ کرم پر ہے)۔

ظاہر اور باطن کو آراستہ کیے بغیر ذکر کے پھل نہیں پائے جا سکتے۔ ظاہر کی آراستگی یہ ہے کہ انسان صغیرہ کبیرہ گناہوں سے توبہ کرے، رزق حلال کھائے، سچ بولنا اپنا پیشہ بنائے، جھوٹ اور بے حیائی سے باز رہے، غیبت اور فحش کلامی کا اس کی زبان سے گزر نہ ہو، کم کھائے، کم سوئے، محافل میں اس کی آمد کم ہو اور اس کا زیادہ تر وقت تنگ و تاریک حجرہ میں بسر ہو۔ باطن کی صفائی یہ ہے کہ بغض، کینہ، نفاق، عداوت، حسد اور دل سے متعلقہ تمام برائیوں سے خود کو پاک کرے۔ خوف خدا، امید، شکر، حیا، تسلیم و رضا، توکل اور محبت کو حاصل کرے، ماضی اور مستقبل کے اندیشوں سے دل کو آزاد کرے اور غیر کے ذکر سے دور رہے۔ پس اگر کوئی ذاکر ان اوصاف سے متصف نہ ہو مگر پھر بھی اس کی زبان پہ ذکر جاری ہو تو ذاکر کو جان لینا چاہیے کہ یہ ذکر نہیں بلکہ حدیث نفس ہے۔ موت کو کثرت سے یاد کرے۔ ہر ذکر کا ایک خاص نتیجہ ہوتا ہے جو کسی اور ذکر سے حاصل نہیں ہوتا۔ کسی بھی ذکر سے جو فائدہ حاصل ہوتا ہے وہ ذاکر کی صلاحیت اور استعداد کے مطابق ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ۔

ذکر کی شرائط

ذکر معتبر کے لیے چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ ۱)۔ اخلاص، ۲)۔ تعظیم، ۳)۔ حلاوت ۴)۔ حرمت۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ اخلاص کے بغیر ذکر منافقوں کا شیوہ ہے۔ تعظیم سے خالی ذکر بدعتیوں کا ذکر ہے۔ حلاوت کے بغیر ذکر کرنا فاسقوں کا طریقہ ہے۔ حرمت سے خالی ہو کے ذکر کرنا ریاکاروں کا طریقہ ہے۔

حضرت ابو قاسم بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی سے پوچھا کہ اس کا سبب کیا ہے کہ عارفین کے نفوس ذکر سے خستہ اور فکر سے راحت محسوس کرتے ہیں اور اس کا اقرار بھی نہیں کرتے جبکہ ہر ذکر کا کوئی نہ کوئی عوض بھی ہوتا ہے؟۔ انہوں نے جواب دیا کہ ذکر کے ثمرات کو ریاضیات اور مکائدات سے خلاصی نہیں ہے۔ لیکن وسیلہ کے بغیر ذکر کی معارفت کا حاصل ہونا مشکل کام ہے۔ الم یہ ہے کہ ایسا ذکر مجاہدات کی کثرت تو رکھتا ہے مگر خود سے بے خبر کر دیتا ہے۔ ایسے ذکر سے

Marfat.com

نفس کو راستہ حاصل ہوتا ہے اور عارف کا مقصود نفس سے گزرنا ہوتا ہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کا ذکر سرّ مشاہدہ سے خالی ہو وہ کذاب ہے۔

بزرگان دین نے ذکر کی تین صفات بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ ذاکر جو کہ دل ہے مذکور کو یاد کرے جب بھی وہ بھول جائے۔ دوم یہ کہ مذکور کی صفات کو بھی یاد کرے۔ سوم یہ کہ مذکور کا شہود ہو۔ پس ذاکر کو چاہیے کہ اپنے آپ کو ان صفات میں فناء کردے۔ ذاکر اس شہود میں خود کو ذکر سے فنا کردے کہ اس کی ہر صفت ذاکر ہے۔ یہ اوصاف ذاکر فانی گردانتے ہیں۔ اثر اس ذکر کا ہوتا ہے کہ جس میں دل ذکر کے دوران لَآ اِلٰہَ تک ہر وجود کی نفی کردے اور الا اللہ کے ذکر پہ اس ذات کا بے چون و چرا اثبات کرے۔ ذکر کا کلی فائدہ اس وقت ہوتا ہے جب اس کو کسی شیخ کامل اور صاحبِ تصرف سے ذکر کی تلقین ہو یا پھر محبت کے غلبہ کی وجہ سے وہ تلقین پردہ غیب سے اس کے دل میں القاء ہو۔ پہلے پہل ذکر دل کی لازمی صفت بنتا ہے اور اس کے دل میں گھر کر جاتا ہے کیونکہ ذکر کا حقیقی تقاضا ہی یہی ہے کہ دل میں غیر کی سوچ بھی باقی نہ رہے۔ اس طرح ذاکر مذکور کے ذکر و فکر میں فنا ہو جاتا ہے۔

اس بات پہ مشائخ کا اتفاق ہے کہ کوئی بھی مرید اس وقت تک الا اللہ کی حقیقت تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا جب تک وہ قریب قریب چالیس سال لا الہ کے راستے پہ نہ چلے۔ نفی اثبات کے اس ذکر کے بعد اسم ذات کا ذکر ہے۔ بعض مشائخ کے نزدیک اسم ذات اللہ ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اسم ذات وہ اسم ہوتا ہے کہ اس کے ہر ہر حرف کو ساقط کرنے کے بعد بھی اسم حق باقی رہے مثلاً اللہ۔ اگر اس کے شروع سے الف کو ساقط کردیا جائے تو للہ بچ جاتا ہے۔ اگر للہ کے شروع سے پہلا لام بھی ساقط کردیا جائے تو لہ بچ جاتا ہے۔ اور اگر دوسرے لام کو بھی گرادیا جائے تو ھو باقی بچ جاتا ہے۔ بعض عارفین کے نزدیک اسم ذات وہ ہوتا ہے کہ سقوط کے بعد بھی اس کے تمام اعتبار باقی رہیں۔ پس ان کے نزدیک ھو اسم ذات ہے۔ پس کچھ سانس کی آمد و رفت سے بلا تعطیل اس کی تکرار کرتے ہیں۔ کچھ لوگوں کو نیند اور بیداری دونوں میں اس پہ دوام حاصل ہو جاتا ہے اور خود بخود ان سے جاری رہتا ہے۔ اور کچھ لوگوں کو یہ رتبہ توجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اس ذکر کی فکر یہ ہے کہ پہلے نفی و اثبات کے ذکر سے تصور ذات کرے۔ اس کے بعد ان کے معانی پہ غور کرے۔ رفتہ رفتہ اس کو یہ مقام میسر آجائے گا کہ پہلے معانی کو پائے اور اس کے بعد ذکر کرے

Marfat.com

گا۔اور یہی مقام کمال ہے۔

از ذکر ندیدہ غیر مذکور
(جب) ذکر میں مذکور نہ دیکھا

جب اس طرح ذکر غلبہ کرتا ہے تو ہر بال، تمام رگیں، گوشت، چمڑا، ہڈیاں، خون اور جو کچھ بھی بدن میں ہے یہاں تک کہ جان، روح اور دل ہر چیز ذاکر بن جاتا ہے۔اس مقام پہ ذاکر زمین و آسمان اور تمام مخلوقات کو ذکر میں محو دیکھتا ہے اور ان کا ذکر سمجھتا بھی ہے۔

بعض لوگ اسم ذات کا ذکر حبس دم کے ساتھ کرتے ہیں۔حبس دم کی کمال مدت تین دن رات ہے۔تمام اذکار میں بیٹھنے کی حالتیں مختلف ہوتی ہیں۔بعض لوگ ذکر کے وقت دوزانو ہو کر بیٹھتے ہیں۔بعض لوگ چارزانو ہو کے بیٹھتے ہیں اس طرح کہ سیدھے پاؤں کی زانگلی اور اس کے ساتھ متصل دوسری انگلی اور بڑی رگ جو کہ بائیں زانو کے نیچے کی طرف ہے، کو دبا کے بیٹھتے ہیں اور ذکر کرتے ہیں۔کچھ لوگ پنڈلی کو ران کے ساتھ ملا کے اس طرح کھڑا کرتے ہیں کہ وہ سینے اور پیٹ کے ساتھ مل جاتی ہیں اور اس طرح بیٹھ کے ذکر کرتے ہیں۔یہ طریقہ حبس دم میں بہت مؤثر ہے۔ذکر کے لیے بیٹھنے کے اور بہت سے طریقے ہیں جن کو اسلاف کی کتابوں میں ڈھونڈا جا سکتا ہے۔ذکر پہ دوام اختیار کرنا سالک کو کمالات عطا کرتا ہے۔سیر، طیر، کشف اور کرامات میں سے ذاکر جو چاہتا ہے اسے ملتا ہے۔الغرض اتنے فوائد حاصل ہوتے ہیں کہ ان کا شمار ممکن نہیں مگر یہ الگ بات کہ ایک ولی کے لیے اللہ سے سوائے اللہ کے کچھ اور مانگنا حجاب اکبر ہے۔اگر سالک اپنے اندر کچھ کمالات کا ظہور دیکھے تو متعجب نہ بن بیٹھے بلکہ پہلے سے بھی زیادہ کوشش کرے جیسا کہ نبی پاک ﷺ سے ستر بار مراتب معنوی کے حلول سے توبہ کرنا ثابت ہے۔

ذکر کے ایام میں خلوت، کم کھانا، کم کلام کرنا اور کم سونا اپنے لیے فرض عین جانے۔بلکہ خلوت میں تین اور چیزوں کو بھی میسر کرے جو کہ اس فقیر کو صاحب کمال ملا فتوحیؒ سے حاصل ہوئیں ہیں جو کہ قبلہ حضرت صاحب کے مرید ہیں۔وہ تین چیزیں یہ ہیں۔۱) سانس کے باہر آنے ساتھ کلمہ نفی کا ذکر کرے، ۲) جب سانس اندر جائے تو اثبات کا ذکر کرے، ۳) کچھ عرصہ اسی طرح ذکر کرتا رہے یہاں تک کہ نفی بالکل نفی ہو جائے اور اثبات بالکل اثبات ہو جائے۔

اس کے بعد میں اسم ذات کے تصور میں مشغول ہوا یہاں تک کہ میں نے مطلوب کو حاصل کر لیا۔

Marfat.com

ان اذکار کے تصورات میں تمام اعضاء کو بڑی تیزی سے سخن حاصل ہوا۔ اگرچہ ہڈیوں اور ہوا کو اس طرح فنا ہونے میں دیر لگی مگر مرشد کامل حضرت ارشاد پناہ شاہ محمد فاضلؒ کی مدد اور توفیق سے یہ بھی ہوگیا۔ اس کے بعد اب صورت مثالی بھی نظر سے حجاب میں نہیں ہے۔ کافی محنت کے بعد یہ بھی خواہش کے مطابق صورت باندھ لیتی ہے۔ وجود سے متعلقہ صور علمی وغیرہ سب فقیر ہوئے اور اب ذکر میں ہیں۔ اس کے بعد مقام محویت حاصل ہوا۔ مقام فنا جو کہ حضور غوث الاعظمؒ کے نزیک وصال کا نام ہے، بھی حاصل ہوا۔ ان تمام کمالات اور ریاضتوں کی انتہا یہ ہے کہ بندہ اللہ کے سوا ہر کسی سے مستغنی ہو جائے۔ فرمان خداوندی ہے کہ '

اِذَا نْتُمُ الْفُقَرَآءُ فَهُوَاللّٰهُ يَوم" تُبَدَّلُ الْا رْضُ غَيْرَ الْا رْضِ وَالسَّمٰوَاتِ (یاد کرو جب تم فقیر تھے۔ وہ دن بھی آئے گا جب اللہ اس زمین کی جگہ کوئی اور زمین لے آئے گا اور اسی طرح آسمان بھی)۔

ان اذکار سے کبھی یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ بدن کے تمام اجزاء پر اللہ کا نام لکھ جاتا ہے جس کو خیال اور وہم کی آنکھ سے دیکھا جا سکتا ہے کہ خیال اور وہم تمام قوی کے سلطان ہیں اور نیز ولایت بھی قوت متخیلہ سے عبارت ہے۔ کبھی اس کا نام جسم پہ، کبھی دل پہ اور کبھی تمام زمین و آسمان اور ان کے درمیان دیکھا جاتا ہے اور یہ لکھائی سیاہی سے نظر آتی ہے۔ ذکر، مشاہدہ اور رویت کا کمال یہ ہے کہ نیند کی حالت میں بھی تجلی حاصل رہے اور معطل نہ ہونے پائے۔

Marfat.com

وادیِ ارواح

Marfat.com

روح کا بیان

جان لے کہ روح کے بارے مختلف اقوال موجود ہیں۔اہل سنت کا اس بات پہ اتفاق ہے کہ یہ لطیف اور نوری ہے جس کو بدن کی تخلیق سے پہلے پیدا کیا گیا۔اکثر کے نزدیک اس کو بدن بالا میں داخل کیا جاتا ہے تاکہ بدن کو زندہ کیا جاسکے۔پس جب یہ بدن سے جدا ہوتی ہے تو بدن مردہ ہو جاتا ہے۔عالم برزخ میں اسی سے اس کو زندہ کیا جاتا ہے۔اس کے بعد حضرت اسرافیل علیہ السلام جب دوسری بار صور پھونکیں گے تو یہ بدن میں داخل ہو کر اس کو پھر اللہ کے حکم سے زندہ کردے گی۔منکر نکیر کے سوال کرتے وقت اس کے بدن میں داخل کیے جانے میں اختلاف ہے۔بعض اہل سنت کے نزدیک روح داخلی اور خارجی بدن کی نسبت سے آزاد ہے۔اس کے مقابلے میں بدن کی حیات ہوتی ہے جیسا کہ نباتات کی زندگی سورج کے مقابلے میں ہوتی ہے۔پس جب توجہ بدن سے اٹھ جاتی ہے تو جسم مرجاتا ہے۔اور پھر جب توجہ جو امر خدا ہے،جسم کی طرف ہوتی ہے تو وہ دوبارہ زندہ ہو جاتا ہے۔بعض مسلمان فلسفیوں کا کہنا ہے کہ روح فیاض کے مبدأ کے فیضان سے ہے جس کی کیفیت پہ کسی کو اطلاع نہیں ہے۔بعض غیر مسلم فلسفیوں کا کہنا ہے کہ روح خون سے عبارت ہے۔بعض کے نزدیک نفس سے عبارت ہے اور بعض دوسروں کے نزدیک حرارت غزیری سے عبارت ہے۔تمام کے نزدیک نیند کی حالت میں اس کی توجہ من کل الوجوہ بدن سے نہیں اٹھتی۔

روحوں کا ٹھکانا

اس بات میں اختلاف ہے کہ روحیں بدنوں سے جدا ہونے کے بعد کہاں رہتی ہیں؟۔اہل سنت کا بھی اس معاملے میں اختلاف ہے۔اکثر روایات اس بات پہ دلالت کرتی ہیں کہ انبیاء کرام کی مقدس ارواح عرش کے پائے سے لٹکتی قندیلوں میں رہتی ہیں۔شہداء کی روحیں سبز پرندوں کی صورت جنت میں رہتی ہیں اور ان کے آشیانے طوبیٰ کی شاخوں پہ ہیں۔اطاعت گزار مومنوں کی روحیں اپنی اپنی قبروں میں رہتی ہیں۔ان کو روشن اور کھلا کردیا جاتا ہے۔اور جنت کی طرف سے ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔اس سے جنت کی ہوا آتی رہتی ہے اور وہ وہاں سے جنت کی نعمتوں کو

Marfat.com

دیکھتا رہتا ہے۔کافروں اور فاسقوں کی روحیں تنگ و تاریک قبروں میں رہتی ہیں۔اتنی تنگ قبر کہ ان کی پسلیاں تک ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔دوزخ کی طرف سے ایک کھڑکی ان کی قبر میں کھول دی جاتی ہے۔اس سے گرم ہوا آتی رہتی ہے جو ان کے بدن کو جلاتی رہتی ہے۔اور وہ جہنم میں اپنی اپنی جگہوں کو دیکھتے رہتے ہیں۔کچھ روایات کے مطابق تمام ارواح صور اسرافیل کے سوراخوں میں رہتی ہیں۔بعض روایات کے مطابق اطاعت گزار مومنوں کی روحیں پہلے اور چوتھے آسمان میں رہتی ہیں اور فاسقوں کی روحیں آسمان سے زمین کی طرف گرتی رہتی ہیں جبکہ کافروں کی روحیں زمین کی اتھاہ گہرائیوں میں رہتی ہیں۔بعض روایات کے مطابق بیت المقدس کے پاس دو گاؤں ہیں۔ ایک میں مومنین کی روحیں اور دوسرے میں کافروں کی روحیں رہتی ہیں۔اس اختلاف سے معلوم ہوا کہ ہر روح اپنے درجہ کے موافق مذکورہ جگہ پہ رہتی ہیں۔

بعض فلسفی جبکہ اکثر کفار روحوں کے تناسخ کے قائل ہیں۔دلیل کے طور پہ کچھ آیات پیش کرتے ہیں۔(۱) وَنُنْشِئَكُمْ فِيمَا لاَ تَعْلَمُونَ ۔(۲) وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الاَرْضِ وَلاَ طَيْرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلاَّ اُمَم"۔اسی طرح نبی پاک ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ شہدا کی روحیں سبز پرندوں کے اجسام میں رہتی ہیں۔پس وہ کہتے ہیں کہ روحیں جونہی بدن سے جدا ہوتی ہیں بغیر کسی وقفہ کے کسی دوسرے بدن میں داخل ہو جاتی ہیں۔یہ سلسلہ لگاتار چلتا رہتا ہے اور وہ ایک بدن سے دوسرے بدن میں منتقل ہوتی رہتی ہیں یہاں تک کہ میدان حشر میں پہلے بدن کے ساتھ موجود ہوں گی۔بعض کہتے ہیں کہ اجساد کا حشر جائز نہیں بلکہ صرف ارواح کا حشر ہوگا۔ان کی دلیل نظریہ تناسخ ہے۔ان کی دلیل ہے کہ جب تم مسلمان لوگ اس بات کا اقرار کرتے ہو کہ درد و الم، دکھ، مصیبت اور بیماری کسی نہ کسی گناہ کی وجہ سے آتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کو بے گناہ نہ دنیا میں سزا دیتا ہے اور نہ ہی آخرت میں۔لہذا اگر کوئی بچہ گونگا، بہرہ، کوڑھی یا معذور پیدا ہو۔اس کا کوئی گناہ بھی نہیں ہوتا تو اس کو یہ سزا کیوں ملتی ہے؟۔پس معلوم ہوا کہ اس نے پہلے بدن کے ساتھ گناہ کیا تھا اور اب تناسخ کے ساتھ اس بدن میں آنے پہ اس کو اس طرح سزا دی گئی۔اہل سنت اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ نومولود تو نہیں کہتا کہ میں روح متناسخہ ہوں اور نہ ہی تم لوگوں کو کشف کی دولت حاصل ہے۔پس اپنی طرف سے اس طرح کی باتیں کرنا جائز نہیں۔یہ ظلم ہے کہ کسی کے گناہوں کی سزا کسی اور کو دی جائے اور اللہ ظالم نہیں ہے کہ ایک معصوم بدن کو سابقہ گناہ گار بدن کی سزا دے۔اس

Marfat.com

کے باوجود امراض مختلف قسم کے عیوب سے پاک کرتے ہیں۔ یہ بات معلوم اور محقق ہے کہ امراض جسم کے اختلاط اور فساد کی وجہ سے ہوتے ہیں نہ کہ گناہوں کے عوض۔

اہل تناسخ یہ اہل سنت ایک سوال بھی کرتے ہیں کہ تم لوگ کہتے ہو کہ حشر پہلے بدن کے ساتھ ہوگا اور باقی ابدان متناسخہ کے ساتھ حشر نہیں ہوگا۔ جبکہ حالت یہ ہے کہ تمام ابدان کا حشر ہو گا۔ پس بقول تمہارے اگر پہلے بدن کے ساتھ حشر ہو تو اس سے لازم آتا ہے کہ محل عقاب وثواب پہلا بدن ہے جبکہ اس کے گناہوں کی سزا دوسرے ابدان متناسخہ کو ملتی رہی۔ تو ثابت ہوا کہ یہ ظلم ہے کیونکہ کسی کے کیے کی سزا کسی اور کو ملتی رہی اور اللہ تعالیٰ ظالم نہیں۔ وہ اس کا جواب اس طرح دیتے ہیں کہ تمام اجساد کا حشر لازم نہیں ہے۔ یہ بات بعض مسلمان بھی کہتے ہیں کہ حشرات زمینیہ اور چوپاؤں کے حشر میں اختلاف ہے۔ حشر پہلے بدن کے ساتھ ہوگا یعنی دوسرے ابدان کے ساتھ حشر نہیں ہوگا۔ لہٰذا نیک و بد افعال کا جو بھی بدن مرتکب ہوگا سزا و جزا بھی اسی کو ملے گی۔ کسی فعل کا بدلہ ابدان متناسخہ کو نہیں دیا جائے گا۔ اسی طرح ایک اور جماعت کا مؤقف ہے کہ ابدان کا حشر نہیں ہوگا بلکہ حشر صرف ارواح کا ہوگا اور ثواب یا عذاب بھی روحوں کو ہی دیا جائے گا۔ بدن کی حیثیت صرف ایک مرکب کی سی ہے جس سے کوئی باز پرس نہیں کی جائے گی۔

اہل سنت ایک سوال کرتے ہیں کہ ایک ہی بدن میں دو روحیں کس طرح سما سکتی ہیں؟۔ اس کا جواب متناسخیان اس طرح دیتے ہیں کہ بعض انسانوں کے بدن میں شیاطین اور جن حلول کرتے ہیں اور اس کے رگ و پے میں سما جاتے ہیں کہ وہ اجسام لطیفہ سے ہیں تو پھر روح تو ان سب سے زیادہ لطیف ہے۔ لہٰذا اگر ایک بدن میں دو روحیں سما جائیں تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟۔ اور ملائکہ کی طرح تکثر اجساد ایک روح کو حاصل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ یہ آیت بھی دلیل کے طور پہ پیش کرتے ہیں کہ سَیَتَوَفَّی الْاَ نْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا یُرْسَلُ الْاُخْریٰ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ ایک بدن میں دو روحیں سما سکتی ہیں۔ اہل سنت اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ شیاطین اور جن حلول کے طریق پہ انسان کے رگ و پے میں سما کے اس کی بصارت اور کلام میں اثر کرتے ہیں۔ اور ملائکہ اور جنات کا تکثر اجساد بطریق تناسخ نہیں ہے بلکہ ان کو تکثر اجساد کا ملکہ قوت متخیلہ سے حاصل ہے۔ اسی آیت مبارکہ وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا سے مراد روح نہیں بلکہ قوت متخیلہ ہے۔

Marfat.com

اہل سنت اسی طرح ایک سوال یہ پوچھتے ہیں کہ عقیدہ تناسخ سے تمہارا مدعا اگر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارواح کو کم اس لیے بنایا ہے کیونکہ ان کو تخلیق کرنا ایک مشکل امر ہے اور بدن اس لیے زیادہ بنائے کہ ان کا بنانا آسان ہے تو تمہارا یہ مدعا بھی ناقص ہے کیونکہ اس قادر مطلق کے لیے روح و بدن کا بنانا یکساں ہے۔

کاتب الحروف یہ سمجھتا ہے کہ جو بات میرے ذہن میں آتی ہے وہ یہ کہ مذہب تناسخیان کی ابتداء اس طرح ہوئی ہوگی کہ ان بزرگوں کے منہ سے مقام سکر پہ اتحادِ وحدت کے غلبہ کی وجہ سے بطریق شطحہ اس طرح کے کلمات نکلے ہوں گے کہ میں فلاں مولود ہوں۔ اور اس طرح ہو بھی جاتا ہے جیسا کہ بعض صوفیہ کے منہ سے مقام سکر پہ غلبہ کی وجہ اس طرح کے کلمات صادر ہوئے کہ میں آدم ہوں، میں شیث ہوں وغیرہ۔ لہٰذا اس طرح کے کلمات پہ ان لوگوں نے عقیدہ تناسخ کی بنیاد رکھ دی۔ بعض مشائخ مثلاً حجۃ الاسلام کے کلام میں آتا ہے کہ دنیا عالم صورت ہے اور عقبیٰ عالم معنی ہے۔ لہٰذا اس دنیا میں صورت ظاہر اور معنی پوشیدہ ہے جبکہ عقبیٰ میں معنی ظاہر اور صورت پوشیدہ ہو گی۔ جس طرح ہر مخلوق کے لیے ایک وصف ذاتی مقرر ہے اسی طرح انسان کے لیے وصف ذاتی محبت الٰہی ہے۔ جس طرح کہ لومڑی کے لیے روباہی، شیر کے لیے بہادری اور سور کے لیے شہوت وصف ذاتی ہے اسی طرح باقی تمام جانوروں کے لیے بھی اوصافِ ذاتی مقرر ہیں۔ لہٰذا اس دنیا میں انسان پہ جو وصف بھی غالب ہوگا اس کو اسی وصف کے ساتھ محشور کیا جائے گا۔ چنانچہ تفاسیر میں آتا ہے کہ جب قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کو دوزخ میں لے جایا جا رہا ہوگا تو محبت کی وجہ سے آپ ان کے لیے رونا شروع کر دیں گے۔ یہ صورتحال دیکھ کے ان کے چچا کو ایک حیوان کی صورت میں تبدیل کر کے دوزخ میں لے جایا جائے گا۔

''کشف المحجوب'' میں ہے کہ روح کے وجود کا علم ہونا ضروری ہے مگر عقل اس کی حقیقت کو پانے اور اس کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ امت مسلمہ میں بہت سے لوگوں نے اس کے بارے میں کچھ نہ کچھ کہا ہوا ہے۔ اسی طرح کفار نے بھی اس کے بارے میں کلام کیا ہے۔ جیسا بیان کیا جاتا ہے کہ کفار قریش نے یہودیوں کے سکھلانے کی وجہ سے نضر بن حارث کو نبی پاک ﷺ کے پاس بھیجا تا کہ وہ ان سے روح کی حقیقت اور اس کی ماہیت کے بارے میں دریافت کرے۔ تو اللہ تعالیٰ نے پہلے روح کا اثبات کیا کہ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ وہ آپ ﷺ سے روح کے

Marfat.com

بارے میں سوال کرتے ہیں۔اور اس کے بعد اس کی قدامت کی نفی کی کہ قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمرِ رَبّی آپ ﷺ فرمادیں کہ روح میرے اللہ کا امر ہے۔اس کے علاوہ نبی پاک ﷺ کا ایک فرمان عالیشان بھی اس بارے موجود ہے کہ

اَلا رُوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنهَا اِئتَلَفَ وَمَا تَنَاکَرَ مِنهَا اِختَلَفَ (ارواح صف بستہ لشکر ہیں جس نے ان کے تعارف کی کوشش کی اس نے وقت ضائع کیا اور جس نے انکار کیا اس نے غلطی کی)۔

اس طرح کے اور بھی بہت سے دلائل ہیں مگر ان میں روح کی ماہیت کے بارے میں بحث نہیں کی گئی ہے جو روح کے وجود پہ کیفیت میں تصرف کی نفی پہ شاہد ہے۔چنانچہ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ اَلرُّوحُ هُوَ الحَیَاتُ الَّتِی یُحیِی بِهِ الجَسَدُ روح اس حیات کا نام ہے جس سے بدن کو زندہ کیا جاتا ہے۔متکلمین کی ایک جماعت کا بھی یہی مذہب ہے۔اس کے مطابق روح ایک عرض ہے۔اور اللہ کے حکم سے جسد اسی سے زندہ ہوتا ہے۔تألیف اور حرکت کی تمام اقسام کا تعلق اسی سے ہوتا ہے۔اسی طرح دیگر عوارض بھی ہوتے ہیں جو ہر شخص کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف لے جاتے ہیں۔اسی طرح ایک دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ

اَلرُّوحُ هُوَ غَیرُ الحَیَاةِ وَلاَ یُوجَدُ الحَیَاةُ اِلَّا مَعَهَا کَمَا لاَ یُوجَدُ الرُّوحُ اِلَّا مَعَ الجَسَدِ وَاَن لاَ یُوجَدُ اَحَدُ هُمَادُونَ الاٰخَرَ کَاالاٰ لَمِ وَالعِلمِ لِاِ نَّهُمَا شَیئَانِ لاَ یَفتَرِقَانِ (روح زندگی کے علاوہ ایک چیز ہے جس کے بغیر زندگی نہیں پائی جاسکتی اور یہ بدن کے بغیر نہیں پائی جاسکتی۔ان دونوں کا وجود ایک دوسرے کے بغیر نہیں پایا جاسکتا۔جس طرح دکھ اور اس کا احساس کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوسکتے)۔(۱)

اکثر مشائخ اور علماء اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ روح نہ تو عینی ہے اور نہ ہی وصفی ہے۔اللہ تعالیٰ جب تک اس کو جسم میں رکھتا ہے وہ اس میں حیات پیدا کرتی رہتی ہے۔روح حیاتِ انسانی کی صفت ہے اور وہ اسی سے زندہ رہتا ہے۔مزید یہ کہ روح انسانی جسم میں عاریۃً رکھی گئی ہے۔ممکن ہے کہ وہ انسان سے نکل جائے اور حیات سے زندہ رہے جیسا کہ نیند کی حالت میں وہ انسان سے جدا ہو جاتی ہے اور وہ حیات سے زندہ رہتا ہے۔یہ بھی ممکن ہے کہ جسم سے روح نکل جانے کے بعد بھی اس میں علم و عقل باقی رہے جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان عالیشان ہے کہ شہداء کی روحیں

Marfat.com

سبز پرندوں کی شکل میں رہتی ہیں۔روح ایک جسم لطیف ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آتی جاتی رہتی ہے۔آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ معراج کی رات میں نے حضرت آدم اور حضرت یوسف علیہ لسلام کو آسمانوں میں دیکھا۔اس میں شک نہیں کہ وہ ان کی روحیں تھیں۔پس اگر روح کوئی عرضی چیز ہوتی تو وہ ازخود قائم نہ ہوتی اور اس کو ہستی اور وجود کی حالت میں نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔مزید یہ کہ اگر وہ عرضی ہوتی تو اس کے لیے ایک مقام درکار ہوتا کہ جس میں عارض قیام کرے۔اور وہ مقام اس کا جوہر ہوتا جبکہ یہ بات مسلمہ ہے کہ جوہر مرکب اور کثیف ہوتے ہیں۔پس معلوم ہوا کہ وہ جسم لطیف ہے۔اگر وہ صاحب جسم ہوتی تو اس کا دیکھنا بھی ممکن ہوتا خواہ دل کی آنکھ سے،خواہ سبز پرندوں کی شکل میں یا خواہ صف بستہ لشکر کی صورت میں۔

اب بے دین لوگوں کا ایک اور اختلاف ذکر کیا جاتا ہے۔وہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ روح قدیم ہے اور اسی لیے وہ اس کی عبادت کرتے ہیں۔وہ اسی کو مدبر اور فاعل سمجھتے ہیں۔وہ اس کو آلہ مانتے ہیں اور اسی کو الٹ پلٹ کرنے والا جانتے ہیں۔ان لوگوں نے عوام میں بہت سے شبہات پھیلائے ہیں اور نصاریٰ کا مذہب بھی اسی طرح ہے اگرچہ ان کی ظاہری عبارات ان کے خلاف ہیں۔تمام ہنود تبت،چین اور ماچین اسی عقیدہ کے قائل ہیں۔اسی طرح شیعہ،قرامطہ اور باطنی عقیدے کے لوگ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔یہ باطل اور مردود گروہ بھی اسی عقیدے کے قائل ہیں۔ہر گروہ اس کو مقدم جانتا ہے اور اس پہ دلائل پیش کرتا ہے۔ہم ان لوگوں کے تمام دلائل کے بدلے صرف ایک سوال کرتے ہیں کہ قدم سے تمہاری کیا مراد ہے اور کیا ایک حادث اپنے وجود میں قدیم ہے یا متقدم ہے؟۔پس اگر وہ اس کے جواب میں کہیں کہ ہماری مراد یہ ہے کہ حادث وجود میں متقدم ہے تو اس صورت میں اختلاف ختم ہو جاتا ہے کیونکہ ہم بھی روح کو حادث ہی کہتے ہیں۔یا پھر اس طرح ہے کہ اس شخص کے وجود پہ روح متقدم ہے کیونکہ نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جسم سے (دو ہزار سال) پہلے روح کو پیدا فرمایا۔تو معلوم ہوا کہ روح حادث ہے۔پس اس کے ساتھ جو ہوگا وہ بھی حادث ہی ہوگا اور اس طرح وہ دونوں ایک ہی جنس سے ہوں گے۔پس اللہ تعالیٰ نے تخلیق میں ایک کو دوسرے کے ساتھ ملایا اور پھر ان کے ملاپ سے اپنی قدرت کے مطابق حیات پیدا فرمائی۔یعنی تخلیق کے لحاظ سے روح اور جسم دونوں جدا جدا چیزیں ہیں۔اللہ تعالیٰ جب کسی کو حیات دیتا ہے تو اس کے ساتھ روح ملا دیتا ہے اور اس سے زندگی حاصل

Marfat.com

ہوتی ہے۔مگر اس کا ایک جسم سے دوسرے جسم کی طرف منتقل ہونا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ جب ایک جسم کو دو طرح کی حیات حاصل نہیں تو ایک روح کو بھی دو طرح کا وجود یا جسم نہیں ملتا۔ اگر اس پہ نبی پاک ﷺ کے فرامین صادق اور اخبار ناطق موجود نہ ہوتے تو یہ نہ صفت ہوتی اور نہ ہی عینی۔

اگر ملحدین کہیں کہ قدم سے مراد قدیم اور دوام ہے تو پھر ہم کہتے ہیں کہ یہ از خود قائم ہے یا پھر کسی دوسرے کے ساتھ قائم ہے؟۔ اگر وہ جواب دیں کہ از خود قائم ہے تو ہم پھر سوال کریں گے کہ آیا اللہ اس کو جانتا ہے یا نہیں؟۔ اگر کہیں کہ اللہ اس کا جاننے والا نہیں تو اس طرح دوسرا قدیم لازم آتا ہے اور یہ محال ہے کیونکہ قدیم محدود نہیں ہے کہ ایک ذات کا وجود کسی بھی دوسرے وجود کی ضد ہوتی ہے اور یہ بات محال ہے۔ اگر وہ کہیں کہ اللہ اس کا جاننے والا ہے تو ہم کہیں گے کہ وہ قدیم ہے اور مخلوق حادث ہے اور یہ بات محال ہے کہ حادث کا قدیم کے ساتھ امتزاج ہو، اتحاد ہو، حادث قدیم کی جگہ ہو یا پھر قدیم حادث کی جگہ ہو اور ان کو ملایا جائے اور وہ ایک ہو جائیں۔ اور جدائی محدثات کے علاوہ نہیں کیونکہ جنسیں مختلف ہوتی ہیں۔ اللہ ان تمام باتوں سے پاک ہے۔ تَعَالَى اللّٰہُ عَنْ ذَالِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔

اگر ملحدین کہیں کہ روح قائم از خود نہیں بلکہ کسی غیر سے قائم ہے۔ تو بات دو باتوں سے خالی نہیں ہوگی۔ یا تو وہ صفتی ہوگی یا پھر عرضی ہوگی۔ اگر وہ عرضی ہوگی تو پھر لازمی طور پہ وہ کسی محل میں ہوگی یا پھر کسی لامحل میں۔ اگر وہ محل میں ہوگی تو پھر وہ محل بھی اسی کی مانند ہوگا اور اس طرح قدیم کا نام ہر ایک سے جدا ہو جائے گا۔ اور اگر وہ کہیں کہ لامحل میں ہے تو پھر یہ بات لامحال ہے کیونکہ جب عرض خود ہی قائم از خود نہیں تو اس کے لامحل میں ہونے کا تصور بھی کیسے کیا جا سکتا ہے؟۔ اگر وہ اس کو صفت قدیم کہیں جیسا کہ حلول اور تناسخ والے کہتے ہیں کہ صفت حق تعالیٰ کی صفت ہے تو یہ بھی محال ہے کہ حق تعالیٰ کی صفت کسی مخلوق کی صفت بن جائے۔ کیونکہ اگر یہ جائز ہو کہ اللہ تعالیٰ کی صفت مخلوق کی صفت بن جائے تو پھر یہ بات بھی جائز ہوگی کہ اس کی قدرت مخلوق کی قدرت بن جائے۔ اور یہ بات بھلا کس طرح جائز ہو سکتی ہے کہ ایک حادث موصوف کے لیے ایک قدیم صفت ہو۔ پس یہ بات لازم آئے گی کہ قدیم کا حادث سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ اور اس طرح ان تمام باطل فرقوں کے اقوال بھی باطل ثابت ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق روح مخلوق ہے۔ پس جو بندہ بھی اس کے خلاف کوئی اور

Marfat.com

بات کرے گا وہ کھلا مکابر ہے اور اس کو حادث اور قدیم کے درمیان فرق بھی معلوم نہیں۔ پس کسی ولی کے لیے جائز نہیں کہ وہ صحت ولایت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اوصاف سے بے خبر رہے اور ایک عارف حق جاہل رہے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں بدعت اور وسواس سے محفوظ رکھا اور عقل سلیم عطا فرمائی کہ جس سے ہم صحیح استدلال کرتے ہیں اور اس نے ہمیں ایمان عطا فرمایا کہ جس سے ہم اس کو پہچانتے ہیں۔ وہ بھلا کیا حمد ہے جو اپنی انتہا کو نہ پہنچے اور اس کی لامحدود نعمتوں کے مقابلے میں (ہماری) حمد محدود ہی ہے۔

جب ارباب ظواہر نے اہل اصول سے اس طرح کی باتیں سنیں تو وہ گمان کرنے لگے کہ تمام صوفیہ کا اعتقاد بھی اسی طرح ہی ہوگا۔ اور اپنی اس سوچ کی وجہ سے وہ ان صوفیہ کے بارے میں کھلے نقصان میں رہے اور ان کے جمال سے محجوب ہو گئے اور وہ ولایت کے لطائف اور اس ضیا پاشیوں سے پوشیدہ رہے۔ اس لیے کہ اکابر سادات کی راہوں سے برگشتہ ہونا اور ان کو رد کرنا قبول کرنے کی طرح اور قبول کرنا رد کرنے کی طرح ہوتا ہے۔

جو مشائخ کہتے ہیں کہ انہوں نے روح کو مختلف صورت میں دیکھا ہے تو یہ بات جائز ہے کیونکہ ہم بتا چکے ہیں کہ وہ موجود ہیں اور ان کے لطیف اجسام بھی موجود ہیں۔ ان کو دیکھا جا سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ جب چاہے اور جس کو بھی چاہے دکھا سکتا ہے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کہتے ہیں کہ میری تمام زندگی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اور اسی سے قائم ہے۔ اور اس کو قائم رکھنا اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ ہمارا وجود اور حیات اسی کی پیدا کردہ ہے۔ اور یہ نہ اس کی ذات سے ہے اور نہ ہی اس کی صفات سے ہے۔ عقیدہ حلول والوں کا یہ قول باطل ہے اور سراسر گمراہی ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ روحیں قدیم ہیں اگرچہ ان کی عبارات مختلف ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ روح ہیولا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ روح نور اور ظلمت ہے۔ طریقت کا انکار کرنے والے روح کو فنا و بقاء اور جمع و تفرقہ کہتے ہیں۔ اس طرح کی اور بھی باتیں انہوں نے گھڑ لی ہیں اور اپنے ان نظریات کی داد بھی چاہتے ہیں لیکن صوفیہ ان باتوں سے بیزار ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک اثباتِ ولایت اور محبت حق اللہ تعالیٰ کی معرفت کے بغیر درست نہیں ہو سکتی۔ پس اگر کوئی بندہ قدیم کو حادث سے الگ جان کے اس کی پہچان نہ پا سکے تو وہ جو بھی حق تعالیٰ کے بارے میں کہے گا، اس کا اعتبار نہیں کہ وہ خود جاہل ہے۔ اور عقلمند لوگ جاہلوں کی باتوں

Marfat.com

کی طرف توجہ نہیں دیتے۔

صاحب "شرح مواقف" روح کے بارے میں لکھتے ہیں کہ انسانی روح ایک مجرد چیز ہے یعنی یہ ایک جسمانی قوت کا نام ہے جو کہ مادے یا جسم میں حلول کر جائے اور نہ ہی روح ایک مکانی چیز ہے۔ اسی طرح روح اشارہ حسی کو قبول نہیں کرتی ہے۔ اس کا تعلق بدن کے ساتھ صرف تدبیر اور تصرف کا ہوتا ہے۔ روح جزوی طور پر بھی نہ داخل بدن ہے اور نہ حلول کا رشتہ ہے۔ فلاسفہ اور مشہور متقدمین اور متاخرین کا یہی مذہب ہے اور مسلمانوں میں سے اسی مذہب پہ امام غزالی اور امام راغب اصفہانی ہیں۔ اور جمہور علماء کرام نے اس بارے میں ان سے اختلاف کیا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ روح جسم سے الگ تھلگ کوئی اور چیز ہے انہوں نے پانچ اعتبار سے اس پر استدلال کیا ہے۔

ا۔ روح کو ایک ایسا بسیط خیال کیا جاتا ہے کہ جس کا فعل کے لحاظ سے کوئی جزو نہیں ہوتا تو اس لحاظ سے یہ مجرد ہوئی کیونکہ اس کو یا تو ایک حقیقت خیال کیا جاتا ہے یا پھر نہیں۔ لہذا اگر وہ حقیقت بسیط ہوگی تو پھر ہمارا مؤقف ثابت ہوتا ہے وگرنہ وہ حقیقت فعلاً کئی اور بسائط سے مرکب ہوگی کیونکہ کثرت متناہی ہو یا غیر متناہی اس میں واحد بالفعل کا واجب ہونا ضروری ہے کیونکہ یہی اس کا مبدا ہے۔ کُل کا خیال اجزاء کے خیال کے بعد ہی ہے، ایسا نہ کہا جائے گا جبکہ کل حقیقت میں معقول ہو، بے شک اس کا تعقل اس اعتبار سے ہے اجزاء کے اعتبار سے کسی چیز کے تعقل کو مستلزم نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ ہمارا کلام اس وجہ میں معقول ہے لہذا اگر وہ بسیط ہے تو یہی مؤقف ہے اور اگر وہ مرکب ہے تو پھر اس کے اور بسائط ہوں گے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر روح کو بسیط خیال کیا جائے تو پھر وہ مجرد ہوگی کیونکہ بسیط کا محل جبکہ وہ جسم ہو یا جسمانی ہو تو ضرور منقسم ہو گا۔ اور محل کا انقسام حال کے انقسام کو مستلزم ہوتا ہے کیونکہ محل کے کسی بھی جزو کا حال اس کے دوسرے اجزاء میں حال کو مانع ہے اور حال علم کا انقسام معلوم میں بساط کی نفی کرتا ہے جبکہ علم کا معلوم کے مطابق محل ہے کیونکہ تعقل قوت عاقلہ میں حصول صورت سے عبارت ہے اور ایسا ہونا ممنوع ہے پس بے شک ہمارے نزدیک علم عالم اور معلوم کے تعلق کے مجرد کا نام ہے۔ معلوم عالم کے ہاں اس سے ممتاز جاتا ہے۔ اور یہ تعلق ایک اعتباری امر ہے جس کے ساتھ عالم کو متصف کیا گیا ہے۔ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ علم نام ہے معلوم کی صورت کے حصول کا تو پھر روح اس متعقل بسیط کا محل ہوگا نہ کہ اس بسیط کی ذات۔ تو اس لحاظ سے صورت اور صاحب صورت میں کسی بھی

Marfat.com

اعتبار سے مطابقت لازم نہیں آتی۔ پس کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بسیط کی صورت بسیط نہیں ہوتی۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے انہوں نے کہا ہے کہ خارجی بسیط کے لیے دو عقلی صورتیں یا زیادہ کا ہونا بھی جائز ہے۔ اور اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ بسیط کی صورت کا بسیط ہونا واجب ہے تو پھر اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ ہر صاحب وضع قابل انقسام ہے کیونکہ یہ بات جزو لاتجبری کی نفی پر مبنی ہے اور یہ چیز ممنوع ہے۔ تب نفس (روح) کا جوہر فرد ہونا جائز ہے جیسا کہ بعض کا مؤقف ہے۔ اور اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ ہر صاحب وضع قابل انقسام ہے تو پھر بھی ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ جو چیز کسی بھی قابل تقسیم چیز میں حلول کر جائے وہ خود بھی قابل تقسیم ہوتی ہے۔ جیسا کہ تمہارے نزدیک سطح جب وہ ہر طرف سے ایک قابل تقسیم جسم میں حلول کر جائے حالانکہ اس کو گہرائی میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔ اور کوئی خط جب سطح میں حلول ہو جائے حالانکہ اس کو اصل کے اعتبار سے تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔

الغرض ان مثالوں سے انقسام حال لازم آتا ہے جبکہ حلول سریانی ہو اور یہ بات تسلیم شدہ نہیں ہے۔ اگر یہ بات تسلیم کرلی جائے کہ قابل انقسام میں حلول کرنے والی چیز خود بھی منقسم ہوتی ہے تو بالقوۃ مثلاً جسم نہ کہ بالفعل اور یہ بساطت کی نفی نہیں کرتی کیونکہ انقسام کی سمت کا بسائط کی سمت سے مختلف ہونا جائز ہے۔ لہٰذا تمہارے نزدیک جسم بسیط بالقوۃ منقسم ہوگا ایک غیر متناہی سلسلے کی طرف، ساتھ اس کے کہ وہ بالفعل بسیط ہے کہ اس میں مفاصل متحقق نہیں ہیں۔ لہٰذا اس میں انقسام فعلی نہیں ہوگا اور نہ ہی قوت اور فعل کے اعتبار سے انقسام اور اس کے عدم کے درمیان منافات ہوگی۔ کیونکہ یہ دو مخالف سمتیں ہیں۔

۲۔ پانچ میں سے دوسرا اعتبار یہ ہے کہ انسانی روح کو ایک موجود خیال کیا جاتا ہے اور وہ بسیط ہے۔ تو اس کا جواب گزر چکا ہے ان اعتراضات میں کہ جو اس کی بساطت کے دلائل کے باب میں وارد کئے گئے۔

۳۔ تیسرا اعتباری ہے کہ اس کو مفہوم کلی خیال کیا جاتا ہے پس یہ مجرد ہوگی۔ پہلی چیز تو ظاہر ہے کیونکہ کلیات کے درمیان تو احکام ایجابی یا حکم کیا جائے گا یا پھر احکام سلبی کا۔ تو اس وقت اس کا تعلق لازمی ہے۔ دوسری چیز اس طرح کہ اگر روح کا ذاتِ وضع میں حلول ہوتا ہے وہ ایک مخصوص مقدار اور معین وضع کے ساتھ مختص ہوتا ہے جو اس کے محل کے اعتبار سے مختلف ہو۔ بلکہ یہ صرف اسی

Marfat.com

کے مطابق ہوگا جو مقدار اور وضع میں اس کے جیسا ہوگا۔ لہذا اس وقت یہ کلی نہیں ہے اور یہ خلاف عقل ہے کیونکہ جو چیز فرض کی گئی وہ خود بھی خلاف عقل ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ ہم کلی کے عاقل کا محل ہونا تسلیم نہیں کرتے کیونکہ وہ وجود ذہنی پر مبنی ہے اور حال کا کسی بھی مقدار، شکل اور وضع معین کی طرف مضاف کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ان کے ساتھ متصف بھی ہو کیونکہ یہ بھی جائز ہے کہ وہ حلول سریانی نہ ہو اور یہاں اس کے کثیر سے مطابقت کی عدم کی منع وارد ہوتی ہے۔ جیسا کہ شیخ نے بھی صغر، کبر اور دیوار پر نقش و نگار اور حس مشترک میں آسمان کی صورت کے باب میں اختلاف کیا ہے حالانکہ ان کے درمیان مطابقت کا وجود ہے۔ اس کی تحقیق یہ ہے کہ یہاں مطابقت کا معنی یہ ہے کہ جب صورت کو مجرد کر دیا جائے اس کے عارض سے محل کی اتباع میں تو اس وقت وہ کثیر کے مطابق ہوگی۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اس کی تجرید اس تشخص سے واجب ہے کہ جو اس کا عارض ہو محل کے سبب سے۔

۴۔ چوتھا استدلال اس اعتبار سے ہے کہ اس سے دو ضدوں کا اجتماع ہوتا ہے جب ہم ان کے درمیان تفاوت کا حکم لگاتے ہیں۔ لہذا اگر ان کا مدرک جسمانی ہوگا یا جسم ہوگا اس صورت میں سیاہی اور سفیدی کا جمع ہونا لازم آئے گا ایک ہی جسم میں اور یہ واضح طور پر مشکل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دو افراد کی صورتوں کے درمیان تضاد نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ایک خارجی حقیقت کی مخالفت کرتی ہیں۔ لہذا دو حقیقتوں کے درمیان تفاوت کا ثبوت لازم آتا ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو مجرد کے ساتھ ان کا قیام لازم نہیں آئے گا کیونکہ دو ضدیں ایک ہی محل میں جمع نہیں ہوسکتیں چاہے وہ مادی ہوں یا مجرد ہوں۔ اگر ہم ان دو ضدوں کی صورتوں کا تفاوت تسلیم کر لیں تو ایسا جائز کیوں نہیں ہے کہ ان دو میں سے ہر ایک اس جزو کے ساتھ قائم ہو کہ جو جزو اس جسم کا ہے جو ان دونوں کو اکٹھا عقل میں لاتا ہے سوائے اس جز کے کہ جس کے ساتھ دوسرا جزو قائم ہے لہذا ایک ہی محل میں دو متضاد چیزوں کا جمع ہونا لازم نہیں آتا۔

۵۔ پانچویں صورت یہ ہے کہ ہم اس کے جسم ہونے کو باطل کر دیں اور پھر کہیں کہ اس میں عاقل جسمانی ہو اور تمام بدن یا پھر بعض بدن میں حلول ہو تو پھر عقل اس کے دائمی یا پھر غیر دائمی ہونے کا ثبوت کرے گی تو اس اعتبار سے تالی تو باطل ہے۔ جہاں تک ملازمت کا تعلق ہے تو کیونکہ اس کا تعلق اپنے محل کی وجہ سے ہوتا ہے لہذا اگر اس میں اس کا لذاتہ حضور کافی ہو تو دائمی طور

Marfat.com

پر حاصل ہوگا۔ یعنی صورت خارجی عاقل کے پاس بذاتہ حاضر ہوگی۔ اور اگر وہ اس کے تعقل میں کافی ہو تو اس کا تعقل ہمیشہ جاری رہے گا۔ ورنہ اس کا تعقل کسی اور صورت کے حصول کا محتاج ہوگا جو اس میں حاصل ہو۔ اور یہ محال ہے کیونکہ یہ دو مثلوں کی جمع کا تقاضا کرتا ہے کیونکہ وہ دو صورتیں ماہیت میں ایک دوسرے کے متماثل ہیں تو اس صورت میں دائمی تعقل حاصل ہوگا۔ اور تالی کا بطلان تو وجدان سے ہوگیا کیونکہ ہمارے درمیان کوئی ایسا جسم نہیں ہے کہ جس کے متعلق یہ تصور کیا جائے کہ وہ علم اور قوت عاقلہ کا محل ہے؟۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ملازمت کے ساتھ حضور کافی نہیں ہے۔ اور نہ ہی وہ کسی دوسری خارجی صورت کے حصول کا ہونا ممنوع ہے۔ ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں مگر اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ اس میں دوسری صورت کا حصول مثلوں کے اجتماع کو لازم کرتا ہے اور اس سے لازم آتا ہے کہ اگر صورت خارجی اور صورت ذہنی آپس میں مماثل ہو جائیں اور یہ ممنوع ہے اور ہم ان کے تمثل کے قائل بھی ہیں لیکن ایک ہی محل میں ان کا اجتماع لازم نہیں آتا کیونکہ ان میں سے ایک عاقلہ کا محل ہے اور دوسرا اس میں حلول کیا ہوا ہے۔

روح کے متعلق مذاہب

روح کے بارے میں مذاہب تو بہت ہیں مگر ان میں سے مشہور ترین نو (۹) ہیں۔

۱۔ پہلا مذہب یہ ہے کہ وہ ایک ایسا جزو ہے کہ جس کے آگے اجزاء نہیں کیے جا سکتے دل میں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ تجردات کی نفی کے ساتھ اس کا انقسام معدوم ہے یعنی یہ ایک جوہر ہے کیونکہ یہ خود اپنی ذات سے قائم ہے۔ اور غیر منقسم بھی ہے کیونکہ اس کا تعقل بسائط کے ساتھ ہے اور یہ مجرد نہیں ہے ممکن مجردات کے وجود کے امتناع کی وجہ۔ یہ تو اس لحاظ سے یہ جوہر فرد ہوگا جو کہ دل میں ہے کیونکہ اسی کی طرف علم کو منسوب کیا جاتا ہے۔

۲۔ دوسرا مذہب نظام کا ہے کہ یہ ایسے اجزاء کا نام ہے جو کہ لطیف اجسام ہیں اور جسم میں اس طرح چلتے ہیں کہ جیسے گلاب کا پانی گلاب کے پھول میں چلتا ہے۔ یہ زندگی کی ابتداء سے اس کے انجام تک باقی رہتا ہے۔ کسی بھی خلل اور بلبل کو اس پر راہ نہیں ہے۔ یہاں تک بدن سے کوئی عضو کٹ جائے تو اس سے وہ باقی اجزاء بدن کی طرف انقباض کر جاتا ہے۔

Marfat.com

۳۔ تیسرا مذہب یہ ہے کہ روح ایک قوتِ دماغی کا نام ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دل میں موجود قوت کا نام ہے۔

۴۔ چوتھا مؤقف یہ ہے کہ روح تین قوتوں کے مجموعے کا نام ہے۔ پہلی قوت کو حیوانی کہا جاتا ہے جو کہ دل میں ہوتی ہے۔ دوسری کو نباتی کہا جاتا ہے اور یہ جگر میں ہوتی ہے اور تیسری قوت کو نفسانی کہا جاتا ہے جو کہ دماغ میں ہوتی ہے۔

۵۔ پانچواں مؤقف یہ ہے کہ یہ ایک مخصوص صورت کا نام ہے اور جمہور متکلمین کا یہی مذہب ہے۔

٦۔ چھٹا مذہب یہ ہے کہ یہ چار عناصر کے معتدل اخلاط کا نام ہے۔

۷۔ ساتواں مسلک یہ ہے کہ یہ مزاج نوعی کے اعتدال کا نام ہے۔

۸۔ آٹھواں مذہب یہ ہے کہ روح معتدل خون کا نام ہے جب وہ اپنی کثرت اور اعتدال سے زندگی کو قوت دے یا اس کے برعکس۔

۹۔ نواں مذہب اس بارے میں یہ ہے کہ روح ایک ایسی ہوا کا نام ہے کہ اس کے انقطاع کے ساتھ پلک جھپکتے ہی زندگی بھی منقطع ہو جائے۔ اس لحاظ سے بدن کی حیثیت صرف اتنی ہے کہ اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔

انسانی روح حادث ہے

یہ فصل اس بیان میں ہے کہ انسانی روح حادث ہے اور اس پہ تمام ملت والوں کا اتفاق ہے کیونکہ ان کے نزدیک سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی بھی ذات قدیم نہیں ہے۔ لیکن ان کا آپس میں صرف اتنا اختلاف ہے کہ کیا روح کا حادث ہونا بدن سے پہلے ہے یا بعد میں؟۔ تو بعض نے کہا کہ یہ بدن کے ساتھ حادث ہو جائے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے کہ ثُمَّ اَنْشَانٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ اور اس آیت میں انشاء سے مراد روح کا بدن پر فیضان ہے۔ اور بعض نے کہا کہ جسم سے پہلے حادث ہوگی جیسا کہ نبی پاک ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اجسام کو بنانے سے دو ہزار سال پہلے ارواح کو پیدا فرمایا۔ ان تمام کی حیثیت صرف ظن ہے نہ کہ وہ یقین جو کہ مطلوب ہے۔ جہاں تک سابقہ آیت کا تعلق ہے تو جائز ہے کہ ثُمَّ اَنْشَانَا سے مراد روح کو اس

Marfat.com

کے متعلق بنانا ہو۔ لہذا اس طرح بھی صرف اس کے تعلق کا حادث ہونا لازم آتا ہے نہ کہ اس کی ذات کا۔ جہاں تک حدیث کی بات ہے تو یہ خبر واحد ہے اور اس کے مقابلے میں آیت ہے لہذا یہ قطعی الثبوت اور ظنی الدلالت ہے جبکہ حدیث اس کے برعکس ہے۔ اور جہاں تک حکماء کا تعلق ہے تو انہوں نے روح کے حادث ہونے میں اختلاف کیا ہے۔

ارسطو اور اس کے ماننے والوں نے حادث کہا اور اس سے پہلے والوں نے اس کو ممنوع کیا ہے۔ یعنی انہوں نے روح کو قدیم کہا ہے۔ ارسطو نے اس بات کو دلیل بنایا ہے کہ اگر روح کو قدیم مان لیا جائے تو پھر وہ بدن سے متعلق ہونے سے پہلے متمایز ہوگی یا نہیں ہوگی؟ لہذا اگر وہ متمیز ہوگی تو وہ اپنی ذوات کے ساتھ اس کو متعین اور متمیز کرلے گی۔ پس اگر وہ اپنی ذوات اور لوازمات کے ساتھ ہو تو پھر تمام انسانی روحیں ایک شخص میں منحصر نوع ہوں گی تو اس طرح حقیقی طور پر ہر دو روحوں کا اختلاف لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے۔ جبکہ ہم نے یہ بھی نہیں کہا کہ وہ تمام آپس میں مماثل ہیں تو اس لحاظ سے ان تمام میں مماثل سے کم نہ پائے جاتے۔ اور اگر اس کا تمایز ذوات سے نہ ہو تو یہ اس کو قبول کرنے والی ہوگی اور اس کے جمع کرنے والے کو جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے کہ نوع واحد کے افراد کا تعدد اس کی قابلیت ہوگی کسی اور بدن کے تعلق سے پہلے اور اس طرح تناسخ لازم آئے گا یعنی اس کا ایک بدن سے دوسرے بدن کی طرف منتقل ہو جانا لازم آئے گا اور ہم عنقریب اس نظریے کو باطل ثابت کر دیں گے۔ اگر روح بدن سے تعلق جڑنے سے پہلے متمیز نہ ہو بلکہ ایک ہی ہو تو تعلق سے بعد ثابت ہوگا۔ اگر وہ اپنی وحدت پر قائم رہتی ہے مثلاً زید کی ذات بذات خود عمرو کی ذات ہو تو اس طرح ان دونوں کا علم، قدرت، لذت، دکھ اور دوسری صفات نفس میں مشترک ہونا لازم آئے گا اور یہ چیز بالکل باطل ہے۔ اگر وہ جیسے تھی اس طرح باقی نہ رہے بلکہ اس میں کثرت آجائے تو اس صورت میں تجزی اور انقسام لازم آئے گا اور اس کا تصور صرف انہی میں ہو سکتا ہے کہ جن کی مقدار اور حجم ہو اور وہ مجرد ہونے کی بجائے صرف مادی رہ جائیں۔ اسی طرح تحقیق اس تجزی اور انقسام سے وہ واحد اور قدیم ہو دیت بھی معدوم ہو جائے گی اور اس سے مطلوب لازم آئے گا۔ اوّل اس طرح کہ ہر حادث کا مادہ ہوتا ہے لہذا اگر نفس حادث ہوگا تو وہ تجریدی نہیں ہوگا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اس ملازمت کو تسلیم کرنے کے بعد حدوث کو مستلزم مادہ عام ہے اس مادے سے کہ جس میں حادث حلول کرتا ہے یا اس کے متعلق

Marfat.com

ہو جاتا ہے۔ متحقق بالمادہ میں اس کا حسب ذات مجرد ہونا بھی جائز ہے۔ دوسرے اس طرح کہ اگر وہ ازلی نہیں ہے تو ابدی بھی نہ ہوگی۔ اور اس میں دوسری چیز تو باطل ہے اور جہاں تک ان کی ملازمت کا تعلق ہے تو اس طرح کہ اگر وہ حادث ہے تو اس کا وجود زائل ہو جائے گا کیونکہ ہر وجود فاسد ہونے والا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اس کو نہیں مانتے۔ اس قضیے کا مطلب یہ ہے کہ ہر حادث فی حد ذاتہٖ عدم کو قبول کرنے والا ہے۔ اس سے اس کا طاری ہونا لازم نہیں آتا اس وجہ سے کہ کسی غیر کی وجہ سے اس کا ممنوع ہونا جائز ہے۔ اس طرح بھی کہ اس سے ابدان کا متناہی ہونا لازم آتا ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ متناہی نفوس ہوتے ہیں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اگر روح حادث ہے تو اس کا حدوث اس بدن کے ساتھ ہوگا جو بدن ابتدائے قدیم سے اس کے فیضان کے لیے شرط ہے اور بدن غیر متناہی ہیں کیونکہ غیر متناہی ادوار فلکیہ کا تقاضہ کرتے ہیں۔ لہٰذا اس طرح نفوس بشری غیر متناہی بن جاتے ہیں لیکن کوئی مشکل نہیں ہے اس امر میں کہ ابدان اور ادوار لا متناہی ہوں کیونکہ یہ باہم تعاقب میں ہیں بخلاف نفوس کے کیونکہ یہاں مفارقت کرنا مشکل ہے۔ ہم اس کا جواب اس طرح دیتے ہیں کہ اس کے امتناع کی شرط ترتب طبعی یا پھر وضع ہے کیونکہ نفوس ناطقہ اگرچہ وہ موجود ہوں مجتمع ہوتی ہیں مگر یہ کہ وہ غیر مترتب ہوں لہٰذا اس طرح ان کا غیر متناہی ہونا جائز ہے۔ ارسطو نے کہا کہ ہر حادث کے لیے ضروری ہے کہ اس کی نسبت ایک واجب اور قدیم مبدأ کی طرف کی جائے۔ یعنی یہ حادث کے لیے شرط ہے پس اس کا یہ قول تعلیل، دور اور تسلسل کے لیے دافع ہے اور جہاں تک شرط کا ہونا ضروری ہے وہ شاید اس لیے تاکہ معلول کا تخلف علت تامہ سے لازم نہ آئے لہٰذا نفس کے حادث ہونے کیلئے ایک فیض والے مبداء کا ہونا شرط ہے اور یہی بدن کا حدوث ہے کیونکہ یہی تدبیر اور تصرف کو قبول کرنے کی استعداد رکھتا ہے۔ جب بدن حادث ہوتا ہے تو اس پر مبدا فیاض کی طرف نفس کا عمومی فیض جاری ہوتا ہے لہٰذا تناسخ کا نظریہ باطل ہو گیا اس طرح کہ اگر تناسخ کو صحیح مان لیا جائے تو جب بدن ہوگا تو بدن کے ساتھ متناسخ نفس کا تعلق لازم آئے گا اور اس پر ایک دوسرے نفس کا فیضان ہوگا جو کہ حادث ہے کیونکہ جو حادث ہے وہ قدیم نہیں ہے اور موثر علت کا حصول اس کی شرائط سے ہے۔ تو اس طرح ایک بدن کے لیے دو روحوں کا ہونا ثابت ہوگا اور یہ باطل ہے۔

جب ہم علت موثر کا ذکر کر چکے تو تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ ارسطو نے حدوث نفس کا اور

Marfat.com

بطلان تناسخ کا ذکر کیا ہے یہ صریح دور ہے۔ یہ اس کے قدم کو مقدر ماننے کے ساتھ تناسخ کے لزوم اور اس کے ابطال کے درمیان ایک دور ہے اور پھر حدث کے ساتھ تناسخ کے بطلان کے درمیان دور ہے۔ اور یہ چیز اس طرح صحیح ہوتی اگر وہ اس کی وضاحت کسی اور طریقے سے کرتا مثلاً جس طرح تناسخ کے ابطال میں کہا جاتا ہے کہ وہ اس کے تذکرے کو اپنے احوال کے لیے کسی دوسرے بدن کو لازم کرنا ہے یا پھر اس طرح کہ ابدان کی استعداد اور نفوس کا حادث ہونا ایک ہی طرح پہ ہے۔ لہذا جب بھی بدن میں استعداد ہوگی نفس حادث ہو جائے گا بخلاف نفوس کی معارفت کے ابدان کے حادث ہونے کے ساتھ جبکہ کبھی کبھی اس کے فساد اور حدث پر اتفاق بھی ہوتا ہے۔ مثلاً طوفان یا ایسی لڑائی کہ جس میں بہت سے نفوس ایک ہی دفعہ قتل کر دیے جائیں۔ منقول ہے کہ یونان میں جنگ ہوئی اور ایک ہی دن میں دو لاکھ بندے مارے گئے اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ اطراف عالم میں ایک ہی دن میں اتنی تعداد میں ابدان حادث نہیں ہوئے تا کہ ان کے ساتھ ان نفوس کا تعلق ہوتا کہ جو اپنے ابدان سے جدا ہو گئی تھیں۔ لہذا اگر نفوس کا تعلق بدنوں کے ساتھ بطور تناسخ ہوتا تو اس طرح ان میں سے بعض کا تعطل لازم آئے گا یہاں تک کہ کوئی بدن حادث ہوتا اور پھر اس کے ساتھ اس کا تعلق جڑتا اور ایسا نہیں ہوا۔ اور اس نظریے کو ماننے والوں میں سے ایک کا کہنا ہے کہ میں اونٹ کی صورت میں تناسخ ہوں گا۔ اور ہم تسلیم نہیں کرتے کہ چھوٹے بڑے تمام حیوانات کے بدن بھی ان نفوس کی تعداد کے برابر ہوں گے کہ جو اس دن اپنے بدنوں سے جدا ہوئیں۔ اور تناسخ کو باطل کرنے والی اس دلیل کے اصل پر کافی اعتراضات ہیں جن کو تم جانتے ہو اور بات لمبی ہو جانے کے ڈر سے ہم ان کو ذکر نہیں کریں گے۔

Marfat.com

وادیٔ معاد

Marfat.com

معاد کا بیان

یہ فصل معاد کے بیان میں ہے۔اس فصل کا پہلا مقصد یہ ہے کہ معدوم کا اعادہ ممکن ہے۔ جسمانی معاد موقوف ہے اس کے قول پر کہ جس نے اجسام کو معدوم کہا نہ کہ اس کے قول پر کہ جس نے یہ کہا کہ اجسام کا فنا ہونا اس کے اجزاء کے بکھر جانے اور ایک دوسرے کے ساتھ مل جانے سے عبارت ہے۔اس پر حضرت ابراہیمؑ کا قصہ دلالت کرتا ہے جبکہ انہوں نے پرندے زندہ کر دیئے اور ہمارے نزدیک یہ جائز ہے اور اس طرح معتزلہ بھی اس بات کو مانتے ہیں مگر ان کے نزدیک معدوم شئے ہے۔لہذا جب موجود معدوم ہو جاتا ہے تو اس کی مخصوص ذات باقی رہتی ہے لہذا اس وجہ سے ممکن ہے کہ ان کا اعادہ کیا جائے اور ہمارے نزدیک اعادہ کے امکان کے باوجود یہ کلی طور پر منتفی ہے۔اس میں فلاسفہ اور تناسخ کے ماننے والوں کا اختلاف ہے لیکن یہ اختلاف جسمانی معاد میں ہے۔اسی طرح بعض کرامی، ابوالحسین بصری، محمود خوارزمی بھی اسی بات پر ہیں اور یہ لوگ اگرچہ مسلمان تھے اور معاد جسمانی کے قائل تھے مگر پھر بھی انہوں نے معدوم کے اعادہ کا انکار کیا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ اجسام کا اعادہ یہ ہے کہ ان کے بکھرے ہوئے اجزاء کو جمع کر لیا جائے اس بات سے اس کا دوسرا وجود ہونا لازم نہیں آتا اگرچہ وہ اس کے لوازمات سے ہے ورنہ ابتداء کا وجود ہی نہیں ہوگا بلکہ یہ ممتنعات کی قسم سے بن جائے گا کیونکہ کسی چیز کی ذات کا تقاضا کرنے والا اور اس کے لوازمات زمانوں کے اعتبار سے مختلف نہیں ہوتے۔جب ایسا ہونا ممتنع نہیں ہے تو یہ ممکن ہوگا اور یہی چیز مطلوب ہے۔اگر کہا جائے کہ عود بطور ایک وجود عدم طاری ہونے کے بعد وجود مطلق سے خاص ہے اور عام کے ممکن ہونے سے خاص کا ممکن ہونا لازم نہیں آتا اور نہ ہی خاص کے امتناع سے عام کا امتناع لازم آتا ہے۔ذات کے اعتبار سے یا پھر لازم کے اعتبار سے عدم کے بعد اس کے وجود کا امتناع جائز ہے اور اس کے وجود کا مطلق امتناع نہیں ہے۔ہم کہتے ہیں کہ فی حد ذاتہ وجود ایک امر واحد ہے اور ابتداً اس واحد کا اختلاف ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی اعادۃً مختلف ہوتا ہے ذات اور حقیقت کے حساب سے بلکہ ماہیت سے کسی اور امر خارج کی طرف نسبت سے بھی نہیں اور وہ زمانہ ہے۔اسی طرح ایجاد بھی ایک ایسا امر واحد ہے جو ابتداء اور اعادے کے طور پر مختلف نہیں ہوتا مگر اس اضافت کے اعتبار سے جب کہ دونوں وجود مبدا اور معاد سے ملازمت

Marfat.com

کرتے ہیں۔ یہی حال دونوں ایجادوں کا ہے امکان، وجوداور امتناع کے اعتبار سے کیونکہ محبت میں موافق اشیاء کا ان امور میں اشتراک واجب ہے کہ جن کی نسبت ان کی ذوات کی طرف ہوتی ہے اگر چہ ہم کسی ایک چیز کا زمانہ ابتداء میں ممکن یا کسی اور زمانے میں اس کو ممتنع قرار دیں۔ یعنی دوسرے زمانے میں وجود اخص ہوگا بنسبت وجود مطلق کے اور اضافت کے اعتبار سے پہلے والے زمانے کے وجود کے مغایر ہوگا تو تعلیل کے طور پر امتناع ذاتی سے وجوب ذاتی کی طرف انقلاب جائز ثابت ہوگا کیونکہ وجود زمانی وجود مطلق سے خاص ہوگا اور دوسرے زمانے کے وجود میں بھی جائز ماننے کی دلیل بنانا ایک امر مخالف ہے کیونکہ کسی بھی چیز کے لیے یہ ماننا ایک مشکل بات ہے کہ وہ کسی بھی زمانے میں اپنے عدم کا تقاضا کرے اور پھر کسی دوسرے زمانے میں وجود کا تقاضا کرے اور ذات کا تقاضا اس حیثیت سے ہوتا ہے کہ ذات ذات ہے اور اس کے جدا ہونے کا تصور نہیں کیا جا سکتا اور اس میں محدث سے حوادث کی بے نیازی ہے کیونکہ یہ بات جائز ہے کہ وہ اس زمانے میں اپنے ذوات کے لیے ممتنع ہو کہ جس زمانے میں وہ معدوم تھی اور اس زمانے میں واجب ہو کہ جس میں وہ موجود ہو۔ لہذا اس صورت میں اس کو مانع کی حاجت نہیں ہے کہ جو اس کو حدث لاحق کرے بلکہ اس کے ذوات ہی اس کے لیے کافی ہیں اس کے حدوث میں اور اس میں سدِ باب ہے اپنی مصنوعات کے اعتبار سے مانع کا ثبات کرنا۔

اعادے کے اثبات کے جواز میں اس طرح کہنا ممکن ہے کہ کہا جائے کہ کسی چیز کا اعادہ کرنا ابتداء میں اس کو بنانے سے آسان ہے جیسا کہ قرآن میں بھی آیا ہے۔ کیونکہ اس معدوم نے وجود سے استفادہ کیا ہے جبکہ اس کو اس سے متصف ٹھہرایا گیا۔ لہذا اب وہ وجود کو تیزی سے قبول کرنے والا ہے اور اس پر باری تعالیٰ کا فرمان بھی اشارہ ہے۔ لہذا اس سے نئی قدرت پر بھی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ جس کے مقدورات متفاوت ہیں اس کی طرف قیاس کرتے ہوئے اور جہاں تک قدرت قدیمہ کا تعلق ہے تو اس کے تمام مقدورات برابر ہیں وہاں اس قسم کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ معترض کبھی ضرورت کا دعویٰ کرتا ہے اور کبھی استدلال کی طرف پناہ لیتا ہے۔ ضرورت اس طرح کہ وہ کہتے ہیں کہ کسی چیز اور اس کی روح کے درمیان خلل محال ہے کیونکہ خلل کے لیے طرفین کا ہونا لازمی ہے، لہذا عدم کے بعد وجود ہوگا وہ پہلے والے وجود کا غیر ہوگا یہاں تک کہ عدم کے خلل کا تصور کیا جا سکے ان دو کے درمیان، لہذا اس اعتبار سے معاد ابتداء کے جیسی نہیں ہوگی

Marfat.com

کیونکہ یہ دونوں ایک مخالف موجود کے ساتھ موجود ہیں۔ اس طرح وہ دونوں مغایر وجود ہوں گے جو کہ موجود ہیں لہٰذا پہلا وجود بعینہٖ عدم کے بعد والا معادنہ ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں خلل کا مطلب برابری نہیں ہے کہ وہ ایک زمانہ تک موجود تھا۔ پھر اس سے وجود زائل ہو گیا کسی دوسرے زمانے اور پھر کسی تیسرے زمانے میں وہ پھر اس وجود کے ساتھ متصف ہو گیا۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ تخلل حقیقت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ بے شک وہ دونوں زمانوں کے درمیان زمانہ عدم کے لیے ایک ہی وجود ہے۔ جب اس تخلل کی نسبت عدم کی طرف مجازی ہو تو اس کو دونوں زمانوں کے اعتبار سے ایک ہی وجود میں تغایر کا اعتبار کافی ہوگا اس بات پر کہ ضرورت کا دعویٰ اس میں ہے کہ جس کی جمہور عقلاء نے مخالف کی ہے۔ اور جہاں تک استدلال کی بات ہے تو وہ کئی اعتبار سے کرتے ہیں۔ اوّل اس طرح کہ اگر یہ معاد تمام عوارضات کے ساتھ ہوگا تو پھر یہ پہلی معاد ہی ہوئی۔ کیونکہ اس کے عوارضات میں وقت بھی ہے کہ جس میں اس کی ابتداء تھی تو اس طرح یہ لازم آئے گا یہ معاد وقت اوّل میں ہے اور جو بھی اپنے اوّل وقت میں ہو تو وہ مبتدا ہوتا ہے نہ کہ معاد تو اس طرح یہ بھی معاد ہونے کے باوجود مبتداء ہے اور یہ خلاف عقل ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی بھی چیز کے ہو بہو اعادے میں اس کے تمام تشخصی عوارضات کا اعادہ لازمی ہوتا ہے اور وقت ان میں شامل نہیں ہے کہ زید جو اس وقت موجود ہے وہ ہو بہو اس سے پہلے بھی موجود تھا۔ امر معتبر کے لحاظ سے اور خارج میں اس کے وجود میں کوئی تفاوت اور مغایرت نہیں ہے اور اگر وقت اس کے معتبر مشخصات میں شامل ہوتا اس کے وجود میں خارجی طور پر تو پھر وہ ہر وقت ایک دوسرا شخص ہوتا اور یہ بات قطعی طور پر باطل ہے۔ وجود کہ جس کے متعلق یہ قید لگائی جائے کہ وہ زمانے میں موجود ہو اور اس قید کے ساتھ کہ اس سے پہلے زمانے میں موجود نہ ہو ایک وہمی امر ہے اور اس صورت میں جس مغایرت کا حکم لگایا جاتا ہے وہ ذہن اور اعتبار کے لحاظ سے ہے نہ کہ خارج کے اعتبار سے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس معاملے میں بوعلی سینا کی اپنے شاگردوں کے ساتھ اس معاملے میں بحث ہوئی اور ان کا شاگرد اس بات پر مصر تھا کہ وقت بھی اس کے عوارض سے ہے۔ تو بوعلی سینا نے اس سے کہا کہ اگر بات اسی طرح ہے تو پھر مجھ پر اس سوال کا جواب لازم نہیں آتا کیونکہ میں اس کا غیر ہوں جو تجھ سے بحث کر رہا ہے اور اسی طرح تو بھی اس کا غیر ہے جو مجھ سے بحث کر رہا ہے۔ یہ سن کر وہ شاگرد حیران رہ گیا اور اس نے حق کی طرف رجوع

Marfat.com

کرلیا اور تغایر کے عدم کا اعتراف کرلیا کہ وقت مشخصات میں سے نہیں ہے۔اور اگر ہم تسلیم کر لیں کہ وقت عوارض مشخصہ میں داخل ہے اور معاد اوّل وقت کے اعتبار سے ہے تو پھر تم اس طرح کیوں نہیں کہتے کہ جو اوّل وقت میں واقع ہے وہ مطلق مبتداء ہے یہاں تک کہ اس کا معاد اور مبتدا ہونا اکٹھا لازم آئے اور ایسا ہی ہوتا اگر اس وقت اس طرح معاد نہ ہوتا اس کے ساتھ اور دوسری عبارت کے اعتبار سے وقت اول میں وقوع ہونے والی چیز مبتداء ہی ہے جبکہ وہ کسی دوسرے حدث سے مسبوق نہ ہو۔اور جہاں تک اس کے مسبوق ہونے کا تعلق ہے تو اس لحاظ سے معاد ہے نہ مبتداء۔

دوسرا اعتراض اس طرح ہے کہ اگر اعادہ ممکن ہو اور ہم اس کو ہو بہو فرض کر لیں تو پھر بھی اللہ تعالیٰ اس کو نئے سرے سے ایجاد کرنے پر قادر ہے تو ہم اس کو اسی طرح معاد کے ساتھ فرض کرتے ہیں تو اس وقت معاد مبتداء سے جدا نہیں ہوتی تو اس لحاظ سے ان دو کے درمیان امتیاز کے بغیر اثنیت لازم آتی ہے اور وہ باطل ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اس کو نہیں مانتے کہ امتیاز کی عدمیت اس وقت معاد اور مبتداء کے درمیان ہے بلکہ یہ ماہیت میں اتحاد کے باوجود عوارض مشخصہ سے ممتاز ہے جس طرح ایک مبتداء دوسرے مبتدا سے حقیقت میں مماثلث کے باوجود فرق رکھتا ہے۔اور کوئی بھی دو مشابہ چیزیں ہوویت میں ایک دوسرے سے جدا ہوسکتی ہیں چاہے وہ دونوں مبتداء ہوں یا معاد یا پھر ایک مبتداء ہو اور دوسری معاد یا پہلی معاد ہو اور دوسری چیز مبتداء۔اور ان مذکورہ چیزوں میں سے کسی کو بھی مبتداء اور معاد کے ساتھ مختص کرنا ہے بلکہ اسی طرح دونوں مبتداء میں جاری ہیں۔اگر اس کو صحیح مان لیا جائے تو مبتداء کے وجود کا امتناع لازم آتا ہے۔اور اگر کہا جائے کہ مثل مستأنفہ سے مراد وہ چیز ہے کہ جو کسی بھی اعتبار سے معاد سے تمیز نہ رکھتی ہو تو پھر ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ اس معنی میں اس کے وجود کا امکان ممنوع ہے کیونکہ بلا تمیز تعدد ہوتا ہی نہیں اس وجہ سے کہ مبتدا کا نقض اس وقت ہوگا جب ہم اس طرح کی مثل فرض کر لیں۔

تیسرا اعتراض اس طرح ہے کہ حکم صحیح اس طرح لگانا کہ جواب موجود ہے یہ پہلے وجود کی عین ہے، اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس کی تمیز عدم کا حال ہو اور تمیز کا عدم کا حال ہونا محال ہے کیونکہ اس بات کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔اور جہاں تک شرطیت کا تعلق ہے تو پس اس وجہ سے کہ اس حکم کی صحت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس معدوم کو معاد کی حالت کے ساتھ متصف کر دیا جائے جبکہ عود اس کے امتیاز کا تقاضہ بھی نہ کرے وگرنہ یہ دوسرے کی نسبت بہتر نہ ہوگا۔اس کا

Marfat.com

جواب معتزلہ کے اصل پر ہے جو یہ ہے کہ کسی بھی معدوم کا امر ثابت بن جانا ظاہر ہے کیونکہ اس صورت میں تالی کا باطل ہونا ممنوع ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ ہمارے اصول کے مطابق شرطیت ممنوع ہے کیونکہ ہم اس کی استدعا کو ممنوع جانتے ہیں اور اس کی صحت خارج میں تمیز کی وجہ سے ہے کیونکہ معاد ایک اعتباری صفت ہے جو کسی وجود کے زوال کے بعد ممکن ہوتا ہے لہذا اس کو اس کے ساتھ متصف کرنا امتیاز خارجی بلکہ تمیز خارجی کا تقاضا نہیں کرتا۔ اور اس طرح وجود ثانی کا زمانہ حاصل ہوتا ہے یعنی معدوم کی حاصل شدہ تمیز اس کے عدم کی حالت ہے اور اس کو عود کی صحت کے ساتھ متصف ٹھہرانا ایک وہمی امر ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے خارج کے اعتبار سے اس تمیز کی طرح جو ان ممکنات میں حاصل ہوتی جن میں بعد نہیں پایا جاتا اور اگر کہا جائے کہ ہم اس تمیز کے لزوم کا دعویٰ کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ اس کا بطلان ممنوع ہے کیونکہ اس طرح کی تمیز معدومات میں حاصل ہوتی ہے جیسا کہ ممتنعات میں۔

حشر کا بیان

شرح مواقف میں ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ یہ جائز ہے اور اس کا وقوع ہوگا مگر فلسفیوں نے اس کا انکار کیا ہے۔ جواز تو اس طرح ہے کہ بکھرے ہوئے اجزاء کا جمع کرنا اور ان کو حسب سابق تالیف کرنا ممکن ہے کیونکہ بکھرے ہوئے اجزاء دوبارہ جمع ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اگر ان کو معدوم بھی تصور کرلیا جائے تو بھی ان کا اعادہ کرنا اور ان کو جمع کرنا جائز ہے اور یہ اس وجہ سے بھی ہے کہ اگر معدوم کا اعادہ ہے تو پھر اس کا اعادہ بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ اجزاء کہاں ہیں اور ان کا تعلق کس بدن سے ہے اور وہ اس بات پر قادر بھی ہے۔ قبولیت اور فعل کی صحت کس امر کے وقوع کی صحت کو لازم کرتی ہے اور اس کے جواز کو بھی واجب کرتی ہے اور یہی چیز اس باب میں مطلوب ہے۔ جہاں تک وقوع کی بات ہے تو وہ اس وجہ سے کہ اس صادق نے کہ جس کو سچائی معلوم ہے کئی مقامات پر خبر دی ہے کہ جن کو گنا بھی نہیں جا سکتا اور نہ ہی وہ کوئی تاویل قبول کرتی ہیں یہاں تک کہ یہ بات معلوم ہوگئی حشر کا عقیدہ اس دین اور صراط مستقیم کا حصہ ہے۔ اور جس کسی نے بھی امور راجعہ کی تاویل نفوس ناطقہ سے کی پس اس نے ضروریات دین کا انکار کرنے والے کی طرح دو اعتبار سے اس کا انکار کیا ہے۔ ایک اس طرح کہ اگر کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو کھا لے تو اس

Marfat.com

طرح کھائے جانے والے کا بعض حصہ کھانے والے انسان کا حصہ بن جائے گا۔ پس اب اگر اللہ تعالیٰ ان دونوں انسانوں کا ہو بہو اعادہ کرنا چاہے تو ایک انسان کا بعض حصہ دوسرے انسان کا بعض حصہ بن چکا ہے تو ان کو اسی طرح اٹھانا محال ہے یا کسی ایک کو اسی طرح اعادہ کرنا۔ پس ثابت ہوا کہ تمام بدن کا اعادہ کرنا ان کے اعیان کے ساتھ ممکن نہیں ہے جیسا کہ تم لوگوں کا گمان ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اعادے سے مراد اصلی اجزاء کا اعادہ ہے اور یہ وہ اجزاء ہیں کہ جو اوّل عمر سے آخری عمر تک باقی رہے نہ کہ مطلق طور پر تمام اجزاء۔ اور یہ اجزاء جو ایک انسان نے دوسرے انسان کے کھائے ہیں فالتو ہیں کیونکہ ہم کو معلوم ہے کہ انسان اپنی عمر تک اور اجزاء کے ساتھ ساتھ رہتا ہے اور خوراک اس پر وارد ہوتی ہے اور اس سے زائل بھی ہوتی رہتی ہے اور جب کھائے جانے والے اجزاء کا فالتو ہونا ثابت ہوگیا تو اب ان اجزاء کا اعادہ اس انسان میں واجب ہے کہ جس کے اجزاء کھائے گئے نہ کہ اس انسان میں کہ جس نے یہ اجزا کھائے۔

دوسرا اعتراض منکرین کا یہ ہے کہ حشر یا تو کسی غرض کی وجہ سے ہے یا بغیر کسی غرض کے۔ اگر اس کی کوئی غرض نہیں ہے تو بے کار کام اللہ نہیں کرتا اور اگر کوئی غرض ہے تو یہ غرض اللہ تعالیٰ کی ہوگی اور وہ اس بات سے پاک ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں تک قبح اور عبث کی بات ہے تو اس کا جواب ہم پہلے دے چکے اور ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ حشر کا مقصد گناہ گار کو دکھ دینا اور نیکو کار کو لذت دینا ہوسکتا ہے تو اس میں کوئی اور غرض ہے جس کو ہم نہ جانتے ہوں ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ان دونوں میں کوئی نہ کوئی غرض ہے لیکن اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ جسمانی لذت کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور دکھ کا مٹانا ہی اس کی غرض و غایت ہے کہ دکھ نہ ہونا بھی ایک لذت ہے۔ اور یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ اس لذت سے مراد کوئی دوسرا امر ہو جو کہ دکھ کے نہ ہونے کی وجہ سے حاصل ہوتی ہو۔ ہم اس کو دنیاوی لذت میں تسلیم کرتے ہیں لہذا تم کیوں کہتے ہو کہ اخروی لذتیں بھی دکھ کے نہ ہونے کا نام ہیں۔ اس طرح کیوں نہیں ہوسکتا کہ صورت کے اعتبار سے ان سے مختلف ہوں۔ لہذا دنیاوی لذتوں کی حقیقت دکھ کا نہ ہونا اور آخرت کی لذتوں کی حقیقت کچھ اور ہو اور لذت آخروی کا وجدان اور استقرا اس وقت تک محال ہے جب تک کہ ان کی حقیقت معلوم نہ ہو جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے کہ دنیاوی لذتوں کی حقیقت معلوم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا جسمانی اجزاء کو معدوم کرنا پھر ان کا جمع کرنا، پھر بکھیر دینا اور پھر ان کا اعادہ کرنا

Marfat.com

کیسا ہے؟۔ یہ ثابت نہیں ہے اور نہ ہی اس میں نفی اور اثبات کے اعتبار سے اس پر کوئی جزم بھی نہیں ہے اور طرفین پر کوئی دلیل بھی نہیں ہے۔ عدم پر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو دلیل بنایا جاتا ہے کہ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ'' اِلَّا وَجْھَہٗ۔ یہ دلالت کے اعتبار سے ضعیف ہے کیونکہ تفریق بھی عدم کی طرح ہلاکت ہے لہذا ہلاکت کسی بھی چیز کا اپنی مطلوب صفات سے خارج ہونے اور اس تالیف کہ جو اجزاء کے لیے صالح ہے، کے زوال اور منفعت کے تمام ہونے کا نام ہے۔ تفرق رفع کے ساتھ زوال پر عطف ہے کہ جو اس کی تفسیر کی جگہ لیتا ہے اور اس کا قول اسی طرح ان دونوں کی خبر ہے۔ اور تفریق کسی چیز کا اپنی مطلوبہ صفات سے خروج کرنے کا نام ہے۔ پس وہ ہلاک ہونے والی ہے اور اس طرح اس کا عرضی نام فنا بھی رکھا جا سکتا ہے۔ لہذا اللہ کے اس قول سے استدلال ممکن نہیں ہوتا کہ عدم پر کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ کو دلیل بنایا جائے۔

مسئلہ معاد کے متعلق اقوال

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مسئلہ معاد میں تمام ممکن اقوال پانچ قسموں سے زیادہ نہیں ہیں۔

۱۔ پہلا قول یہ ہے کہ صرف جسمانی معاد ہوگا اور یہ مذہب اکثر متکلمین کا ہے جو نفس ناطقہ کی نفی کرتے ہیں۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ صرف روحانی معاد ہوگا اور یہ قول الٰہیات کے قائل فلسفیوں کا ہے۔

۳۔ تیسرا قول صرف معاد کے ثبوت کا ہے اور یہ قول اکثر محققین کا ہے مثلاً امام غزالی اور امام راغب اصفہانی۔ اس قول میں معتزلہ کے اکثر قدیم فلسفی اور امامیہ کے آخری اماموں میں جمہور اور اکثر صوفی بھی ان کے شریک ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ انسان درحقیقت نفس ناطقہ ہے اور یہ مکلف بھی ہے۔ اسی طرح یہ مطیع، نافرمان، مثاب اور معاقب بھی ہے اور بدن قائم مقام نفس کے ہے اور فساد بدن کے بعد بھی آلہ باقی رہتا ہے۔ لہذا جب اللہ تعالیٰ مخلوق کے حشر کا ارادہ کرتا ہے تو وہ ہر روح کے لیے ایک بدن پیدا فرماتا ہے جو اس سے متعلق ہوتا ہے اور وہ اس میں تصرف کرتی ہے جیسا کہ دنیا میں تھا۔

۴۔ چوتھا قول یہ ہے کہ معاد کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور یہ طبعی فلاسفہ کا قول ہے۔

Marfat.com

۵۔ پانچواں قول اس بارے میں یہ ہے کہ اس پر توقف کیا جائے اور یہ جالینوس کا قول ہے۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ یہ بات واضح نہیں ہے کہ آیا نفس ایک مزاج کا نام ہے کہ جو موت کے بعد اگر معدوم ہو جائے تو اس کا اعادہ مشکل ہے یا پھر یہ جوہر ہے کہ فساد کے بعد معاد ممکن ہو۔ انحلال بدن کے بعد بھی روح باقی رہتی ہے۔ موت اس کو کسی صورت فنا نہیں کر سکتی بلکہ روح کے معدوم ہونے کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ ہر موجود کہ جو باقی ہو اور اس پر فنا جائز ہوتی ہے، اس میں بقا فعل کے ساتھ اور فنا قوت کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور جب بات ایسے ہے تو چاہیے کہ محل بقا بالفعل محل فنا بالقوہ کا غیر ہوتا کہ اگر کسی کی بقا بالفعل ہو تو اس کی فنا بعینہٖ بالقوۃ ہوتی ہے ورنہ لازم آتا کہ اگر اس کی فنا بالفعل قوت سے ہوتی تو پھر یہ فنا و بقا کا مجموعہ ہو جاتا اور وہ بھی ایک ہی حال میں اور یہ چیز محال ہے۔ لہذا چاہیے کہ وہ چیز کہ جس میں بقا بالفعل ہو وہ اس چیز کا غیر ہوتی ہے کہ جس میں فنا بالقوۃ ہو ورنہ لامحالہ وہ اس سے ملنے والا ہوگی وگرنہ یہ بات صحیح نہ ہوگی کہ اس میں فنا بالقوۃ ہو۔ کسی چیز کو امکان عدم سے متصف کرنا دوسری چیز ہے کہ ان کے درمیان ملاقات نہیں ہے جیسے کہ سیاہی اور سفیدی کی ملاقات صحیح نہیں ہے۔ اگر فرض کر لیں کہ یہ اتساف صحیح ہے کہ جیسا کہ جسم کا امکان عدم سے اتصاف تو یہ اس میں حال ہوگا کہ حال اور محل میں ملاقات معنوی یا پھر دو حالتوں کی ایک محل میں۔ اور دو حالوں کی ایک محل میں ملاقات اتفاقی تو ہو سکتی ہے ضروری نہیں۔ اس صورت مذکور میں ملاقات ضروری ہے پس ملاقات اس کی کہ جس میں بقا بالفعل ہوتی ہے، اس کے ساتھ کہ جس میں فنا بالقوہ ہو اس کا محل موجود ہوتا ہے کہ اس میں بقا بالفعل ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر باقی موجود کہ جس پر فنا جائز ہو وہ محل میں حال ہے اور حال صورت ہوتا ہے یا عرض لہذا فنا سوائے صورت یا عرض کے جائز نہیں۔ اور ہم اس کی اصلاح کر دیں کہ نفس محل کے اندر حال نہیں ہے بلکہ یہ جوہر ہے جو اپنے آپ سے قائم ہے یہ نہ جسم ہے نہ جسمانی ہے لہذا اس پر فنا جائز نہیں ہے اور انحلال بدن کے بعد بھی یہ معدوم نہیں ہوتی۔

Marfat.com

ارکان اسلام

وادی

Marfat.com

حقیقی وضو کا بیان

حقیقی وضو اور غسل کا طریقہ یہ ہے کہ کائنات میں تصرف کے پانی سے ہاتھ دھوئے۔غرارے کرے اس عہد کے پانی سے کہ لا یعنی گفتگو سے پرہیز کرے گا۔ناک میں پانی ڈالے کہ نفسانی خواہشات کی بو سے دور رہے گا۔ چہرا دھوئے کہ حق کے علاوہ کسی کی طرف توجہ نہیں کرے گا۔ جسمانی راحت ولذت کو دور کرنے کے عہد کے پانی سے بازو دھوئے اور سر کا مسح عاجزی کے پانی سے کرے۔ کانوں کا مسح کرے کہ فضول کلام نہیں سنے گا اور گردن کا مسح کرے کہ حق کے فرمان کے علاوہ اس کو کسی کے آگے خم نہیں کرے گا اور پاؤں دھوئے کہ ان کے ساتھ چل کر کوچہ یار کی طرف جانا ہے۔

کوچه معشوقی باغی دل کشائے

عاشق است نه بنیم از هر گلهائے

محبوب کا کوچہ ہی میرے لیے ایک حسین باغ ہے۔میں عاشق ہوں کسی اور باغ کے پھول نہیں دیکھتا وضو کرنے والے کے لیے میں نے نو(۹) مطلب رکھے ہیں کہ اعضاء ان سے جدائی حاصل کریں۔اس طرح وہ وضو کے وقت اپنی فنا حاصل کرے تا کہ اس کو بقاءِ ذات نظر آئے۔اس لیے کہا جاتا ہے کہ نماز سے پہلے وضو میں بھی حضوری چاہیے اور انہی نشانیوں کو غسل کے وقت بھی نظر میں رکھے۔اسی طرح تیمّم میں خاک کی آمیزش ہے اس میں اس بات کا اشارہ ہے کہ اللہ نے انسان کو خاک سے بنایا ہے اور پھر خاک کردے گا۔

در بهاراں کے شود سر سبز سنگ

خاك شوتا گل بر آید رنگ برنگ

بہاروں میں پتھر بھلا کب سر سبز ہوئے ہیں۔خاک بن جا تا کہ تیرے من میں رنگ برنگے پھول اُگ آئیں

"کشف المحجوب" میں لکھا ہے کہ طہارت کی دو اقسام ہوتی ہیں۔ایک بدن کی طہارت اور دوسری دل کی طہارت۔لہٰذا بدنی طہارت کے بغیر نماز درست نہیں اور دل کی طہارت کے بغیر معرفت درست نہیں۔بدن کی طہارت کے لیے مطلق پانی کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ مستعمل نہ ہو اور نہ ہی ملوث ہو۔اسی طرح قلبی طہارت کے لیے خالص توحید چاہیے شک زدہ اور اختلاط زدہ

Marfat.com

عقیدہ نہیں۔صوفیا کرام ظاہر کو طہارت سے اور باطن کو توحید سے آراستہ کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم خواصؒ کے بارے میں ہے کہ وہ رے کی ایک مسجد میں تھے کہ ان کو پچس لگ گئے تو انہوں نے دن رات میں ساٹھ بار غسل کیا اور آخر اسی میں وفات پا گئے۔

حضرت شیخ شبلیؒ کے بارے میں آتا ہے کہ بوقت رحلت ان کی طہارت نہ رہی تو مرید کو اشارہ کیا کہ مجھے طہارت دو۔مرید نے ان کو طہارت دی اور داڑھی کا خلال کرنا بھول گیا۔آپ غشی میں تھے اور گفتار کی طاقت نہ تھی۔اس مرید کا ہاتھ پکڑا اور خلال کی طرف اشارہ فرمایا۔

حضرت ابوزیدؒ فرماتے ہیں کہ جب بھی میرے دل میں دنیا کا اندیشہ آتا میں وضو کرتا ہوں اور جب آخرت کا اندیشہ آتا تو غسل کرتا ہوں۔اس لیے کہ دنیا محدث ہے اور اس کا خیال حدث ہوا تو حدث سے پاکی وضو کر کے حاصل کرتا ہوں۔اور عقبیٰ غیبت اور آرام کا محل ہے لہذا اس کا اندیشہ خباثت ہوا تو خباثت سے غسل کر کے طہارت حاصل کرتا ہوں۔

نماز حقیقی کا بیان

نماز حقیقی یہ ہے کہ اللہ کی تنزیہہ کو اپنا قبلہ بنائے اور اس کو اپنے سامنے جانے اس پر یہ حدیث دلیل ہے کہ وَاعْبُدْ رَبَّکَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ اپنے رب کی اس طرح عبادت کر جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے۔لہذا بڑے شوق سے عین مشاہدہ سے اس کی تکبیر کہے۔اور نیت کرے کہ سوائے تیرے میں کسی کی عبادت نہیں کرتا۔کانوں کا ہاتھوں کی طرف اٹھانا اس بات کا اشارہ ہو کہ سوائے تیرے میں سب سے بیزار ہوں۔اور سر جھکائے کھڑا رہنا اس بات کا اشارہ ہو کہ تیرے بہت زیادہ فضل وانعام کے سامنے میں سرنگوں ہوں اور شرمسار ہوں اور ہاتھ باندھے کھڑا ہوں۔سجدہ اس بات کا اشارہ ہے کہ میں اپنے چہرے کو تیرے در کی مٹی پہ ملتا ہوں۔اور قعدہ اس بات کا اشارہ ہوتا ہے کہ میں تیری عبادت کے علاوہ کہیں سکون نہیں پاتا ہوں۔دائیں بائیں سلام پھیرنا اس بات کا اشارہ ہوتا ہے کہ میں دائیں بائیں تجھے ہی دیکھتا ہوں۔لہذا معلوم ہوا کہ نماز کا مقصد حضرت حق کی حضوری ہے۔لہذا نمازی کو چاہیے کہ ہر طرح ان باتوں کا خیال رکھے ورنہ اس کی نماز ناقص اور بے فائدہ ہے۔

حضور غوث اعظمؒ "غنیۃ الطالبین" میں رقمطراز ہیں کہ بے حیائی اور برائی کا چھوٹ جانا

Marfat.com

نماز مقبول کی نشانی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ (نماز بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روکتی ہے) نماز کسی بھی وقت ساقط نہیں ہوتی۔ روزہ سال میں ایک بار، حج بشرط استطاعت عمر میں ایک بار اور کلمہ طیبہ کہ جس کو بندہ پڑھ کر مسلمان ہوتا ہے اس کا ایک بار پڑھنا فرض ہے مگر نماز ہر دن میں پانچ بار ادا کرنا فرض ہے۔ اگر کھڑے ہو کر ادا نہیں کر سکتا تو بیٹھ کر پڑھے۔ اور اگر بیٹھ کر ادا نہیں کر سکتا تو لیٹ کر اشارے سے پڑھے۔ اور اگر دشمن کا خوف ہو تو اپنی دوڑتی ہوئی سواریوں پر پڑھے۔ الغرض جب تک عقل ہے کسی صورت ساقط نہیں ہوتی۔ مسلمان اور کافر کے درمیان فرق یہی نماز ہے۔ لہٰذا امام شافعیؒ کے نزدیک جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والے کو قتل کر دیا جائے۔

"کشف المحجوب" میں لکھا ہے کہ جان لے کہ نماز ایسی عبادت ہے کہ مرید شروع سے لے کر آخر تک اس میں ہی راہ حق پاتے ہیں اور ان کے مقامات کا کشف بھی اسی کے اندر ہوتا ہے۔ لہٰذا مریدوں کے لیے طہارت توبہ کے قائم مقام، پیر سے تعلق جوڑنا قبلہ تک پہنچنا، قیام مشاہدہ نفس، قرأۃ دائمی ذکر، رکوع تواضع، سجدہ معرفتِ نفس اور تشہد و سلام دنیا سے تفرید اور بندہ کے مقامات سے باہر آنے کا نام ہے۔

ایک گروہ کا کہنا ہے کہ نماز حضوری کا ذریعہ ہے اور ایک گروہ کا کہنا ہے کہ نماز غیبت کا ذریعہ ہے۔ اسی وجہ سے کہ ان کی نمازیں شب کمال میں مقام جمع پر ہوتی ہے۔ وہ وہاں جمع ہوتے ہیں۔ وہ دن رات نماز میں ہوتے ہیں۔ فرائض و سنن اور نفل وغیرہ بھی ادا کرتے ہیں۔

حضرت سہیل بن عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ صادق وہ ہوتا ہے کہ اللہ ایک فرشتے کو اس پر مقرر فرما دیتا ہے۔ اگر نماز کا وقت آئے اور وہ سویا ہوا ہو تو وہ فرشتہ اس کو جگا دیتا ہے۔

حضرت شاہ منصور حلاجؒ نے دن رات میں چار سو رکعت پڑھنا اپنے اوپر فرض کر رکھا تھا۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ جس مقام پہ ہیں کیا یہ اس مقام میں رنج نہیں؟۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ رنج و راحت تمہارے حال کی نشانی ہے۔ جو فنافی الصفت ہو چکے ہیں ان پر رنج و راحت کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ دیکھو کاہلی کا نام رسیدگی (کمال) اور حرص کو طلب کا نام نہیں دینا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ بچپن کے زمانے میں، میں نے ایک عبادت گزار عورت کو دیکھا۔ وہ نماز میں تھیں کہ ایک بچھو نے ان کو چالیس جگہ زخم کیا (ڈنگ مارا) لیکن اس کے

Marfat.com

استغراق میں کوئی فرق نہ آیا۔ جب نماز سے فارغ ہوئی تو میں نے ان سے کہا کہ اماں جان! آپ نے بچھو کو دور کیوں نہ ہٹایا۔ انہوں نے جواب دیا کہ تو ابھی بچہ ہے۔ یہ کس طرح جائز ہے کہ میں اس حق تعالیٰ کا کام کرتے ہوئے اپنا کام سرانجام دیتی؟۔

حضرت ابوالخیر اقطعؒ کو پاؤں میں آکلے کا مرض لگ گیا۔ اطباء حضرات نے کہا کہ پاؤں کاٹنا پڑے گا آپ اس پر راضی نہ ہوئے۔ لوگوں نے کہا کہ جب یہ نماز ادا کر رہے ہوں تو ان کا پاؤں کاٹ دینا۔ ایسا ہی ہوا اور ان کو خبر تک نہ ہوئی۔ اسی طرح ایک جنگ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں مبارک میں تیر لگ گیا۔ ان کا تیر بھی نماز کی حالت میں نکالا گیا اور ان کو خبر تک ہوئی۔

بعض حضرات فرائض سرعام ادا کرتے ہیں اور نوافل تنہائی میں ادا کرتے ہیں اور ایسا اس لیے کرتے ہیں تاکہ ریاکاری سے بچ جائیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہم اگرچہ صدق دل سے عبادت کرتے ہیں اور ریا نہیں سمجھتے مگر لوگ دیکھیں تو یہ بھی ایک قسم کی ریا ہے۔ ایک دوسرا گروہ فرائض و نوافل کو آشکار ادا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ریا باطل ہے اور اطاعت حق ہے اور باطل کے لیے ہم حق کو کیوں ترک کریں؟۔ لہذا دل کو ریاکاری سے پاک کرنا چاہیے اور جب چاہے تو ایسی عبادت کرے۔

خواجہ محمد پارساؒ اپنی کتاب "تحقیقات" میں فرماتے ہیں کہ نماز ظاہری اور باطنی دونوں لحاظ سے اللہ پاک کے ساتھ مشغول ہو جانا ہے۔ اس کا مقصد دل کو اس کی یاد سے سیدھا رکھنا اور اس کے ذکر سے تازہ کرنا ہے۔ یہ عبادت ہے اور عبادت عبودیت سے بھی ہے اور عبودیت اس چیز کا نام ہے کہ اپنی عاجزی اور اس کی عظمت کو ہر لحاظ سے یاد رکھے۔ (نماز میں) ستر پوشی کا ظاہر یہ ہے یہ کہ جو ظاہری طور پر برا ہے اس کو مخلوق کی نظر سے چھپالو اور باطنی ستر پوشی یہ ہے کہ جو تیرے باطن کی برائی ہے اس کو خالق کی نظر سے پوشیدہ رکھے۔ (یعنی جو دل کو برا لگے وہ برائی بھی نہ کرے۔ ظاہری مطلب نہ لیا جائے کہ اللہ سے بھلا کیا چھپا رہ سکتا ہے؟) اور قبلہ کی طرف منہ کرنے کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ تو نے ہر طرف سے منہ موڑ لیا اور اس کی روح یہ ہے کہ دونوں جہانوں میں جو کچھ ہے، کو چھوڑ کے دل کو تیری طرف پھیر لیا کہ دل ایک ہے نہ کہ دو تو اس میں ایک ہی رہے گا۔ قیام کا مطلب اس کے سامنے سر جھکانا ہے اور اس کی روح یہ ہے کہ دل تمام حرکات سے تائب ہے۔ رکوع و سجود کا ظاہر اس کے حضور جھکنا ہے اور ان کی روح یہ ہے کہ دل اس کے حضور جھک جائے۔ تشہد میں اس کے جمال کا مشاہدہ کرے۔ اللہ اکبر کا مطلب یہ ہے وہی بزرگ

Marfat.com

وبرتر ہے لہٰذا اگر کوئی اور تیرے دل میں اس سے بزرگ ہے تو پھر اللہ اکبر کہنا درست نہ ہوا۔ ارشاد ہے کہ اَفَرَأَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ اور وَجَّهْتُ وَجْهِیَ (منہ کعبہ شریف کی طرف) کا مطلب یہ ہے کہ میں تمام عالم سے منہ موڑ کر تیری طرف آ گیا۔ اگر اس حالت میں بھی دل کسی اور محبوب کے انتظار میں ہے تو یہ کہنا جھوٹ ہوگا۔ اور اگر پہلا کلمہ ہی جھوٹا ہے تو باقی نماز کا کیا اعتبار؟۔

جب اَلْحَمْدُ لِلّٰه کہے تو اس کی تمام نعمتوں کو دل میں یاد کرے تا کہ دل شاکر ہو جائے۔ جب اِیَّاکَ نَعْبُدُ کہے تو دل میں اخلاص کی حقیقت تازہ ہو جانی چاہیے۔ جب اِهْدِنَا کہے تو دل آہ وزاری سے متصف ہو۔ یعنی جو بھی الفاظ ادا کرے کوشش کرے کہ دل ان الفاظ کی صفات سے متصف ہو جائے۔ حاصل کلام یہ کہ نماز کے مطلوب سے محروم نہ رہے اور اَلصَّلٰوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ کے مرتبہ تک پہنچے۔

بعض جاہل اور ملحد لوگ کہتے ہیں کہ جس کو نمازِ دوام کا درجہ حاصل ہو جائے اس سے نماز ساقط ہو جاتی ہے اور اس آیت کو بطور دلیل ذکر کرتے ہیں کہ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَائِمُوْنَ (اور وہ اپنی نمازوں پہ ہمیشگی والے ہیں) مگر جاہل لوگ یہ نہیں جانتے کہ مفسرینِ کرام کے نزدیک دوام سے مراد نماز پنجگانہ پر ہمیشگی ہو جانا ہے۔ یعنی وہ پانچوں نمازیں ادا کرتے ہیں۔ نماز دوام سے جو مراد ملحدین نے لی ہے وہ بے معنی ہے کہ اس معنی کا اطلاق نیند، باتیں کرتے ہوئے، پیشاب کرتے ہوئے، پاخانہ کرتے ہوئے اور دیگر نفسانی امور پہ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر صلوٰۃ سے ان کی مراد ذکر ہے تو یہ کسی بھی لغت کی کتاب میں نہیں آیا اور نہ ہی مفسرین میں سے کوئی اس طرف گیا ہے (یعنی صلوٰۃ کا یہ معنی ذکر کیا ہے)۔

حقیقی روزے کا بیان

جان لو کہ روزے کے چند درجات ہیں۔ ایک یہ کہ نیت کے ساتھ کھانے، پینے اور جماع سے دن بھر کے رہنے کا نام روزہ ہے اور یہ روزہ عوام کا ہے۔ ایک درجہ یہ ہے کہ بندہ اس سے بھی باز رہے جو پہلے درجہ میں ذکر کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ غیبت، جھوٹ، چغلی، فحش کلامی اور ہر اس چیز سے کہ جو کاملین کے لیے مناسب نہیں ہے مثلاً بے معنی گفتگو اور کام اور اخلاق رزیلہ سے

Marfat.com

بھی رُکا رہے۔اس روزے کے لیے سات چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

۱۔ ہر چیز سے آنکھ کی حفاظت کرے اور اس کو اللہ کی طرف لگائے رکھے، خصوصاً اس چیز سے ضرور بچائے کہ جس میں شہوت ہو، نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ نظر شیطان کے زہر میں بجھے ہوئے تیروں میں سے ایک تیر ہے اور جو کوئی اللہ کے ڈر سے نظر جھکائے رکھتا ہے اللہ اس کو خلعتِ ایمان عطا فرماتا ہے کہ جس کی حلاوت وہ دل میں محسوس کرتا ہے۔

۲۔ ہر غیر ضروری اور بے ہودہ بات سے زبان کو بچائے کہ یا تو خاموش رہے یا ذکر میں مصروف رہے۔

۳۔ کانوں کو (بری باتیں سننے سے) محفوظ رکھے کہ ہر بات کہہ جانے والے کو بھی سننا مناسب نہیں ہے۔ان سے بچے کہ سننے والے کہنے والے کے شریک ہوتے ہیں۔

۴۔ بازوؤں کو نامناسب کاموں سے بچائے۔ ہر بندہ جو روزہ بھی رکھتا ہے اور برے کام بھی کرتا ہے اس بیمار کی طرح ہے کہ جو زندگی بھی چاہے اور زہر بھی کھاتا جائے۔

۵۔افطار کے وقت حرام اور شک والی کوئی چیز نہ کھائے اور خالص حلال بھی زیادہ نہ کھائے کہ روزے کا مقصد شہوت کو کمزور کرنا ہے۔اور دو وقت کا کھانا ایک بار کھا جانا تو شہوت کو زیادہ کرے گا۔اور بہت قسم کا کھانا نہ کھائے کہ شریعت و طب کے اعتبار سے ممنوع ہے کہ جب تک معدہ خالی نہ ہوگا دل صاف نہ ہوگا۔

تا شکم خالی نکردی نیست گلبانگت بلند

این صدا از باطن مضمار می آید مرا

جب تک تو نے پیٹ خالی نہ کیا (تب تک) تیری خوبصورت آواز بلند نہ ہوگی۔ یہ صدا مجھے باطن مضمار سے آتی ہے

زیادہ کھانے کی وجہ سے رات کی نماز اکثر فوت ہو جاتی ہے۔اور اگر سحری میں زیادہ کھائے گا تو دن میں زیادہ نیند آئے گی تو ذکر اذکار رہ جائیں گے جو کہ روزے کا مقصد ہے۔

۶۔ روزے سے متعلق اس کا دل خوف اور امید کے درمیان رہے کہ آیا اس کا روزہ قبول ہوا ہے یا رد کر دیا گیا ہے؟۔

۷۔ روزہ خاص الخاص امر ہے۔اس کا ایک بلند ترین مرتبہ جو یہ ہے کہ اپنے دل کو غیر حق

Marfat.com

کے اندیشہ سے محفوظ رکھے۔ بہت زیادہ کھانا محقق کے لیے حدث اور سالک کے لیے حق تعالیٰ کے دروازے سے دور ہونے کا سبب ہے اور بھوک کو مقام حمدیت کہتے ہیں۔ حدیث قدسی ہے کہ اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ (روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا)۔ روزہ ایک راز ہے جس کا ظاہر سے کوئی تعلق نہیں ہے اور غیر کا اس کے اندر کوئی حصہ نہیں ہے۔

بعض مشائخ لگاتار روزے رکھتے ہیں، بعض سوائے رمضان کے نہیں رکھتے تھے اور بعض نفلی روزے پوشیدہ رکھتے تھے۔ اگر کوئی کھانا پیش کرتا تو کھا لیتے اور بعض نہیں کھاتے تھے۔ اور بعض ایام بیض کے روزے رکھتے ہیں۔ اور کچھ مشائخ رجب، شعبان اور رمضان کے مہینے میں روزے رکھتے ہیں اور بعض ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھتے ہیں۔ حقیقت میں مجاہدہ بھوک کا نام ہے۔ بھوک اللہ کا کھانا ہے زمین میں۔ اور بھوک عقلی و شرعی اعتبار سے ہر مذہب میں پسندیدہ چیز ہے۔ اگر کوئی مذکورہ شرائط سے ہٹ کر روزہ رکھتا ہے تو اس کو سوائے بھوک کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رُبَّ صَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ صِیَامِہٖ اِلَّا الْجُوْعُ وَالْعَطَشُ (کتنے ایسے روزہ دار ہیں کہ ان کا روزہ صرف بھوک اور پیاس ہے)۔ صوم وصال میں اختلاف ہے جو رکھتے ہیں وہ نہی کو شفقت کہتے ہیں نہ کہ تحریم اور درحقیقت صوم وصال ایک امر محال ہے۔ اس لیے کہ جب دن گزر گیا تو رات کا روزہ نہیں اور جب رات کو روزے سے ملا دیا تو وصال نہ رہا۔ بعض مشائخ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ رمضان کے پورے مہینے کچھ نہیں کھاتے تھے اور ختم قرآن کی کثرت اور نوافل جیسی مشکل ریاضتوں میں مصروف رہتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن خفیفؒ کے بارے میں آتا ہے کہ جب آپ نے دنیا سے کوچ کیا تو اس وقت تک لگاتار چالیس چلے کر چکے تھے۔ صوفیاء کرام چلے کی دلیل اس آیت کو بناتے ہیں کہ وَوَاعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَۃً وَّاَتْمَمْنٰھَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّہٖٓ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً (اور جب ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور پھر دس اور ملا کر ان کو مکمل کر دیا تو اس کے رب کی چالیس رات کی مدت پوری ہوئی)۔

مرید کی تین نشانیاں ہیں غلبہ اس کی نیند، ضرورت اس کا کلام اور فاقہ اس کی خوراک ہے۔ (یعنی جب نیند کا غلبہ ہو تب سوئے، ضرورت کے علاوہ کلام نہ کرے اور بھوک کے بغیر کھانا نہ کھائے)۔ فاقے کی مقدار بعض مشائخ کے ہاں تین دن رات، بعض کے ہاں ایک ہفتہ اور بعض

Marfat.com

کے نزدیک چالیس دن رات ہے۔ اور اکثر کا اسی پر اتفاق ہے۔ ایک شیخ کا کہنا ہے کہ میرے نزدیک شراب کے نشے میں مست بندہ کسی جگہ گر پڑے گا مگر مخلوق تو اس کی آفت سے محفوظ رہے گی۔ مگر جب رزق حلال سے بھرے ہوئے پیٹ والے پہ شہوت غالب آئے گی تو اس سے مخلوق فساد میں مبتلا ہو جائے گی۔

زکوٰۃ حقیقی کا بیان

جان لو کہ زکوٰۃ ادا کرنا شکرانِ نعمت ہے۔ اور اسی طرح تندرستی بھی ایک عظیم نعمت ہے لہذا جسم کے ہر عضو پر زکوٰۃ ہے۔ اور اعضاء کی زکوٰۃ یہ ہے کہ ان کو ذکر اور عبادت میں مشغول رکھے اور کسی قسم کا لہو ولعب اس سے سرزد نہ ہو۔ اسی طرح ظاہری اعضاء کے ساتھ ساتھ باطنی زکوٰۃ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اتنی نعمتیں ہیں کہ ان کی گنتی ممکن نہیں پس ان کی زکوٰۃ یہی ہے کہ جب حق تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں تو کوئی لمحہ اس کے ذکر سے خالی نہ ہونا چاہیے۔ صوفیہ کرام کے نزدیک دنیاوی نعمتوں کو محفوظ (جمع) کرنا پسندیدہ کام نہیں۔ کیونکہ بخل ایک ناپسندیدہ امر ہے اور یہ تو ایک بہت بڑی کنجوسی ہے کہ دو سال تک مال کو روک کر رکھا جائے کہ بعد ازاں پانچ درہم ادا کر دیں گے۔

علماء ظاہر میں سے ایک عالم شیخ شبلیؒ کے پاس آیا اور بغرض امتحان ان سے پوچھا کہ زکوٰۃ کیا کچھ دینی چاہیے؟۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر بخل موجود ہو اور مال دو سو درہم جمع ہو جائے تو اس سے پانچ درہم دے دے۔ یہ تمہارے مذہب کے مطابق ہے اور رہا ہم (صوفیا) کا نظریہ تو ہم کسی چیز کو جمع ہی نہیں کرتے تاکہ زکوٰۃ سے جان چھوٹ جائے۔ تو اس عالم نے پوچھا کہ اس مسئلہ میں آپ کی دلیل کیا ہے؟۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات مبارک کہ ان کے پاس جو کچھ تھا وہ اللہ کی راہ میں دے دیا۔ نبی پاک ﷺ نے دریافت فرمایا مَاتَرَکْتَ لِعَیَالِکَ اپنے گھر والوں کیلئے کیا چھوڑا ہے؟۔ انہوں نے جواب دیا اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ ان کے لیے اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی کافی ہیں۔ حضرت علیؓ ایک قصیدے میں فرماتے ہیں کہ

فَمَا وَجَبَتْ عَلَیَّ زَکٰوۃُ مَالٍ
وَھَلْ یَجِبُ الزَّکٰوۃُ عَلَی الْجَوَادِ

مجھ پر کبھی مال کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوئی اور کیا سخی پر بھی زکوٰۃ واجب ہو سکتی ہے؟۔

Marfat.com

اگر کوئی جہالت کا ارتکاب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میرے پاس مال ہی نہیں تو میں علم زکوٰۃ سے بے نیاز ہوں۔ تو یہ محال ہے کیونکہ علم سیکھنا فرض عین ہے اور علم سے بے نیازی محض کفر ہے۔ یہ چیز زمانے کے فتنوں میں سے ایک فتنہ ہے کہ صلاح و فقر کا دعویٰ کرنے والے علم حاصل کرنا ترک کر دیں۔ اور مشائخ میں سے بعض نے زکوٰۃ لی ہے اور بعض نے نہیں لی۔ (1) (اگر زکوٰۃ لی ہو تو) اس صورت میں بھی ان کا ہاتھ اوپر ہے کہ جس نے لی ہے نہ کہ اس کا کہ جس نے دی۔ کیونکہ اگر وہ زکوٰۃ لیتے ہیں تو اس نیت سے کہ مسلمانوں کو اس بوجھ سے آزاد کر دیں۔ جو زکوٰۃ دیں تو ان کی نیت یہ ہوتی ہے کہ قیامت کے دن ان کو اس فریضہ کے ترک کرنے پر پکڑ نہ لیا جائے۔ (یعنی مواخذہ نہ ہو) اس صورت میں اوپر والا ہاتھ ان کا ہی ہوا نہ کہ دینے والے کا۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر پیغمبروں کا ہاتھ بھی نیچے والا ہوگا اور امت کا اوپر والا اور یہ چیز جائز نہیں ہوگی۔ اگر کوئی سوال کرے کہ اگر اللہ کے پیغمبر کسی سے کوئی چیز قبول فرمائیں تو اس صورت مذکور کے مطابق ان کا ہاتھ بھی نیچے والا ہوگا؟۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح کہنا انبیاء کرام کے شان کے مناسب نہیں ہے۔ اس صورت میں اوپر والا نیچے والے کو کہا جائے گا کیونکہ انبیاء کرام کا ہاتھ حقیقت میں بھی اونچا ہی ہوتا ہے اور یہ جماعت سب سے افضل ہے۔

زکوٰۃ دل کو غیر کی یاد اور بخل کی پلیدی سے پاک کرتی ہے کیونکہ بخل ایک نجاست ہے اور دل کو اللہ کی یاد سے دور کیے رکھتی ہے۔ مثلاً اگر انسان کا لباس ناپاک ہو جائے اور وہ اس کو پاک نہ کرے تو اس کے ساتھ نماز ادا نہیں کر سکتا۔ اس طرح بخل سے دل پلید ہو جاتا ہے لہٰذا جب تک دل کو اس سے پاک نہ کیا جائے مشاہدہ حاصل نہ ہوگا۔ اور بخل کی پلیدی سے دل کو نجات مال خرچ کر کے ہوتی ہے۔ تو گویا زکوٰۃ ایک پانی کی طرح ہے کہ جو بخل کی نجاست انسان کے باطن سے دھو ڈالتی ہے۔ مال سب کو طبعی طور پر پسند ہوتا ہے، اسی لیے مال کی خاطر باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو قتل کر دیتا ہے۔ لہٰذا اسی لیے حق تعالیٰ نے محبوب اشیاء کے واسطے سے انسان کا امتحان لیا کہ محب وہ ہی ہوتا ہے کہ جو مال کو اس کی راہ میں نثار کر دے اور اگر کوئی اس کے راستے میں مال بھی نہ دے اور محبت کا دعویٰ بھی کرے تو وہ جھوٹا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تَرْکُ الدُّنْیَا رَأْس کُلِّ الْعِبَادَةِ کہ دنیا کا ترک کرنا تمام عبادتوں کی بنیاد ہے۔ بعض کے نزدیک زندگی محبوب ہے اور بعض کے نزدیک عزت اور مال کو تو تقریباً سب ہی محبوب رکھتے ہیں۔ مگر اولیاء اللہ جب

Marfat.com

تک اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کریں اور صائم الدھر اور قائم اللیل نہ بن جائیں اور عبادت و ریاضت میں مشغول نہ ہو جائیں ان کی ہمت کمال نہیں پاتی۔ بعض مشائخ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے مال لوگوں کو دینے کی بجائے دریا میں ڈال دیا۔ جیسا کہ حضرت جنید بغدادیؒ کے بارے میں آتا ہے کہ پہلے ان کے پاس بہت مال تھا۔ جب تارک بنے تو تمام مال کو دریا میں ڈال دیا۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ نے حق داروں کو کیوں نہ دیا؟۔

انہوں نے جواب دیا کہ میں نے مال کو پلید سمجھا اور اس کو خود سے دور کر دیا۔ لہذا مسلمان بھائیوں کو وہ پلید چیز کیسے دے دوں؟۔ جس چیز کو اپنے لیے پسند نہیں کرتا اس کو دوسروں کے لیے پسند کیوں کروں؟۔

حج حقیقی کا بیان

حج حقیقی یہ ہے کہ دل کو برائیوں سے صاف کرے، خواہشوں اور لذتوں کو ترک کرے اور غیروں کے ذکر سے منہ موڑ کے معرفت کے میدانِ عرفات میں قیام کرے۔ وہاں سے مزدلفہ محبت کا ارادہ کرے، پھر سر کو تنزیہہ حق کے طواف میں لے جائے۔ پھر فاسد خیالات اور خواہشات کو امن کے منیٰ میں اتار پھینکے، پھر مقام خلت تک پہنچنے کے لیے نفس کو مجاہدہ کی قربانگاہ میں قربان کر دے۔ پس تن کے مقام میں داخل ہونا تلوار سے اور دل کے مقام میں داخل ہونا قطعیت سے امن ہوتا ہے۔

حضرت محمد بن فضلؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اس شخص پر تعجب ہے کہ جو اس کا گھر دنیا میں ڈھونڈے مگر دل میں مشاہدہ نہ کرے۔ کہ گھر کبھی ملتا ہے اور کبھی نہیں ملتا لیکن دل کا مشاہدہ دائمی ہوتا ہے۔ وہ پتھر کہ جس کی زیارت کرنا فرض ہے اس پر ایک نظر ڈالی گئی ہے تو اس سے وہ دل بہتر نہ ہوا کہ جس پر رات دن میں تین سو ساٹھ بار نظر ڈالی گئی ہو۔ حضرت ابو یزیدؒ فرماتے ہیں کہ جب میں نے پہلا حج کیا تو سوائے خانہ کے کچھ نہ دیکھا۔ دوسری مرتبہ خانہ بھی دیکھا اور خدا بھی۔ تیسری مرتبہ خدا تو نظر آیا مگر خانہ نظر نہ آیا۔ لہذا پتا چلا کہ قیمت مشاہدہ کی ہے نہ کہ گھر کی۔

ایک بندہ حضرت جنید بغدادیؒ کے پاس آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ کہاں سے آ رہے ہو؟۔ اس نے کہا کہ حج کر کے آ رہا ہوں۔ آپ نے اس سے پوچھا جب حج کے لیے گھر سے

Marfat.com

رخصت ہوا تو کیا سب گناہوں کو بھی رخصت کیا؟۔ جب تو راستہ طے کر رہا تھا تو کیا طریقت کی راہ حق بھی طے کر رہا تھا؟۔ جب تو نے احرام باندھا میقات سے تو کیا صفات بشری سے بھی جدا ہوا تھا؟۔ جب تو عرفات میں کھڑا ہوا تو کیا مجاہدے اور کشف کی دولت حاصل ہوئی؟۔ جب مزدلفہ پہنچا تو کیا خواہشات نفسانی سے چھٹکارا ہوا؟۔ جب تو نے طواف کیا تو کیا سر کی آنکھوں سے مقام تنزیہہ میں جمال لطیف کو دیکھا؟۔ جب تو نے صفا و مروہ کی سعی کی تو کیا حق کی صفاء اور اپنی میل کو دیکھا؟۔ جب تو منیٰ میں پہنچا تو کیا تیری ہستی تجھ سے ساقط ہوئی؟۔ جب تو قربان گاہ میں پہنچا تو کیا تو نے نفس کی قربانی کی اور جب تو نے شیطان کی طرف پتھر مارے تو کیا اپنی خواہشات بھی پھینکیں تھیں؟۔ اس حاجی نے جواب دیا کہ نہیں میں نے تو ایسا کچھ نہیں کیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ واپس جاؤ اور اس طریق پر حج کر کے آؤ تا کہ مقام ابراہیم نصیب ہو۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے منیٰ کے میدان میں ایک جوان کو ساکن بیٹھے دیکھا۔ جبکہ باقی سارے لوگ قربانی میں مشغول تھے۔ میں اس کی طرف دیکھتا رہا کہ کیا کرتا ہے؟۔ میں نے دیکھا کہ اس نوجوان نے کہا کہ اے اللہ! ساری مخلوق قربانی کر رہی ہے میں بھی اپنے نفس کو تیرے حضور قربان کرتا ہوں۔ مجھ سے اس کی قربانی قبول فرما۔ یہ کہا اور انگشتِ سبابہ سے اپنے گلے پر چھری چلانے کا سا اشارہ کیا اور پھر گر پڑا۔ جب میں نے دیکھا تو اس کی روح اس سے جدا ہو چکی تھی۔ اس پر اللہ کی رحمت ہو۔

حج کی دو اقسام ہیں۔ ایک حالت غیبت میں اور دوسرا حالت حضوری میں۔ جو حج مکہ میں (موجود رہ کر بھی دل کی) غیبت میں ہو وہ ایسا ہی ہے کہ جیسا کہ وہ اپنے گھر میں تھا تو (مشاہدہ مقامات سے) غائب تھا۔ لہذا (مکہ میں رہ کر) غیبت اس غیبت سے بہتر نہ ہوئی۔ (دوسرا حج یعنی حضوری والا) اس طرح ہے کہ اگر کوئی گھر میں رہ کر بھی حاضر ہے اس طرح کہ مکے میں بھی حاضر ہو تو گویا حضوری دوسری حضوری سے اچھی نہیں۔ لہذا حج کشفِ مشاہدہ کے لیے ایک مجاہدہ ہے۔ اور مشاہدہ مجاہدے کی علت نہیں بلکہ سبب ہوتا ہے۔ اور معنوی حقیقت میں سبب کی کوئی اتنی زیادہ تاثیر نہیں ہوتی۔ لہذا معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ کی زیارت حج کا مقصود اصلی نہیں۔ اور کمال بندگی یہی ہے کہ جو کچھ بھی کرے صرف بندگی اور محبت کے ساتھ کرے۔ اس طرح کہ اس کے باطن میں بھی اس کے کرنے کا کوئی تقاضہ پیدا نہ ہونے پائے۔ لہذا سعادت یہی ہے کہ سوائے حق کی دید، اس

Marfat.com

کے ذکر اور اس کے احکام کی بجا آوری کے کچھ سرزد نہ ہو۔ عارف کو چاہیے کہ سفرِ حج کے احوال و مقامات سے آخرت کے سفر کو یاد کرے کہ اس سفر کا بھی سامان کرے بلکہ مشاہدہ کرے۔ سفرِ حج آخرت کی مثال ہے بظاہر توجہ کا مقصد خانہ خدا ہے مگر باطنی مقصد صرف ذاتِ خدا ہے۔

Marfat.com

وادی
ہشتم تقیط
معرفت و حقیقت

Marfat.com

شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کا بیان

اللہ کے احکام کو شارع سے پانے کا نام شریعت ہے۔ ان احکام پر عمل کرنے کا نام طریقت ہے۔ ان احکام پر عمل کی جزا کو دیکھنا حقیقت اور اس کی جزا کا پالینا معرفت کہلاتا ہے۔ ہم اس کی مزید وضاحت ایک مثال سے کرتے ہیں مثلاً کوئی شخص پیاسا بیٹھا ہوا ہو۔ کوئی آئے اور اس کو پانی کی خبر دے کہ فلاں جگہ پانی ہے۔ اس درجے کا نام شریعت ہے۔ اب وہ پیاسا بندہ پانی کی طرف چل پڑا۔ اس کے پانی کی طرف چل پڑنے کو طریقت کہتے ہیں۔ جب وہ بندہ پانی تک پہنچا اور معائنہ کرلیا کہ یہ واقعی پانی ہے، دودھ یا شہد نہیں ہے تو اس درجے کا نام حقیقت ہے۔ اور جب وہ پیاسا بندہ پانی کو چکھ لے، لذت حاصل کرلے اور اس کو یقین کامل ہو جائے کہ یہ پانی میٹھا ہے، کھاری اور بدمزہ نہیں تو اس درجے کا نام معرفت ہے۔ (اگر جسم سے مثال دی جائے تو) آدمی کے جسم میں جو مقام چمڑے کا ہے (دین میں) وہی مقام شریعت کا ہے۔ اور جو مقام بدن میں رگوں اور گوشت کا ہے وہی مقام دین میں طریقت کا ہے۔ بدن میں جو مقام ہڈیوں کا ہے وہی مقام دین میں حقیقت کا ہے اور معرفت کا مقام وہی ہے جو بدن میں روح کا اور زندگی کا ہے۔ پس یہ چاروں چیزیں آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ اور ایک دوسرے کے بغیر نامقبول اور نادرست ہیں۔ اور یہی مذہب محمدی ﷺ ہے۔ اے اللہ مجھے یہ سب (چار) عطا فرما۔ اس کے علاوہ سب کچھ باطل، جھوٹ، کفر اور زندقت ہے اور ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

"کشف المحجوب" میں ہے کہ ان دونوں (شریعت اور حقیقت) کو صوفیہ دو طرح سے تعبیر کرتے ہیں۔ اول صحت حال سے ظاہر کرتے ہیں۔ دوم اس کو اقامتِ حال باطن سے اور یہ دونوں غلطی پر ہیں۔ ایک گروہ علمائے ظاہر کا ہے۔ جو کہتا ہے کہ ہم ان کے درمیان فرق نہیں کرتے اس لیے کہ شریعت خود حقیقت ہے اور حقیقت خود شریعت ہے۔ اور ایک گروہ ملاحدہ کا ہے کہ جو ان میں ہر ایک کا قیام دوسرے سے علاوہ جائز سمجھتا ہے اور کہتے ہیں کہ جب حقیقت کھل گئی تو شریعت جاتی رہی اور یہ خیال قرامطہ کا ہے اور شیعہ اور موسوی بھی ان ہی سے ہیں۔ اس نظریے پر ان کی دلیل یہ ہے کہ حکم میں شریعت طریقت سے جدا ہے کیونکہ (ایمان میں) تصدیق قول سے جدا ہے۔ اور آپس میں جدا نہ ہونے پر ان کی دلیل یہ ہے کہ صرف تصدیق ایمان نہیں ہے اور نہ ہی بغیر تصدیق کے قول

Marfat.com

ایمان ہوتا ہے اور قول اور تصدیق کے درمیان فرق ظاہر ہے۔ لہذا حقیقت معنوں سے عبارت ہے اس پر نسخ جائز نہیں ہوتا ہے۔ اور حضرت آدمؑ کی پیدائش سے لے کر دنیا کے فناء ہونے تک وہ یکساں ہے جیسے کہ اللہ کی معرفت۔ اور اسی طرح خلوص نیت سے معاملہ کی نیت مساوی ہے۔

شریعت ان معنوں کا نام ہے کہ اس پر نسخ اور تبدیلی روا ہوتی ہے مثلاً احکام امر و نہی، لہذا شریعت بندے کا فعل ہے اور حقیقت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ عصمت و پاکی کی حفاظت ہے۔ لہذا شریعت کا قیام حقیقت کے بغیر مشکل ہے تو حقیقت کا قیام بھی شریعت کے بغیر امر محال ہے۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ بندہ زندہ جان کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جب اس کی جان نکل جائے تو اس کو مردہ کہتے ہیں۔ جان جسم کے ساتھ ایسے ہے کہ ان کی قدر و قیمت ایک دوسرے کے ساتھ ملے رہنے میں ہے۔ اسی طرح بغیر حقیقت کے شریعت ریاکاری ہے اور بغیر شریعت کے حقیقت منافقت ہے اور اللہ پاک نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے کہ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (جو ہمارے راستے میں مجاہدے کرتے ہیں ہم ان پر اپنے راستے کھول دیتے ہیں)۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ مجاہدہ شریعت ہے اور ہدایت حقیقت ہے ان میں سے ایک (یعنی شریعت) بندے کو احکام ظاہری پر قائم رکھتی ہے اور دوسری (یعنی حقیقت) سے مراد حفاظت حق ہے جو باطنی احوال میں بندے پر قائم ہے۔ لہذا (معلوم ہوا کہ) شریعت کسبی اور حقیقت وہبی چیز ہے۔

Marfat.com

حصہ دوم

Marfat.com

فصل در ذکر آبا و اجداد

Marfat.com

حضرت سید محمد الملقب بالغوث رحمۃ اللہ

سید السادات منبع الفضل والکمالات سید محمد الملقب بالغوثؒ روم سے خراسان تشریف لائے اور پھر وہاں سے ہوتے ہوئے ملتان میں قدم رنجہ ہوئے۔ اکثر شہروں کی سیر کرتے ہوئے ملتان میں واقعہ ایک قصبے اُوچ شریف کو اپنا مسکن بنایا۔ (۱) اُس وقت کے بادشاہ حسین مرزا (۲) بذاتِ خود یا ان سے پہلے یا ان کے بعد کا ایک بادشاہ ان کا مرید ہوا۔ (۳) آپ انتہائی بلند مرتبہ کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت فصیح و بلیغ بھی تھے۔ شعر و شاعری کی طرف بھی آپ کا میلان تھا۔ غزل کا ایک پورا دیوان "دیوانِ قادری" آپ کے نام سے منسوب ہے۔ شاعری میں آپ قادری تخلص اختیار کرتے تھے۔ (۴) مولانا جامیؒ اور آپ کے درمیان خط و کتابت رہتی تھی۔ (۵)

شجرۂ نسب

آپ اپنے والدِ گرامی کے مرید تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب آٹھ واسطوں سے (۶) حضور غوثِ اعظمؒ سے ملتا ہے۔ سلسلہ نسب کچھ یوں ہے: سیّد محمد بن سیّد شمس الدین بن سیّد شاہ میر بن سیّد علی بن سیّد مسعود بن سیّد (۷) احمد بن سیّد صفی الدین (۸) (ان بزرگوں کا مقام روم حما و حلب میں واقع ہے) (۹) بن سیّد ابونصر عبدالسلام بن سیّد سیف الدین عبدالوہاب بن قطبِ ربانی غوثِ صمدانی محبوبِ سبحانی السید ابومحمد عبدالقادر حسنی الحسینی الجعفری الجیلانیؒ۔ اخبار الاخیار میں بھی یہ ترتیب اسی طرح ملتی ہے۔

حالاتِ زندگی

آپ صاحبِ کرامت ولی تھے اور بڑی آسانی سے دریا عبور کر جاتے تھے۔ آپ لاہور تشریف لائے اور کوفت گروں کے محلے میں اقامت اختیار کی۔ (۱۰) آپ کا لباس انتہائی عاجزانہ ہوتا تھا۔ درویشوں کی ایک جماعت ہمہ وقت آپ کے ساتھ ہوتی تھی۔ جب آپ اس محلے میں تشریف لائے اور لوگوں نے آپ کے چہرہ مبارک پر بزرگی کے آثار دیکھے تو آپ کے مرید ہو گئے۔

آپ کے مریدوں میں سے ایک شخص گھوڑوں کا سوداگر تھا۔ وہ کابل سے گھوڑے خریدتا تھا اور پھر انہیں لاہور لا کر بیچا کرتا تھا لیکن بازار کا داروغہ اس شخص سے باقی لوگوں کی بہ نسبت زیادہ محصول وصول کرتا تھا۔ وہ شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا ماجرا آپ سے بیان کیا۔

Marfat.com

آپ نے شفقت فرمائی۔ بذاتِ خود اس شخص کے ساتھ اُس مذکورہ داروغہ کے پاس تشریف لے گئے اور اُس کو اچھا برتاؤ رکھنے کی نصیحت کی۔ مگر داروغے کے دل میں حکومت اور اختیار کا غرور سمایا ہوا تھا۔ لہٰذا اُس نے آپ سے کہا کہ تجھ جیسے درویش کو کارِ حکومت میں مداخلت سے کیا مطلب ہے؟۔ کہیں تم نے بھی اِس سے کچھ رقم تو نہیں لی ہوئی؟۔ آپ یہ سُن کر نہایت رنجیدہ خاطر ہوئے اور اپنے محلے میں واپس تشریف لے گئے۔ واپس آنے کے بعد آپ نے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ تم سب لوگ اپنا ساز و سامان لپیٹ کر مسجد میں چلے آؤ کہ کچھ ہی دیر میں اس داروغے کے محلّہ میں آگ لگنے والی ہے۔ مریدوں نے ایسا ہی کیا اور کچھ ہی دیر میں لوگوں نے دیکھا کہ اس محلے میں آگ بھڑک اُٹھی ہے جس کی ابتداء داروغہ کے مکان سے ہوئی۔ یہ کرامت دیکھنے کے بعد وہ مغرور داروغہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے پاؤں پکڑ کر آپ سے معافی کا طلبگار رہا۔ آپ سے معذرت کی اور توبہ کا خواستگار ہوا۔ اس کی توبہ کرنے کی دیر تھی کہ آگ یک دم بُجھ گئی۔ یہ کرامت ظاہر ہونے کی دیر تھی کہ آپ کی شہرت ہر طرف پھیل گئی۔ آپ اپنے آپ کو ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے اس لیے آپ واپس خراسان تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ وہیں قیام کیا اور اس کے بعد دوبارہ اُوچ شریف چلے آئے اور پھر وہیں سکونت اختیار فرمائی۔

کلام

آپ کے چند اشعار برکت کی خاطر منقول کیے جاتے ہیں۔

رندیم و قلندریم و چالاک
مستیم و مفربدیم و بے باک

ہم بڑے ہوشیار رند بھی ہیں اور قلندر بھی۔ ہم بڑے بے باک مست بھی ہیں اور مفرد بھی

جامیم و صراحیم بادہ
در اُو صدفیم بحرِ خاشاک

ہم ہی جام ہم ہی صراح اور شراب بھی۔ ہم ہی بحرِ خشاک کے موتی ہیں

والی ولایت شش و پنج
حامی بلادِ شہرِ ادراک

ہم ہی مملکتِ تفکر کے سربراہ اور تفہیمِ شہر کے حامی بھی ہیں

Marfat.com

مجموعۂ رازِ عالم دل
منصوبہ کشائے سرِ لولاک

ہم ہی اس کائنات کے دِل کے راز ہیں اور ہم ہی لَوْلاک کے راز کو کھولنے والے ہیں

آئینہ صاف از غل و غش
صاف دل و پاک رائے شکاک

ہمارے دِل کا آئینہ صاف اور ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک ہے اور ہماری رائے بھی شک سے بالاتر ہے

اگر صاف شوی و پاک دائم
میگوئی چو قادری ز دل پاک(۱۱)

اگر تو ہمیشہ کے لیے پاک وصاف ہو جائے تو پھر قادری کی طرح پاک دل سے شعر گوئی کرے گا

ما بلبل بوستان قدسیم
شہبازِ سفید دستِ انسیم

ہم اُس ذات کے گلستانِ قدسیت کے بُلبُل ہیں اور اُسی کے دستِ اُنسیت کے شہباز ہیں

وفات

حضرت سیّد محمد غوثؒ اُوچ شریف میں ہی آرام فرما ہیں۔ان کی وفات مورخہ ۲۷ رجب المرجب (۱۲)۹۲۳ھ میں ہوئی۔

حضرت سید عبد القادر ثانی رحمتہ اللہ

آپ سید محمد الملقب بالغوثؒ کے صاحبزادے ہیں۔آپ اپنے والدِ گرامی ہی کے مرید تھے۔آپ انتہائی اعلیٰ درجات کے حامل اور بہترین فضائل سے متصف تھے۔بہت سے کافروں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور بہت سے نافرمانوں نے توبہ کی۔(۱۳)

حالاتِ زندگی

ظاہری اور باطنی علوم میں مکمل دسترس رکھتے تھے۔جوانی کے دنوں میں آپ طرب وغناء کی

Marfat.com

طرف اس حد تک مائل تھے اور اتنی رغبت رکھتے تھے کہ طرب وغناء کے سامان سے لدے ہوئے چند اونٹ آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔ آپ کے تائب ہونے کا سبب اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز آپ اُوچ شریف کے صحراء میں شکار کھیل رہے تھے کہ اچانک آپ کے کانوں میں ایک خوشنما باجے کی آواز پڑی۔ اور ساتھ ہی محسوس ہوا کہ کوئی انتہائی درد بھری آواز میں گنگنا رہا ہے۔ آپ وہاں تشریف لائے تو دیکھا کہ وہاں ایک درویش تشریف فرما تھے۔ اُس درویش نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا کہ سُبحان اللہ! وہ دن بھی آئے گا جب یہ نوجوان محبت الٰہی میں گرفتار ہوگا اور عشقِ حقیقی میں اس کی آواز میں بھی دردِ حقیقی سما جائے گا"۔ لہجے میں اتنا درد اور تاثیر تھی کہ یہ سُنتے ہی آپ کے دل کی تختی سے طرب وغناء کا میلان ختم ہو گیا۔ آپ نے شکار اور سماع سے کنارہ کشی اختیار کی اور ہدایت کے مصلّٰی پر جلوہ افروز ہوئے۔ (۱۴)

آپ کے تائب ہونے کے پختہ ہونے کا واقعہ اس طرح منقول کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ آپ کے والدِ گرامی کے ایک مرید چار اُونٹ لاد کر نذر و نیاز کے طور پر آپ کے والدِ گرامی کی خدمت میں پیش ہوئے اور یہ نیاز اُن کی خدمت میں پیش کی۔ آپ کے والدِ گرامی نے ارشاد فرمایا کہ یہ سامان اُن (سیّد عبدالقادر ثانیؒ) کو دے دو۔ تاکہ وہ اس کو کام میں لا دیں۔ جب یہ سامان آپ کو دیا گیا تو آپ نے ہدایت کے برعکس اُس سامان سے اپنے شکاری کتوں کی پناہ گاہیں بنوا لیں۔ جب یہ خبر آپ کے والدِ گرامی کو ملی تو انہوں نے آپ کو طلب فرمایا اور آپ کو سخت سرزنش کی۔ مگر اِسی رات جب آپ کے والدِ گرامی سوئے تو انہیں خواب میں حضور غوثِ اعظمؒ کی زیارت ہوئی۔ انہوں نے آپ کے والدِ گرامی کو ارشاد فرمایا کہ آپ کے اور فرزند بھی تو ہیں لہٰذا آپ اُن کی تربیت پہ توجہ دیں۔ عبدالقادر میرا بیٹا ہے اور میں پوری توجہ سے اُس کی تربیت پہ نگاہ رکھے ہوئے ہوں۔ اس واقعہ کی وجہ سے بھی آپ کی طبیعت پر بہت اثر ہوا۔ اور آپ کی توبہ بہت زیادہ مؤکد اور پختہ ہو گئی اور آپ راہِ حقیقت کے بہترین سالک بن گئے (۱۵)۔ بادشاہِ وقت نے ہزار بار انہیں ملازمت کے لیے آرزو کی۔ آخرکار انہوں نے جواب یوں لکھا (۱۶)۔

به هیچ باب ازین ردی کشتن نیست
هر آنچه بر سرمن میرود مبار کباد

کوئی باب اس باب کو رد کرنے والا نہیں ہے۔ مجھے مبارکباد دو (کہ) جو میرے سر پر گزر رہی ہے

Marfat.com

کسی که خلعت سلطان عشق پوشیده است

بجلها بهشتی کجا شود دلشاد

جس کسی نے بادشاہ کی خلعت پہن لی، عشق اس سے پوشیدہ ہو گیا۔ (بھلا) دلشاد (بھی) بہشت کے حلوں کو چھوڑ کر کہیں گیا ہے

کرامات

آپ صاحبِ کرامت ولی تھے۔ آپ کی کرامات بہت زیادہ ہیں۔ برکت کی خاطر چند ایک کرامات مذکور ہیں۔

۱۔ ایک روز ایک گانا بجانے والا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساز بجا کر گانا شروع کر دیا۔ آپ نے اُس سے فرمایا کہ ان سازوں کو توڑ دے۔ اس کے بدلے ہم تم کو وہ چیز دیں گے جو ہمیں خزانہ غیب سے ملی ہے۔ اُس نے اپنے سازوں کو توڑ دیا اور آپ کی طرف متوجہ ہوا۔ آپ نے اس کی طرف توجہ فرمائی تو آپ کی توجہ سے اُس کی پیشانی پہ اسرارِ الٰہی کا ظہور ہونا شروع ہو گیا۔ ایک گھڑی بھی نہ گزری تھی کہ اُس نے زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ لوگوں نے اُس سے رونے کا سبب پوچھا تو اُس نے بتایا کہ میرے کچھ رشتہ دار ایک قافلے کے ساتھ خراسان گئے ہوئے تھے۔ مجھے اُن سے بڑی محبت ہے۔ مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ اب اِس دنیا سے انتقال کر گئے ہیں اور قافلے کے باقی لوگ ان کے کفن دفن میں مصروف ہیں۔ میں اس غم کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ بعد میں اس نے یہ بھی کہا کہ مجھے اس بات کا بھی کشف ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بخش دیا ہے (۱۷)۔

۲۔ ایک دفعہ آپ اپنے مدرسے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے سر میں شدید درد تھا۔ جس کی وجہ سے وہ لگاتار رو رہا تھا۔ آپ کی محفل میں ایک شخص موجود تھا جس کا نام محمد خان تھا۔ وہ کہنے لگا کہ پہلے وقتوں میں اللہ کے ایک ولی ایسے بھی گزرے ہیں کہ اگر کوئی بندہ سر درد کی تکلیف لے کر آتا تھا تو وہ اس سے کہتے تھے کہ اپنا سر دیوار کے ساتھ مارو۔ ایسا کرنے سے اُس کا درد ٹھیک ہو جاتا تھا۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ وہ درویش تو اپنی زبان سے کہتا تھا مگر ہم کہتے ہیں کہ اگر کوئی ہمارا نام بھی لے گا تو اس کا بھی اثر ہو گا۔ یہ سُن کر خان محمد اُٹھا اور اُس نے اس سر درد کے مریض کو کہا کہ اپنے سر کو دیوار کے ساتھ مارو۔ اُس مریض

Marfat.com

نے ایسا ہی کیا اور اس طرح کرنے سے اُس کو سر کے درد سے شفاء مل گئی۔ (۱۸)

۳۔ ایک بار ایسا ہوا کہ ایک سپاہی کا گھوڑا کسی بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ سپاہی بڑا حیران ہوا کہ اسے اچانک کیا ہو گیا ہے۔ آپ کا گزر وہاں سے ہوا تو سپاہی کی حالت دیکھ کر آپ کو رحم آیا۔ آپ نے اپنی نگاہِ کرم گھوڑے کی طرف مرکوز کی جس سے وہ گھوڑا اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور بیماری سے مکمل شفایاب ہو گیا۔ (۱۹)

۴۔ بچپن کے دنوں میں ایک دفعہ آپ جھولے میں تشریف فرما تھے۔ جھولا دیوار کے اوپر رکھا ہوا تھا جس کے نیچے باورچی خانہ تھا جس میں آگ دہک رہی تھی۔ اچانک آپ جھولے سے گر پڑے اور ایک دیگ میں جا پڑے۔ جب خادموں کو یہ خبر ہوئی تو وہ دوڑے دوڑے باورچی خانے میں داخل ہوئے۔ انہوں نے آپ کو دیگ سے نکالا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آپ بالکل صحیح و سالم تھے۔ (۲۰)

۵۔ ایک دفعہ ایک زنار لڑکا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے سر میں شدید درد تھا۔ آپ نے اُس سے فرمایا کہ اگر تم اسلام قبول کر لو تو ہم تمہاری شفایابی کے لیے دعا کرتے ہیں۔ وہ اس بات پہ راضی ہو گیا۔ آپ نے مندرجہ ذیل کلمہ پڑھ کر اس کو دم کر دیا۔ پھونک مارنے کی دیر تھی کہ وہ مکمل شفایاب ہو گیا اور اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے جو کلمہ پڑھا وہ یہ تھا اَلِاسْلَامُ حَقٌّ وَالْکُفْرُ بَاطِلٌ (اسلام حق ہے اور کفر باطل ہے)۔ (۲۱)

۶۔ اُوچ شریف میں ایک بار ایک وباء پھوٹ پڑی جس کی وجہ سے بہت زیادہ لوگ مرنے لگے۔ آپ نے اپنے مریدوں کو حکم دیا کہ سب لوگ مسجد میں آجائیں اور ذکر و اذکار میں مصروف ہو جائیں۔ ملک غیاث الدین لنگاہ نے اسی رات ایک خواب دیکھا۔ خواب میں اُسے نبی پاک ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ نبی پاک ﷺ نے اُسے کھجور کا خوشہ دیا اور فرمایا کہ میرے بیٹے عبدالقادر کے پاس جاؤ اور انہیں اپنا مسئلہ (وبا) بتاؤ۔ صبح ملک غیاث الدین لنگاہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا مگر اس سے پہلے کہ وہ کوئی بات کرتا آپ نے اُسے فرمایا کہ میری امانت میرے حوالے کرو۔ چنانچہ وہ خوشہ مبارک آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس کے بعد اس وبا کا کوئی بھی مریض جب آپ کی خدمت میں لایا جاتا تو آپ اپنے دستِ مبارک سے وہ خوشہ اس مریض کے جسم پر پھیر دیتے جس کی وجہ سے اُسے شفاء مل جاتی تھی۔ (۲۲)

Marfat.com

۷۔ سیّد عبدالقادر ثالث" جو آپ کے پوتے کے بیٹے ہیں روایت کرتے ہیں کہ آپ (سیّد عبدالقادر ثانیؒ) نے ایک بار خود اپنی زبان سے بتایا تھا کہ ایک دفعہ ان کی خدمت میں سیّد حامد (۲۳) سجادہ نشین بخاریاں تشریف لائے اور کہا کہ میرا بیٹا سید راجو ہے جس کی عمر ایک سال ہے اور وہ ایک ایسی بیماری میں مبتلا ہے جس سے افاقہ نہیں ہو رہا۔ لہٰذا میں نے اپنی التجا نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں پیش کی اور اسی پریشانی کے عالم میں سو گیا۔ خواب میں مجھے نبی پاک ﷺ کی زیارت ہوئی تو انہوں نے مجھے شفاء کی بشارت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اُوچ شریف میں میرا بیٹا عبدالقادر ثانی تشریف فرما ہے۔ اُسے اپنے تمام امور پر مطلع کرو۔ لہٰذا میں اسی وجہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ یہ سُن کر آپ فوراً اُٹھے اور درگاہِ مصطفوی ﷺ سے عطا شدہ وہی خوشہ مبارک اُٹھایا اور اپنے دستِ مبارک سے اُن کے صاحبزادے کے جسم پر پھیرا۔ ایسا کرنے سے اُس ننھے مُنے بچے کو شفاء حاصل ہوئی۔

۸۔ آپ کے پوتے سیّد محمد غوثؒ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کی اولاد میں سے ایک صاحب آپ کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا کہ ہمارے ہاں ایک شادی ہے لہٰذا تقریب میں آپ بھی تشریف لائیے گا۔ آپ خود تو شادی میں تشریف نہیں لے گئے مگر مجھے اور سیّد صفی الدین بن سیّد محمد مختار شاہ بخاریؒ (جو لاہور میں مدفون ہیں) کو اس تقریب میں بھیج دیا۔ جب ہم مجلس میں حاضر ہوئے تو شیخ بہاؤالدینؒ کی اولاد نے کوئی خاص توجہ نہ کی اور خدمت میں بھی کوتاہی دکھائی۔ جب ہم گھر واپس آئے تو ہم نے سارا ماجرا آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ سارا ماجرا سُن کر آپ انتہائی غصے میں آ گئے اور فرمایا کہ یہ سب اس وجہ سے ہوا ہے کہ انہیں اپنے بلند گنبدوں پر بڑا غرور ہے۔ اسی وقت شدید زلزلہ آیا اور شیخ رکن الدینؒ کے مزار کے گنبد کا کلاہ گر پڑا۔ حضرت بہاؤالدین زکریاؒ کی اُولاد نے جب یہ واقعہ دیکھا تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اپنے رویے پر نادم ہو کر آپ سے معافی بھی مانگی۔

۹۔ سیّد صفی الدینؒ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ نے اُوچ شریف سے لاہور کی طرف جانے کا اردہ فرمایا۔ یہاں کے لوگ بارش کی وجہ سے سخت پریشان تھے۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مدد طلب کی۔ آپ نے بسم اللہ شریف لکھی اور فرمایا کہ جب بارش ہو تو اس کو کہیں ہوا میں کھلی جگہ لٹکا دینا۔ اور زبانِ اقدس سے ارشاد فرمایا اَللّٰھُمَّ حَوالَیْنَا لَا عَلَیْنَا (اے اللہ! ہمارے

Marfat.com

اردگرد بارش نازل فرمایا نہ کہ ہمارے اوپر)۔ جب بارش ہوئی تو لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ ایسا کرنے سے صورتِ حال یہ بنی کہ دائیں بائیں تو بارش ہو رہی تھی مگر اُچ کے لوگ محفوظ تھے۔ (۲۴)

۱۰۔ آپ (کے پوتے) سیّد عبدالوہابؒ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ والی ملتان شاہ حسین مرزا آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ باتوں باتوں میں اس نے بتایا کہ میرے پاس چند ایسے نیزہ باز بھی موجود ہیں کہ ان کا نشانہ کبھی بھی خطا نہیں جاتا۔ آپ نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ نشانہ لگانے میں خطا ہو جائے۔ یہ سن کر اس نے اپنے نیزہ بازوں کو بلایا اور ان سے کہا کہ نشانے لگاؤ۔ انہوں نے بہت کوشش کی مگر ایک بھی نشانہ صحیح نہ لگا۔ یہ دیکھ کر وہ آپ کے قدموں میں گر پڑا اور اس کی عقیدت اور زیادہ بڑھ گئی۔

وفات

آپ کی عمر مبارک ۸۸ سال تھی۔ (۲۵) آپ نے ۱۸ ماہ ربیع الاوّل بروز بدھ ۹۴۰ ہجری کو انتقال فرمایا۔ (۲۶) آپ کا مزار مبارک اُوچ شریف میں مرجع خلائق ہے۔ (کتاب کے حاشیہ پر آپ کا مادہ وصال یہ تحریر ہے۔ "قادر خالد" "۹۴۰")۔

حضرت سید زین العابدین علی رحمتہ اللہ

حضرت سیّد زین العابدین علی بن شیخ عبدالقادر ثانیؒ اپنے والدِ گرامی کے مرید تھے۔ آپ ایک صاحبِ کرامت ولی اللہ اور اعلیٰ درجات کے حامل درویش تھے۔ آپ اپنے زمانے کے ایک بلند پایہ اور ممتاز محرمِ رازِ خداوندی تھے۔ اپنے والدِ گرامی کی حیات ہی میں آپ دِلّی تشریف لے جا رہے تھے کہ رستے میں راہزنوں سے پالا پڑا، جنگ ہوئی اور آپ نے اسی جنگ میں جامِ شہادت نوش کیا۔ یہ ۹۳۸ ہجری کی بات ہے۔ آپ کا جسدِ مبارک تو نہ مل سکا مگر آپ کے ساتھیوں کو خون آلود کپڑے مل گئے۔ (۲۷)

حضرت سید شیخ محمد غوث رحمتہ اللہ

حضرت سیّد شیخ محمد غوث بن سیّد زین العابدین علی شہیدؒ اپنے دادا جان مخدوم شیخ عبدالقادر ثانیؒ کے مرید ہیں۔ (۲۸)

Marfat.com

حالاتِ زندگی

آپ نے ابتداء میں ہی علومِ ظاہری کی تکمیل کی اور ان میں کمال حاصل کیا۔علومِ ظاہری سے فراغت کے بعد آپ علومِ باطنی میں مشغول ہوئے اور اپنے تمام ہم عصروں سے سبقت لے گئے۔آپ دعائے حرزیمانی جو کہ سیف الله في الارض ہے کے تمام شرائط کے ساتھ عاملِ کامل تھے۔آپ صاحبِ لفظ بزرگ تھے یعنی جو کچھ آپ کی زبانِ اقدس سے نکلتا تھا وہ ہو کر رہتا تھا۔آپ کا چہرہ مبارک جلال و جمالِ الٰہی کا مظہرِ کامل تھا۔کسی کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ آپ کے چہرہ مبارک کو لگاتار دیکھتا رہتا۔بہت سے کافر اور فاسق وفاجر لوگ آپ کی وجہ سے راہ راست پہ آئے۔آپ کے والد آپ کے دادا کی حیات میں وفات پا گئے تھے۔آپ اپنے جدِ بزرگوار (دادا) کے منظورِ نظر تھے اور انہی سے ہی سجادگی ملی۔(۲۹)

آپ کے چچا سیّد عبدالرزاقؒ عمر میں آپ کے والد سے بڑے تھے۔ان کے ایک بیٹے تھے جن کا نام سید حامد تھا۔دادا بزرگوار کی رحلت کے بعد سجادہ نشینی کے معاملے میں انہوں نے آپ کے ساتھ جھگڑا شروع کر دیا(۳۰) اور کہا تمھارے والد تو دادا جان کی حیات میں ہی فوت ہو گئے تھے لہٰذا تم لاوارث ہو اور اس طرح سجادہ نشینی مجھے ملنی چاہیے۔آپ نے ان کو جواب دیا کہ سجادہ نشینی وراثت میں نہیں ملتی بلکہ یہ تو پیر کا انتخاب ہوتا ہے۔وہ چاہے تو سجادہ نشینی کسی قابل مرید کو دے دے جبکہ اپنے نااہل بیٹوں کو اس سے محروم رکھے۔اس کا تعلق وراثت سے نہیں بلکہ قابلیت سے ہے۔لہٰذا سجادہ نشینی آپ ہی کو ملی اور سید عبدالرزاق(۳۱) و سیّد حامد(۳۲) بنگال کی طرف چلے گئے اور وہیں فوت ہوئے۔ایک مدت کے بعد ان دونوں کے تابوت اُوچ شریف لائے گئے۔(۳۳) شیخ عبدالحق دہلویؒ اپنی تصنیف "اخبارالاخیار" میں سید حامدؒ کو سید عبدالقادرؒ مرحوم کا خلیفہ تحریر کرتے ہیں۔شاید وہ ارادت کی وجہ سے جمہور کے اراکین کے خلاف ان کی طرفداری کر رہے ہیں یا شاید کہ ہندو قبائل کے لوگوں کی گواہی کا دعویٰ کرتے ہوں، چنانچہ اس کا بیان شیخ عبدالقادر ثالثؒ کے باب میں ہے۔شیخ محمد غوث مرحومؒ آخری عمر میں اُوچ شریف سے صدگھرہ تشریف لے آئے تھے۔

کرامات

۱۔ درگاہِ عالی جاہ کے ایک مجاور جن کا نام محمد صادق تھا وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ خانقاہ سے متصل باغیچے میں ایک گھڑ سوار داخل ہوا۔خدمت گاروں نے بہت منع کیا

Marfat.com

مگر وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آگے بڑھتا ہی چلا آیا اور مجاوروں کو تنگ کرنے لگا۔ مگر جب وہ واپس جانے کے لیے گھوڑے پر سوار ہوا تو نیچے گر پڑا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔

۲۔ صد گھرہ کے نائب جاگیردار کا نام نند رام تھا جو ایک ہندو گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ ایک دفعہ وہ خانقاہ کے قریب آیا مگر غرور کی وجہ سے گھوڑے سے نیچے نہ اُترا۔ لوگوں نے بہت منع کیا مگر اُس نے کسی کی نہ سُنی۔ یہاں تک وہ اس جگہ آپہنچا جہاں سوار ہو کر کوئی بھی نہیں آیا تھا جب واپس جانے کے لیے گھوڑے پر سوار ہوا تو اس کی دستار درخت کی ایک شاخ سے لٹک گئی۔ اور تمام لوگوں کے سامنے اس کا سر ننگا ہو گیا اور وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ یہ کرامت دیکھنے کے بعد وہ کُلی طور پر آپ کا معتقد ہو گیا۔ اس کے بعد وہ ہر جمعرات کو ننگے پاؤں دربار مبارک پہ آتا تھا اور طواف کرتا تھا۔

۳۔ ایک دفعہ میں (سیّد مجتبیٰ فضلی) عرس کے دنوں میں مزار مبارک کی زیارت کے لیے گیا۔ طاہر نامی چوہدری میری ملاقات کیلئے آیا۔ مگر فرید آباد کے فوجدار کے ملازموں نے اُسے پکڑ لیا اور قید کر کے اپنے ساتھ قلعے میں لے گئے۔ انہوں نے اس کے گلے میں طوق اور پاؤں میں زنجیریں ڈال دیں اور اس کی نگرانی پر پہرے دار بٹھا دیئے لیکن اُسی رات تمام لوگوں اور پہرہ داروں کو نیند نے اس طرح اپنی گرفت میں لیا کہ طاہر باہر نکل آیا اور کسی کو اس کی خبر تک نہ ہوئی۔ سب سے پہلے اس نے زنجیریں کھولنے کی کوشش کی اور زنجیریں کھولنے کے لیے ایک چوب اُٹھائی۔ اچانک وہ چوب اُس کے ہاتھوں سے گر پڑی اور چابی میں تبدیل ہو گئی۔ اس نے وہ چابی اُٹھائی اور اس کی مدد سے زنجیر کھول لی۔ اس کے بعد وہ قلعے کی کم بلند دیوار کی طرف گیا اور باہر نکل آیا۔ اگرچہ رات بہت زیادہ تاریک تھی مگر بے خبری میں بھی اس کا گزر اسی طرف سے ہوتا تھا جو صحیح سمت ہوتی تھی۔ وہ دیوار پر چڑھا اور سراسیمگی کی حالت میں آگے بڑھنے لگا۔ صبح کے وقت چند ایک درخت نظر آئے تو ان پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ جب اس نے نظر دوڑائی تو اس نے دیکھا کہ چند ایک سوار اس کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ وہ ہر طرف سے تلاش کرنے کے بعد درخت کے نیچے بھی آئے مگر کسی کے دل میں یہ خیال نہ آیا کہ وہ درخت کے اوپر بھی دیکھ لیں۔ جب وہ واپس چلے گئے تو وہ درخت سے نیچے اترا اور صحیح سلامت گھر واپس پہنچ گیا۔

۴۔ ایک دفعہ صد گھرہ کا فوجدار امام قلی نامی ایک شخص مقرر ہوا۔ وہ شیعہ تھا۔ صد گھرہ کے

Marfat.com

اکثر لوگوں نے اسے رغبت دلائی کہ حضرت کے مزار پر بھی حاضری دو۔ مگر اس نے جواب دیا کہ وہاں میت، روڑے اور پتھر ہی تو ہیں، فاتحہ اور طواف کا کیا فائدہ ہے؟۔ ایک روز وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر بے ادبی کرتا ہوا مزار کے قریب آیا۔ وہ گھوڑے سے نیچے اترا مگر فاتحہ نہ پڑھی۔ اسی دن اس کی گردن میں اتنا شدید درد پیدا ہوا کہ دو یا تین روز کے بعد آپ کے عرس کے دنوں میں فوت ہوگیا۔ اس کے ورثاء لوگوں کے ہجوم میں اس کی میت وہاں لائے اور ہزاروں منتوں، مرادوں اور توبہ کے بعد پائنتی کی جانب اُسے دفن کردیا۔ وہاں کے لوگوں پر یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔

آپ کے کمالات حدِ تحریر سے باہر ہیں۔ آپ کا تصرف وفات کے بعد بھی اسی طرح کامل ہے جس طرح حیاتِ ظاہری میں تھا۔ آپ اپنے دادا سیّد عبدالقادر ثانیؒ کے مرید تھے اور میرے والد صاحب (سید مصطفیٰ گیلانیؒ) بلا واسطہ ان کے مرید تھے۔ یہ واقعہ عالمِ ظاہری کا ہے نہ کہ عالمِ خواب کا۔ ان کی وفات کے ایک سو کچھ اوپر سال بعد میں (سیّد مجتبیٰ) آپ کے روضہ مبارک کے مشرق کی طرف سیدھے ہاتھ بیٹھا ہوا تھا۔ عالمِ خواب میں آپ نے قبر مبارک سے ایک ہاتھ باہر نکال کر مجھے بیعت کیا۔ اس وقت میں نے معائنہ کیا کہ مشرق کی طرف سے شامیانہ زمین کی طرف گر پڑا ہے۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ اس کو باندھ دو۔ یہ بیعت ۱۱۲۰ ہجری کی ایک رات ہوئی۔ اس سے پہلے عالمِ خواب ہی میں دیکھا کہ مرتبہ شہر سے مغرب کی طرف سیر کرتے ہوئے حضرت شاہ جمال کو متصل مقبرہ نور جہاں بیرون دولت آباد من مضاف لاہور میں حضرت خضر علی نبیا علیہ اسلام کی ملازمت نصیب ہوئی ہے۔ کاتب الحروف خود حضرت شیخ محمد غوثؒ کی توجہ ہی سے پیدا ہوا ہے کیونکہ میرے والد صاحب کے گھر اولاد نہیں ہوتی تھی۔ انہوں نے بہت حیلے کیے مگر کوئی بھی سود مند ثابت نہ ہوا یہاں تک کہ ان کی ناامیدی بھی اپنے کمال پر پہنچ گئی۔ آخر کار والد صاحب نے آپ کی بارگاہ کی طرف توجہ کی اور یہاں سے مدد چاہی تو ناامیدی کے باوجود میں پیدا ہوا۔ مزار مبارک میں آپ کی صحبت بھی میسر آئی۔ لہٰذا میری صورت، دین اور ایمان سب کچھ آپ کی عطا ہے۔ "گر قبول افتد زهے عزو شرف" آپ کے کمالات بہت زیادہ ہیں مگر میں نے مختصر طور پر بیان کیے ہیں۔ میں نے آپ کی شان میں غزل بھی کہی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

Marfat.com

غزل

﴿ ۱ ﴾

غلامِ شیخ محمد هر آنکه شد از جان

بحق حق که همه یافت دولتِ دوجهان

جوکوئی بھی تن من سے شیخ محمد کا غلام ہوا (تو) خدا کی قسم اُس نے دونوں جہانوں کی دولت پائی

زمینِ صد گهره ثانی بهشت می دانم

که حرزِ جان هما نجاسٹ و بخشش ایمان

صدگھرہ کی زمین کو میں دوسری جنت جانتا ہوں، کیونکہ (یہ) میری جان کو ناپاکی سے پناگاہ اور ایمان بخشتی ہے

بطوافِ مرقدِ تو فوج در فوج می آیند

ز جلمه شهر ز لاهور و از تن ملتان

تمھاری تربت کی زیارت کے لیے اس راستہ پر شہرِ لاہور سے لیکر ملتان تک (لوگ) فوج در فوج آتے ہیں

غنی ز دل شده هر کس که دل با تو داده

با جمله کار سر آنجام و دیدهم سامان

جس کسی نے بھی تمھیں دل دیا، تو وہ دل سے بے نیاز ہوا اور تمام رازوں کو جاننے والا ہوا

جلال تو چه کند جوش ارتوز غضب

امن طلب کند آن نوح نیز آن طوفان

غضب کے شورش میں تیرا جلال کیا کرے گا۔ جب کوئی نوح کی طرح امن طلب کرے اور طوفان بھی

جمالِ تو زند موج از محیطِ کرم

هزار نارِ خلیلی کند بهار چون بوستان

تمھارا جمال محیطِ کرم سے (اس قدر) وسیع موج ہے (کہ) ہزار نارِ خلیلی کو باغ وگلزار کی بہار کردے

برقد تو ملك آن قدر نمودارند

Marfat.com

که جبرائیل را بشناسند طفلکی بیرستان

تیرے قدر پر ملائک اس قدر نمودار ہیں کہ جبرائیل کو بچوں کی درس گاہ میں لے جاتے ہیں

چو نیست جز در پاکت به مجتبیٰ آرام

از آن مکان مقدس مده و را حرمان

مجتبیٰ کو تمھارے درِ پاک کے علاوہ کہیں آرام نہیں۔ تو مجھے (اس) درِ دولت کدہ سے محروم نہ رکھ

﴿ ۲ ﴾

ای شهرِ صد گهره ز تو ثانیِ مدنیه

بغداد برای ما است همین جامکینه

اے شہرِ صد گھرہ تو (ہمارے لیے) ثانی مدینہ ہے۔ یہی جگہ ہمارا مکین ہے ہمیں بغداد سے کیا

نامت محمد است و هم از آلِ احمدی

این اسم پاك بخشند دینی خزینه

تمھارا نام محمد ہے اور آلِ احمد بھی ہو۔ یہ نام پاک ہمیں دینی خزینہ بخشتا ہے

سجاده بر حقی تو ز غوث المحی الدین

شد ردِ خلق هر که به تو کرد کینه

تو حضرت غوث پاکؓ کے برحق مصلّٰی پر ہے۔ جس نے بھی تجھ سے کینہ رکھا مخلوق نے اسے رد کیا

هر کس که چشم نور فدای تو دیده است

سر مست گشت ز عشق فنایش بسینه

جو کوئی تیری آنکھوں کی ضیاء کو دیکھ کر فدا ہوا۔ (تو) عشق اس کے سینے میں اُتر گیا اور وہ سرمست ہو گیا

آن آستان صاف تو صافی ز سینه صاف

آئینه صفا است و یا آبگینه

تیری پاکدلی اور راستی سے تو پاکیزہ ہے اور یہ آستان بھی پاکیزہ ہے۔ تو آئینۂ طہارت ہے یا آئینۂ شراب

Marfat.com

منکر خراب معتقدت فیض یاب شد

مشهور شد و لائتِ تو ز این قرینه

منکر وخراب معتقد بھی تیرے فیض سے شرفیاب ہوا۔ تیری ولائت (اس قدر) مشہور ہے کہ جس کی کوئی مثل نہیں

یك قطره صدقه مستی خود ده به مجتبیٰ

ز آن می که میخوریِ تو بلدت شبینه

مجتبیٰ کو بھی ایک قطرہ مستی کا صدقہ دے کہ تیرے شہر کی رات کی بچی ہوئی (شراب سے) میں بھی مے نوش ہو جاوں

وفات

آپ نے ۵ شوال ۹۵۹ھ بروز ہفتہ وصال فرمایا اور صدگھرہ میں مدفون ہوئے۔ [۳۴] (کتاب کے حاشیہ پر آپ کا مادہ وصال یہ تحریر ہے "شیخ امجاد" "۹۵۹")۔

حضرت سید عبدالقادر ثالث رحمتہ اللہ

حاجی الحرمین الشریفین حضرت سیّد عبدالقادر ثالث بن شیخ محمدؒ میرے آباء واجداد میں سے ہیں۔ آپ قطبِ وقت کے درجہ پر فائز تھے۔ آپ اپنے وقت کے ایک ولیِ کامل تھے اور دینی علوم میں بھی کامل دسترس رکھتے تھے۔

حالاتِ زندگی

آپ نے پہلے لاہور میں سکونت اختیار کی [۳۵] اور اس کے بعد کافی عرصہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں تشریف فرما رہے۔ اس دوران آپ نے کئی حج بھی ادا فرمائے۔ [۳۶] آپ نے زیادہ تر عمر عبادت میں گزاری۔ وہ بھی اس طرح کہ رات اور دن میں ضروری کلام اور وہ بھی صرف ایک مرتبہ کیا کرتے تھے اور باقی تمام وقت نوافل میں بسر کرتے تھے۔ آپ دن بھر روزہ رکھتے اور رات بھر عبادت کیا کرتے تھے۔ سیّد حامد کے ایک بیٹے تھے جن کا نام سیّد موسیٰ تھا۔ یہ وہی سیّد حامد ہیں جو سیّد عبدالرزاقؒ کے بیٹے تھے جن کا ذکر حضرت شیخ محمد غوثؒ کے احوال میں سجادہ نشینی کے جھگڑے میں گزر چکا ہے۔ سیّد موسیٰ بھی سجادہ نشینی کے جھگڑے کو لیکر مغل بادشاہ اکبر کے دربار میں

Marfat.com

گئے۔ اکبر بادشاہ نے کہا کہ ہم لوگ حضور غوث الاعظمؓ کی اولاد کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرتے۔ لہٰذا آپ لوگ قرآن سے فال نکال لیں اور جو کچھ بھی ظاہر ہو اس پر عمل کریں۔ جب فال نکالی گئی تو مندرجہ ذیل آیت نکلی فَخَرَجَ مِنهَا خَائِفاً یَتَرَقَّبُ (پس وہ وہاں سے خوفزدہ ہو کر نکل کھڑا ہوا)۔

سیّد موسیٰ نے جب یہ فال دیکھی تو کہنے لگے کہ یہ حضرت موسیٰؑ کے حال پہ ہے۔ سیّد عبدالقادر ثالثؒ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ قرآن میں اعتبار معنوں کا ہوتا ہے نہ کہ الفاظ کا۔ آپ یہ بتائیں کہ اُوچ شریف سے تمہارے باپ نے ہجرت کی تھی یا میرے باپ نے؟۔ یہ دیکھ کر اکبر بادشاہ نے سجادہ نشینی کا فیصلہ آپ کے حق میں دے دیا[۳۷] اور ہاتھی اور پچاس ہزار بیگہ زمین بھی ذریعہ معاش کے طور پر آپ کو دی اور صدگھرہ اور دیپالپور کے لوگوں کو جزیہ وغیرہ میں بھی رعایت دی اور سید موسیٰؒ کو اپنی ملازمت میں ہفت صدی منصب پر فائز کیا۔[۳۸] یہ تمام زمین اور فرامین ہمارے پاس ہی ہیں۔

کرامات

آپ ایک صاحبِ کرامت ولی تھے۔ برکت کے طور پر کچھ کرامات پیشِ خدمت ہیں۔

۱۔ ایک دفعہ عالمِ سرور میں آپ مراقبہ کے حال میں چلے گئے اور اسی حال میں تین دن اور تین راتیں گزر گئیں۔ حتیٰ کہ آپ کو خود اپنی خبر بھی نہ تھی۔ جب آپ حالتِ مراقبہ سے واپس تشریف لائے تو لوگوں نے پوچھا کہ آپ کی حالت عجیب ہو گئی تھی آپ کو کیا ہوا تھا؟۔ آپ نے فرمایا کہ میں عالمِ بالا کی سیر کر رہا تھا اور میں نے دریائے آسمانی میں غسل بھی کیا ہے۔ اگر تم لوگوں کو یقین نہیں آتا تو میرے تہہ بند کو دیکھ لو یہ ابھی بھی پانی سے تر ہے۔ جب لوگوں نے دیکھا تو ایسا ہی تھا۔

۲۔ حافظ فرید اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک ہندو دکاندار تھا۔ اس کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی لہٰذا اس نے گنگا جمنا جانے کا ارادہ کیا۔ میں نے اس ہندو سے قرض بھی لیا ہوا تھا۔ میں نے اس کو گنگا جمنا جا کر بیٹے کی پیدائش کے لیے دعا کرنے سے منع کیا مگر وہ باز نہ آیا۔ ایک دن میں نے اس سے کہا کہ تم میرے ساتھ میرے پیر خانے چلو۔ لہٰذا ہم دونوں آپ کی خدمت میں پیش ہوئے۔ اُس وقت آپ نوافل میں مصروف تھے۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو ہم نے سارا ماجرا آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ مراقبہ میں تشریف لے گئے۔ جب واپس لوٹے تو فرمایا

Marfat.com

کہ لوحِ محفوظ میں اس ہندو کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ہم نے بہت زیادہ آہ وزاری کی اور عرض کی حضور ایک دفعہ پھر توجہ فرمائیں۔آپ نے ایک مرتبہ پھر مراقبہ فرمایا۔جب مراقبے سے واپس آئے تو فرمایا اگرچہ لوحِ محفوظ میں تو اس کی کوئی اولاد نہیں ہے مگر اللہ کے علم میں ہے۔مگر اس کی دو شرائط ہیں۔اوّل یہ کہ وہ بچہ دیوانہ ہوگا اور دوم یہ کہ اس ہندو کا تمام مال واسباب ضائع ہوجائے گا۔اگر تمہیں قبول ہے تو میں توجہ کرتا ہوں۔اس ہندو نے کہا کہ مجھے قبول ہے۔لہٰذا ایسا ہی ہوا کہ اس ہندو کا وہ بچہ دیوانہ ہوا اور اس کا تمام مال واسباب بھی ضائع ہوگیا۔

وفات

آپ کا وصال ۹۹۲ھ میں ہوا۔ (حاشیہ میں مادہ وصال یہ تحریر ہے "شیخ یگانہ" "۹۹۲"_(۳۹)

حضرت سید عبدالوہاب رحمۃ اللہ

حضرت سیّد عبدالوہاب بن سیّد عبدالقادر ثالثؒ انتہائی صاحبِ کمال بزرگ تھے۔آپ کی تمام عمر عبادت اور اشغالِ قادریہ میں بسر ہوئی۔مشہور ہے کہ ایک دفعہ آپ یادِ حق میں مشغول تھے اور حجرہ مبارک کا دروازہ بند تھا۔آپ کے بیٹے سیّد چراغ اور شیخ نور محمد کمبوہ ساکن میانی شیخ لدھا جو کہ ابھی بچے تھے، دونوں آپس میں کھیلتے ہوئے حجرے کے دروازے پر آپہنچے۔اس وقت صورتِ حال یہ تھی کہ شیخ نور محمدؒ نے اپنی بغل میں ایک مرغ چھپا رکھا تھا اور سیّد چراغؒ ان سے اس مرغ کا مطالبہ کررہے تھے۔لیکن وہ ان کو نہیں دے رہے تھے۔آخر کار سیّد چراغ نے ان سے وہ مرغ چھین لیا جسکی وجہ سے شیخ نور محمد رونے لگے۔جب ان کے رونے کی آواز آپ کے کانوں تک پہنچی تو آپ نے انہیں طلب کیا اور بہت زیادہ شفقت کی۔آپ نے مزید فرمایا کہ یہ مرغ سیّد چراغ کو دے دو۔اس کے بدلے ہم تمہیں وہ انعام دیں گے کہ تم اللہ اور اس کی مخلوق کے مقبول بندے بن جاؤ گے اور ساتھ ہی اس کو کچھ اُوراد بھی عطا فرمائے۔چند روز بعد وہ شیخ نور محمد چناں کے نام سے مشہور ہوئے اور اتنے صاحبِ کرامت ہوئے کہ دُور دُور سے لوگ ان کی زیارت کے لیے آتے تھے۔ان کا مقبرہ میانی (لاہور) میں واقع ہے۔سیّد عبدالوہابؒ کا مقبرہ بھی لاہور میں واقع ہے جو محلہ رسول پورہ میں اپنے والد مخدوم سید عبدالقادر ثالثؒ کے روضہ میں

Marfat.com

ہے۔ آپ کی عمر اور وفات کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا۔ (۴۰)

حضرت سیّد عبدالرزاق المعروف سیّد چراغ رحمۃ اللہ

حاجی الحرمین حضرت سیّد عبدالرزاق المعروف سیّد چراغ بن سیّد عبدالوہاب کی وجہ شہرت یہ واقعہ ہے کہ آپ کے والد سیّد عبدالوہابؒ کا ایک مرید تھا جو کہ پیشے کے اعتبار سے سوداگر تھا۔ ایک دفعہ وہ تجارت کی غرض سے کعبہ شریف (مکہ مکرمہ) کی طرف گیا۔ جب وہ سفر سے واپس آیا تو سیّد عبدالوہابؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی آپ کے صاحبزادے سید عبدالرزاقؒ اس دنیا میں کب تشریف لائے ہیں۔ حالانکہ جب آپ پیدا ہوئے تو اس وقت وہ سوداگر یہاں نہیں تھا بلکہ سفر میں تھا۔ لہٰذا اس کی بات سُن کر تمام حاضرین کو سخت تعجب ہوا۔ اور انہوں نے اس سے یہ ماجرا دریافت کیا، تو اس نے بتایا کہ ہمارا جہاز قلزم (سمندر) میں تباہ ہونے کے قریب تھا لہٰذا میں حضرت غوثِ اعظمؒ سے فریاد کرنے لگا کہ یا تو آپ خود ہماری مدد کو تشریف لائیں یا اپنے کسی بیٹے کو ہماری مدد کے لیے بھیجیں۔ میں یہی سوچ رہا تھا کہ وہاں ایک چھوٹا سا بچہ ظاہر ہوا اور جہاز کو بخیر و عافیت اس جگہ سے نکال لایا۔ میں نے جب یہ کرامت دیکھی تو اس بچے سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے اور تمہارا وطن کونسا ہے۔ اس بچے نے جواب دیا کہ میرا نام عبدالرزاق ہے اور میرے والد کا نام عبدالوہاب اور میرا وطن لاہور ہے۔ سیّد عبدالوہاب نے جب یہ ماجرا سُنا تو فرمایا کہ عبدالرزاق میرے خانوادے میں "چراغ" روشن ہوا ہے۔ [41] پس آپ اسی دن سے اس نام سے مشہور ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ حرمین شریفین اور بغداد وغیرہ میں آپ کو اسی نام سے جانا جاتا ہے۔

حالاتِ زندگی

جب آپ حج [42] سے واپس تشریف لائے تو چار سال بغداد میں بھی رہے اور ہر سال حضرت غوث الاعظمؒ کا عرس مناتے رہے۔ جب آپ پہلی مرتبہ بغداد تشریف لائے اور روضہ متبرکہ پر حاضری کے لیے آئے تو وہاں کے مجاوروں نے سُن رکھا تھا کہ آپ حضرت غوثِ اعظمؒ کی اُولاد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے سوچا کہ ہم آپ کا امتحان لیتے ہیں اور آپ کے لیے روضے کا دروازہ نہیں کھولیں گے۔ اگر واقعی آپ حضرت غوثِ اعظمؒ کی اُولاد ہیں تو چابی

Marfat.com

کے بغیر ہی دروازہ کھل جائے گا۔ آپ جب حاضر ہوئے تو آپ نے تالے پر ہاتھ پھیرا اور حاضرین یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ چابی کے بغیر ہی دروازہ کھل چکا تھا۔ اسی رات دربار کے مجاور کو روحانی طور پر حضور غوثِ پاکؒ نے یہ حکم دیا ہوا کہ فلاں مصحف (یعنی قرآن مجید) میرے فرزند سیّد عبدالرزّاق کو دے دو۔ مجاور نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے صبح کے وقت وہ مصحف آپ کو دے دی۔ یہ کتاب فی الحال میرے (سیّد مجتبیٰ فضلی کے) پاس محفوظ ہے۔

وفات

ذوالقعدہ کی ۲۲ تاریخ ۱۰۶۸ ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔(۴۳) آپ کی قبرِ انور لاہور میں آپ کے داداجان کے مقبرے میں واقع ہے۔

حضرت سیّد مصطفیٰ رحمۃ اللہ

حضرت سیّد مصطفیٰ بن سیّد چراغؒ کاتب الحروف کے والدِ محترم ہیں۔ آپ اپنے دادا کے والد کے مرید تھے جن کا نام سیّد محمد غوثؒ تھا۔

حالاتِ زندگی

آپ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک دفعہ آپ صدگھرہ میں تشریف فرما تھے کہ اچانک زوردار اور خوفناک آندھی چل پڑی۔ آندھی اتنی شدید تھی کہ کوئی کسی کو دیکھ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس قدر تاریکی میں آپ کا گزر حضرت شیخ محمد غوثؒ کے روضے کے پاس سے ہوا۔ اچانک ایک جسم آپ کے جسم سے ٹکرایا تو آپ نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں وہی ہوں جس کی خاطر تم یہاں آئے ہو یعنی میں شیخ محمد غوث ہوں۔ یہ سُن کر آپ ان کے پاؤں پر گر پڑے۔ انہوں نے آپ کو اُٹھایا۔ سبحان اللہ۔ اس کے بعد انہوں نے یہ آیت تلاوت کی۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتاً بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ (جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو مردہ گمان مت کرو بلکہ وہ اللہ کے ہاں زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے)۔

بچپن کے دنوں میں آپ جو کچھ پڑھتے تھے وہ آپ کو بھول جاتا تھا جس کی وجہ سے اساتذہ آپکو سخت تنبیہ کرتے تھے۔ ایک دن آپ اساتذہ کے ڈر سے بھاگ گئے اور اپنے جدِ امجاد

Marfat.com

سیّد عبدالقادر ثالثؒ کے تخت (۴۴) کے نیچے چھپ گئے۔ لوگوں نے آپ کو تلاش کر لیا اور آپ کو حضرتؒ کی خدمت میں لے گئے اور ان کی کند ذہنی کی شکایت کی۔ حضرتؒ نے اپنا لعابِ دہن آپ کو لگایا۔ اس دن کے بعد آپ جو بھی پڑھتے تھے وہ آپ کو کبھی نہیں بھولتا تھا۔ باقی لوگ جو سبق ایک ہفتے میں پڑھا کرتے تھے وہ آپ ایک دن میں یاد کر لیا کرتے تھے۔ اس طرح تھوڑے ہی دنوں میں آپ نے علوم ظاہری میں کمال حاصل کر لیا اور باقی تمام لوگوں پہ سبقت لے گئے۔

آپ کی عادت تھی کہ بچپن میں آپ کو والد صاحب جو بھی یومیہ خرچ دیتے تھے، آپ اس کو جمع کرتے رہتے تھے اور ایک یا دو ہفتوں بعد اس جمع شدہ رقم کو اکٹھا کر کے کھانا پکواتے تھے اور اس کو فقیروں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ جوانی میں آپ حاتم طائی سے بڑھ کر سخی واقع ہوئے۔ آپ کی سخاوت کا چرچا لاہور میں زبان زدعام ہے۔ اگرچہ ظاہری طور پہ آپ کا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا مگر اس کے باوجود آپ نے اپنے آباؤ اجداد کے روضے پر مسجد تعمیر کرنے کے لیے چالیس ہزار روپیہ دیا۔ اس کے علاوہ آپ ہر ماہ میں اپنے بزرگوں کے ایک یا دو عرس منایا کرتے تھے۔ ہر عرس میں ایک یا دو ہزار آدمیوں کے لیے طرح طرح کے کھانے پکوایا کرتے تھے۔ معلوم نہیں کہ بغیر کسی سبب کے یہ سارا انتظام کہاں سے ہوتا تھا۔ شاید آپ کو یہ سب کچھ دست غیب سے میسر آتا تھا۔

روایت کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ میر سید مرتضٰی خان جو کہ آپ کا مرید اور عقیدت مند تھا، اسی ہزار روپیہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ رقم بطور نیاز آپ کی خدمت میں پیش کی اور کہا کہ میں نے منت مانی تھی کہ اگر اس سال میری فصل پانچ ہزار من ہوئی تو مبلغ ایک لاکھ روپیہ نیاز دوں گا۔ لہٰذا اسی ہزار لے کر آیا ہوں اور باقی کی رقم آئندہ سال لے آؤں گا۔ مگر آپ نے وہ رقم قبول نہ کی اور اس سے فرمایا کہ بخدا ہم لوگ توکل کا پھل کھاتے ہیں۔ تم اس رقم کو ہماری طرف سے بغداد بھیج دو۔ اگرچہ اس نے بہت زیادہ اصرار کیا مگر پھر بھی آپ نے اس رقم کو قبول نہ کیا۔

تنہا نہ حاتم است کہ جودی کند بخلق

انکس کہ از کسے نستاند دو حاتم است

دنیا میں صرف ایک ہی حاتم طائی نہیں ہے جو مخلوق کے ساتھ سخاوت سے پیش آتا ہے بلکہ دوسرا حاتم وہ بھی ہے کہ جس کو مخلوق کی ستائش کی حاجت نہیں ہے

جب آپ عالم جوانی میں پہنچے تو آپ نے ریاضت اور مجاہدے کی راہ اختیار کی۔ آپ کا قد

Marfat.com

مبارک اس طرح کا تھا کہ جمعہ یا عید کے اجتماع میں آپ سب سے بلند نظر آتے تھے۔ جب آپ قوالی یا قرآن سنتے تھے تو آپ پہ وجد اور سکر کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ یہاں تک کہ بسا اوقات آپ سات آٹھ روز تک بے اختیار روتے رہتے تھے اور آپ کے جسم مبارک سے پسینہ دریا کی مانند بہتا تھا۔ اگر کوئی بندہ آپ کے سامنے نبی پاک ﷺ کا نام مبارک لیتا تھا تو آپ کی صورت مبارک نورانی ہو جاتی تھی اور حاضرین محسوس کرتے تھے کہ آپ وجد کی حالت میں آگئے ہیں۔

کرامات

آپ ایک صاحبِ کرامت ولی تھے۔ آپ کی کچھ کرامات مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔ آپ کے بھائی حاجی الحرمین سیّد شمس الدین محمد خان شہید کہتے ہیں کہ میں قول و فعل میں ہر عمل سنت کے مطابق کرتا تھا۔ جب مجھے پر فقیری کا شوق غالب ہوا تو میں نے مرشدِ کامل کی تلاش میں سفر کرنا شروع کر دیا۔ آخر کار مجھے پتہ چلا کہ دِلّی میں ایک مردِ حق رہتے ہیں جن کا نام سیّد حسن ہے (۴۵) اور وہ ولایت میں بڑے مشہور ہیں۔ لہٰذا میں آپ کی خدمت میں پیش ہوا اور خود کو ان کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ اپنا سارا ساز و سامان اور مال و متاع ان پر فدا کر دیا۔ اور فقیری پانے کے لیے اپنی کمر کو کس لیا۔ جب یہ خبر میرے بھائی تک پہنچی تو انہوں نے سیّد حسن کو ایک خط لکھا۔ خط کا مضمون یہ تھا کہ سیّد شمس الدین سلسلہِ قادریہ سے ہیں جو اولیاء کے تمام طریق پر فضیلت رکھتا ہے۔ یہ بات آپ اپنے ذہن میں رکھیں۔ جس دن ان کا یہ خط ان کے پاس پہنچا اس رات میں سیّد حسن کے قدموں میں بیٹھ کر ان کے قدموں کی مالش کر رہا تھا جبکہ وہ سوئے ہوئے تھے۔ اچانک وہاں ایک نقاب پوش بندہ ظاہر ہوا جس کا دامن میرے جسم پر لگ رہا تھا اور اس کا قد بھی لمبا تھا۔ اس نے میرے ساتھ کوئی کلام نہیں کیا اور اسی طرح غائب ہو گیا۔ میرے دل میں یہ بات آئی کہ یہ یقیناً میرے پیارے بھائی سیّد مصطفیٰ تھے۔ اس واقعے کے بعد میرا دل سیّد حسن کی طرف سے اُچاٹ ہو گیا۔ لہٰذا میں واپس لاہور لوٹ آیا اور آپ سے ملاقات کی۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے بھی اس وقت تک یقین نہ کیا جب تک کہ مظاہرہ نہ دیکھ لیا۔

۲۔ آپ کے ایک مرید تھے جن کا نام کمال خان لنگاہ تھا۔ وہ بہت شب زندہ دار اور ذکر اذکار کرنے والا بندہ تھا۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نوکری کے سلسلہ میں میرا جانا سیہون شریف ہو گیا۔ میں ایک عرصہ وہاں رہا۔ ایک دن میں مخدوم شہباز قلندرؒ کے مزار مبارک میں

Marfat.com

مغرب کی نماز پڑھ رہا تھا کہ آپ وہاں اچانک ظاہر ہوئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ تمہارا شوق مجھے وہاں سے یہاں کھینچ لایا ہے۔ میں نے جب سلام پھیرا تو آپ کی تلاش میں نگاہ دوڑائی مگر آپ کو وہاں موجود نہ پایا۔ میں نے اسی وقت نوکری کو خیر باد کہا اور آپ کی خدمت میں لاہور روانہ ہو گیا۔ جب آپ کی قدم بوسی کی تو آپ نے فرمایا جب تک میں زندہ ہوں کسی کو یہ راز مت بتانا۔

۳۔ ایک معتبر بندے سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ حضرت بابا فرید شکر گنج ؒ کے مزار پر تشریف لے گئے۔ یہ عرس کے دن تھے اور یہ وہ زمانہ تھا جب بابا فریدؒ کی اولاد اس مصلّٰی کی خاطر آپس میں لڑ رہی تھی جس پر بابا جی نماز پڑھا کرتے تھے۔ ان کی لڑائی اتنی بڑھی کہ نوبت تیر و تفنگ تک آئی ہوئی تھی۔ آپ نے طرفین کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ فقراء جنگ نہیں کیا کرتے۔ تم لوگ استخارہ کرو پھر جس فریق کو بابا جی اجازت دیں مصلّٰی اسی کو دے دو۔ ان میں سے ایک فریق نے تو آپ کی بات کو قبول کر لیا لیکن دوسرے فریق نے قبول نہ کیا۔ آپ نے مطیع فریق کو تسلی دی اور اپنی اقامت گاہ میں تشریف لے آئے۔ کہتے ہیں کہ اسی روز آپ ظاہری یا باطنی طور پر واپس تشریف لائے، اس مصلّٰی کو اٹھایا اور اطاعت گزار فریق تک پہنچا دیا۔ اگرچہ اس مصلّٰی کی حفاظت کے لیے بہت سے محافظ بٹھائے گئے تھے مگر کسی کو خبر نہ ہوئی کہ وہ مصلّٰی کہاں چلا گیا ہے۔ یہ بات اس علاقے میں بڑی مشہور ہے۔

۴۔ اس بات کو بھی بہت سے لوگ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ کا گزر شیخ داؤدؒ کے مزار سے ہوا۔ یہ عرس کے دن تھے۔ شیخ صاحب کی اُولاد عرس پر آئے ہوئے مہمانوں کو آپ کی خدمت میں پیش کرتے اور آپ ہر مرد اور ہر عورت کا نام لے لے کر اس کو اس کا حصہ (شیرینی یا تبرک) دیتے جاتے تھے۔ یہ بات تمام حاضرینِ محفل اور دوسرے لوگوں کو حیران کر رہی تھی کیونکہ آپ اس سے پہلے کبھی بھی اس طرف تشریف نہ لائے تھے۔

۴۔ اسی طرح بہت سے لوگوں سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ صد گھرہ کی سرحد سے متصل زمین کا ایک حصہ کسی خاطر طلب کر رہے تھے۔ مگر وہاں ایک بدکردار قوم آباد تھی۔ انہوں نے آپ کی بات قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور کہنے لگے کہ آپ بادشاہِ وقت تھوڑے ہیں کہ ہمیں قتل کروا دیں گے۔ آپ ابھی یہاں سے چلے جائیں ورنہ ہم آپ سے جنگ کریں گے۔ لہٰذا آپ بڑی خاموشی سے وہاں سے تشریف لے آئے جیسے کہ فقراء کا طریقہ رہا ہے۔ آپ نے ان

Marfat.com

سے فرمایا کہ بادشاہِ حقیقی تم لوگوں سے ضرور انتقام لے گا۔ یہ کہہ کر آپ گھر تشریف لے آئے۔ آپ کے واپس آنے کے ایک یا دو گھڑی بعد وہ بدکردار قوم آپس میں ہی لڑ پڑی اور آٹھ کے لگ بھگ لوگ مارے گئے۔ اللہ کی پناہ اُس بندے سے جو کسی ولی کو غصہ دلائے۔

۵۔ صد گھرہ کے قانون گو آپ کے خلاف دل میں بغض و عداوت رکھتے تھے۔ ایک رات آپ اچانک اپنی جگہ سے اُٹھے اور حاضرین سے فرمانے لگے کہ تم لوگ شور کرو اور اونچی آواز میں کہو کہ صد گھرہ کے قانون گو ہاتھ بندھے رسوا ہو رہے ہیں۔ حاضرین نے حکم کے مطابق ایسا ہی کیا۔ اور شور بلند کرنے لگے کہ صد گھرہ کے قانون گو بندھے ہاتھوں رسوا ہو رہے ہیں۔ یہ سُن کر لوگ قرب و جوار سے دوڑے دوڑے آئے اور دیکھا کہ اس طرح کی کوئی بات نہیں ہے بلکہ یہ بے بنیاد بات ہے۔ یہ دیکھ کر لوگوں کے دل آپ کی طرف سے میلے ہو گئے۔ مگر جب دن آیا تو پتہ چلا کہ صد گھرہ کے قانون گو ایک قتل کی تہمت میں دھر لیے گئے ہیں اور ان کے ہاتھ باندھ کر ان کو بازار میں پھرایا جا رہا ہے اور ان کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ لوگوں نے جب یہ بات دیکھی تو ان کی عقیدت آپ سے اور زیادہ بڑھ گئی کیونکہ آپ نے جو کہا تھا ظاہر ہو چکا تھا۔

۶۔ جمال فقیر سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں آپ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ مراقبہ میں چلے گئے اور فرمانے لگے کہ اے جمال! تمھارے مرشدِ گرامی کی قبر کے سرہانے کی طرف واقع کیکر کا درخت ایک مخالف ہوا کی وجہ سے کل اپنی جڑوں سے اکھڑ جائے گا۔ جمال فقیر کہتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ میں اگلے روز بھکر میں واقعہ مرشدِ گرامی کی قبر پر حاضر ہوا اور وہاں وہی بات ظاہر ہوئی جو آپ نے کہی تھی۔

آپ کی کرامات بہت زیادہ ہیں مگر میں نے اختصار سے کام لیتے ہوئے چند ایک ظاہر کی ہیں۔

وفات

آپ کی وفات کا سبب بھی بڑا عجیب تھا۔ آپ کی وفات رات کے وقت ہوئی جبکہ جمعہ کا دن تھا۔ نماز سے پہلے آپ نے غسل کیا اور حجام کو طلب کیا۔ وہ آپ کا خادم بھی تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تم نے ہماری بڑی خدمت کی ہے اگر ہم سے کوئی کوتاہی ہوئی ہو تو معاف کر دینا۔ اسی طرح کے کلمات اپنے تمام متعلقین سے بھی کہے اور ان سے معافی کے خواستگار ہوئے کہ اگر کوئی غلطی ہوئی ہو تو معاف کر دینا۔ اس دن آپ کے کپڑوں سے ایسی خوشبو آ رہی تھی کہ جو لوگ بھی

Marfat.com

آپ کو دیکھتے تو درود پڑھنے لگتے تھے۔آپ نے جمعہ کی نماز ادا فرمائی۔جب امام خطبہ دے رہا تھا تو اچانک آپ کے سامنے اوپر سے ایک کاغذ گرا جس پر کچھ لکھا ہوا تھا۔آپ نے وہ کاغذ اٹھایا اور اس پر لکھی ہوئی تحریر کو پڑھ کر مسکرانے لگے۔معلوم نہیں کہ اس کاغذ میں کیا لکھا تھا۔نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ فاتحہ کیلئے قبرستان تشریف لے گئے۔راستے میں کچھ معصوم بچے کھیل رہے تھے ۔وہ بچے ہر آنے جانے والے سے درد بھری آواز میں کوئی چیز طلب کرتے تھے۔ان بچوں نے آپ سے بھی دردناک آواز میں کوئی چیز طلب کی۔بچوں کی آواز سنتے ہی آپ پر عظیم وجد طاری ہو گیا۔آپ کے ساتھ کچھ دوست بھی جا رہے تھے۔آپ نے اُن سے فرمایا کہ تم ہم سے علیحدہ ہو جاؤ۔اس کے بعد آپ نے وہ کاغذ اپنی جیب سے نکالا اور اپنے پاؤں سے پاپوش بھی اتار ڈالے ۔اسی حالت میں آپ قبرستان میں گھومتے رہے یہاں تک کہ مغرب کا وقت آ گیا۔اس کے بعد آپ گھر واپس تشریف لائے اور گھر کے اندر اپنے دوستوں کے ہمراہ بیٹھ گئے۔آپ نے حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ ہم کل صبح کا وقت نہیں دیکھ پائیں گے کیونکہ ہم سفر کا ارادہ کر چکے ہیں۔اس کے بعد آپ اپنے کمرے میں تشریف لائے اور اپنے بستر پر لیٹ گئے۔فرمانے لگے کہ میرے دل میں درد ہو رہا ہے۔لوگوں نے ظاہری درد مراد لیا اور آپ کے علاج کے لیے کوشش کرنے لگے اور ایک طبیب کو بلا لیا۔مگر ان کو کیا معلوم تھا کہ یہ ظاہری درد نہیں بلکہ کوئی اور ہی درد ہے۔آخر کار آپ پر سکر و حال کی کیفیت طاری ہو گئی جو زیادہ ہی ہوتی چلی گئی اور آپ کی حالت غیر ہو گئی۔آخر کار آپ نے چار مرتبہ بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھا اور عالمِ اعلیٰ کو تشریف لے گئے ۔انا اللہ و انا الیہ راجعون۔آپ کی روح مبارک نکلنے سے لیکر غسل اور کفن دفن تک آپ کا جسمِ مبارک گرم رہا اور پسینے سے تر بھی رہا۔اس وجہ سے طبیب پریشان ہو گئے مگر واقفانِ حال طبیبوں کی اس بات سے متفق نہ ہوئے کہ ان کو مرگِ مفاجات نے آن لیا ہے لہٰذا نشتر لگانا چاہیے۔جس روز آپ کی وفات ہوئی اس روز انہوں نے صبح کو مجھے (سیّد مجتبیٰ فضلی) بلایا اور فرمایا آج ہم کو یہ شعر بہت یاد آ رہا ہے۔

اے شربتِ درد تو بلائے دل ما
آشوب بلائی تو عطائی دل ما

Marfat.com

اے "محبوب" تمھاری محبت کا شربت ہمارے دل کے لیے ایک ہنگامہ ہے۔ تمھارا ایک فتنہ خیز بلا کی مثل ہمارے دل کے لیے (مخزن) عطا ہے

اب معلوم نہیں کہ یہ شعران کے حال کے مناسب تھا یا کسی اور کے بہر حال اس روز اس مسکین (سیّد مجتبیٰ فضلی) کو اپنے زانو پر بٹھایا اور سر پر بوسے دیے اور چہرے پر بھی بوسے دیے۔ حاضرین اس وجہ سے انتہائی متعجب تھے کہ آج بڑا عجیب معاملہ فرما رہے ہیں۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو میں اس وقت انتہائی چھوٹا تھا۔ لہٰذا جب بڑا ہوا تو کسی اور مرشد کی ضرورت پڑی اور یہ اس وجہ سے بھی تھا کیونکہ یہ والدِ گرامی کا بھی حکم تھا، جس کا ذکر احوال ارشاد پناہی میں آئے گا۔ آپ کی وفات کا سن اس شعر میں ہے۔ آپ کی وفات ۱۳ شعبان المعظم ۱۰۴۰ ہجری آدھی رات کے وقت ہوئی۔ سنِ ابیات سے واضح ہوتا ہے۔ (۴۶)

سیّد دین متین مخزن اسرارِ غیب

مقتداءِ اولیاء و عارفِ مطلوبِ حق

سید دین متین کے اسرارِ غیب کا خزانہ دار ہوتا ہے۔ اولیاء کی پیروی کرنے والا اور عارفِ مطلوبِ حق ہوتا ہے

ہاتف اندر گوش عبدی سال تاریخش بگفت

نورِ چشمِ مصطفٰی و سیّدِ محبوبِ حق

بندہ کے سالِ تاریخ کو اُس کے کان میں کہنے والا ہوتا ہے۔ سید، مصطفٰی ﷺ کی آنکھ کا نور اور خدا کا محبوب ہوتا ہے

حضرت سید محمود رحمتہ اللہ

آپ میرے (سیّد مجتبیٰ فضلیؒ کے) چچا ہیں۔ آپ میرے والد صاحب کے مرید تھے۔ والدِ گرامی کی وفات کے بعد آپ ہی نے اس بندہ کی پرورش کی۔ آپ میرے ساتھ بہت شفقت فرمایا کرتے تھے۔

حالاتِ زندگی

آپ نے ساری زندگی اپنے آپ کو ملازمت کے لباس میں پوشیدہ رکھا۔ آپ جس کے بھی

Marfat.com

ملازم ہوتے تھے اس سے بہت زیادہ مصاحبت اختیار نہیں کرتے تھے اگر چہ وہ جتنی بھی خواہش کرتا۔ بدلے میں جو کچھ ملتا تھا وہ فقراء میں تقسیم کر دیتے تھے۔ آپ اس آیت مبارکہ کے مظہرِ کامل تھے کہ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (اگر چہ وہ تنگ ہی کیوں نہ ہوں پھر بھی ایثار سے کام لیتے ہیں)۔

آپ صاحبِ ایثار تھے بلکہ بسا اوقات قرض لے کر بھی دوسروں کی ضروریات کو پورا کرتے تھے۔ اگر چہ آپ کے دستر خوان پر ہر وقت لذیذ کھانے میسّر ہوتے تھے مگر آپ خود بازار سے ایک نان کے ٹکڑے یا بھنے ہوئے چنوں پر گزارا کرتے تھے۔ آپ ایک کامل صاحبِ استغراق تھے۔ آپ انتہائی غیرت مند تھے اور اتنی زیادہ وجاہت پائی جاتی تھی کہ کوئی بھی آپ کے سامنے بات کرنے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔

کرامات

آپ کی کچھ کرامات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ ایک دفعہ ایک بندہ آپ کی خدمت میں نرگس کے پھولوں کا ایک گلدستہ لایا۔ آپ نے اسے سونگھا اور فرمایا کہ مجھے اس سے پیاز کی خوشبو آ رہی ہے۔ یہ سُن کر لوگ بڑے حیران ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ گلدستہ لانے والا بندہ اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اس سال میں نے جس زمین پر نرگس کی فصل کاشت کی ہے پچھلے سال واقعی وہاں پر پیاز کی فصل تھی۔ اس طرح آپ کی سچائی ظاہر ہو گئی۔

۲۔ ایک دفعہ آپ کی مجلس میں کچھ علماء و فقہا آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ ان کی گفتگو کا موضوع یہ تھا کہ اس اُمت کے ستر گروہ ہیں اور ان میں اختلاف کیوں ہے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ اگر مجھے معذور سمجھو تو میں ایک بات کہوں جو میرے دل میں آئی ہے۔ سب نے کہا کہ آپ ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس امت میں فرقے اور اختلاف آپ جیسے بولنے والے علماء کی وجہ سے ہوا ہے نہ کہ خاموش رہنے والے جاہلوں کی وجہ سے۔

خبك هفتاد و دو ملت همه را عذر
چون نديدند حقيقت ره افسانه زوند

بہتر فرقوں کی جنگ سے عذر کر لے کیونکہ (یہ) حقیقت کو نہیں دیکھتے (اور) افسانہ بنا لیتے ہیں

۳۔ ایک دفعہ ایک بندہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کا نام رحم علی تھا۔ اس کے

Marfat.com

پاس ایک گھوڑا تھا۔آپ نے اس سے سواری کے لیے وہ گھوڑا طلب کیا مگر اس نے دینے سے انکار کر دیا۔آپ غصے میں آگئے اور فرمانے لگے اللہ تمہیں اندھا کرے۔اور وہ اسی وقت اندھا ہو گیا۔اس وقت سے لیکر آج تک بہت سے لوگوں نے اس کا علاج کیا مگر اس کی آنکھوں میں نور واپس نہ آیا۔

۴۔ آپ کا ایک خادم تھا جس کا نام محمود تھا۔اس کا ایک بیٹا تھا جس کی ایک ہی آنکھ تھی اور وہ اُسے ایک آنکھ والا کہہ کر بلاتا تھا۔جس کی وجہ سے وہ لڑکا بڑا چڑتا تھا۔ایک دن آپ نے اس سے کہا کہ اس ننگ سے توبہ کرو ورنہ تم بھی اسی کی طرح ہو جاؤ گے۔مگر وہ باز نہ آیا۔اور کچھ روز بعد وہ خود بھی ایک آنکھ والا بن گیا۔

بس تجربہ کردیم درین و پر مکافات
با دردکشان ہر کہ در افتاد بر افتاد

بس ہم نے تجربہ کرلیا کہ مکافات کے زمانے میں تلچھٹ (جسم میں پیپ سے نکلتا پانی) پینے والے کچھ نیچے گرے اور کچھ اوپر گرے

وفات

آپ کی وفات کا واقعہ یہ ہے کہ ایک روز آپ مغرب کے وقت اپنے دوستوں کے ہمراہ تشریف فرما تھے۔اچانک آپ فرمانے لگے کہ تم لوگ فاتحہ پڑھ لو کہ ہم اس دنیا سے جانے والے ہیں۔تو شرم کے مارے کسی نے دعا کے لیے ہاتھ نہ اُٹھائے۔آپ نے خود ہاتھ اُٹھائے اور فاتحہ پڑھی۔اسی شام آپ قبضِ شکم میں مبتلا ہوئے اور درد اس قدر بڑھتا چلا گیا کہ سوائے شرمگاہ کے آپ نے تمام کپڑے اتار دیئے کیونکہ آپ بہت زیادہ جلن محسوس کر رہے تھے۔اسی دوران مرتضیٰ خان امراء میں سے جو کہ آپ کا عقیدتمند تھا،آپ کی عیادت کے لیے حاضر ہوا۔حاضرین نے آپ سے کہا کہ پورا لباس زیب تن فرما لیں کہ ایک امیر آدمی ہمارے گھر آیا ہے اور عیادت کرنا چاہتا ہے۔آپ نے فرمایا اگر وہ ہماری خاطر آیا ہے تو ہم جیسے بھی ہیں اسے قبول ہونگے اور اگر وہ کپڑوں کی خاطر آیا ہے تو یہ معتبر نہیں ہے۔قصہ مختصر کہ مرتضیٰ خان نے آپ کی عیادت کی۔آپ نے اس کو پند و نصائح سے نوازا۔وہ گردن جھکائے آپ کی باتیں سنتا رہا اور روتا رہا اور اس کے بعد چلا گیا۔

جس روز آپ فوت ہوئے اس دن کی صبح آپ تندرست و توانا آدمی کی طرح اُٹھ کھڑے

Marfat.com

ہوئے۔ دوستوں کے ساتھ محفل بھی کی۔ لہٰذا تمام لوگوں کو امید ہوگئی کہ اب آپ کو شفاء مل گئی ہے۔ اس دن آپ بار بار پوچھتے تھے کہ کیا وقتِ استواء آگیا ہے یا ابھی داخل نہیں ہوا؟۔ جب وقتِ استواء داخل ہوا تو لوگوں نے آپ کو خبر دی کہ وقتِ استواء آگیا ہے۔ یہ سُن کر آپ فوراً اُٹھے۔ استنجا خانے کی طرف تشریف لے گئے اور آپ کا قبض ختم ہوگیا اور شکم مبارک میں جتنی بھی آلائش تھی وہ ختم ہوگئی۔ آپ وہاں سے اپنے بستر پر تشریف لے آئے۔ اچانک آپ پر بہت زیادہ کمزوری ظاہر ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ چھت سے ایک رسی لٹکا دو تا کہ اس سے جان کی سختی دور ہو۔ حاضرین یہ امر بھی بجا لائے۔ اس کے بعد آپ کی زبان پر کلمہ طیبہ کا وِرد جاری ہوگیا اور آپ انتقال فرما گئے۔ آپ نے جمادی الاوّل میں بدھ کے روز ۱۰۸۶ ہجری میں وفات پائی۔ آپ کاتب الحروف (سیّد مجتبیٰ فضلی) کے والدِ محترم کے حقیقی بھائی اور ان کے مرید بھی تھے۔ والد کی وفات کے بعد کاتب الحروف نے انہی سے تربیت لی اور انہوں نے ہی سجادہ نشینی بھی عطا فرمائی۔

Marfat.com

فصل در ذکر صحبت شیخ

Marfat.com

مقتدائے اولیاء بندگی شاہ یتیم اللہ ابوالاسرار رحمتہ اللہ

مقتداءِ اولیاء بندگی شاہ یتیم اللہ ابوالاسرار رحمتہ اللہ علیہ دانائے غیب ولی اللہ تھے۔

حالاتِ زندگی

طلب حق تعالیٰ کی آرزو میں آپ نے اپنے وطن سے ہجرت کی اور کشمیر اور تبت کی پہاڑیوں میں وارد ہوئے اور یہاں آکر حبس دم کی ریاضت کی۔ اس کام میں اتنے مشغول ہوئے کہ برف کے نیچے بیٹھ کر ریاضت کرتے تھے اور آپ کو کچھ نہ ہوتا تھا۔ اس کے بعد آپ اِس ریاضت میں مصروف ہوئے کہ زمین میں گڑھا کھودا اور اس کے اندر بیٹھ گئے اور اوپر سے گڑھے کو چھپا دیا اور وہاں عبادت میں مصروف ہو گئے۔ ناگاہ وہاں پہ حضور اکرم ﷺ تشریف لائے، اُن کو بیعت کیا اور فرمایا کہ اب آپ باہر تشریف لے آئیں اور ہماری شریعت پر عمل کریں کہ جو سب سے بڑا مقصود ہے وہ آپ کو حاصل ہوگا۔ اور وہاں سے آپ ﷺ نے آپ کو یہ اشارہ بھی دیا کہ باقی تعلیم آپ کو حضرت غوث الاعظمؓ کی روح مبارک سے حاصل ہوگی۔ لہٰذا بغداد جاؤ۔ آپ وہاں سے بغداد شریف تشریف لائے اور وہاں حضرت غوث الاعظمؓ کی روح مبارکہ نے آپ کو تعلیم دی اور بیعت کی اور یہ بیعت جائز ہے۔ کچھ طرق سلسلہ میں مثلاً نفحات میں لکھا ہے کہ یہ بیعت اوّل کی ازشیخ ظاہر سے بیعت کرنا ہے اور بیعت کی دوسری قسم عالم رویاء میں کسی ولی یا نبی سے بیعت کرتے ہیں۔ چنانچہ سلسلہ اویسیہ میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ حضور غوث الاعظمؓ نے اس کے بعد آپ کو رخصت دی اور پنجاب آنے کا حکم دیا۔ لہٰذا حکم کے مطابق آپ ہندوستان سے ہوتے ہوئے پنجاب تشریف لائے اور احمد آباد کے نواحی شہر میں حضرت شاہ جمالؒ کی غلامی میسر پائی جو کہ رجال الغیب سے تھے اور وہاں سے بہت زیادہ فیض حاصل کیا۔ حضرت شاہ جمالؒ رجال الغیب کیسے بنے وہ یہ واقعہ بتاتے ہیں کہ ایک روز وہ (حضرت شاہ جمال رجال الغیب) حضور غوث الاعظمؓ کو وضو کروا رہے تھے کہ ان کے دل میں خیال آیا کہ حضرت خضرؑ اور حضرت الیاسؑ قیامت تک زندہ ہیں۔ کیا ہوتا اگر مجھے بھی آبِ حیات مل جاتا اور یہ حالت میسر ہوتی۔ میرے دل میں جو بات تھی اس کو حضور غوث الاعظمؓ نے کشف سے حاصل کر لیا اور فرمایا کہ ہمارے وضو کا پانی پی لو، جو کچھ چاہتے ہو وہ حاصل ہو جائے

Marfat.com

گا۔لہٰذا میں نے آپ کے وضو کا پانی پی لیا اور گوہر مقصود حاصل کر لیا اور رجال الغیب میں سے ایک ہو گیا اور اب قیامت تک زندہ رہوں گا۔ یہ بھی سنا گیا ہے کہ شیخ ابوالمعالی قادری جو کہ لاہور کی زمین میں دفن ہیں وہ یہی شاہ جمال ہیں مگر باقی کتابوں میں ایسا کچھ نہیں لکھا گیا۔

الغرض آپ وہاں سے لاہور تشریف لائے اور ایک محلے میں سکونت اختیار کی اور وہاں واقع مسجد محمد مقیم میں شاہ محمد فاضل جو کہ کاتب الحروف (سیّد مجتبیٰ فضلی) کے مرشد حقیقی ہیں کو ان کی غلامی میسر آئی۔آپ اسی مسجد میں سکونت رکھتے تھے۔ذوالحج کے مہینے میں ایک دن اچانک یہ حضرت مسجد میں تشریف لائے۔جب حضرت شاہ فاضلؒ مسجد میں داخل ہوئے تو ان کو کشف سے پتہ چل گیا۔لہٰذا ان سے فرمایا کہ تمہارا نام بھی فاضل ہے اور فضیلت بھی رکھتے ہو۔اور پھر پوچھا کہ قدریان اور جبریان کے مذہب کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جو کچھ علماء کا مذہب تھا تو انہوں نے دعا دی بَارَکَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ کہ اللہ پاک تم کو برکت دے۔ اس کے بعد انہوں نے وضو کیا اور نوافل ادا کیے اور پھر شاہ فاضلؒ سے کہا کہ یہاں کے علماء اور فقہاء اللہ تعالیٰ کے دیدار دارالدنیا، بلا قید زمان ومکان کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ حضور (شاہ محمد فاضل) نے جواب دیا کہ علماء کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا دیدار آخرت میں نصیب ہوگا۔آپؒ اِس دنیا میں رویت باری تعالیٰ کے قائل تھے سو آپ نے لاہور کے علماء کی طرف اِس بارے میں ایک رقعہ لکھا۔علماء نے یہ رقعہ پڑھا اور اس کے بعد اس مسئلہ میں آپ سے بحث کی۔حضرت صاحب (شاہ یتیم اللہ) نے عقلی اور نقلی دلائل دے کر سب کو لاجواب کر دیا۔تمام علماء آپ کے کمال کے قائل ہو گئے۔حضرت شاہ محمد فاضلؒ اس مذاکرے سے فارغ ہونے کے پانچ چھ ماہ بعد تک بھی اِس مسئلے کو قبول نہیں کرتے تھے اور اتنا عرصہ ان سے ان کے سوال جواب ہوتے رہے اور یہ تمام بحث حضرت شاہ محمد فاضلؒ کی کتاب "کتاب وصالیہ" میں درج ہے۔جس کو شوق ہو وہ وہاں سے تلاش کرے۔کچھ عرصہ بعد آپ (شاہ محمد فاضلؒ) بھی اِس مسئلہ میں ان کے ہم نوا بن گئے اور قائل ہو گئے اور ان کے پروانے بن گئے۔

حضرت شیخ داؤدؒ کے عرس کے زمانے میں کہنے لگے کہ ہم کو ان کے عرس پر جانا ہے اور وہاں چوتھے کو مرید کرنا اب مقرر ہو چکا ہے اور بیعت کا سلسلہ موقوف تھا۔اب وہ وقت آگیا ہے کہ ان کو بیعت کیا جائے۔حضرت شاہ محمد فاضلؒ نے پوچھا کہ وہ چوتھی برگزیدہ ہستی کونسی ہے؟ انہوں نے

Marfat.com

جواب دیا کہ جب وقت آئے گا تو آپ کو معلوم ہو جائیگا۔ اِس طرح وہ عرس پر چلے گئے۔ جب عرس کے دن وہاں پہنچے تو روضہ حضرت شیخ داؤدؒ سے متصل دیوار کے اوپر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ حافظ محمد صادق جو کہ وہاں کے نامی گرامی عالم تھے اور مفتی بھی تھے، انہوں نے آپ کو دیکھا اور دیکھتے ہی فدا ہو گئے۔ لہٰذا عرس مبارک کے ختم ہونے کے بعد وہ لاہور تشریف لائے اور ان سے بیعت ہوئے۔ یہ ستائیس رمضان کی بات ہے۔ یہ پنجاب میں آپ کے چوتھے مرید تھے۔ (۱) ارشاد پناہی شاہ محمد فاضل (۲) حافظ محمد صادق (۳) ملا امام الدین (۴) میاں نور محمد۔ ان سب کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ مناسب جگہ پر آئے گا۔ ان چاروں کو مرید کرنے کے بعد آپ ہزارہ کے ایک بادشاہ کی ہدایت کیلئے بحکم خدا تعالیٰ وہاں تشریف لے گئے اور وہاں سکونت اختیار کی۔ آپ کی غذا درختوں کے پتے ہوا کرتے تھے۔

کرامات

آپ کی کچھ کرامات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت شاہ محمد فاضلؒ سے روایت ہے کہ ایک بار میں آپ کی خدمت میں تشریف فرما تھا اور آپ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا ذکر کر رہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور داتا گنج بخشؒ نے کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ خدا کی صفات اس کی عین نہیں بلکہ غیر ذات ہیں۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ چلتے ہیں اور داتا صاحب سے خود پوچھتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ان کو دنیا سے گئے پانچ سو سال ہو گئے۔ ان سے کس طرح کلام ہوگا؟ تو آپ نے جواب دیا کہ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتاً بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ (اللہ کی راہ میں مارے گئے لوگوں کو مردہ مت کہو بلکہ وہ اللہ کے ہاں زندہ ہیں، رزق دیئے جاتے ہیں اور خوش ہیں اس سے جو اللہ ان کو اپنے فضل سے دیتا ہے)۔ لہٰذا حکم کے مطابق ہم آپ کے ساتھ چل دیئے۔ آپ دربار مبارک پہ تشریف لائے اور خود اندر تشریف لے گئے اور ہمیں حکم دیا کہ تم لوگ دروازے کے باہر کھڑے رہنا۔ لہٰذا میں دروازے کے باہر کھڑا ہو گیا اور انہوں نے اندر جا کر ان سے سوال جواب شروع کر دیئے۔ میں دونوں کی آواز سن رہا تھا۔ اور اس طرح میں نے بہت سی راز کی باتیں پالیں۔ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْداً (اور اللہ ہی کافی ہے)۔

۲۔ حضرت شاہ محمد فاضلؒ سے روایت ہے کہ ایک نابینا بندہ تھا جس کا نام صادق تھا۔ اس

Marfat.com

نے بہت علاج معالجہ کیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اور اب وہ مکمل ناامید ہو چکا تھا۔ وہ فرید آباد میں ہی رہتا تھا۔ ایک دفعہ آپ کا گزر وہاں سے ہوا۔ جب اس نابینا کو خبر ملی تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کی درخواست کی کہ آپ کامل ولی ہیں۔ آپ نے اس کی شفاء کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور فرمایا جا تجھے شفاء حاصل ہوگی۔ ایک گھڑی گزرنے کے بعد اس کی آنکھوں میں روشنی آگئی اور اس نے تمام دنیا کو دیکھنا شروع کر دیا۔

۳۔ حضرت شاہ محمد فاضلؒ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ابتداء میں مَیں شوریدگی (ذہنی اضطراب) کی وجہ سے صحرا میں پھرا کرتا تھا۔ ایک روز اچانک ایک بہت بڑا جن کہ جس کا سر آسمان کو چھو رہا تھا، میرے سامنے آگیا۔ لیکن اللہ کی مدد شامل حال ہو تو ڈر کا ہے کا۔ سو میں نے اس سے کہا کہ تم کو ہمیں نقصان پہنچانا آسان نہیں۔ اگر تو باز نہ آیا تو پچھتائے گا۔ اس کا یہ سننا تھا کہ ایسے بھاگا کہ گویا وہ وہاں تھا نہیں۔

۴۔ حضرت شاہ محمد فاضلؒ سے نقل ہے کہ جب میں ان کا مرید ہوا تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ اجاڑ جگہ اور قبرستان میں پھرا کرو اور مخلوق سے خلوت اختیار کرو اور رسم و رواج کو ترک کر دو۔ اِس کی خبر جب خالو فقیر کو ہوئی جو کہ دنیا داری میں ملوث تھے تو انہوں نے سوچا کہ ان کو طلب کر کے ان کی سرزنش کی جائے۔ لہٰذا خالو فقیر نے چند آدمیوں کو بھیجا کہ ان کو تمام تر بے حرمتی کر کے میرے پاس لانا۔ وہ آدمی جب آپ کے پاس آئے تو صرف آپ کا جمال باکمال دیکھتے ہی رونا شروع ہو گئے اور انتہائی ادب سے درخواست کی کہ ہمارے شیخ آپ کو یاد کر رہے ہیں۔ آپ ازراہِ مروّت ان کے ساتھ ہو لیے۔ خالو فقیر نے آپ کو باندھنے کیلئے رسی تک تیار کروا رکھی تھی۔ مگر آپ کے آتے ہی پابوس ہو گیا مگر نفس کے ہاتھوں مجبور ہو کے اس نے آپ کو چند ایک سخت کلمات کہہ ڈالے۔ آپ تو اپنے گھر تشریف لے آئے مگر قضائے الٰہی سے اسی روز خالو فقیر کا جوان بیٹا اللہ کو پیارا ہو گیا۔

آپ کی کرامات بہت زیادہ ہیں مگر میں نے اختصار کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ جیسا کہ ایک شاعر کا شعر ہے کہ

از کرامتش اگر گیرم شمار
صد مجلہ بیش مے باید بکار

Marfat.com

اگر میں آپ کی کرامات شمار (کر کے لکھنا) شروع کروں تو کئی سوجلدیں کام (میں) آ جائیں

فرمودات وارشادات

۱۔ اے عزیز! یہ نعمتِ دیدارابدی ہےاوررازق کریم کی سعادت لقائے ہمیشگی ہے جومحض عنایت ہی نہیں بلکہ بے نہایت کرامت ہے۔لوح محفوظ پر خود اپنے بندوں کے بارے میں لکھا دے۔

۲۔ آج بھی عالمِ زندگی میں قبولیت کے رابطے ہوسکتے ہیں جیسے عشاقِ سلطان الدوام (ہمیشہ کی بادشاہی والے) کے رابطے ہیں، جن کے ضمیر روشن ہیں، جو واصلانِ رحمٰن ہیں اور جو انعام والے ہیں۔اگر واصلانِ جمالِ قدیم اور ذاتِ عظیم (اولیاء اللہ) درگاہِ ربّ العالمین میں چاہیں کہ الٰہی اس طالب کو لقائے ارحم الرحمین عطا فرما۔

۳۔رضائے اکرم الاکرامین، بقربِ ذوالجلال والاکرام اور عظمتِ ملک العلام سے (کوئی) ایک واصلانِ حسنِ قدیم وجمال ہوتا ہے۔تبارک وتعالیٰ (اپنی) قدرتِ کمال اور لطفِ لایزال سے تجھے آنکھ جھپکنے میں واصلِ بامقصد وکامیاب کرے اور مرادِ دوجہانی سے نوازے۔اور تجھے اس طرح کردے کہ تیری تصوارتی ہستی اور نامرغوب خود پرستی کا اصل میں نام ونشان نہ رہے۔

گر نفید بر تو مردی را نظر
از وجودی خویش کی دارد خبر

جب تک تجھ پر کسی مرد (ولیِ کامل) کی نظر نہ پڑے۔تو (تب تک) تجھے اپنے وجود کی خبر (بھلا) کیسے ہو

۴۔ عاشقوں کی قبولیت کا درجہ جمالِ قدیم کی طرف سے میسر ہوتا ہے کہ اختیار کی باگ اور زندگی کے روابط اُسی سے ہے۔تیز رفتار عمریں عاشقوں کے ہاتھوں (ہی) پیدا ہوئی ہیں۔ صبح وشام کے کام وتصرفِ اوہام اور لوگوں سے (لمبے) رابطے درمیان سے ایک طرف رکھ دینے چاہیں۔

در مبطلح عشق خبر نگو را نکشند
لاغر صنقان رشت خو را نکشند

عشق کی بھٹی میں اچھے کے سوا نہیں ڈالتے۔کمزوری کرنے والے خبیث وخوار کو نہیں ڈالتے

Marfat.com

گر عاشقِ صادقی ز گشتن مگریز
مردار بود هر آنچه او را نکشند

اگرتو سچا عاشق ہے تو مرنے سے نہ ڈر۔ (کہ) مُردے کو اس (آگ) میں نہیں ڈالتے

۵۔ مرید میت کی طرح ہے کہ میت کو خود پر اختیار نہیں ہوتا۔ غسال اس کے ساتھ شریعت کے مطابق عمل کرتا ہے جو غاسل و مغسول کے لیے نجات کا باعث بنتا ہے۔ مرید کو پیرِ کامل اور مرشدِ اکمل کی طلب رکھنی چاہیے تاکہ حقیقی مُراد کو پہنچ سکے۔ اللہ کی پناہ اگر پیر ان کمالات اور مکاشفات کو نہ رکھتا ہو تو (یوں) ہر دو (غاسل و مغسول) گمراہ ہیں۔ حضرتِ اعلیٰ کا طریق یہ ہے کہ وہ جمالِ رحمانِ قدیم کو پالے اور شرابِ ذوق دل کے جام سے حریم وصالِ کریم میں بخش دے۔ اور مُرشد (جو) ہادیِ قدیم ہیں کا طریقِ اسلوب یہ ہے کہ مریدِ سعید (سچے) کو اپنی محبت سے وآفر حصہ بخشتے ہیں۔ رواتبِ عشق سے رابطے کے یہ مرید پیرِ دستگیر کی محبت کی صیقل (پالش) سے صفا (صاف) ہو جاتا ہے۔ ہر زمان اور ہر مکان میں منہاجِ مرشد یہ ہے رحمان اگر ملک مشرق میں ہو یا دیارِ مغرب میں (تو) بلا حجاب دیکھ سکتا ہو۔ جس وقت عشق و محبت کے جواہر دوستی کے دھاگے میں پروئے جاتے ہیں (تو) اُس وقت بھید ظاہر ہوتے ہیں اور آسمان کے اکناف واطراف سے رویتِ پروردگار کا مشاہدہ دراز ہوتا ہے۔ عاشقوں کے دل (جب) آلۂ سجان سے رہائی پاتے ہیں (تو) فراق کی ظلمت کے سائے ہٹ جاتے ہیں اور لقائے کریم کا سورج طلوع ہو جاتا ہے۔

۶۔ جب غیر کی محبت کا غلبہ اور اختلاف و مبانیت صاف ہو جاتی ہے تو دیدار کی پرنور شعاع زمینوں اور آسمانوں پر جلوہ گر ہوتی ہے تو دیکھنے والوں کے لیے چشمِ بصیرت ہو جاتی ہے۔ پس پردہ ازلی جمال عاشقوں کے لیے بے نقاب ہو جاتا ہے اور حسنِ مطلق کے عاشق اپنے ہوش کھو دیتے ہیں۔

چشمِ دل چون باز شد معشوق را در خویش دید
عین دریا گشت چون بیدار شد چشمِ حباب

جونہی دل کی آنکھ کھلی تو معشوق کو اپنے آپ میں دیکھ لیا۔ جیسے بُلبلے کی آنکھ کھلے اور وہ عین سمندر ہو جائے

Marfat.com

۷۔ اے عزیز! پیرِ طریقت کی محبت وعشق مرید کو درگاہِ قدیم و وددِ رحیم تک پہنچا دیتی ہے اور یہی حقیقت میں مجاز کی بلند وبالا عمارت کا معنی ہے۔

۸۔عاشق انوار وتجلیاتِ محبوب میں فریفتہ ہو کر وصالِ جمال کی تلاش کرتا ہے کہ چاہے معبودِ قدیم کی لقاء کی طلب میں جان سے بھی ہاتھ دھونے پڑ جائیں۔ کیونکہ اُسے کوئی بدنی ڈر رہتا ہے نہ ہی کوئی جسم کی ہلاکت کا ڈر۔ اور وہ ہر طرح سے خوف واطراف کو خود راہ نہیں دیتا۔

۹۔ یہ تحریر میری طرف لاہور کے علماء نے لکھی ہے۔

من بدان عارفان فدا صد بار

که به چشمانِ سرو سر خدا بیند

میں اُن عارفوں پر سو بار فدا جاوں۔ کہ جو سر کی آنکھوں سے خدا کو دیکھیں

واقفِ اسرار حضرت ابوالاسرا کہتے ہیں کہ ایک دن دریائے وحدت کے قریب ایک شہری دیکھا جو لاہور سے تھا اور خواہش رکھتا تھا کہ ایک گرانقدر موتی ہاتھ لگ جائے۔ مختصر یہ کہ اگر وہ اسرار دان اس ذاتِ حق کا ایک دفعہ مشاہدہ کرلے جس کی کوئی قیمت نہیں اور جو بغیر حساب کے عیاں ہو جائے تو وہ اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

۱۰۔جب (تک) تو ہستیِ موہوم کے حجاب اور گناہِ خود پرستی کے نقاب کو ذاتِ حقیقتِ سدرۃ جو کہ اصل مطلب ہے سے دور نہ کرلے تو (تب تک) تجھے سعادتِ عشقِ جمیل ہرگز نصیب نہ ہو گی۔ جو کچھ بھی ہو پروردگارِ عالم کے عشق اور اسکی محبت کے سامنے جَو کے دانے کے برابر بھی نہ ہو۔

۱۱۔ افسوس صد افسوس کہ یہ قیمتی عمر برباد گئی۔ بس اس فرصت کا ادراک وہاں نہیں۔ چنانچہ بزرگانِ دین اور محققانِ صاحبِ یقین کہتے ہیں کہ جو وقت ہاتھ سے نکل جائے اور جو تیر کمان سے نکل جائے وہ قابلِ واپسی نہیں۔

عشق را غنیمت دان

گوهر عمر در بهانا دید

عشق کو غنیمت جان کہ عمر کا گوہر قیمتا نہیں ملتا

وقتِ خوش چون ز دست تو برود

Marfat.com

باز آید بدست با نآید

اچھا وقت جب تیرے ہاتھ سے نکل گیا۔(تو) پھر شاید ہاتھ نہ آئے

۱۲۔ تیری عمر کا حاصل تحصیل عشقِ جمیلِ کریم ہے۔محبت جمالِ قدیم کو صرف دیکھنا، خود کو دشواریِ جسم کے تعلقات اور بے ہودہ اوہام کے خطرات کو اندر سے باہر نکالنا، عالمِ عرفان اور عشقِ حضرتِ رحمٰن میں ہمت کا قدم ہونا لازم اور واجب ہوتا ہے۔

حاصلی عمر همین بس که اسیری غم او

دل به مالی نه هند مُیل بجاهی نکند

عمر کا حاصل فقط اُس کے غم کی قید ہے۔(اس) دل کو مال و دولت، عزت و جاہ میں (بلا وجہ) مصروف نہ کرو

۱۳۔ کیا افلاک کی تمام املاک اور زمین کے خزانے کم ہمت (کمینے) لوگوں کے زیرِ فرمان نہیں دیکھتے کہ جو بے عقل اور ست یقین ہیں۔آخر کار یہ عمرِ عزیز (جو) گوہرِ بیش بہا ہے اُسی کی طرف پرواز کرتی ہے۔یہ ظالم دنیا کی دولت ان کے ہاتھوں سے گزر کر ان کے پاس آئی ہے۔عقل دوراندیش کے نزدیک یہ دونوں صحبت کے لائق نہیں۔

دل چه می بندی به دُنیا دنی

چون نه جاوید دروی بود نی

کمینی دنیا سے دل کیوں لگاتا ہے جو ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے

حاصل از دنیا چه باشدی ای دهین

نه گز کر باس سه گزار زمین

اے ذہین! کمینی دنیا سے کیا حاصل۔کہ تین گز کپڑا اور زمین کا ٹکڑا

هست دنیا چون مثال قنطره

به گذر ازوی چون که داری روبره

دنیا کی مثال ایک قنطرہ کی سی ہے۔اس پر سے ایسے گزر جیسے سیدھا چلتا ہوا

انما اموالکم را یاد گیر

مال و ملك این بر باد گیر

Marfat.com

بے شک " تمہارا مال " کو یاد رکھ۔ کہ اس (جہاں) کا مال و ملک برباد ہونے والا ہے
۱۴۔ کل قیامت کو پوچھ کچھ کے دن لوگوں کو سزا و جزا ہو گی (اس وقت) اہل دنیا حساب دیتے وقت پریشان ہوں گے اور اہلِ آخرت (اپنے) درجات وصول کرنے کے انتظار میں ہوں گے۔ (تب) عاشقانِ حضرتِ رحمٰن، عارفانِ ذاتِ جمیل اور واصلانِ صفاتِ ذوالجلال دیدار کے مشاہدات میں ہوں گے۔

شرف آنروز که غوغای قیامت خیزد
عاشقان بر در معشوق تماشا نکرد

شرف اُس روز کہ جب قیامت کا شور برپا ہو گا۔ (تب) عاشق محبوب کے در پر تماشائی (بن کے کھڑے) ہوں گے
اُن کا کلام بے حد احاطہ گیر ہے اور میرا مطلب (یہاں) اختصار ہے۔ اگر تجھے مطالعے کا شوق ہے تو (کتابِ وصالیہ) تلاش کر۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت شاہ محمد فاضل رحمتہ اللہ

قبول خلائق، واقفِ اسرار الٰہی، غریق بحر مشاہدہ، عاشق حق حضرت شاہ محمد فاضلؒ مجذوب سالک تھے نہ کہ سالک مجذوب۔ آپ پر بہت زیادہ سکر کی حالت طاری رہتی تھی اور استغراق اتنا تھا کہ جو نادر شاد رہی ہوتا ہو۔ آپ کا مشرب عشق حقیقی تھا۔ بسا اوقات آپ سے مجذوبانہ کارہائے نمایاں بھی سرانجام پائے۔ لیکن آپ کی اکثر عمر مبارک پیالہ عشق پینے کے باوجود برداشت کرنے میں گزری اور آخر تک بندگی حق تعالیٰ کی قید میں رہے۔ آپ کی ولادت مبارکہ صدگھرہ سے متصل ایک قصبے فرید آباد سے متصل ایک گاؤں رسولپور شریف میں ہوئی۔ آپ کے والد شیخ عبدالفتاحؒ اپنے وقت کے خضر تھے۔ اور ایک برکت اور فیض والی شخصیت تھے۔ اِس عاجز (سید مجتبیٰ فضلی) کو بھی ایک دفعہ عالم کشف میں انہوں نے مستفید کیا ہے۔ آپ کی والدہ گرامی اپنے وقت کی رابعہ اور مریم تھیں۔ تمام عمر گھر کے ایک کونے میں بیٹھ کر عبادت الٰہی میں مصروف رہیں اور پردہ کا خاص خیال رکھا اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو کسی بھی نامحرم کی نظر سے محفوظ رکھا۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک چور آپ کے گھر چوری کرنے آیا۔ مگر گھر کے اندر داخل ہوتے ہی وہ نابینا ہو گیا۔ اس وقت آپ

Marfat.com

تلاوت قرآن میں مشغول تھیں۔

حالاتِ زندگی

آپ پندرہ سال کی عمر میں علوم دینیہ کی تحصیل کے لیے لاہور تشریف لائے اور سید ولیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جن کی مسجد دریائے راوی کے کنارے راج گھاٹ پر واقع تھی۔ یہاں سے آپ نے علوم ظاہری کی تکمیل کی اور پھر عشق حقیقی کی طلب میں سرگرداں پھرتے رہے۔ آخر شاہ یتیم اللہؒ کی بارگاہ میں آئے اور ان کے مرید ہوئے۔ جیسا کہ آپ خود فرماتے ہیں کہ مرید ہونے کے بعد سات سال تک قبرستانوں اور اجاڑہ جگہوں میں پھرتا رہا کہ مرشد گرامی کا حکم تھا۔ مخلوق سے مکمل طور پر علیحدہ ہو گئے اور کچھ عرصہ چک بلوچاں میں اقامت پذیر رہے۔ اس کے بعد کچھ عرصہ صدگھرہ میں رہے اور والد صاحب کے بہت مجبور کرنے کی وجہ سے شادی کی لیکن آپ کی اولاد نہ ہوئی۔ آپ نے کچھ کتابیں بھی لکھیں ہیں۔ ان میں (۱) کتب وصالیہ (۲) راحت الواصلین (۳) اختیار نامہ (۴) مثبت الرویہ وغیرہ شامل ہیں۔

کاتب الحروف (سید مجتبیٰ فضلی) کی ان سے ملاقات اس طرح ہوئی کہ تیرہ یا چودہ سال کی عمر میں صدگھرہ میں حضرت شیخ محمد غوثؒ کے مزار مبارک پر عرس کے دنوں میں ان سے ملاقات میسر آئی۔ چونکہ میں کم عمر تھا لہٰذا آپ کے بارے میں خلوص اور اعتقاد پیدا نہ ہوا۔ جب جوانی کا دور آیا اور فقیروں کو دیکھنے کا شوق غالب آیا تو صوفیہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور ان میں مرد کامل کی نشانیاں پڑھیں تو پتہ چلا کہ ان میں تمام تر نشانیاں پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا پھر دل میں ان کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوا تو صدگھرہ میں ان کی خدمت کا موقع ملا۔ کبھی کبھی آپ بھی لاہور تشریف لاتے تھے میری ملاقات کے واسطے اور اکثر اوقات ہم آپس میں مسئلہ وحدۃ الوجود کے بارے میں بحث کیا کرتے تھے۔ وہ اس کے قائل نہ تھے اور میں وحدۃ الوجود کے فلسفہ کا قائل تھا۔ تو وہ اکثر فرماتے تھے کہ اگر تمہارا نصیب ہوا تو یہ وحدۃ الوجود کا مسئلہ اہل سکر کی ابتداء والوں کا مقام ظاہر ہوگا۔ لہٰذا تین چار سال بعد ان کی بات میرے دل میں گھر کر گئی اور میرے دل سے وحدۃ الوجود کا مغالطہ رفع ہو گیا۔ یہی وہ وقت تھا کہ جب میں نے آپ سے کہا کہ مجھ کو ''تلقین'' عطا فرمائیں۔ مگر آپ نے جواب دیا کہ ابھی یہ تمہارے حال کے مناسب نہیں اور یہ مناسب نہیں کہ ہم بزرگوں کی اجازت کے بغیر یہ بات کسی کو ظاہر کریں اور اسی طرح یہ بھی مناسب نہیں کہ تم کو بھی بزرگوں کی اجازت کے بغیر مرحمت فرما دیں۔

Marfat.com

لہٰذا کچھ عرصہ بعد میں نے خواب دیکھا اور خواب میں حضور قبلہ گاہ (سید مصطفیٰ گیلانیؒ) کو دیکھا کہ ان کی بنائی ہوئی مسجد میں نماز ہو رہی ہے۔ حضور قبلہ گاہ بھی نماز ادا کر رہے ہیں اور میں بھی نماز میں ہوں اور حضور ارشاد پناہ (شاہ محمد فاضل) امام ہیں۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ اجداد کے روضے کے سامنے آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر حضور ارشاد پناہ کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس خواب کے چند روز بعد آپ لاہور تشریف لائے اور کہا کہ اب ہم کو حکم ہو گیا ہے۔ لہٰذا انہوں نے کرم فرمایا اور مجھ کو ذات باری تعالیٰ کے منزہ ہونے کا یقین مزید محکم ہو گیا۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْهَدَيْتَنَا (اے اللہ! ہدایت دے کر ہمارے دلوں کو مت اندھا کرنا) آمین!۔

رات کے وقت قبر مبارک پر فاتحہ پڑھنے آیا تو ایک خوشبو نے بندے کا استقبال کیا اور میرا پورا جسم معطر ہو گیا۔ اسی رات ایک اور خادم کا آدھی رات کے وقت مزار مبارک پر گزر ہوا۔ انہوں نے بھی وہ خوشبو سونگھی اور وہ دو گھڑی وہاں کھڑا رہا اور خوشبو سونگھتا رہا۔ وفات سے پہلے آپ بسا اوقات کہا کرتے تھے کہ موت نے زندگی کو رسیاں ڈال رکھی ہیں اور لگا تار زندگی کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ ایک دم کی فرصت نہیں ہے۔ یعنی آپ اس حقیقت کی طرف دھیان دلاتے تھے کہ دنیا فانی ہے۔ وفات کے کچھ عرصہ تک آپ کی قبر مبارک دریائے راوی کے کنارے جہاں آپ کی رہائش تھی وہاں رہی۔ مگر جب دریا کا پانی طغیانی میں ہوتا تو یہ خوف ہوا کہ کہیں آپ کی قبر پانی میں ڈوب کر ضائع نہ ہو جائے۔ اس خوف سے فیصلہ کیا گیا کہ آپ کے تابوت کو لاہور لایا جائے۔ لہٰذا اس کے لیے راج پورہ گیٹ کے باہر کہ جس کا رُخ شمال کی طرف ہے، وہاں آپ کے مقبرے کی جگہ مقرر کی گئی۔ جب ہم آپ کی قبر مبارک کھود رہے تھے تا کہ جسد مبارک کو باہر نکالا جائے تو ہم نے دیکھا کہ قبر کی مٹی آپ کے تمام جسم مبارک پر گری پڑی تھی سوائے آپ کے چہرہ مبارک، دہن مبارک اور آپ کی آنکھوں کے کہ ان پر مٹی پڑی ہوئی نہیں تھی اور ایسا لگتا تھا کہ آپ ابھی ابھی تازہ پانی سے دھلے ہوں۔ اگر چہ تمام جسم پر قبر کی مٹی گری ہوئی تھی مگر جسم صحیح سالم تھا۔ آپ کے تابوت کو باہر نکالا گیا تو اس وقت رات چھا چکی تھی۔ آدھی رات کا وقت تھا، دو درویش تابوت کے سرہانے بیٹھے تھے اور بیدار تھے کہ اچانک تابوت سے ایک آواز آئی۔ درویشوں نے سوچا کہ شاید کوئی جانور ہو گا۔ انہوں نے بہت زیادہ تلاش کیا مگر کسی طرح کا جانور وہاں نظر نہ آیا۔ تین مرتبہ اسی طرح کی آواز آئی، آخر کار انہوں نے جان لیا کہ یہ کوئی راز کی بات ہو گی۔ اور کئی منزلوں پر اسی طرح کی آواز تابوت سے

Marfat.com

آتی رہی۔ یہاں تک کہ جب ہم لاہور سے متصل ایک قصبے میں پہنچے اور رات کی چند گھڑیاں باقی تھیں۔ میں آپ کے تابوت کے سرہانے آیا اور حافظ شیرازیؒ کی یہ غزل گانا شروع کر دی

به گزید مارا زلفت جگریِ کباب مارا

نه طبیب می شناسد نه فون گراین دوا را

تیری زلفوں کے سانپ نے ہمارے جگر کو کباب کر دیا ہے۔ نہ طبیب شناخت کرتا ہے، نہ جادوگری اور نہ (ہی) دوا اثر کرتی ہے

ابھی میں نے گنگنانا شروع کیا تھا کہ آپ کے تابوت مبارک سے ایک آواز ایسے بلند ہوئی کہ جس کی سختی تمام لوگوں کی سماعتوں پر غالب آ گئی۔ اس کے بعد دفن تک کوئی آواز تابوت سے برآمد نہ ہوئی۔ اللہ جانے کہ اس میں کیا راز تھا۔

کرامات

آپ کی چند کرامات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ ایک دفعہ آپ کا گزر ایک علاقے سے ہوا۔ وہاں ایک فقیر کا حجرہ تھا وہاں ہی آپ نے قیام فرمایا۔ لوگوں نے جب آپ کا جمال باکمال دیکھا تو وہ آپ کے کمالات سے واقف ہو گئے اور بہت زیادہ عقیدت دکھانے لگے اور آپ کی اطاعت میں لگ گئے۔ اس فقیر نے جب یہ حال دیکھا تو وہ حسد کے مارے کڑھنے لگا اور آپ سے کہنے لگا کہ آپ یہاں سے چلے جائیں ورنہ ہم تم پر سانپ چھوڑ دیں گے۔ وہ فقیر کوئی جادوگر تھا۔ اس نے کوئی عمل کیا تو ہر طرف سے سانپ امڈ امڈ کر سامنے آنے لگے۔ یہاں تک کہ دائیں بائیں آگے پیچھے سے سانپوں کا ایک ہجوم تھا جو چلا آ رہا تھا۔ مگر اچانک ایک لاٹھی غیب سے نمودار ہوئی اور اس نے سانپوں کو مارنا شروع کر دیا۔ تمام سانپ مر گئے اور وہ فقیر بھی مر گیا۔

۲۔ آپ ایک دفعہ صدگھرہ میں ایک مکتب میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک معلم بچوں کو سبق پڑھا رہا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا آپ کو چمن وحدۃ کے پھول دیکھ کر عبرت ہوگی؟ استاد نے جواب دیا کہ ہم اس قسم کا اشارہ سمجھ نہیں سکے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو بھی جان جائے گا۔ ایک یا دو دن بعد وہ معلم اس دارِ فنا سے دارِ بقاء کی طرف کوچ کر گیا۔

۳۔ یہ فقیر (سید مجتبیٰ فضلی) صدگھرہ میں آپ کی خدمت میں تھا کہ مجھ کو اپنی دینی والدہ کی

Marfat.com

بیماری کی خبر پہنچی۔ لہٰذا میں اور آپ نے اکٹھا ہی عیادت کا ارادہ کیا اور وہاں سے چل پڑے۔ راستے میں ایک دفعہ کوئی چیز کھانے کے لیے نیچے اترے تو حضرت صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ تم کو رکنا نہیں چاہیے بلکہ جلدی جانا چاہیے کہ ان کی چند گھڑیاں باقی ہیں۔ لہٰذا میں تمام تر جلدی کر کے پہنچا تو میں نے دیکھا کہ واقعی ان کی چند گھڑیاں باقی بچی تھیں اور میرے پہنچنے کے چند گھڑیاں بعد انہوں نے جان حق تعالیٰ کے حوالے کر دی۔

۴۔ ایک دفعہ میں (سید مجتبیٰ فضلی) آپ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ یہ وہ دور تھا کہ جب میں آپ کا تازہ تازہ عقیدت مند ہوا تھا۔ اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ اگر ان سے کوئی خوارق عادت بات ظاہر ہو جائے تو اس وقت میں اپنی عقیدت اور بڑھا لوں گا مثلاً اگر ابھی کوئی شیر آ جائے یا یکدم کوئی درخت اُگ جائے۔ میں اسی سوچ میں تھا کہ اچانک آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور آپ بہت زیادہ غصے میں آ گئے۔ اور کشف سے میری بات پا کر کہنے لگے کہ لوگ اونچے میناروں اور گنبدوں پر مغرور ہیں اور فقیر سے چاہتے ہیں کہ وہ بازی گروں کی طرح کوئی کتا پیدا کرے یا کوئی درخت اُگا کر دکھائے۔ اسوقت آپ کے چہرہ مبارک پر وہ جلال تھا کہ قیامت تک اس سے ڈر لگتا ہے۔ اُس وقت میرا آپ پر وہ پختہ یقین ہوا کہ میں نے ظاہری یا باطنی کسی طور پر آپ سے کرامت کا اظہار طلب نہ کیا اور مجھے ایک اہم مطلب حاصل ہوا۔

اگر بر ھوا روی مگسی باشی
اگر بر آب روی خشی باشی

(تو) اگر ہوا میں اُڑا (تو) مکھی ٹھہرا۔ اگر پانی میں تیرا (تو) خس وخشاک ٹھہرا

این ھمہ نیم جو نمی آرزد
دل بدست آر تا کسی باشی

یہ سب آدھ جَو کے (دانے) کے بھی برابر نہیں۔ (اس لیے) دل کو ہاتھ میں لا کہ (تو) کچھ بن جائے

۵۔ ایک دفعہ میں آپ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ آپ کوئی بات سُن کر اس قدر ہنسے کہ میرے دل میں یہ مذموم خیال آیا کہ ایک فقیر کو اس قدر ہنسنے سے کیا کام؟ یہ خیال دل میں تھا اور میں نے اس وقت آپ کی طرف نگاہ دوڑائی تو آپ نے فرمایا کہ ھُوَ اَضۡحَکَ وَاَبۡکٰی (کہ وہ سب سے بڑھ کر ہنسنے اور رونے والے ہیں)۔ اِس کے بعد میرے دل میں خوف پیدا ہوا اور

Marfat.com

میں نے توبہ استغفار کی اور اس طرح وہ وہم مجھ سے دور ہو گیا۔

۶۔ ایک دفعہ آپ کی خدمت میں جانی نام کا ایک فقیر حاضر ہوا۔ اور وہ آپ کا استہزاء اڑاتے ہوئے کہنے لگا کہ آپ کے مرید سید مجتبیٰ فضلی نے مجھے کہا ہے کہ آپ اس کو گمراہ کر رہے ہیں۔ آپ نے یہ بات سُن کر کہا کہ تیرا جھوٹ تجھے سر کے بل گرائے گا۔ دو یا تین دن بعد وہ جھوٹا انسان اپنے حجرے کی دیوار سے سر کے بل زمین پر گرا اور اس کی کمر ٹوٹ گئی اور وہ ایک مدت اسی عذاب میں گرفتار رہا۔ جب وہ اپنے کیے پر نادم ہوا اور توبہ کی تو اس کا درد دور ہو گیا اور اس کو خلاص ملا۔

۷۔ میں ایک دفعہ آپ کی خدمت میں حاضر تھا کہ اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ اتنی زیادہ محنت اور ریاضت سے مجھے کیا ملا؟ میں نے اِس خیال سے آپ کی طرف دیکھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ آئینے کو جتنا زیادہ صیقل کیا جائے اتنا ہی اس کا حسن بڑھتا ہے۔

۸۔ ایک دفعہ میں (سید مجتبیٰ فضلی) آپ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ اس دن سردی زیادہ تھی۔ آپ فرمانے لگے کہ اس سال اتنی زیادہ سردی پڑے گی کہ بہت زیادہ لوگ اس علت کی وجہ سے مر جائیں گے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا واقعی اس سال اتنی زیادہ سردی پڑی کہ بہت زیادہ لوگ لقمہ اجل بنے۔ یہاں تک کہ ہندوؤں کو مردے جلانے کے لیے لکڑی تک نہ ملتی تھی۔

۹۔ ایک دفعہ ایک جاہل سپاہی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ دکھاؤ۔ آپ نے کہا کہ میں خدا کو دکھا نہیں سکتا۔ اگرچہ آپ بہت صلح اور ہمدردی سے اس کو سمجھاتے رہے مگر وہ بدستور اصرار کرتا رہا۔ اچانک اس سپاہی کے پہلو میں اتنا شدید درد اُٹھا کہ وہ گر پڑا اور زمین پر لوٹ پوٹ ہونے لگا۔ قریب تھا کہ وہ اسی درد سے تڑپ تڑپ کر مر جاتا کہ یہ خبر اس کے والد تک پہنچی۔ وہ دوڑا ہوا آیا اور آپ سے اس کی غلطی کی معافی مانگی اور آہ و زاری کی۔ آپ نے اس کی خاطر دست دعا اُٹھائے، دعائے خیر مانگی تو اسی لمحے اس کا درد ختم ہو گیا اور اس نے توبہ کی۔

۱۰۔ ایک مولوی صاحب تھے۔ ان کا جوان بیٹا فوت ہو گیا اور وہ اس کے غم فراق میں تڑپتے رہتے تھے۔ آخر کار وہ آپ کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کیا کہ میرے بیٹے کو زندہ کر دیں۔ اور خدا اور رسول کے واسطے دیئے۔ آپ نے اسے بہت سمجھایا کہ یہ زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ میرے جیسے عاجز بندے کی کیا مجال کہ زندگی اور موت اور اس کے کار میں مداخلت کرے۔ اس نے کہا کہ آپ اللہ کے دوست ہیں۔ آپ ایک دفعہ عرض کریں۔ آخر کار آپ نے اس سے کہا کہ چھنی

Marfat.com

میں ایک قطب رہتے ہیں، ان کی یہ یہ نشانیاں ہیں۔ وہاں جاؤ، وہاں جا کر ان سے کہنا وہ تمہارا کام کر دیں گے۔ حکم کے مطابق وہ مولوی چھنی میں آیا اور علامات دیکھ کر ان سے اپنے مشکل کام کا کہا کہ میرے بیٹے کو زندہ کر دیں۔ اس قطب نے کہا کہ جنہوں نے تجھے بھیجا ہے وہ ہی فقیر تمہارا کام کر سکتے ہیں۔ اس مولوی کا اعتقاد آپ کے بارے میں ویسے بھی بہت زیادہ تھا۔ جب اس قطب نے کہا تو یہ اعتقاد اور زیادہ بڑھ گیا۔ وہ واپس آپ کی خدمت میں آیا اور دوبارہ آہ وزاری کی۔ آپ نے فرمایا کہ ہماری اتنی جرأت نہیں کہ مردے زندہ کرتے پھریں۔ ہاں جاؤ اور سورہ مزمل شریف کو چالیس رات تک اپنے بیٹے کی قبر کے سرہانے وِرد کرنا۔ ساتھ ہی آپ نے اس کو اس کے پڑھنے کا طریقہ اور خاص شرائط بتائیں۔ اب وہ مولوی صاحب اسی طریقے سے ان شرائط کے ساتھ سورہ مزمل شریف اپنے بیٹے کی قبر کے سرہانے بیٹھ کر پڑھنے لگے۔ چند دن بعد اس کا بیٹا غائب سے آ ظاہر ہوا اور ایک زوردار طمانچہ اپنے باپ کے منہ پر مارا اور کہا کہ ہم جنت کی نعمتوں میں اتنے مزے سے ہیں کہ اب اس دنیا میں آنا دوزخ لگتا ہے۔ جا اور اپنا کام کر۔ اگر دوبارہ اس جگہ آیا اور کچھ پڑھا تو میں تمہیں جان سے ماردوں گا۔ وہ مولوی اس بات سے اتنا ڈرا کہ اب اس کو بیٹے کا نام لینا بھی عذاب لگتا تھا۔ اس نے تمام ماجرا آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو اتنی محنت اللہ تعالیٰ کو پانے میں کرتا تو اپنا مقصد پالیتا۔ یہ سب کم عقلی کی باتیں ہیں۔ ان کو چھوڑ دو۔

۱۱۔ ایک بار ماہِ شوال میں آپ کے پیٹ میں درد اُٹھا اور کوئی ظاہر سبب بھی نہیں تھا۔ حکیم کہتے تھے کہ دل میں ورم ہے جبکہ یہ عاشقوں کا خاصہ ہے۔ ماہ ذوالحج میں آپ لاہور تشریف لائے۔ اس دوران آپ کا درد بہت زیادہ بڑھ چکا تھا۔ میں نے بہت زیادہ التماس کی کہ کسی طبیب کو دکھانا چاہیے اور علاج کروانا چاہیے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ لاعلاج مرض ہے اور اس درد سے ہمیں چھٹکارا نہیں ملنے والا۔ ایک روز میں نے گستاخی کی اور ایک طبیب کو بلا لیا۔ اس نے نبض چیک کی اور کہا کہ اگر آپ کے بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے متصل رگ کو کھول دیا جائے تاکہ فالتو خون نکل جائے تو اِس درد سے نجات مل سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اول تو ہمارے جسم میں خون نہیں ہے اور اگر آپ کہتے ہیں تو کل آجایئے گا۔ لہٰذا میں نے طبیب کو رخصت کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ طبیب لوگ اِس آیت کے مصداق ہیں کہ وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلاً (کہ تم کو نہیں دیا گیا علم مگر تھوڑا سا)۔

Marfat.com

وفات

آپ تقریباً ایک ماہ لاہور تشریف فرما رہے اور اس کے بعد پانچ محرم الحرام اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ میں بھی آپ کے ہمراہ ہی تھا۔ اسی رات نوشہرہ کے اندر قائم فقیر نے خواب میں دیکھا کہ آپ وفات پا گئے ہیں۔ صبح کے وقت قائم فقیر آپ کی خدمت میں سلام کیلئے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ جیسا کہ تم نے خواب میں دیکھا ہے ویسا ہی ہے۔ جب ہم صدگھرہ میں آئے تو مجھے ایک طرف کام تھا لہٰذا میں اس کام سے چلا گیا اور آپ اپنے گھر تشریف لے گئے۔ اب آپ کی تکلیف بہت زیادہ بڑھ گئی تھی۔ وہاں کے لوگ بھی ایک طبیب کو لے آئے۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تمہارا دارو دوا مجھ پر اثر نہیں کرے گا لیکن ہم لوگوں کی خاطر یہ کھا لیتے ہیں۔ جب جمعرات کا دن آیا تو پوچھنے لگے کہ کیا آج جمعرات کا دن ہے؟ لوگوں نے کہا کہ جی ہاں۔ آپ نے کہا والد اور بھائیوں کو بلاؤ۔ سارے کے سارے آ موجود ہوئے۔ آپ سب کے ساتھ ملتے جاتے اور رخصت کرتے چلے جاتے۔ آخر کار حافظ صاحب تشریف لائے۔ ان کو فرمایا کہ میری کتابیں میرے سامنے لاؤ۔ وہ سب کتابیں لائے۔ آپ ایک ایک کر کے کتاب اُٹھاتے، اس کو کھولتے، بوسہ فرماتے اور پھر غلاف میں رکھتے جاتے تھے۔ جب اس سے فارغ ہوئے تو اپنے اوراد منگوائے مثلاً اوراد نوریہ، عہد نامہ، نور نامہ وغیرہ۔ پھر حافظ صاحب سے فرمایا کہ عہد نامہ ایک دھاگے کی مدد سے میرے انگوٹھے میں باندھ دینا، اور یہ دعائیں، اسماء اور آیات ایک تعویذ کی شکل میں میرے گلے میں لٹکا دینا اور حضرت شاہ یتیم اللہ صاحب نے جو بستر مجھ کو دیا تھا اس کو میرے چہرے کے سامنے رکھنا۔ یہ وصیت کر کے حافظ صاحب کو بھی رخصت کر دیا۔ اور خود حجرے مبارک میں تنہا رہ گئے۔ عصر کے وقت کے بعد لوگ آپ کے حجرے میں داخل ہوئے۔ اب آپ بہت زیادہ کمزور ہو چکے تھے۔ اتنے کمزور کہ مغرب کی نماز اشارے کے ساتھ بجماعت ادا فرمائی۔ اب ضعف اس قدر بڑھ چکا تھا کہ لگ رہا تھا کہ وقت وصال قریب آچکا ہے۔ اِس وجہ سے پاؤں کی طرف بیٹھے لوگ کھڑے ہو گئے اور قرآن پاک پڑھنا شروع کر دیا۔ آپ نے ان کو فرمایا کہ بے ادبی ہو رہی ہے لہٰذا آپ سر کی طرف آ کر قرآن خوانی کریں۔ بھائی جان بالین کی طرف آئے اور کہا کہ میں سید مجتبیٰ سے کیا کہوں گا؟ آپ نے فرمایا اللہ کہنا۔ پھر آپ نے چارپائی پر پہلو بدلنا چاہا۔ لوگوں نے پوچھا کہ ہم پہلو بدلنے میں مدد کریں؟ آپ نے جواب دیا کہ نہیں ہم خود بدل لیں گے۔ جب آپ نے پہلو بدل لیا تو دوبار اپنی زبان سے ’’ اللہ اللہ ‘‘ کہا اور

Marfat.com

واصل بحق ہو گئے۔ (انا للہ وانا علیہ راجعون)۔ جب آپ کی زبان سے اللہ اللہ نکلا تو گھر کا چراغ یکدم بجھ گیا۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ اس میں کیا راز تھا؟۔ آپ کی وفات جمعہ کی رات مغرب کے وقت اور محرم الحرام کے مہینے میں ہوئی۔ وصال کے بعد آپ اکثر صلحاء کو نظر آتے رہے۔ انہوں نے ان سے پوچھا کہ آپ اوراد اور دعائیں اپنے ساتھ لے کر کیوں گئے؟۔ آپ نے جواب دیا کہ ہم منکر نکیر کے سوالوں کے جواب لکھ کر ساتھ لے گئے تھے تاکہ ان کے سوال و جواب کی وجہ سے ہمارے استغراق میں خلل نہ پڑے۔ آپ کے وصال کے گیارہ روز بعد یہ حقیر (سید مجتبیٰ فضلی) آپ کے مزار مبارک پر پہنچا اور اپنے سر پر خاک ڈالی۔ افسوس کہ خود خاک میں نہ ملا کہ آپ بھی نہیں اور اس دوری کے باوجود ہم زندہ ہیں کیا زندگی ہے ہماری؟۔ جب میں وہاں آیا تو جمعرات کا دن تھا اور مغرب کا وقت تھا۔ میرے لیے آپ کے مرید ایک تکیہ لے آئے تاکہ میں اس پر سر رکھ کر آرام کرسکوں۔ جب میں نے وہ تکیہ سر کے نیچے رکھا تو مجھے ایک کاغذ کے گرنے کی آواز آئی۔ میں نے وہ کاغذ اٹھا کر دیکھا تو اس میں آپ کے دستخط تھے اور ساتھ ہی یہ لکھا تھا کہ آپ کے پیر سلامت ہیں اور جو کچھ دنیا میں علم کی حد تک تھا آج اس کا مشاہدہ کرلیا ہے۔ باقی سب خیر ہے۔ تب سے لیکر آج تک وہ رقعہ مجھے جان سے بڑھ کر عزیز ہے۔

اے اللہ! ہمیں آپ کے خدمتگاروں میں رکھنا، آپ کی تعلیمات پر کار بند رکھنا اور جب زندہ کرنا تو آپ کے پیروکاروں میں اٹھانا اور جب اس دنیا سے اٹھانا تو قبران کے پاؤں میں بنانا صدقہ انبیاء، اولیاء اور خصوصاً نبی پاک ﷺ اور حضور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے۔ آمین!

فرمودات وارشادات

اب میں آپ کے کچھ فرمان منقول کرتا ہوں۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اگر طالب مطلوب کا وصال پائے بغیر ایک لمحہ بھی آرام کرے یا صبر کرے تو کم ہمت ہے۔

۲۔ جس طرح چھلنی میں پانی نہیں رک سکتا بالکل اسی طرح عاشق کے دل میں صبر نہیں ٹھہر سکتا۔

۳۔ عشق میں صابر وہ ہوتا ہے کہ جو راہ عشق میں آنے والی سختیوں کو برداشت کرے نہ کہ وہ بندہ صابر ہوگا کہ جو فراق پہ صبر کرے۔

۴۔ وہ عاشق کہ جن کو ذات قدیم کے دیدار کے لیے پیدا کیا گیا ہے ان کو بغیر دیدار کے کسی صورت صبر نہیں آسکتا۔ عقل مند کے لیے اشارہ ہی کافی ہے۔

Marfat.com

۵۔ اگر اللہ دوزخ کو عذاب دینا چاہے تو اس کو کینے والے سینے میں جلائے گا کہ اس کے لیے نَارُاللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَ فْئِدَۃِ کی آگ ہی کافی ہے۔
۶۔ عشق سب سے بڑا عذاب ہے اور یہ وہ آگ ہے جو سوائے معشوق کے ہر چیز جلا دیتی ہے۔
۷۔ طالب کو اس بات کا دھیان رکھنا چاہیے کہ گفتگو سے مخلوق کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچے۔ اگر سامنے مخلوق صاحبِ حال ہو تو فقر الی اللہ بیان کرنے سے گریز کرے۔
۸۔ فرماتے ہیں کہ اگر سالک عیالدار ہے تو بہتر یہی ہے کہ اپنے کھانے کے لیے ان کو تکلیف نہ دے کہ یہ پکاؤ یا وہ پکاؤ بلکہ جو کچھ بھی حلال پکا ہے اس کو صبر و شکر سے کھا لے۔
۹۔ اگر کسی وجہ سے دل میں ماسوائے اللہ رجوع کرنے کی طلب پیدا ہو تو ہمت کر کے اُس طلبِ خفیف کو چھوڑ دے اور اُلفتِ حقیقی کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔
۱۰۔ ہر درویش صورت کا اعتبار نہ کر کہ اکثر لوگوں کے لیے کرامات کی طرف دل لگانا حجاب اکبر بن جاتا ہے۔
۱۱۔ آپ فرماتے ہیں کہ عشق مجازی بھی ایک اعتبار سے خوب ہے کہ بسا اوقات جو چیز سخت ریاضت سے نہیں ملتی وہ عشق کی وجہ سے تھوڑے عرصے میں مل جاتی ہے۔ عاشق کی حیثیت معشوق کے سامنے بے ہستی اور فانی الصفت کی سی ہوتی ہے کہ معشوق کی نظر میں اس کا کام سوائے اس کی صورت دیکھنے کے کچھ نہیں ہے۔ عشق مجازی کی صورت میں تنہائی میں معشوق کے ساتھ ہرگز نہ بیٹھے اور اگر دروازہ بند نہ ہو تو بھی اس کے ساتھ نہ بیٹھے۔ ہمیشہ روزے سے رہے اور فاقہ کشی کرے کہ فسق و فجور اور شہوت کو ختم کرنے کا یہی بہترین راستہ ہے۔ کسی سے بھی اپنے معشوق کے بارے میں بری باتیں نہ سنے تاکہ دل سے اس کی عزت ختم نہ ہو جائے اور اپنے ہاتھ اور پیروں کو اس کے ہاتھ پاؤں سے ہرگز مس نہ کرے۔ بلکہ اپنے پورے جسم کو مس ہونے سے بچائے تاکہ یہ شرائط پوری ہوں ورنہ عشق مجازی گناہ کبیرہ ہے۔ نیز سوائے اس کے چہرے کو دیکھنے کے باقی اعضاء کی طرف نظر نہ اٹھائے۔ مردِ کامل کے لیے نظارہ حسن مکروہِ تنزیہی، متوسط کے لیے مباح جبکہ ناقص کے لیے حرام مطلق ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کہ ماہِ رمضان المبارک میں اپنی بیوی کو بوسہ دینا بوڑھے بندے کے لیے حلال جبکہ جوان کے لیے حرام ہوتا ہے کیونکہ یہ بات

Marfat.com

جوان کو جماع پہ ابھار سکتی ہے جبکہ بوڑھے کے لیے یہ خطرہ نہیں ہے۔

۱۲۔ اکثر دل وساوس سے خالی نہیں ہو سکتے لہذا اگر دل میں فسق و فجور کا خیال آتا ہے تو اس کو دل میں جگہ نہ دے اور اس پہ اصرار نہ کرے کہ اصرار کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے۔

۱۳۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ عشق مجازی عشق حقیقی کی سیڑھی ہے تو اس سے مراد مرشد حقیقی کا عشق ہے نہ اجنبی مرد و عورت کا عشق۔

۱۴۔ جب کبھی حسن کو دیکھے تو از راہ طبعی دیکھے جیسا کہ گل وگلزار نہ کہ اس کو از راہ مذہب دیکھے کہ اس کو مطلوب حقیقی مان لے۔ حسن کو اس ذات کی کاریگری کا پرتو جانے کہ جب اصل سامنے ہو تو پھر پرتو کو کون دیکھنا چاہے گا۔ اور اگر اس کو اصل گردانتا ہے تو اس کو آئینے اور اصل میں فرق معلوم نہیں ہے۔ اگر گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے تو ایسے لوگوں کے لیے بڑا سخت عذاب ہے۔

۱۵۔ سالک کو چاہیے کہ دوستوں یاروں سے اس طرح خلوت اختیار کرے کہ اس کے دل میں یہ خیال بھی نہ آئے کہ کبھی ان سے بھی رابطہ تھا۔ جب کبھی والدین کے حق یا صلہ رحمی کا خطرہ دل میں آئے تو اپنے آپ کو ان آیات سے تسلی دے۔

(۱) اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (۲) يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۔ والدین اور یار دوست کا ہر وہ حکم جو صراط مستقیم کے مانع ہے، کفر ہے مثلاً اگر والدین حکم دیں کہ نماز نہ پڑھو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ اگر تفرید و تجرید کا علم رکھتا ہو۔ احسان و مروت کے ساتھ اُن کی آخرت سنوارے کہ یہی رہنمائی بھی ہے۔

۱۶۔ اگر ذکر یا فکر کے اوقات میں دینی یا دنیاوی خطرہ چپک جائے تو ملاحظہ کرے کہ اگر یہ تھوڑی سی کوشش سے دور ہو جاتا ہے تو بہتر ہے ورنہ پوری کوشش کرے کہ اس کو دور کرے۔ اس سلسلے میں اس بات پہ عمل کرے کہ جس لمحے میں خیال ہے وہ لمحہ ذکر سے غافل ہے۔ کیا خوب شعر ہے کہ

دل خانہ خدا است دراو کرد جا صنم
یا رب سبب چہ بود کہ بتخانہ حرم

Marfat.com

دل خدا کا گھر ہے اس میں بتوں نے جگہ بنالی ہے یا ربّ! اس کا سبب کیا ہے کہ دل کا حرم بت خانہ بن گیا ہے

۱۷۔ اگر سالک کے دل میں گناہ کا وسوسہ آتا ہے اور اس کے دل میں اللہ کے عذاب کا خوف بھی ہے تو اس صورت میں اس کے سامنے دو چیزیں ہوں گی۔ایک گناہ کا خیال اور دوسرا اللہ کے عذاب کا خیال۔پس اگر گناہ کا خیال غالب آجائے تو گناہگار ہے اور اگر اللہ کے عذاب کا خیال غالب آجائے تو ناجی ہے۔مگر بندہ دونوں صورتوں میں مغلوب ہی ہے۔مگر آخری صورت میں مطلوب کی محبت سے مغلوب ہے اور اس میں محبوب کا حکم جاری ہے۔گناہ ہونے کا احساس دل میں رکھے لیکن اس کی لذت نہ چکھے۔"سیآب الابرار خیر من حسنا القربین"۔

آپ کا کلام کافی طویل ہے مگر میں نے مختصر ذکر کیا ہے۔جس کو شوق ہے اس چاہیے کہ کتاب رسالیہ، راحت الواصلین، اختیار نامہ یا مثبت الرویۃ کی زیارت کرے یعنی مطالعہ کرے۔

Marfat.com

فصل در ذکرِ معاصرینِ کرام

Marfat.com

حضرت حافظ محمد صادق رحمتہ اللہ

آپ کا اسم گرامی محمد صادق تھا۔آپ صد گھرہ سے متصل ایک گاؤں میگھ بیقان میں پیدا ہوئے۔ جب ذرا سیانے ہوئے تو علم دین کی طلب کے لیے فرید آباد تشریف لائے۔آپ نے علم ظاہری میں اس قدر کمال حاصل کیا کہ اپنے تمام ہم عصروں میں سبقت لے گئے اور اس طرف کے علاقوں میں فتویٰ نویسی کا کام سرانجام دینے لگے۔آپ زمانہ طالب علمی سے ہی زہد و تقویٰ اور راستی جیسے اوصاف حمیدہ سے متصف تھے۔

حالاتِ زندگی

آپ شاہ ابوالاسرارؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔وہاں سے فیض پایا۔اس کے بعد گوشہ نشینی اختیار کی۔مخلوق سے مکمل عزلت اختیار کر لی اور صحرا میں چلے گئے اور وہیں رہنے لگے۔اکثر اوقات درختوں پر چڑھ جایا کرتے تھے تا کہ ڈھونڈنے والا انہیں تلاش نہ کر پائے اور ان کے معاملات میں خلل نہ ڈال سکے۔اکثر اوقات جب وارفتگی بڑھتی تو محبت میں یہ شعر گنگنایا کرتے تھے۔

راہ تنہائی است و یکتائی است
می رود ہر کہ در شکیبائی است

یہ راستہ تنہائی اور اکیلے پن کا راستہ ہے اور اس پہ وہی بندہ چلے جا رہا ہے جو درد محبت میں مبتلا ہے

آپ کی تمام عمر عبادت و ریاضت اور تنہائی میں بسر ہوئی۔اکثر آپ ایک دن میں قرآن پاک کا ختم کیا کرتے تھے۔آپ کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔

کرامات

آپ ایک صاحبِ کرامت ولی تھے۔آپ کی کچھ کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ محمد قائم درویش سے منقول ہے کہ ایک کسان تھا جس کی کوئی اولاد نہیں ہوتی تھی۔اسی طرح کافی عرصہ گزر گیا۔اس نے بہت علاج کیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ایک روز وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس نے بہت زیادہ آہ وزاری کی اور دعا کی درخواست بھی کی۔آپ نے فرمایا کہ گھر جاؤ اور اپنی گھر والی کو ہمارے سامنے لانا۔وہ کسان بڑی آرزو سے آپ کو اپنے گھر لے کر گیا اور

Marfat.com

اپنی بیوی کو آپ کے سامنے کیا۔ آپ نے ایک نظر اس کی بیوی پہ ڈالی اور واپس تشریف لے آئے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ عورت اسی دن حاملہ ہوگئی اور بعد میں اس نے ایک لڑکے کو جنم دیا۔

۲۔ محمد قائم درویش سے ہی منقول کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ آپ دریا میں کشتی پہ سفر کر رہے تھے کہ سماع کی وجہ سے آپ عالم وجد میں آ گئے اور سر کے بل دریا میں گر گئے۔ ایک گھڑی بعد آپ دریا سے برآمد ہوئے مگر سوائے دستار کے آپ کا سارا لباس پانی سے تر تھا حالانکہ آپ دریا میں سر کے بل گرے تھے۔

۳۔ محمد قائم درویش روایت کرتے ہیں کہ زندگی میں آپ کا ایک عشق بھی تھا۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو وہ عشق حاضر نہ ہوسکا۔ چند روز بعد آپ کا عشق آپ کی قبر کے سرہانے آیا۔ اس نے اپنے سر سے چادر اتاری اور آپ کی قبر کے سرہانے بچھا کے سوگئی اور اسی حالت میں وفات پا گئی۔ اس کی قبر بھی وہیں پہ ہے۔

کلام

آپ نے چند ایک کتابیں بھی لکھی ہیں۔ ان تمام کتب میں سے ایک کا نام "تحفۃ الصادقین" بھی ہے۔ اس کتاب میں بہت اعلیٰ مضمون کے اشعار لکھے گئے ہیں۔ میں ان اشعار میں سے کچھ اشعار برکت کی خاطر یہاں لکھ رہا ہوں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

﴿غزل﴾

بنامِ معلم شدم مهتدی

که خاك ز لطفش بود مهتدی

معلم (مرشد) کے نام سے میں نے (سب) ہدایت پائی۔ کہ اس کے احسان سے (یہ) مٹی ہدایت پا گئی

به بین آنکه از محض تعلیم او

کف خاك در مانده بی راه رو

(یہ) دیکھو کہ فقط اس کی تعلیم سے یہ مٹھی بھر خاک اس کی راہ میں عاجز ہے

یقین سجده گاه ملائیك شده

هم از عز شاه خلایق شده

Marfat.com

اِس کا یقین ملائیک کی سجدہ گاہ بنا۔ کیونکہ (یہ مٹی) بادشاہ کی عزت سے تخلیق ہوئی ہے

مقدر که تقدیر اشیا نمود

به یك جا کمین و یك جا فزود

کہ تقدیر نے اس پر اشیاء ظاہر کیں (مقدر لکھا)۔ ایک جگہ اسے گھٹایا اور دوسری جگہ اسے بڑھایا

یکی را تونگر یکے بینوا

یکی رند ملحد یکے پارسا

کسی کو قدرت و توانائی دی (تو) کسی کو محتاجی و مفلسی۔ کسی کو سرکش بے دین کیا (تو) کسی کو پاکدامن و دیندار کیا

یکی شد سعید و یکے شد شقی

یکے شد شریر و یکی متقی

کوئی سعادت مند ہوا (تو) کوئی بد بخت ہوا۔ کوئی بدکار رہا (تو) کوئی پرہیزگار بنا

مکرم که خوانِ کرم ساز کرد

در رزق بر نیك و بد باز کرد

اُس کریم نے (اپنے) کرم کا دسترخوان بچھایا۔ اور رزق کا دروازہ ہر نیک و بد پر کھول دیا

همیں جان که او گوهر است بی بها

کند رایگان مور و بق را عطا

یہی جان جو کہ ایک بیش قیمت موتی ہے۔ مفت ہی چیونٹی اور انڈہ کو عطا کر دی

شد از تاج علم آدمی سربلند

به توفیقِ علمش نمود ارجمند

علم کے تاج سے (ہی) آدمی سرفراز ہوا۔ علم کی توفیق سے ہی اس کی نمائش صاحبِ قدر و قیمت ہوئی

هم تکلم نهادش به رویِ زبان

کند تا معانیِ دقایق بیان

فطری طور پر اس کی زبان پر سخن نوازی رکھ دی۔ تاکہ نقطہِ باریک و ظریف کے معنی بیان کرے

مقدس که جز عظمتِ پاكِ او

Marfat.com

نکرده کسی هیچ ادراك او

محترم ہے وہ کہ جس کے علاوہ کوئی پاک عظمت والا نہیں۔(اور) نہ کوئی اُس کا ادراک کر سکا ہے

نه چون میتوان گفت او را نه چند

نه پستش توان خواند نی هم بلند

نہ اُسے ایسا کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی اتنا۔ نہ اُسے پست کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی بلند

پس و پیش و چپ راستش هم مگو

مبراست ذاتش ازین جست و جو

نہ اُسے پیچھے و آگے اور دائیں و بائیں کہہ۔ اس کی ذات اس جست وجو سے بری ہے

نه زن باشد او را نه فرزند هم

غمگینش گو تو نه خورسند هم

نہ (ہی) اسکی (کوئی) بیوی ہے (اور) نہ (ہی کوئی) بیٹا۔ نہ اس کو غمگین کہا جا سکتا ہے نہ خوش

مقدم که اصل وجود آمده

ز جودش همه در وجود آمده

سب سے مقدم اصل میں اُس کا وجود ہے۔ جو اس کی عطا سے سب کے وجود میں ملا ہوا ہے

چو مرگ عاقبت جمله را ساقی است

شود کل فانی و او باقی است

جیسے سب کا انجام موت ہے (سوائے) ساقی کے۔ ویسے (ہی) ہم سب فانی ہیں اور وہ باقی ہے

چو از اصل سر می زند هر فروع

کند باز هر شئے به اصلش رجوع

جیسے ہر شاخ اپنے اصل سے سر نکالتی ہے۔ (ویسے) ہر چیز اپنے اصل کو رجوع کرتی ہے

﴿غزل﴾

درودِ خدا و ملائك بهم

هم از انبیاء و رسل ذی امم

Marfat.com

خدا اور فرشتوں کا درود و سلام ہو اُن پر۔ کہ وہ انبیاء و رسل میں سے صاحبِ امت ہیں

هم از جن و انسان پرهیز گار

هم اجناس مخلوق هژده هزار

وہ جن وانس میں سے پرہیزگار ہیں۔ وہ اٹھارہ ہزار مخلوق کے لیے ہیں

همین باد نازل بر آن پاك روح

غداوُ مساوُ بشام و صبوح

اسی لیے ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں' دن و رات اور صبح و شام

بود خاك او رحمت این خاك را

که پیش آفریدند افلاك را

انکی رحمت سے یہ مٹی خاک ہوئی ہے (انسان کی تخلیق)۔ اُن کے سامنے سب افلاک پیدا فرمائے گے

طفیل وئیند جمله و درویش و شاه

ز نورش تابنده این مهر و ماه

سب شاہ و گدا اسکے ہی توسل سے ہیں۔ اسکے نور سے ہی یہ چاند و سورج چمک رہے ہیں

هر آنچه بعالم هویدا شده

ز مهر رخش جمله پیدا شده

جو کچھ بھی جہان میں نظر آرہا ہے۔ سب اُن کی محبت سے ہی ظاہر ہوا ہے

بود شاهی او را به هر مرز و بوم

اگر عرب و عجم است در شام و روم

ہر ایک مکان اور حدود پر انہی کی بادشاہی ہے۔ اگر چہ عرب ہو یا عجم، شام ہو یا روم

ملوکان کیست غلامان وی

چه ضحاك جمشید کسرایٰ و کی

ملوکان کس کے ہیں اور رعایا کس کی۔ کیا ضحاک وجمشید اور کیا کسریٰ و کیقباد

هر آنکس که از حکم او سر کشید

چه خواریی که از هر دو عالم ندید

Marfat.com

جس کسی نے بھی اُن کے حکم کی سرکشی کی۔ تو کون سی خواری ہے جو (اس) نے دیکھی نہ ہو پھر

ز اوصاف خلقش همین گوشدار
که یك داد یك را یکی هفت بار

اُن کے اخلاق کے اوصاف اچھی طرح سن۔ ایک کو ایک دیا ایک کو سات گنا

غرض حق چو معشوق خویشش نداشت
ز عشقش زمین و زمان بر فراشت

حق یہ ہے کہ معشوق کی قربت کو اپنا مقصد بنایا جائے۔ (یعنی اُن سے عشق کیا جائے) (کیونکہ) اُن کے عشق سے ہی زمین وزمان ظاہر ہوئے ہیں

ز آن روبی حلم و حیا و وجود
شجاعت رضا ختم بروبی نمود

اِسی سے ہی حلم وحیاء اور اجسام ظاہر ہوئے ہیں۔۔ بہادری ورضا بھی اسکی نمود پر ختم ہے

من از وصف او که بیارم نقل
شده دفتری نه کش باید عمل

میں ان کے اوصاف میں سے کیا بیاں کرسکتا ہوں۔ (یہ ایک) باب تھا نہ (کہ) مرتبہ اعمال

ولی بود مطلوب من اختصار
از آن کرده شد این سخن اختیار

میرا منتہاءِ مقصود وہی راہبر تھے۔ (اور) انہی کی وجہ سے یہ بات اختیار کی

که آن کس که وصفش بود در قرآن
ز اوصافِ خالق انس و جان

وہ کہ جن کے اوصاف قرآن پاک نے بیان کیے ہیں۔ اُن کے اوصاف یہ تخلیق شدہ انس و جان سے کیا ہوں گے

ز مخلوق نقشے کجا در خور است
هر آنچو بگوید از ان برتر است

یہ خلقت کا نقش کہاں اُن کی تعریف کے مناسب ہے۔ کوئی جو بھی کہے وہ اس سے بالاتر ہیں

Marfat.com

اگر خواهیی از جملہ سخنی نجات

چو صادق بھردم بگویش صلوۃ

اگر تو چاہے کہ ہر بات سے نجات پا جائے۔ تو صادقؔ کی طرح ہر وقت اُن پر صلوٰۃ پڑھ

کلامِ حافظ بہت زیادہ ہے اور میرا مطلب یہاں اختصار ہے۔

وفات

آپ کی وفات کا واقعہ اس طرح بتایا جاتا ہے کہ ایک روز قضائے حاجت کی خاطر آپ درخت سے نیچے اترے تو ایک کالے رنگ کے سانپ نے آپ کے پاؤں کی پشت پہ ڈنگ مارا۔ اس کے ڈسنے کے بعد آپ صرف ایک روز زندہ رہے۔ اس سے آپ کو دردو الم اور محبت دونوں حاصل ہوئے۔ اسی دوران ایک کسان آپ کی عیادت کے لیے حاضر ہوا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ مرنے کے بعد ہمیں مردہ نہ سمجھنا بلکہ ہم لوگ زندہ ہوتے ہیں اور وہاں آرام کی خاطر بلائے جاتے ہیں۔ یہ دنیا ہمارے لیے کھیل کا ایک میدان ہے۔ جب وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے کلمہ شہادت ادا فرمایا اور آپ کی مبارک روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اتوار کی رات کا آخری پہر تھا اور صفر المظفر کی پچیس تاریخ تھی۔ آپ کی قبر مبارک فرید آباد سے متصل ان کی جائے سکونت پہ ہی واقع ہے اور زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

حضرت مُلا امام الدین رحمتہ اللہ

صاحبِ کاملِ یقین، عاشقِ گزین، ذات بین و پہلو نشین حضرت مُلا امام دین کی ولادت دیارِ پورب میں ہوئی۔

حالاتِ زندگی

آپ کے والد جو رئیس اور ہندو تھے بادشاہ جہان آباد کے زمانے میں سرکشی اور بغاوت کے سبب قید کر دیئے گئے۔ ان کے ساتھ ان کے بیٹے بھی قید میں ڈال دیئے گئے تھے جو بعد میں دایہ (بچے پالنے والی عورت) کے ساتھ رہا کر دیئے گئے۔ دایہ آپ (ملا امام الدین) کو لے کر سرزمینِ پنجاب کی طرف ہجرت کر گئی اور وہاں مزدوری کر کے اپنا اور آپ کا پیٹ پالا۔ جب ملا امام الدین جوان ہوئے تو آپ نے دایہ کے ہمراہ اسلام قبول کر لیا۔ اسلام لانے کے بعد آپ علمِ دین حاصل

Marfat.com

کرنے میں اس قدر مشغول ہوئے کہ کچھ ہی عرصے میں بہت سارا علم سیکھ لیا اور گاؤں میں ایک مدرسہ بنایا جہاں بچوں کو کلام اللہ کا درس دیتے تھے۔

اسی اثناء میں آپ پر عشق کا غلبہ طاری ہونے لگا اور اسی شوق و ذوق میں اکثر پنجابی ٹپے اور ماہیے گنگناتے رہتے۔ کچھ دن گزرنے کے بعد آپ کی ملاقات حضرت شاہ ابوالاسرارؒ سے ہوئی۔ اُن کے مُرید ہوئے اور ذکراذکار حاصل کیا۔ ارادت کے بعد آپ پر سکر کی کیفیت طاری ہوگئی۔

کچھ دن گزرنے کے بعد آپ حج بیت اللہ کو چلے گئے جہاں کچھ لوگ آپ کے مرید بنے۔ حج کرنے کے بعد آپ نے مقام صحو کو مسکن بنایا۔ جہاں سخت ریاضت کی اور تنہائی و عزلت اختیار کی۔ وہاں سے آپ پھر پنجاب واپس تشریف لائے اور ایک بڑی تعداد میں لوگ مرید ہونا شروع ہو گئے۔

انہی مریدان میں میاں عنایت جولاہور میں واقع کلی خانہ سے متصل محلہ لنگر خان کا رہنے والا تھا اکثر بتایا کرتا تھا کہ آپ اعلیٰ درجے کے صاحبِ توکل تھے۔ ہر وقت اللہ کے ذکر میں مصروف رہتے تھے۔ آپ گوشہ نشین واقع ہوئے تھے۔ آپ کی طبیعت میں اعلیٰ درجے کا استغراق بھی تھا۔ آپ کی زیادہ تر عمر تنہائی میں بسر ہوئی۔ آپ شریعت پہ بہت سختی سے عمل کیا کرتے تھے اور استقامت کا مادہ آپ کی فطرت میں کوٹ کوٹ کے بھرا ہوا تھا۔ آپ کا مسلک " اَلْاِسْتِقَامَةُ اَفْضَلُ مِنَ الْكَرَامَةِ " تھا۔ یعنی شریعت پہ استقامت اختیار کرنا کرامت دکھانے سے افضل ہے۔

میرے (کاتب الحروف) ساتھ ان کے تعلقات بڑے اچھے تھے۔ آپ میرے ساتھ بہت شفقت فرمایا کرتے تھے۔ اکثر اوقات میرے گھر تشریف لاتے اور میرے ساتھ کافی وقت گزارا کرتے تھے۔ آپ صحیح معنوں میں اسلاف کی یادگار تھے۔ آپ زیادہ تر پنجابی میں شاعری کیا کرتے تھے۔ پنجابی اشعار گنگنایا کرتے تھے اور اکثر رقص بھی کیا کرتے تھے۔ دکن، سندھ اور پورب کے لوگ ان کے پنجابی ٹپے گاتے ہیں۔ آپ کے کلام میں سوز و گداز بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ جو بھی ان کا کلام سنتا وہ دردبھری آہ ضرور لیتا۔ آپ نے ایک کتاب ہندی زبان میں بھی لکھی ہے جس کا نام ''درپن سادھان'' ہے۔ اس کا مطلب ہے " آئینہ راستگان"۔ آپ کا کلام درد اور نقطہ آفرینی کا مرقع ہے۔ میں نے آپ کے پنجابی ٹپوں کا فارسی زبان میں ترجمہ بھی کیا ہے۔

Marfat.com

کرامات

آپ ایک صاحبِ کرامت ولی تھے۔ذیل میں آپ کی کچھ کرامات بیان کی ہیں۔

ا۔ ایک دفعہ محفل سماع جاری تھی کہ آپ حالت وجد میں آ گئے اوراسی حالت میں تین دن اور تین راتیں گزر گئیں۔یہ حالت دیکھ کے مطرب کوراہ سجھائی نہ دی کہ کیا کیا جا سکے۔آخر کاراس نے بلا اجازت جانے کاارادہ کیا۔اس نے جانے کاارادہ کیا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ اگرتم بلا اجازت عاشقوں کی مجلس سے باہر نکلے تو مارے جاؤ گے۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔جونہی وہ مطرب گھر پہنچا،وفات پا گیا۔

۲۔صادق نام کاایک بندہ ملا صاحب کامرید تھا۔ایک دفعہ وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا مگراس سے خدمت میں تقصیر ہوگئی۔انہوں نے اس سے کہا کہ تو اندھا ہو جائے۔لہذا وہ بندہ اندھا ہوگیا۔ یہی صادق نام کا بندہ جب حضرت شاہ ابوالاسرارؒ کی خدمت میں حاضر ہوااور درخواست کی تو ان کی دعا سے اس کی بینائی واپس آ گئی۔اس نابینے کی نظر جانے اور آنے کاواقعہ آپ (حضرت شاہ ابوالاسرارؒ) کی کرامات میں مذکور ہے۔

۳۔ روایت کیا جاتا ہے کہ جب ملا صاحب رینگی کے قصبہ میں سکونت اختیار کیے ہوئے تھے تو ان لوگوں نے ایک عرصہ تک آپ سے دشمنی پالے رکھی۔ان کی عداوت اس قدر بڑھ گئی کہ چند عاقبت نااندیش کسانوں نے آپ کوقتل کرنے کاارادہ کرلیا۔وہ اس نیت سے آپ کے حجرے کے دروازے پہ جمع ہو گئے۔جب آپ کو پتا چلا تو آپ حجرے سے باہر تشریف لائے۔آپ کو دیکھتے ہی ان کسانوں کی آنکھوں کے سامنے پردہ چھا گیا۔وہ آپ کو نہ دیکھ سکے اور ایسے ہی ہوا میں تلواریں چلانے لگے۔اس طرح ان کی تلواریں ایک دوسرے کو ہی زخمی کرتی رہیں اور وہ سارے لقمہ اجل بن گئے۔اس واقعے کے بعد آپ لاہور تشریف لے آئے۔آپ کے کوچ کرنے کے بعد وہ قصبہ مکمل طور ویران ہو گیا۔

فرمودات وارشادات

آخر میں آپ کے کچھ فرمودات پیشِ خدمت ہیں۔

ا۔اے سالک! منصف بن اوراس کی تنقیح کر کہ میں جو کچھ کہتا ہوں۔جو بندہ بھی فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا کو قبول نہیں کرتا میں اس سے دور بھاگتا ہوں۔

Marfat.com

۲۔ لَقَدْ خَلِقَ اٰدَمُ عَلٰی صُوْرَتِہٖ سے میں نے یہ باریک نقطہ پایا ہے کہ میں فراق سے دور ہوں۔

۳۔ میں اپنے یار کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا اور سوتا کھاتا ہوں۔

۴۔ عجائب قدرت کو ملیح وصبیح، سرخ وزرد اور ایسے یا ویسے کی سوچ سے مت دیکھ۔

۵۔ وہ کسی مرد کی جگہ یا عورت کی جگہ نہیں بلکہ ریاضت کی جگہ ظاہر ہوتا ہے۔

۶۔ وہی ظاہر بھی ہے اور پوشیدہ بھی، گل بھی ہے اور باغبان بھی ہے۔ درمیان میں سب کچھ بہانہ ہے۔ وہ سراسر وحدت ہے۔ جیسا تھا آج بھی ویسا ہی ہے۔

۷۔ بندہ اسی حیرت میں مرا جاتا ہے کہ وہ کیسی ذات ہے کہ جس کی نہ ابتداء ہے نہ انتہا۔

۸۔ اگر عشق کے کوچے میں آئے ہو تو پہلے سر کو کاٹ کر زمین پہ رکھ دو۔

۹۔ وہ کون سا راز ہے کہ جس کی وجہ سے عالم میں اس قدر شور برپا ہے اور قرآن وحدیث اور اقوال مشائخ اس کی تحقیق میں ہیں۔ میں وہ راز بتاتا ہوں اگرچہ میں ڈرتا ہوں کہ منجمد روغن کور کیک روغن دیکھ۔ خاموش ہو جا کہ رازوں کا ظاہر کرنا اچھی بات نہیں ہے۔

۱۰۔ لذت عشق نے مجھے بے گھر کر دیا ہے۔ سوز میرا خرقہ اور میری زنبیل درد سے بھری ہوئی ہے۔ ہر وقت یہی درد ہے اور اس قدر ہے کہ میں جوگی بن گیا ہوں۔ یہ تو وہ درد ہے کہ جس نے مجنون کو بھی لکڑی بنا دیا تھا میں کیا چیز ہوں۔

۱۱۔ خاموش ہو جا خاموش! کہ اگر تو نے عشق کی راہ پالی ہے اور نحن اقرب کے راز کو جان لیا ہے تو بات مت کر کہ اگر تو بات کرے گا تو منصور کی طرح تیرا سر بھی کٹ جائے گا۔ راز مت کھول بلکہ گھر کے اندر بند ہو کر خود سے گفتگو کر۔

وفات

آپ نے ۱۱۰۴ھ میں وفات پائی۔ آپ کی قبر مبارک پر گہنہ کلانور میں واقع ہے۔

حضرت میاں نور محمد رحمتہ اللہ

آپ لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد کا مسکن بھی لاہور کا اندرون موچی دروازہ ہے۔

Marfat.com

حالاتِ زندگی

والد گرامی کی وفات کے بعد آپ نے اپنے گھر کو فروخت کر دیا اور سارا سامان فی سبیل اللہ تقسیم کر کے صحرا میں فقر کی راہ لی۔ اس کے بعد ابوالاسرار شاہ یتیم اللہ صاحبؒ کی ارادت میں آئے اور ان سے بہت زیادہ فیض پایا۔ آپ علمی میدان میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ اکثر اوقات درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ اگر کوئی بندہ آپ سے کسی عمل کے بارے میں دریافت کرتا تو آپ اس کو درود شریف پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔ آپ صاحبِ معانی تھے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو آپ کے احوال پہ اطلاع نہیں ہے۔ آپ تمام عمر صحرا میں معتکف رہے۔ آپ نے ساری عمر اکیلے بسر کی یعنی آپ نے شادی نہیں کی تھی۔ آپ نے کوئی کتاب بھی تصنیف نہیں کی۔ میں نے جب بھی سنا آپ کی زبان مبارک سے مولوی معنوی کا یہی شعر سنا۔

آن خیالاتی که دام اولیا است
عکس مه رویان بستان خدا است(۴۷)

وہ خیالات جو اولیاء اللہ کا جال ہیں وہی حسینوں کے چہرے اللہ کے باغ ہیں

یہ ان دنوں کی بات ہے جب آپ پہ سکر کی حالت زیادہ ہی طاری رہتی تھی کہ ایک دفعہ آپ دریائے راوی میں گر پڑے۔ لوگ پریشان ہو گئے کہ کہیں آپ ڈوب کر اللہ کو پیارے نہ ہو جائیں کیونکہ آپ تیرا کی بھی نہیں جانتے تھے۔ تقریباً چالیس روز بعد اللہ تعالیٰ آپ کو پانی کے اوپر لے آیا اور وہ بھی اس طرح کہ آپ بالکل صحیح وسالم تھے اور آپ کے کسی بال کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچا تھا۔ آخر کار موجیں آپ کو بہاتے ہوئے اس صحرا کے قریب لے آئیں کہ جہاں کوئی بھی نہیں رہتا تھا۔ وہاں چند ایک ملاح غیب سے پیدا ہوئے اور آپ کو نکال کے اس صحرا میں لے آئے۔ آپ اس دہشت انگیز صحرا میں چلے جا رہے تھے کہ اچانک آپ ایک بوڑھی عورت کے گھر کے قریب سے گزرے۔ وہ خود کھانا پکاتی تھی اور آپ کو بلا کر کھانا کھلاتی تھی۔ اس کے بعد وہ بوڑھی عورت بھی اس صحرا میں کہیں نہ پائی گئی۔ یہ سب عالم بالا سے ظہور پذیر ہوا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

وفات

کم وبیش ساٹھ سال کی عمر میں آپ نے اس جہان فانی سے دار ابدی کی جانب کوچ فرمایا۔

Marfat.com

آپ کی قبر مبارک دریائے راوی کے کنارے واقع ایک گاؤں سہنالہیاں میں واقع ہے۔ یہ گاؤں صدگھرہ کے قریب واقع ہے۔

حضرت شاہ عبد الصبور رحمتہ اللہ

فردِ فرید، پیر طریقت، راعیِ احکامِ شریعت، غوثِ زمان، رئیسِ ابدال، سرمدِ اوتاد حضرت شاہ عبدالصبورؒ جھنجر کے قصبے میں پیدا ہوئے۔ یہ قصبہ شاہ جہان کے قریب واقع ہے۔

حالاتِ زندگی

آپ کی عمر ابھی سات سال کی تھی کہ والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ قرآن پاک ختم کرنے کے بعد آپ اکبر آباد میں اپنے چچا کے گھر تشریف لے آئے۔ کچھ عرصہ یہیں قیام کیا۔ یہاں قیام کے دوران آپ نے اپنے چچا سے ہی "نزہتہ الارواح" پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔ یہ کتاب پڑھ کر آپ کے دل میں عشقِ الٰہی کی تڑپ پیدا ہوگئی۔ آپ دوبارہ اپنے وطن تشریف لائے اور نزہتہ الارواح کو دوبارہ اس استاد سے پڑھنا شروع کر دیا کہ جن سے آپ نے قرآن پاک پڑھا تھا۔ آپ کے استاد نمازِ فجر کے بعد کلمہ طیبہ ذکر بالجہر کیا کرتے تھے۔ اس وجہ سے آپ نے اسی طریق پہ ذکر کرنا شروع کر دیا۔ آپ نے مخلوق سے مکمل طور پہ کنارا کشی اختیار کر لی اور قبرستان میں بیٹھنا شروع کر دیا۔ قبرستان میں بیٹھ کر ذکر کرنا آپ کا اکثر معمول تھا۔ کافی دنوں بعد دوبارہ شاہ جہان آباد واپس تشریف لائے اور اپنے حجرے میں بیٹھ کر چلہ کشی شروع کر دی۔ اس چلے سے آپ کو سکر کی کیفیت حاصل ہوئی۔ اسی طرح باطنی سلوک بھی حاصل کیا۔ ایک دن آپ کے دل میں ایک خیال آیا اور وہ یہ سوال کرنے لگے کہ استغفار کی حقیقت کیا ہے؟۔ اور دل میں کہنے لگے کہ جس کا یہ دین برحق ہے جب تک وہ آ کر اس کی حقیقت ظاہر نہ کریں گے مجھے اعتبار نہ آئے گا۔ یہ خیال آنا تھا کہ آپ نے نماز روزہ چھوڑ دیا اور کچھ عرصہ اسی استغراق کی حالت میں جنگلوں بیابانوں میں پھرتے رہے اور اس دوران کسی بندے سے ملاقات نہیں کرتے تھے۔

آپ ایک رات اپنے گاؤں کے قبرستان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آدھی رات کا وقت تھا کہ اچانک ایک شور بلند ہوا کہ نبی پاک ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ آپ یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور دائیں بائیں دیکھنا شروع کر دیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اچانک یہ آواز بلند ہوئی کہ لَا یَسْتَوِیْ

Marfat.com

اَصْحَابُ الْجَنَّةِ وَ اَصْحَابُ النَّارِ (جنتی اور دوزخی ایک دوسرے کے ہم مرتبہ نہیں ہو سکتے)۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ سننا تھا کہ میرے دل سے وہ وہم دور ہو گیا کہ جس نے میرے دل میں جڑ پکڑ لی تھی۔ آپ نے ازسرنو وضو کیا۔ شکرانے کے نوافل پڑھے، گناہوں سے توبہ کی اور دوبارہ ذکر جہری میں مصروف ہو گئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ پھر میرے سامنے ایک خوب صورت مرد کی شکل ظاہر ہونا شروع ہوئی اور پھر ایسا ہوا کہ عالم خواب ہو یا عالم بیداری وہ شکل ہمہ وقت میرے سامنے رہتی تھی۔ مگر ایک دن اچانک اس صورت کا نظر آنا بند ہو گیا۔

از سببِ فراق جمان گداز او
عزم جزم بستم بلکه سد کند یاد کردم

میری جان اُس کے فراق کی وجہ سے سوز و گداز میں ہے۔ میں نے اُس کو صد ہا یاد کرنے کا ارادہ کیا ہے، مستحکم ہوں اور قید کر لیا

جب وہ صورت نظر آنا بند ہو گئی، تو پھر میں نے قسم کھائی کہ جب تک اس صورت کو دوبارہ نہ دیکھ لوں ہرگز کھانا نہ کھاؤں گا۔ لہذا میں نے کھانا پینا چھوڑ دیا اور اسی حالت میں تیرہ دن گزر گئے کہ نہ تو میں نے کھایا اور نہ سویا۔ اس وجہ سے اس قدر کمزوری ہوئی کہ میں بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش آیا تو خود کو ایک صحرا میں پایا۔ وہاں عالم غیب سے ایک سفید ڈاڑھی والے بزرگ ظاہر ہوئے۔ انہوں نے پانی کا ایک کوزہ میرے سامنے رکھا، پانی نکالا اور مجھے پینے کی پیشکش کی مگر میں نے چونکہ قسم کھائی ہوئی تھی لہذا پانی نہ پیا۔ اس نے کہا کہ پانی پی لو ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پیاس کی وجہ سے مر جاؤ۔ اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ ہو نہ ہو یہ شیطان ہے۔ لہذا میں اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم پڑھا۔ میرے تعوذ پڑھنے کی دیر تھی کہ وہ فوراً غائب ہو گیا جبکہ مجھ پہ وہیں دوبارہ وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اور میں بے ہوش ہو گیا۔ جب مجھے دوبارہ ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو ایک سبزہ زار میں پایا کہ جہاں پانی کا ایک تالاب بھی تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اب مجھے پانی پی لینا چاہیے مگر پھر فوراً ہی اپنے عہد کا بھی خیال آ گیا اور اس طرح میں نے پھر پانی پینے کا خیال دل سے نکال دیا اور پانی نہ پیا۔ اسی لمحے اچانک مجھے وہی صورت نظر آئی مگر بڑی تیزی سے میری نگاہوں سے گزرتی چلی گئی۔ میں نے بھی اس کے تعاقب میں دیکھنا شروع کر دیا مگر بہت زیادہ فاقہ کشی کی وجہ سے اب مجھ میں اتنی طاقت نہ تھی سو میں ایک مرتبہ پھر بے ہوش

Marfat.com

ہوگیا۔اب کہ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو ایک محل میں موجود پایا کہ جہاں تمام انبیاء اور اولیاء موجود تھے۔یہاں آکر مجھے بہت زیادہ سرور حاصل ہوا۔اسی سرور کی کیفیت میں سرور انبیاء ﷺ نے مجھے حلوے کا ایک نوالا کھلایا۔حلوہ کھانے کی دیر تھی کہ میں ایک بار پھر بے ہوش ہو گیا۔جب مجھے ہوش آیا تو میں نے خود کو ایک حجرے میں پایا کہ جس کا دروازہ باہر سے بند تھا۔میں نے خود کو اس حجرے میں برہنہ پایا۔تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ اس حجرے کا مالک بھی آ گیا۔جب اس نے دروازہ کھولنا چاہا تو میں نے اس سے کہا کہ اللہ کا واسطہ دروازہ نہ کھولیں کہ میں آپ کے حجرے میں ننگا پڑا ہوں۔تھوڑی دیر رک جائیں، ابھی رات ہونے والی ہے لہذا جب اندھیرا ہو جائے گا تو میں چلا جاؤں گا۔پس آپ اس وقت آنا۔میں نے اللہ کا واسطہ دیا تھا سو انہوں نے دروازہ نہ کھولا اور میں ایک بار پھر بے ہوش ہو گیا۔جب مجھے ہوش آیا تو میں نے خود کو اپنے حجرے میں موجود پایا کہ جہاں میں نے اس صورت کو دیکھا تھا اور میری یہ حالت ہوئی تھی۔

آپ نے بڑی کٹھن ریاضتوں بعد یہ مقام حاصل کیا۔آپ اس طرح کی ریاضتیں کیا کرتے تھے کہ بسا اوقات موسم سرما میں اپنے گاؤں سے متصل ایک تالاب میں پوری پوری رات بیٹھ کے گزار دیا کرتے تھے۔بڑی ریاضتوں کے بعد آپ کو تنزیہہ ذاتی کا مقام حاصل ہوا۔اس کے بعد آپ کو استغراق کی وہ کیفیت نصیب ہوئی کہ آپ ایک سال تک اپنے حجرے کا دروازہ بند کر بغیر کچھ کھائے پیئے اللہ کی عبادت میں مصروف رہے۔ایک سال گزرنے کے بعد جب آپ باہر تشریف لائے تو مندرجہ ذیل شعر پڑھ رہے تھے اور رقص کر رہے تھے۔

حجر نمودی و چها کردی

جان مارا چه دربلا کردی

تو نے (یہ) ہجر دیکھا کے کیا کر دیا ہے (کہ) ہماری جان کو بلا میں ڈال دیا ہے

آپ ایک سال بغیر کھائے پیئے حجرے کے اندر رہے مگر سال بعد بھی آپ کا ایک بال بھی بیکا نہیں ہوا تھا اور آپ مکمل تندرست و توانا تھے۔آپ کا جسم تو صحیح تھا مگر آپ نے جو لباس پہن رکھا تھا وہ اتنا بوسیدہ ہو چکا تھا کہ اگر اس کو بندہ چھو بھی لیتا تو اس کا کپڑا پھٹ جاتا۔جبکہ سجدے کا نشان آپ کی پیشانی مبارک پہ واضح ہو چکا تھا۔اس کے بعد آپ حج کے لیے تشریف لے گئے۔یمن میں آپ نے عبداللہ یمنی کو مرید کیا۔یہ شخص ایک دہریہ تھا اور دہریوں کا ایک بہت بڑا عالم تھا۔اسی

Marfat.com

طرح احمد آباد میں آپ نے ایک جوگی کو مسلمان کیا۔ اگرچہ یہ بندہ جوگ کا بہت ہی ماہر تھا مگر آپ کے ہاتھ پہ تائب ہو گیا۔ اس جوگی کا نام غریب اللہ تھا۔ آپ کے مریدوں میں میاں اللہ بخش نام کے بھی ایک مرید تھے جو لاہور کے رہنے والے تھے اور ایک ولی کامل تھے۔ آپ مجھ (سید مجتبیٰ فضلی) سے بہت شفقت فرمایا کرتے تھے۔ آپ ایک کامل صوفی تھے۔ آپ کے بہت سے مرید (ولی کامل) ہوئے مگر میں نے ان کا تذکرہ کر دیا جو مجھے معلوم تھے۔

مگر یہ بات بڑی عجیب لگتی ہے کہ شاہ یتیم اللہؒ اور شاہ عبدالصبورؒ کو ان کے ظاہری حلیے سے پہچاننا بہت مشکل تھا کیونکہ یہ دونوں حضرات شکل و صورت میں مکمل طور پہ ایک دوسرے سے ملتے جلتے تھے۔ ساری مخلوق اس قدر مشابہت کی وجہ سے بہت حیران تھی۔

کرامات

آپ ایک صاحبِ کرامت ولی تھے۔ آپ کی کرامات کی فہرست بڑی طویل ہے مگر چند ایک کرامات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ حضور ارشاد پناہ (شاہ محمد فاضل) سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا اور نماز کا وقت تھا۔ آپ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ تم امامت کراؤ۔ چونکہ حکم تھا لہٰذا میں نے امامت شروع کروا دی۔ میں نے عین نماز کی حالت میں دیکھا کہ آپ کی عین صورت میرے دائیں بھی موجود ہے اور بائیں بھی۔ اور آپ دونوں طرف کھڑے ہو کے نماز ادا فرما رہے ہیں۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے پوچھا کہ حضور یہ کیا راز ہے؟۔ آپ نے جواب دیا کہ وہ ذات مصور حقیقی ہے اگر چاہے تو اپنے دوستوں کو ہزار صورتیں دے دے اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟۔

۲۔ آپ ہی سے روایت ہے کہ ایک درویش آپ کا مرید تھا۔ اس نے ایک بار میرا بہت گلہ کیا۔ اسی اثنا میں وہ درویش کسی کام کے سلسلہ میں باہر نکلا مگر ابھی وہ چند قدم ہی چلا ہوگا کہ ایک سانپ نے اس کے پاؤں پہ کاٹ لیا۔ وہ ڈنگ اتنا شدید تھا کہ وہ اس کی شدت سے ایک گز اوپر کی طرف اچھلا اور پھر زمین پہ گر پڑا۔ آپ نے فرمایا کہ اے سانپ! اس کو پھر ڈنگ مار کہ شاہ محمد فاضلؒ کا گلہ کرتا ہے۔ یہ سننا تھا کہ سانپ نے ایک بار پھر اس کو ڈنگ مارا۔ اب کے بار وہ درد کی شدت سے بے تاب ہو گیا۔ کافی عرصہ وہ اسی درد کی کیفیت میں رہا یہاں تک کہ اس نے توبہ کر

Marfat.com

لی۔ جب اس نے توبہ کی تو اس کو درد سے نجات مل گئی۔

۳۔ آپ ہی روایت کرتے ہیں کہ ایک ہندو لڑکے کا آپ کے ہاں آنا جانا تھا۔ وہ لڑکا ہندو تھا مگر آپ سے بہت عقیدت رکھتا تھا۔ ایک دن اس لڑکے کے باپ کو پتا چل گیا۔ اس نے اپنے لڑکے کو لعنت ملامت کی کہ ایک مسلمان فقیر کے ساتھ تیرا اٹھنا بیٹھنا ہے۔ اگر تجھے کوئی حاجت ہے تو اپنے بتوں سے سوال کر اور ان کی عبادت کر۔ لڑکے نے یہ سارا ماجرا آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ کل تمہارے بتوں کو باندھ کر بازار میں گھسیٹا جائے گا اور تمہارے باپ کی بھی بے عزتی ہوگی۔ جب صبح ہوئی تو بادشاہ وقت کو اطلاع دی گئی کہ فلاں علاقے میں ایک ہندو بت پرستی (فروشی) کرتا ہے۔ پس بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کے بتوں کو توڑ دیا جائے۔ پس ایسا ہی کیا گیا جیسا کہ آپ کی زبان مبارک سے وارد ہوا تھا۔

۴۔ آپ سے ہی روایت ہے کہ میں نے اپنے بھائی کو آپ کا مرید کروایا۔ آپ نے اسے فرمایا کہ اب شکار کرنا چھوڑ دو اور شکار کے لیے بندوق سے دور رہو ورنہ تجھے کوئی کتا کاٹ لے گا۔ پس میرا بھائی ایک عرصہ شکار سے دور رہا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ ایک ہرن اس کے سامنے سے خراماں خراماں ٹہلتا ہوا گزرا۔ شومئی قسمت کہ ان سے باز نہ رہا جا سکا۔ اچانک بندوق اٹھائی اور اس کے پیچھے چل پڑے اور آخر کار اس کو شکار کر لیا۔ واپس آتے ہوئے ایک پاگل کتے نے ان کو کاٹ لیا۔ اور اسی کی وجہ سے ایک دو روز بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

۵۔ جان محمد دہلوی کہتے ہیں کہ ایک پان بیچنے والے سے مبلغ دو روپیا قرض بابت نان کے لیا۔ ایک روز وہ بندہ آ گیا اور بڑی سختی سے قرض کا مطالبہ کرنے لگا۔ آپ وہاں موجود تھے۔ آپ نے ایک رقعہ اس تالاب کے نام لکھا جو کہ اس کے گاؤں میں تھا۔ اور اس سے کہا کہ جاؤ یہ رقعہ لے جاؤ اور اس کو تالاب میں ڈال دینا۔ اس نے ایسا ہی کیا اور وہ رقعہ تالاب میں ڈال دیا۔ جونہی اس نے رقعہ تالاب میں ڈالا ناگاہ دو روپے تالاب سے اچھل کر باہر آ گرے۔ اس نے وہ روپے رکھ لیے جو اس نے آج تک تبرک کے طور پہ رکھے ہوئے ہیں۔

۶۔ جان محمد ہی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک قوال آیا۔ آپ بھی تشریف لائے۔ جونہی اس قوال نے گانا شروع کیا آپ کے منہ سے ایک سرد آہ نکلی۔ اس آہ کے ساتھ ہی آپ کے منہ سے ایک شعلہ نکلا جو فضا میں بلند ہو گیا۔ اس شعلے کی صورت خورشید کی مانند تھی۔

Marfat.com

۷۔ آپ کے مرید سید جمیل سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رات کا وقت تھا۔ میں بھی آپ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک آپ نے ایک تعویذ لکھا۔ اس کا فتیلہ بنایا اور اس کو جلا دیا۔ اس سے بہت سا روپیا بننے لگا۔ آپ مجھ سے کہنے لگے کہ کیا تم بھی یہ فن سیکھو گے؟۔ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ اور وضو کر کے آؤ۔ جب میں وضو کر کے آیا تو آپ فرمانے لگے کہ آج مناسب نہیں ہے۔ اس بات کو کسی اور مناسب وقت پہ رکھ لیتے ہیں۔

۸۔ میاں اللہ بخش فقیر سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں لاہور سے آپ کی خدمت میں جہجر آیا۔ کچھ دن قیام کیا اور پھر واپس آنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا کہ واپسی کی استطاعت ہے؟۔ میں کہا کہ حضور غریب ہوں۔ آپ دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ مٹی اور خمیر کو پانی میں گوندھ کے لے آؤ۔ میں نے ایسا ہی کیا اور آپ کے سامنے مٹی اور خمیر گوندھ کے لے گیا۔ آپ اس سے روپے کی مقدار کے برابر مٹی اٹھاتے اور اس کو پانی میں ڈال دیتے اور تھوڑی دیر بعد اس پانی سے اصلی کے دو روپے نکال لیتے۔ آپ نے وہ نکالے ہوئے روپے مجھے دیے اور پھر واپسی کی اجازت فرمائی۔

۹۔ شیخ صالح دہلوی سے روایت ہے کہ جب آپ اکبر آباد میں تھے تو ایک روز ایک ہندو ان کے پاس آیا اور کہا کہ اگر کوئی ہمیں علم کیمیا دکھا دے تو ہم مسلمان ہو جائیں گے۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ آپ کے دل میں خیال آیا کہ کاش! ہم علم کیمیا جانتے ہوتے تو آج ایک ہندو ہمارے ہاتھوں مسلمان ہو جاتا۔ اسی فکر میں آپ سو گئے۔ عالم خواب میں آپ کو کسی اور دنیا میں لے جایا گیا اور وہاں ہی آپ کو علم کیمیا سکھا دیا گیا۔ جب عالم خواب سے واپس آئے تو تجسس ہوا۔ آپ نے اس ہندو سے دریافت کیا کہ کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو کہ مسلمان ہو جاؤ گے؟۔ اس نے اقرار کیا۔ قول و قرار کے بعد آپ نے درخت کا ایک پتا توڑا اور اس کو اپنے مبارک ہاتھوں پہ ملا۔ ہاتھوں سے ملنے کی دیر تھی کہ درخت کا وہ پتا خالص سونے میں تبدیل ہو گیا۔ یہ دیکھ کر وہ مسلمان ہوا اور آپ کے متعلقین میں شامل ہو گیا۔

۱۰۔ جان محمد سے منقول ہے کہ ایک دن آپ اپنے قصبے میں واقع تالاب کے کنارے بیٹھے ہوئے عبادت شاقہ میں مصروف تھے۔ اچانک وہاں ایک جوگی آنکلا۔ اس نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگا کہ اتنی سخت محنت سے آپ کو کیا ملتا ہے؟۔ اس کو چھوڑو، آؤ میں تمہیں کمالات دکھاتا

Marfat.com

ہوں۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ مجھے بھی دکھاؤ تو کہ تم کیا جانتے ہو؟۔ وہ جوگی اچانک ہی شیر کی شکل میں تبدیل ہو گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد تیتر یا بٹیر کی شکل میں تبدیل ہو کر ہوا میں پرواز کرنے لگا۔ اچانک غیب سے ایک چیل ظاہر ہوئی اور اس پہ حملہ کر دیا۔ اس حملے کی وجہ سے وہ زمین پہ گر پڑا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اگر یہ چیل تمہیں کھا جاتی تو کیا ہوتا؟۔ اس نے آپ سے معافی مانگی، توبہ کی اور مسلمان ہو گیا۔

۱۱۔ جان محمد اور کئی دوسرے لوگوں سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ کی خانقاہ میں محفل سماع جاری تھی اور قوال آیات پڑھ رہے تھے۔ اچانک آپ پہ وجد کی حالت طاری ہو گئی۔ اس محفل میں کچھ ہندو بھی موجود تھے۔ ایک ہندو مسلمان ہو گیا۔ وہ اٹھا اور اس نے بھی رقص شروع کر دیا۔ وہاں موجود تمام مرید اس بات پہ بڑے حیران ہوئے۔

۱۲۔ بہت سے لوگوں سے روایت کیا جاتا ہے کہ سفرِ حج کے دوران ایک تاجر آپ کو ہر روز ایک روٹی بطور خدمت پیش کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے کسی اور کو اس کا حکم دیا۔ اس بندے نے کم و بیش پچاس روٹیاں مہیا کر دیں۔ آپ نے حسب دستور ایک روٹی کھالی تو بہت سی روٹیاں باقی بچی ہوئی تھیں۔ اچانک صاحب خانہ کے دل میں خیال آیا کہ میرا اس قدر کھانا ضائع ہو جائے گا۔ آپ اس سے کہنے لگے کہ اگر تم کہو تو میں یہ سارا کھانا کھالوں؟۔ اس نے کہا کہ جی ہاں آپ کھالیں۔ آپ نے وہ تمام کھانا کھالیا۔ یہ دیکھ کے حاضرین کو بڑا تعجب ہوا اور وہ بندہ بھی آپ کا معتقد ہو گیا۔

۱۳۔ حضرت ارشاد پناہ (شاہ محمد فاضلؒ) سے روایت ہے کہ آپ کا یہ کلیہ تھا کہ آپ ذوالحجہ کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ ایک بار آپ اعتکاف میں تھے میں ان لمحات میں آپ کی خدمت میں تھا۔ جب عید کا دن آیا تو آپ حجامت سے فارغ ہو چکے تھے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ اعتکاف میں تنہائی کے دوران آپ کی حجامت کس نے کی؟۔

۱۴۔ آپ کے ایک مرید دلاور بلوچ سے روایت ہے کہ ایک رات میں آپ کی خدمت میں موجود تھا۔ آپ حجرے کے اندر بلند آواز سے اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ اچانک میں نے باہر نگاہ دوڑائی تو میں نے دیکھا کہ بہت سے جنگلی جانور سر جھکائے آپ کا ذکر سن رہے ہیں۔ جب آپ اس کیفیت سے باہر آئے تو میں نے اس حالت کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا ذکر ہر دل کو میسر ہے (یعنی ہر دل پہ اثر کرتا ہے)۔

Marfat.com

۱۵۔ جان محمد اور پیر محمد بتاتے ہیں کہ ایک بار احمد آباد میں ایک بازی گر آیا۔اس بازی گر کا یہ کمال تھا کہ وہ کسی کے ہاتھ میں کوئی چیز پکڑاتا تھا اور اس کے بعد کچھ پڑھ کر پھونکتا تھا جس سے وہ چیز اس بندے کے ہاتھ سے غائب ہو جاتی تھی۔آپ کو پتا چلا تو آپ بھی اس بازی گر کے پاس پہنچ گئے۔آپ نے اس سے چیز لی اور معوذتین پڑھ کر اپنے ہاتھ میں رکھ لی اور پھر اس بازی گر سے کہا جو کر سکتے ہو کر لو۔اس بازی گر نے بہت کوشش کی مگر وہ کچھ نہ کر سکا۔جب وہ ناکام ہو گیا تو جا کر اپنے استاد کو بلا لایا۔اس کے استاد نے بھی بہت کوشش کی مگر وہ چیز آپ کے ہاتھ سے غائب نہ ہو سکی۔یہ دیکھ کر وہ استاد شاگرد دونوں تابع ہوئے اور آپ کو اپنے گھر لے آئے۔آپ وہاں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک خوفناک شکل والا کالا بچہ ظاہر ہوا۔اس نے چاہا کہ آپ سے چپک جائے۔آپ نے اس کو ہاتھ سے پکڑ لیا۔اس نے بہت زور لگایا مگر وہ اپنے آپ کو آپ کی گرفت سے چھڑا نہ سکا۔آپ نے اس کہا کہ ہمارے دین کو قبول کر لو۔وہ کہنے لگا کہ آپ کا دین بہت سخت ہے۔اس کے بعد وہ چلا گیا۔تھوڑی دیر بعد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں انگور کا ایک خوشہ تھا حالانکہ اس وقت انگور کے پھل کا موسم ہی نہیں تھا۔

۱۶۔ پیر محمد سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک مرید نے آپ کی دعوت کی۔آپ نے اس کے گھر میں سات روز تک قیام کیا۔آپ ہر روز دو وقت کا کھانا باقاعدگی سے کھاتے رہے مگر حیرت کی بات ہے کہ ان سات دنوں میں آپ ایک بار بھی قضائے حاجت کے لیے تشریف نہیں لے گئے۔

آپ کی کرامات بہت زیادہ ہیں مگر میں نے ان کو بیان کرنے میں اختصار سے کام لیا ہے۔

کلام

﴿غزل ۱﴾

ای نس عیانی در دلم ای بس نہانی در نظر
بی فضل ساری دیدمت در ہر معانی و صور

میرے دل کے اندر رگ کی مانند ظاہر ہے لیکن میری نظر سے پنہاں ہے۔میں نے بغیر کسی موسم کے تمھیں ہمیشہ ہر صورت اور معنی میں دیکھا ہے

تو باوجود آنکہ پنہاں از ہمہ در خلوتی
کردی عموماً باخویش را در جملہ پیدا در بدر

Marfat.com

اس کے باوجود تو سب سے چھپا ہوا خلوت میں ہے۔ (جبکہ) تو نے اپنی ذات کو عموماً ہر ایک میں اور جگہ ظاہر کر دیا

اول توئی آخر توئی هم ظاهر و باطن توئی
غیر تو آن موجود کو یابم ز وی چیزی اثر

اول تو آخر تو ظاہر بھی تو اور باطن بھی تو (ہی) ہے۔ تمھارے علاوہ وہ کون سی شئے جس سے کوئی اثر لے سکوں

ذات تو بحری بیکران مواج کشتهِ جاودان
صد موج آرد هر زمان پُر منفعت هم پر ضرر

تیری ذات بے کنارہ سمندر ہے جس میں ہمیشہ موجیں اُٹھتی رہتی ہیں۔ یہ سینکڑوں موجیں (جو) ہر وقت اُٹھتی ہیں نفع بھری بھی ہیں اور نقصان بھری بھی

هر دُر را مرجان شوی هر گهر ارکان شوی
هم این شوی هم آن شوی هم از این و آنی پاکتر

تمھارا ہر موتی مرجان بن جاتا ہے اور تو ہر ایک جوہر کی کان ہے۔ کبھی تو اس میں ہوتا ہے کبھی اُس میں، یہاں اور وہاں سے پاک بھی ہے

خود مهر رویت ساخته ذرات را مرآت خود
هم می شود مرآت شان هم جلوه و جلوه گر

تو نے اپنے چہرے کو سورج بنا دیا ہے، ذرات کو تو نے اپنا آئینہ بنا لیا ہے۔ تو خود ہی اُن کا آئینہ بن گیا ہے، خود ہی جلوہ اور جلوہ گر (بھی)

چون در صفائی ذات تو عکس بطونت تافته
ما و من گشته به آن ملزوم با هر خیر و شر

جیسے تیری پاک ذات کا عکس ہر باطن میں چمک رہا ہے۔ ویسے ہی ہم اور میں خیر و شر سے ملزوم ہیں

کن وحدت خود را عیان چون شجرهٔ بر دیدهِ جان
تا واقعه گوید بیان از بیخ و شاخ خار و بر

Marfat.com

اپنی وحدت کو ایسے ظاہر کر جیسے ایک درخت پر جان ظاہر ہو۔ تاکہ جڑ و شاخ اور کانٹہ اور پھول سے (تمام) رویداد بیان ہو

جانم روی ظاهرت صد وصف تنزیهی کند

گر چه درون سوی ترا تشبیه یابد سر به سر

میری جان ظاہر میں تیرا چہرہ ہے جو صدہا تنزیہی بیان کرتی ہے۔ اگر چہ تمھارا باطن تمھاری طرف تشبیہ کو سربسر حاصل کرتا ہے

رمزی وصالت گفته ام در هٰای رازت سفته ام

معنی اش را ننهفته ام لیکن نفهمید کور و کر

تیرے وصل کا راز بیان کرتا ہوں کہ جس سے میں نے تیرے راز کے موتی پروئے ہیں۔ میں نے حقیقت کو نہیں چھپایا لیکن اس کو بہرہ کان نہیں سمجھا

﴿غزل ۲﴾

ای بس عیانی برهمه هم در همه هم زین و را

لیکن کجا بینا که او بیند چُنست ترا

تو سب پر اور سب میں عیاں ہے اور اس سے ماورا بھی ہے۔ لیکن وہ دیکھنے والا کہاں ہے کہ ہشیاری سے تجھے دیکھے

هستند مردم معترض فانی چه سان بیند بقا

فانی نه آن ای ابلهان آنکس که باقی را برا

لوگ معترض ہیں کہ جو فانی ہے وہ باقی کو کیسے دیکھ سکتا ہے۔ اے بیوقوفو وہ فانی نہیں ہے جو باقی کو دیکھ سکتا ہے

تابان مشو ای مهرور در کوچهِ هر بی بصر

بگذار از ایشان زودتر سویم بیا سویم بیا

اے کہ سورج کی مثل نہ چمک ہر آندھوں کے کوچوں میں۔ انہیں جلد تر چھوڑ دے میری طرف آ میری طرف آ

Marfat.com

یک لحظه غافل نیستم از دیدن تنزیه تو
چشم بقا بین داده زانکه که حقیقت این را

تیرے پاک کنندہ دیدار سے میں ایک دم غافل نہیں ہوں۔ بقا کی آنکھ سے دیکھ کہ حقیقت تو یہی ہے

ذاتِ مقدس بی کراں چون آب در وحدتی
دیدم احباب اشیا برو از عرش تا تحت الثرا

وہ ذاتِ مقدس بے کنارہ سمندر کی طرح احدیت (جلوہ گر ہے)۔ میں نے عرش سے تحت الثریٰ تک تمام اشیاء اس پر بلبلہ کی طرح دیکھی ہیں

چون در یقین و ظن ما، بی چون چرائی مطلقا
با کم نباشد من وجہِ گر گویمت چون و چرا

تو ہمارے یقین اور گمان میں بلکل ایسے ویسے کیوں ہے۔ مجھے تیرے روبرو چون و چرا کہنے سے کوئی خوف نہیں

گر انتا گویم یا انا زین هر دو مقصودم توئی
الحمدلك و القدس لك برهاندی ز ریایی مرا

میں "تو" کہوں یا "میں" کہوں دونوں سے میرا مقصد تو ہی ہے۔ تعریفیں بھی تیرے لیے پاکی بھی تیرے لیے، تو نے مجھے ریاکاری سے آزاد کیا

بی عین هم غیرم توئی هل من وجہِ این هر دوئی
منصف کجا تا پیش او افشا کنم این ماجرا

بے عین اور میرے سوا تو ہی ہے، چھوڑ دونوں طرح تو عیاں ہے۔ منصف کہاں ہے کہ میں اسکے سامنے یہ ماجرا بیان کروں

دل پاك كردم از همه غیرت نمانده اندرون
آری نگنجد هیچکس جایکه باشی دلبرا

میں نے سب سے دل کو صاف کرلیا ہے، تیرے سوا کچھ اندر نہیں رہا۔ ہاں دلبرا تو جہاں ہے وہاں کوئی اور سما نہیں سکتا

Marfat.com

سری چه باشد تا چنین آمد ترانه از لبش
خود نی لسانه ناطق هر که گفتی هان سرا

بھید کیا ہے کہ اسی طرح اس کے لب سے ترانہ نکلے۔ خود اپنی ہاں سے ناطق ہے جو کہ تو نغمہ سرا ہے

بر ما حق نه گر تو بود لا نبود جز خدا وجود لا
اول آخر بخلق یك هستی ز آن تکرر الف نمود لا

ہمارے حق میں تو اگر نہ تھا تو کچھ نہ تھا اور خدا کے بغیر وجود کچھ نہیں۔ اول و آخر خلق ایک ہی ہستی کے ساتھ ہے اس لئے لا کی نمود بھی الف ہی ہے

رباعی

چو سری شد بذات الله حجاب
به هم کافر و مسلم کشت خراب

جب بسم اللہ ذات سے حجاب اُٹھ گیا۔ مسلم و کافر سب خراب ہو گئے

خلاف هر دو کس از جهل ورنه
حقیقت بت خود و هم اصل محراب

جہالت سے ہر دو اختلاف میں ہیں ورنہ۔ در حقیقت وہ خود بت ہے اور خود ہی محراب ہے

معنیت یم صورتت چو حباب
بر حقیقت خود آمدی تو حجاب

تیری ذات کے معنی سمندر کے ہیں۔ اس حقیقت میں تو خود ہی حجاب بنا ہوا ہے

پرده صورت بدر معنی رو
سرمابین یکی دوئی برتاب

چہرہ حجاب حقیقت میں چہرہ ہی کھولتا ہے۔ ایک بار ہمیں دیکھ دوئی اُٹھ جائے گی

رباعی

کنز حق است مخزنش ارواح
نفس مارش و سده اش اشباح

حق خزانہ ہے اور مخزن اسکی ارواح ہیں۔ نفس اس پر سانپ ہے اور شبہات دیواریں

Marfat.com

سرّیا طالبش بد آن دل را

عقل تفل اش و عشق شد مفتاح

وہ دل کے لئے مطلوبِ راز ہے۔ عقل اس پر تالہ ہے اور عشق اسکی چابی ہے

رباعی

وجودم دُرو حق دریای من شد

روانم پاك ذات الله من شد

میرا وجود موتی ہے اور حق میرے لئے دریا ہے۔ میری روح پاک میرے لیے ذاتِ الٰہی ہے

دریں سرّم یقینِ عین حاصل

نہ سری گفتم از وھم و ظن شد

میں نے بھید کہا ہے، وہم ظن نہ ہو۔ (کیونکہ) اس بھید میں مجھے عین یقین حاصل ہے

رباعی

بگو ای جان تری گو تو منظور

به بر و بحر یا در ظلمت و نور

اے جانِ من تو کہہ دے جو تیرا مقصد ہے۔ جو ہر بر و بحر میں ہے یا ہر ظلمت و نور میں

بده اگاهم از خود تا کجائی

میان کعبه جویم یا سرِ طور

مجھے آگاہ کر اپنے سے کہ تو کہاں ہے۔ میں تجھے کعبہ میں ڈھونڈوں یا طور پر

مجو سری مرا از خویش تن دور

به تو هستم چویم در موج مستور

(جواب ملا) میرا بھید اپنے سے دور نہ ڈھونڈ۔ میں تجھ میں ایسے ہوں جیسے سمندر میں موتی چھپی ہوتی ہے

اگر پری کجا اعیانت بینم

مهینم بین به هر ناظر و منظور

اگر کسی جگہ تجھے عیاں پاؤں (تو) میں ہر ناظر و منظور میں تجھے مہین تر دیکھتا ہوں

Marfat.com

رباعی

ندیدی غیر تو سری به اوج خفیض
که کرده همه جایش ز وصل خویش مفیض

اس روئے زمین پرتمھارے سوا کوئی اور راز نہیں دیکھا۔ کہ تونے اپنے وصل سے ہر ایک چیز کو فیض یاب کیا ہوا ہے

ز حسن رویِ تو بر گشت هر دو دیده او
چومه ز پر تو خورشید بر شود در تیض

تیرے چہرے کے حسن سے اسکی دونوں آنکھیں بھر جاتی ہیں۔ جیسے چاند سورج کی چمک سے سفید ہو جاتا ہے

رباعی

حق به خلق از منزیهِ موصوف
نی به کس ظرف نی به کس مظروف

جیسے حق مخلوق کی ہر صفت سے منزہ ہے۔ نہ وہ کسی کا ظرف ہے نہ وہ کسی کا مظروف ہے

سرّیا حیطه اش به هر اکوان
چون به گیرد سواد حیطه حروف

اے معزز! تمام جہان اسکے احاطہ میں ہیں۔ جیسے سیاہی حروف کا احاطہ کرتی ہے

رباعی

سرّیا در حق و تو هجر محال
که به هر جائی اوست مالامال

اے معزز! تیرے حق میں ہجر محال ہے۔ جہاں ہو ہے اُسی سے مالا مال ہو

غیر او گو که هجرتت باشد
تا خروج آوری روز وصال

غیر اسے کہا جائے گا جو تم سے ہجرت کرے۔ (اور تمھارا) خروج تب ہوگا (جب) روزِ وصال ہو

سرّیا خالق چو علم و خلق چون نقش

Marfat.com

به هر حق هر گز نیابی تو چنین دیگر مثال

اے معزز! خالق علم کی طرح ہے اور خلق نقش کی طرح۔ ہر حقیقت کے لیے تمھیں ایسی کوئی مثال نہیں ملے گی

جمله مخلوقات را بی آلت آرد او پدید

هم چنین علمت نگارد صورهائی پُر جمال

وہ تمام مخلوقات کو بغیر اوزار کے آشکار کرتا ہے۔اس کا علم اسی طرح بڑی خوبصورت صورتیں وجود میں لاتا ہے

رباعی

سرّیا ذات حق چویم قلزم

موج هایش شده جهان پُرنم

اے معزز! ذاتِ حق سمندر کی مثل ہے۔جسکی موجیں جہاں کو سیراب کرتی ہیں

بهر فاعل به بین به هر موجی

که نماید وجود گاهِ عمرم

تو اپنے فائدے کے لیے ہر موج کو دیکھ کہ میری عمر کسی ھستی کو ظاہر نہیں کر رہی؟

وفات

آخری عمر میں آپ پیٹ درد کے عارضہ میں مبتلا ہو گئے اور یہ درد تقریباً ایک دو سال تک مسلسل رہا اور اسی حالت میں آپ ایک بار حج کے ارادے سے نکل کھڑے ہوئے۔آپ نے حج ادا فرمایا اور واپسی میں ایک درویش کے ہاں قیام کیا جو کہ آپ کا آشنا تھا۔آپ پہ اس قدر کمزوری وارد ہو چکی تھی کہ اعضاء کو حرکت دینا بھی دشوار تھا۔دوا کے طور پہ آپ سفید ہلیلہ، آملہ اور نمک ہر روز کھاتے تھے۔دوا کرنا آپ کے لیے خوشی کا باعث تھا کہ یہ فعل سنت نبوی ﷺ تھا۔آپ کا انتقال آدھی رات کو ہوا۔شعبان المعظم کی سات تاریخ تھی اور سال ۱۱۱۲ھ کا تھا۔آپ کی وفات برہان پورہ میں ہوئی۔آپ کی وفات کے بعد مریدوں نے آپ کے جسد خاکی کو تجر پہنچایا جو کہ آپ کا علاقہ تھا اور اسی حجرے میں آپ کو مدفون کیا گیا کہ جہاں آپ نے بغیر کچھ کھائے پیے ایک سال اعتکاف کیا تھا۔

Marfat.com

حضرت عبدالرشید رحمتہ اللہ

صاحبِ سعادت بعید از شقاوت حضرت عبدالرشید حجرہ شاہ مقیم سے متصل ایک گاؤں فتا چنبر میں پیدا ہوئے۔

حالاتِ زندگی

آپ کم عمری میں ہی اپنے گاؤں سے نکل کر لاہور آگئے۔ پھر لاہور سے ہوتے ہوئے آپ اپنے چچا کے ہاں اکبرآباد تشریف لے گئے۔ وہیں آپ نے حضرت عبدالجلیل بغدادیؒ کے ہاتھ پہ بیعت کی۔ اس کے بعد آپ نے دنیا ترک کر دی۔ آپ نے بہت ہی زیادہ ریاضت اور مجاہدے سے کام لیا یہاں تک کہ آپ نے گوہر مقصود کو پالیا۔ وہاں سے آپ دوبارہ لاہور تشریف لائے اور پھر یہیں سکونت اختیار کی۔ آپ کی رہائش باغ میر شریف میں تھی۔ آپ نے طویل عمر پائی۔ آپ کی عمر مبارک کم وبیش اسی سال تھی مگر اتنی عمر میں بھی آپ کبھی بے وضو نہ رہے تھے۔ آپ آدھی رات کے بعد بالکل آرام نہیں فرماتے تھے۔ شوق اور سکر کی حالت میں بھی فارسی کلام گاتے تھے اور اکثر قرآن پاک کا ورد کرتے تھے۔ آپ کی زبان میں اتنی تاثیر تھی کہ سامعین کے دلوں پہ رقت طاری ہو جاتی تھی۔ آپ کسی ایک جگہ نہیں ٹھہرتے تھے بلکہ درویشوں کی ایک پوری جماعت کے ساتھ لاہور میں اِدھر اُدھر گھومتے رہتے تھے۔ آپ میرے (کاتبِ حروف) ساتھ بہت زیادہ شفقت فرماتے تھے۔ آپ اکثر مجھے دعائیں دیتے تھے اور پند ونصائح سے نوازا کرتے تھے۔ آخری عمر میں آپ کی ظاہری نظر بالکل ختم ہوگئی تھی لہذا آپ نے میرے گھر میں رہائش اختیار کر لی۔ میں نے علاج کی پیشکش کی مگر آپ نے انکار کر دیا اور کہا کہ اس کام کی اجازت کیسے دے دوں کہ میں جہان کو دیکھنے والی بصارت سے وقت کو اپنی طرف آتا دیکھ رہا ہوں۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ہمارے درمیان چار پہر کا فاصلہ تھا جو سہل ہو گیا۔

آخر کار آپ پر اتنی زیادہ کمزوری چھا گئی تھی کہ آپ کے باقی بچ جانے کی کوئی امید باقی نہیں رہی تھی۔ آپ کے پاؤں اور چہرہ مبارک پہ سوجن آگئی تھی۔ ایک روز آپ پہ عالم نزع کے آثار طاری ہوئے۔ میں اس وقت آپ کے پاس ہی بیٹھا تھا لہذا میں نے رونا شروع کر دیا۔ آپ نے مجھے روتا ہوا دیکھا تو مجھے فرمانے لگے کہ اگر تمہیں ہمارا اتنا ہی زیادہ دکھ ہے تو ہم تمہاری خاطر چند

Marfat.com

سال اور جی لیتے ہیں۔اس کے بعد آپ مکمل صحت یاب ہو گئے اور تقریباً پانچ چھ سال زندہ رہے۔ آخر کار موت کے مرض میں گرفتار ہوئے۔

وفات

موت سے کچھ دن پہلے آپ نے چار پائی کو چھوڑ کر زمین پہ بستر بچھا کر سونا شروع کر دیا تھا۔ ہمیشہ قبلہ کی طرف منہ کر کے سوتے تھے اور پشت زمین پہ نہ رکھتے تھے۔آپ کی ایک خادمہ بھی تھی جس کا نام فاطمہ تھا۔اس نے ایک بار پوچھا بھی کہ اس قدر کمزوری کے باوجود آپ زمین پہ کیوں سوتے ہیں؟۔مگر آپ نے یہی جواب دیا کہ ہم اپنا غم خود ہی کر رہے ہیں۔جب آپ کا آخری وقت قریب آیا آپ کی خادمہ نے آپ کو چار پائی پہ لٹا دیا۔اس وقت آپ کی حالت دگرگوں ہو چکی تھی۔خادمہ کہنے لگی کہ کیا سید مجتبیٰ کو خبر دوں؟۔آپ نے فرمایا کہ نہیں اس کو دکھ ہوگا۔ پس اس خادمہ نے مجھے خبر نہ کی۔اس دوران آپ نے تیمم کیا اور جان حق تعالیٰ کے سپرد کر دی۔ آپ کی قبر مبارک حضور ارشاد پناہ (شاہ محمد فاضل) کے مقبرے میں ہی واقع ہے۔جب آپ کی وفات ہوئی تھی تو شعبان کا دوسرا ہفتہ تھا اور شعبان کی سات، دس یا پھر بارہ تاریخ تھی۔

حضرت مُلا فتو کی رحمتہ اللہ

آپ صاحب کمال انسان تھے۔علمِ تکسیر اور دعوت میں اپنی مثال آپ تھے۔کاتب الحروف (سید مجتبیٰ فضلی) کے ہمسائے تھے۔

حالاتِ زندگی

شروع شروع میں میں (کاتب الحروف) نے نفی اثبات آپ سے لیا اور تصور لانے کے لیے نظر ہر دو سوا رخ پر رکھی اور تاریکی کو آزاد کیا تاکہ مدعا حاصل ہو سکے۔تب آپ نے فرمایا

بالاے تر از سیاهی رنگے و گر نباشد
تاریکی بہت بہتر ہے اگر رنگ نہ دیکھیں

اور یہی تعلیم فرماتے تھے۔قبلہ گاہی علیہ الرحمتہ سے ذکر نفی اثبات کی اجازت آپ نے ہی لے کر دی۔اور اسی ایک واسطہ کی صورت سے میں ذکر اذکار میں مشغول ہوا۔آپ نے علم تکسیر اور دعوت سید حامدؒ سے سیکھا تھا جو کہ سید عبدالرزاق المعروف شاہ چراغؒ کے بھائی تھے۔مجھے اسماء عظمیٰ

Marfat.com

پڑھنے کی اجازت آپ ہی سے ہے۔آپ نے یہ سب بلاواسطہ سید حامد علیہم الضوان سے سیکھا تھا۔ آپ کو اسم اعظم کی لڑی تھے جو کہ بخشش وعطا ہے۔علم رمل میں بھی آپ ماہر تھے۔الغرض اتنے بلند مرتبے کے باوجود آپ نے اپنے آپ کو چھپائے رکھا۔آپ جو کہتے تھے وہ ظاہر ہو کے رہتا تھا۔

ایک دفعہ آپ سیر کے لیے شہر سے باہر گئے ہوئے تھے کہ اچانک گرد و باراں کا سخت سلسلہ شروع ہو گیا۔اندھیرے نے جہان کا اس طرح احاطہ کر لیا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔آپ نے توجہ کی تو اچانک مشعل بردار شخص عالم غیب سے پیدا ہوا جو آپ کے گھر آنے تک آپ کے ساتھ رہا۔میں نے آپ کی اتنی کرامات دیکھی ہیں کہ ان کا یہاں تحریر کرنا کتاب کی طوالت کا باعث بنے گا جبکہ میرا مقصد اختصار ہے۔الغرض ایک دفعہ لاہور میں اس قدر سخت قحط پڑا کہ ہزاروں کے حساب سے لوگ بھوک سے مرنے لگے اور ماں باپ خود اپنی اولاد کو ختم کرنے لگے۔فاقہ کشی کے باوجود آپ نے کبھی اس کا اظہار نہ کیا حتیٰ کہ کاتب الحروف (یعنی مجھ) سے بھی اپنے احوال کو پوشیدہ رکھا۔الغرض بڑے ہی صبر و شکر کے ساتھ زندگی بسر کی۔

وفات: ربیع الثانی کی گیارہ تاریخ کو اچانک آپ کی عمر کا جام تمام ہوا اور آپ نے جان مالک حقیقی کے حوالے کر دی۔آپ کی قبر مبارک بھی حضور ارشاد پناہؒ کے مقبرے میں واقع ہے۔

حضرت یازید افغان مجذوب رحمتہ اللہ

آپ مجذوب سالک تھے۔آپ کے ساتھ اکثر فقراء کی ایک جماعت رہتی تھی۔

حالاتِ زندگی

آپ کوچہ و بازار میں چلتے جاتے تھے اور اللہ اللہ کا ورد بھی کرتے جاتے تھے۔اگر راستے میں کوئی بہترین لباس والا نظر آتا تو اس سے کہتے تھے کہ سوائے شرم گاہ کے باقی کا لباس پہننا بری بات ہے۔اگر وہ بندہ آپ کا مرید ہوتا تھا تو وہ اپنا لباس آپ کے حوالے کر دیتا تھا اور آپ اس کو محتاجوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔اور اگر وہ اپنا لباس آپ کو نہ دیتا تو بھی آپ کسی قسم کا اعتراض نہیں کرتے تھے۔آپ خود بھی ستر عورت کے سوا باقی لباس نہیں پہنتے تھے۔اگر راہ چلتے کوئی ننگا آدمی مل جاتا تو اپنا لباس بھی اس کو دے دیتے تھے۔لباس اس کو دے کر خود غسل خانہ چلے جاتے تھے یا پھر مسجد کے غسل خانے یا پھر خاکروبوں کے غسل خانے آ جاتے تھے۔جب گھر سے لباس آ جاتا تو

Marfat.com

پہن کر باہر تشریف لے آتے۔

آپ ہر کسی سے پوچھتے تھے کہ تم نماز پڑھتے ہو یا نہیں؟۔ اگر وہ بندہ کہتا کہ جی ہاں میں نماز پڑھتا ہوں تو اس کو چھوڑ دیتے تھے۔ اور اگر وہ کہتا تھا کہ میں نماز نہیں پڑھتا تو آپ اس کو اپنے گھر لے آتے اور اس کو نماز اور اس کے احکام سکھاتے تھے۔ وقت کا بادشاہ بھی آپ کا دوست تھا۔ بادشاہ کے قبیلے میں یہ رواج تھا کہ وہ اپنی بیٹیوں کی شادیاں نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ نے اس سے کہا کہ تم اپنی بیٹیوں کی شادی کرو اور گناہ گار نہ بنو۔ اگرچہ ان کے ہاں یہ رواج نہ تھا مگر اس کے باوجود اس نے آپ کے کہنے پہ اپنی بیٹیوں کی شادی کی۔ ایک دفعہ آپ ہمارے گھر تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ اللہ اسمِ ذات ہے اور باقی تمام اسماءِ صفات ہیں۔ اللہ اللہ! کیا خوب کہا۔ میں اس وقت بہت چھوٹا تھا۔ ہماری ایک دائی بھی تھی جس کے ہاتھ میں چاندی کی ایک انگوٹھی تھی۔ آپ نے اس سے وہ انگوٹھی لی اور اس کو فقیروں میں تقسیم کر دیا۔

وفات

آپ کی عمر مبارک ستر سال تھی۔ آپ کی قبر انور شاہ جہان آباد میں واقع ہے جو کہ بازارِ اسپان سے متصل ہے۔ آپ کی قبر مطلعِ انوار اور زیارتگاہِ خاص و عام ہے۔

حضرت صوفی دوست رحمۃ اللہ

آپ شیخ نظام الدین تھانیسریؒ کے مرید تھے۔ شروع میں آپ تاجر تھے۔ شیخ نظام الدین تھانیسریؒ سے آپ کی ملاقات بلخ میں ہوئی اور آپ ان کے مرید بن گئے۔ اس کے بعد آپ نے توکل اختیار کیا، دنیا کو خیرباد کہا اور اس کے مکر و فریب سے کنارا کشی اختیار کر کے گوشہ عافیت میں جا بیٹھے۔ صاحبِ کمال ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ حال بھی تھے۔

حالاتِ زندگی

میں نے کئی دفعہ مشاہدہ کیا کہ سماع کے وقت آپ کی حالت تبدیل ہو جاتی تھی۔ آپ کا رنگ بھی سرخ ہو جاتا تھا اور ایسا لگتا تھا جیسے آپ کی پیشانی میں اللہ کا نور جل رہا ہو۔ آپ کی عمر مبارک کم و بیش اسی (۸۰) سال تھی۔ لاہور آپ کا وطن کا تھا۔

ایک دفعہ آپ کو ایسی بیماری لگی کہ زندہ رہنے کی کوئی امید باقی نہ بچی۔ اسی بیماری کی حالت

Marfat.com

میں قوال آئے اور انہوں نے قوالی شروع کر دی۔قوالی کا سننا تھا کہ اتنی بیماری اور کمزوری کے باوجود آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور رقص کرنا شروع کر دیا۔اسی حالت میں آپ صحرا کی طرف چلے گئے اور آپ کی بیماری بھی ٹھیک ہوگئی۔

آپ چشتی مسلک کی یادگار تھے۔میرے ساتھ بہت شفقت فرمایا کرتے تھے۔سماع کے وقت اکثر مجھے طلب کرتے تھے۔جب قوالی ہوتی تو خود رقص کرتے تھے اور عین رقص کی حالت میں میرے ساتھ مصافحہ کرتے اور ساتھ ساتھ روتے بھی جاتے تھے۔

آپ کے مرشدِ گرامی شیخ نظام الدین تھانیسریؒ بلاواسطہ شیخ جلال الدین تھانیسریؒ کے مرید تھے۔شروع میں بلخ کے لوگ شیخ نظام الدین تھانیسریؒ کے عقیدت مند نہیں تھے۔ایک روز وہاں کے لوگوں نے آپ کا مذاق اڑانے کے لیے کسی بندے کو تابوت میں رکھا اور آپ کے سامنے لے آئے۔ان کا مقصد یہ تھا کہ جب آپ جنازہ پڑھانا شروع کریں گے تو وہ بندہ تابوت سے نکل کھڑا ہوگا اور اس طرح ہم ان کا مذاق اڑائیں گے۔وہ تابوت آپ کے سامنے لائے اور جنازہ پڑھانے کی درخواست کی۔آپ نے تین تکبیریں کہہ کر جنازہ مکمل کر دیا۔جو بندہ تابوت میں تھا وہ مر چکا تھا۔اس دن کے بعد وہاں کے لوگ آپ کے عقیدت مند ہو گئے۔

وفات

آپ کی وفات کا سبب بھی سماع ہی تھا۔ایسا ہوا کہ ایک دفعہ آپ قوالی کی محفل میں موجود تھے۔قوالی جاری تھی کہ اچانک آپ پہ وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور اسی وجد کے عالم میں آپ تین دن بعد وفات پا گئے۔آپ کی قبر مبارک لاہور میں واقع ہے۔

حضرت شیخ یحییٰ رحمتہ اللہ

حضرت شیخ یحییٰؒ، شیخ عبدالکریم لاہوریؒ کے بیٹے ہیں جو کہ فصوص الحکم کے شارح بھی ہیں۔ آپ کی یہ شرح تمام تر معانی کے ساتھ میرے دل میں محفوظ ہے۔آپ صاحب کمال انسان تھے۔ صورت کے ساتھ ساتھ سیرت میں بھی خوب صورت تھے۔آپ نے کافی طویل عمر پائی۔آپ کی پیشانی پہ باطنی صفائی کا نور واضح تھا۔

Marfat.com

حالاتِ زندگی

حضور ارشاد پناہ (حضرت شاہ محمد فاضلؒ) نے آپ کی خدمت میں ہی تفسیر حسینی کا تکرار کیا۔ میرے ساتھ بہت شفقت فرمایا کرتے تھے۔ آپ کو مکمل استغراق حاصل تھا اور وہ بھی اس درجے کا کہ آپ نماز سے قبل مصلّی پہ بیٹھتے تو استغراق کے عالم میں چلے جاتے تھے۔ جب تکبیر کا وقت ہوتا تو آپ کے خادم آپ کے کان میں بلند آواز سے تکبیر کہتے تھے۔ اس طرح آپ حالت استغراق سے باہر نکل آتے۔ اگرچہ آپ کی عمر نوے سال کے قریب تھی مگر پھر بھی جب وقت سماع ہوتا تو آپ اس پیرانہ سالی کے باوجود رقص کرنے لگتے تھے۔ آپ کے ساتھ ساتھ تمام حاضرین کیا بوڑھے کیا جوان بھی رقص کرنے لگتے تھے اور اسی عالم میں کافی وقت گزر جاتا۔

وفات

آپ کی وفات سہ شنبہ ۱۱ جمادی الآخر ۱۱۰۶ ہجری کو ہوئی۔

حضرت شاہ دولہ گجراتی رحمتہ اللہ

آپ بہت زیادہ عمر رسیدہ تھے۔ آپ کی عمر لگ بھگ سو سال کے قریب پہنچ چکی ہوگی۔ آپ کو تسخیر خلائق بہت حاصل تھی۔ ایک دفعہ آپ لاہور تشریف لائے تو آپ کے استقبال کے لیے اتنے زیادہ لوگ باہر نکلے کہ چند ایک کشتیاں بھی دریا میں ڈوب گئیں۔ اخراجات بہت تھے جبکہ آمدن کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ ہاتھی، شیر اور گھوڑے وغیرہ اور اسی طرح بہت سے فقراء ہمہ وقت آپ کی خانقاہ پہ حاضر رہتے تھے اور ان سب کو بے وسیلہ غیب سے رزق مہیا ہوتا تھا۔ مجھے اپنے والد صاحب کی ہمراہی میں آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے میرے سر پہ شفقت سے ہاتھ رکھا اور کچھ خوردہ بھی عطا کیا۔ پھر قبلہ گاہی کو اکیلے اپنے حجرے میں لے جا کر کوئی بات فرمائی جو مجھے معلوم نہ ہو سکی۔ آپ گجرات میں ہی مدفون ہیں۔ آپ کا مزار مبارک فیوض و برکات کا منبع ہے۔

حضرت شیخ ضیاء الدین رحمتہ اللہ

آپ حضور داتا گنج بخشؒ کے خادم (بمعنی مجازی) تھے۔ آپ کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ کمزوری کے باوجود آپ کا چلنا پھرنا معمول کے مطابق تھا۔ اس عمر میں بھی آپ کے حواس خمسہ صحیح

Marfat.com

سالم تھے۔آپ میرے ساتھ بہت شفقت فرمایا کرتے تھے۔خدمت آپ کا طریق تھا۔آپ کا فرمان تھا کہ انسانیت خدمت خلق کا نام ہے۔جب بھی میرے دل میں آپ کا خیال آتا تھا تو آپ فوراً حاضر ہو جایا کرتے تھے۔خود آپ کی اتنی عمر تھی مگر آپ خدمت کرنے میں شرم محسوس نہیں کرتے تھے۔ایک دن میرے گھر تشریف لا رہے تھے کہ بقضائے الٰہی راستے میں ٹھوکر کھا کے گر پڑے اور سر پہ چوٹ لگ گئی۔جب میرے گھر پہنچے تو سر سے خون جاری تھا اور غشی کے دورے پڑ رہے تھے۔مگر اس حالت میں بھی آپ نے خدمت کرنے کی اجازت نہ دی۔جب حالت تھوڑی سنبھلی تو گھر واپس تشریف لے گئے۔اس دن سے آپ کی صحت میں زیادہ خرابی واقع ہوگئی۔اس کے چند دن بعد آپ کی زبان مبارک پہ یہ شعر جاری ہوا۔

هر چه بر سرم تو پسندی روا است
بنده چه دعوی کند حکم خدااست

آپ میرے ساتھ جو کریں جائز ہے کہ غلام کیا کہ سکتا ہے کیونکہ حکم تو اللہ پاک کا ہی چلنا ہے

آپ کی زبان پر یہ شعر آیا اور آپ رحلت فرما گئے۔منگل کا دن تھا اور ذوالقعدہ کا مہینا تھا۔غسل دینے، جنازہ پڑھانے اور قبر میں دفنانے کی سعادت اسی فقیر (سید مجتبیٰ فضلی) کو ہی حاصل ہوئی۔آپ اس قدر قناعت پسند تھے کہ ایک لباس میں چالیس سال گزار دیئے۔

حضرت میر احمد شہید رحمتہ اللہ

آپ انتہائی راست باز نوجوان تھے۔بہت خوب صورت اور ہر اچھی عادت کے مالک تھے۔موحد، صاحبِ استغراق اور صحیح الدلیل تھے۔آپ اپنے آپ کو نوکری کے لباس میں چھپائے رکھتے تھے۔میرا مشاہدہ ہے کہ آپ نے کبھی آسمان کی طرف نظر نہیں اٹھائی تھی بلکہ ہمیشہ اپنے پاؤں پہ نظر رکھ کر چلا کرتے تھے۔آپ وہ عاشق حقیقی تھے کہ تیس سال کی عمر میں جام شہادت نوش کیا۔ہوا یوں کہ آپ جس بندے کے ہاں نوکری کرتے تھے اس کو کسی دشمن سے پالا پڑ گیا۔جب دونوں طرف سے لشکر آمنے سامنے ہوئے تو آپ اپنے دوستوں سے کہنے لگے کہ آج جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔جس جس کا ذوق ہے وہ چلا آئے۔یہ کہا، گھوڑے کو ایڑ لگائی اور دشمن پہ ٹوٹ پڑے۔دوسرے لشکر کا سردار کافر تھا۔آپ نے اس کو جہنم واصل کر دیا حالانکہ اس کی حفاظت

Marfat.com

پہ ہزاروں محافظ مامور تھے۔اسی لڑائی میں آپ خود بھی شہید ہو گئے۔آپ کی قبر مبارک سرونج شہر کے باہر زیارتگاہ خلائق ہے۔

حضرت دلدار بیگ شہید رحمتہ اللہ

آپ حضور ارشاد پناہ (شاہ محمد فاضلؒ) کے ایک مخلص مرید تھے۔اگرچہ ظاہری طور پہ آپ نے کچھ نہیں پڑھا تھا مگر آپ کے کلام سے علم کی خوشبو آتی ہے۔شجاعت اور سخاوت میں حد سے بڑھے ہوئے تھے۔آپ بہت زیادہ فاقہ کشی سے کام لیتے تھے اور جو کچھ میسر آتا تھا تو اس کو راہِ خدا میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔

حالاتِ زندگی

آپ کی سنگت میں اتنا اثر تھا کہ جو بھی بندہ ایک بار آپ کی محفل میں آتا بس آپ کا ہی ہو کر رہ جاتا۔کیا عالم کیا جاہل، کیا امیر کیا غریب، کیا مسلمان کیا کافر، کیا اشرافیہ اور کیا عام لوگ سبھی آپ کی محفل میں حاضری دیتے تھے۔سبھی لوگ آپ سے بہت محبت کرتے تھے اور آپ بھی پوری ریاست کے مقبول نظر تھے۔اکثر اوقات دردانگیز شاعری کیا کرتے تھے۔آپ نے اپنی شہادت سے ایک سال پہلے ہی اپنی شہادت کی خبر دے دی تھی۔آپ کی شہادت کا واقعہ اس طرح ہے کہ آپ جس جگہ نوکری کرتے تھے وہاں کے لوگوں نے اپنے دشمن پہ چڑھائی کی۔آپ بھی سوار ہو کے نکل پڑے۔راستے میں آپ کی ملاقات اپنے ایک دوست سے ہوئی۔اس نے آپ کو گندم کے بھنے ہوئے دانے پیش کیے۔آپ نے ایک دانہ اٹھایا ہی تھا کہ آپ کے ہاتھ سے سارے دانے زمین پہ گر پڑے۔یہ دیکھ کر آپ اپنے دوست سے کہنے لگے کہ اس شہر کی کوئی چیز کھانا ہمارے مقدر میں نہیں ہے۔یہ کہہ کر وہاں سے چل پڑے۔راستے میں ایک جگہ وضو کیا اور قصیدہ بردہ شریف پڑھنا شروع کر دیا۔پڑھتے پڑھتے دشمن کی سرحد تک جا پہنچے۔قلعہ کے نیچے ان کی فوج کا لشکر موجود تھا۔وہاں ایک وجیہ مرد بھی موجود تھا۔آپ نے اس کو دیکھا جبکہ آپ پہ مشربِ عشق بھی غالب تھا۔لہذا آپ اس کے قریب گئے اور زمین پہ بیٹھ گئے۔لوگوں نے کہا کہ آپ زمین پہ کیوں بیٹھے ہیں؟۔آپ نے کہا کہ ایک دو گھڑی کے لیے کیا تکلف کرنا؟۔

الغرض لشکر نمودار ہوا۔آپ لشکر کی طرف متوجہ ہوئے۔تیروں کا ایک پورا جھنڈ آپ کے سینے پہ

Marfat.com

لگا مگر آپ نے پرواہ نہ کی۔ آپ ثابت قدم ہو کے لڑتے رہے۔ تھوڑی دیر بعد دشمن کا لشکر فرار ہو گیا۔ آپ نے قبلہ رو ہو کے ایک درخت کے ساتھ تکیہ لگا لیا۔ آپ کی زبان پہ دو بار ہو ہو کا اسم جاری ہوا اور آپ نے جان مالک حقیقی کے حوالے کر دی۔ شروع میں آپ کو گجرات میں حضرت شاہ دولہؒ کے مزار میں امانتاً دفن کیا گیا۔ پھر اکیس دن بعد آپ کو وہاں سے نکال لیا گیا۔ دفن کے وقت آپ کی میت پہ جو چنبیلی کے پھول رکھے گئے تھے وہ اتنے دن بعد بھی اس قدر تر و تازہ تھے کہ گویا آج ہی ڈالے گئے ہوں۔ آپ کا جسد خاکی وہاں سے نکال کر صد گھرہ لا کر دفن کیا گیا جو کہ آپ کی جائے ولادت بھی تھی۔

آپ میرے ساتھ بہت شفقت فرمایا کرتے تھے۔ ہم نے عمر کا اکثر حصہ ایک ساتھ بسر کیا تھا۔

وفات

آپ نے تقریباً تیس سال کی عمر میں شہادت پائی۔ آپ کی شہادت ماہ ذوالحج عید کے دن واقع ہوئی۔

Marfat.com

اختتامی الفاظ

میں اس مبارک نسخہ کہ جس کا نام عین التصوف ہے، کی کتابت سے تئیس شوال ۱۲۳۱ ہجری کو فارغ ہوا۔ از کاتب۔

نوشته بماند سیاه بر سفید

نویسنده را نیست فردا امید

سفید کاغذ پہ کالی روشنائی سے لکھا گیا تو باقی رہتا ہے مگر لکھنے والے کو کل کی بھی امید نہیں ہے

Marfat.com

ضمیمہ

Marfat.com

﴿ضمیمہ - الف﴾

مصنف کتاب کا شجرہ نسب (مع سنین وصال و مدفن بزرگان)

۱۔ امیرالمومنین حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ

(شہادت، ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ، مزار نجف اشرف، عراق)

۲۔ سبطِ رسول حضرت سیدنا امام حسن علیہ و علیٰ ابیہ و امّہ و جدّہٖ الصلوٰۃ و السلام

شہادت، ۵ ربیع الاول ۵۰ھ، مزار جنت البقیع، مدینہ منورہ)

۳۔ حضرت سیدنا حسن المثنیٰ رضی اللہ عنہ

وصال، ۱۷ رجب المرجب ۹۷ھ، مزار جنت البقیع، مدینہ منورہ)

۴۔ حضرت سیدنا عبداللہ المحض رضی اللہ عنہ

(وصال، ۱۸ رمضان المبارک ۱۴۵ھ، مزار جنت البقیع، مدینہ منورہ)

۵۔ حضرت سیدنا موسیٰ الجون رضی اللہ عنہ

(وصال، جمادی الآخر ۱۵۶ھ، مزار جنت البقیع، مدینہ منورہ)

۶۔ حضرت سیدنا عبداللہ ثانی رضی اللہ عنہ

(وصال، ۶ ربیع الآخر ۲۱۳ھ، مزار جنت البقیع، مدینہ منورہ)

۷۔ حضرت سیدنا موسیٰ ثانی رضی اللہ عنہ

(وصال، صفر المظفر ۲۸۸ھ، مزار جنت البقیع، مدینہ منورہ)

۸۔ حضرت سیدنا داؤد رضی اللہ عنہ

(وصال، ۱۲ شعبان المعظم ۳۲۱ھ، مزار جنت المعلیٰ، مکہ مکرمہ)

۹۔ حضرت سیدنا محمد رضی اللہ عنہ

(وصال، ۱۷ ربیع الاول ۳۱۵ھ، مزار جنت البقیع، مدینہ منورہ)

۱۰۔ حضرت سیدنا یحییٰ الزاھد رضی اللہ عنہ

Marfat.com

(وصال، ۲۴رمضان المبارک ۴۳۰ھ، مزار بغداد شریف، عراق)

۱۱۔ حضرت سیدنا عبداللہ ثالث رضی اللہ عنہ

(وصال، ربیع الاوّل ۴۷۲ھ، مزار گیلان، ایران)

۱۲۔ حضرت سیدنا ابوصالح موسیٰ رضی اللہ عنہ

(وصال، ۱۱ذیقعد ۴۸۹ھ، مزار گیلان، ایران)

۱۳۔ غوث الاعظم حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

(وصال، ۱۱ربیع الثانی ۵۶۱ھ، مزار بغداد شریف، عراق)

۱۴۔ حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب رضی اللہ عنہ

(وصال، ۲۵شوال المکرّم ۵۹۳ھ، مزار مقبرہ حلبہ، بغداد شریف، عراق)

۱۵۔ حضرت سیدنا صفی الدین عبدالسلام صوفی رضی اللہ عنہ

(وصال، ۳رجب المرجب ۶۱۱ھ، مزار حلبہ، بغداد شریف، عراق)

۱۶۔ حضرت سیدنا ابوالعباس احمد رضی اللہ عنہ

(وصال، ۲۵رجب المرجب ۶۳۰ھ، مزار حلب، شام)

۱۷۔ حضرت سیدنا مسعود رضی اللہ عنہ

(وصال، ۵شعبان المعظم ۶۶۰ھ، مزار حلب، شام)

۱۸۔ حضرت سیدنا ابوالحسن علی رضی اللہ عنہ

(وصال، ۲محرم الحرام ۷۱۵ھ، مزار حلب، شام)

۱۹۔ حضرت سیدنا شاہ میر رضی اللہ عنہ

(وصال، ۸ذیقعد ۷۶۶ھ، مزار حلب، شام)

۲۰۔ حضرت سیدنا شمس الدین رضی اللہ عنہ

(وصال، ۸۳۴ھ، مزار حلب، شام)

۲۱۔ حضرت بندگی سید محمد غوث گیلانی اوچوی رضی اللہ عنہ

(وصال، ۷رجب المرجب ۹۲۳ھ، مزار اُوچ شریف، ضلع بہاول پور، پاکستان)

۲۲۔ حضرت سید عبدالقادر ثانی رضی اللہ عنہ

Marfat.com

(وصال، ۱۸ ربیع الاوّل شریف ۹۴۰ھ مزار اُوچ شریف، ضلع بہاول پور، پاکستان)

۲۳۔ حضرت سید زین العابدین رضی اللہ عنہ

(شہادت، ۹۳۸ھ، مزار ناگور، ہندوستان)

۲۴۔ حضرت سید محمد غوث بالا پیر رضی اللہ عنہ

(وصال، ۵ شوال المکرّم ۹۵۹ھ، مزار ستگھرہ شریف، ضلع اوکاڑہ، پاکستان)

۲۵۔ حضرت سید عبدالقادر ثالث رضی اللہ عنہ

(وصال، ۹۹۶ھ، مزار روضہ شاہ چراغ، لاہور، پاکستان)

۲۶۔ حضرت سید عبدالوہاب رضی اللہ عنہ

(وصال، ۱۰۳۷ھ، مزار روضہ شاہ چراغ، لاہور، پاکستان)

۲۷۔ حضرت سید عبدالرزاق المشہور حضرت شاہ چراغ لاہوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(وصال، ۲۲ ذیقعد ۱۰۶۸ھ، مزار روضہ شاہ چراغ، لاہور، پاکستان)

۲۹۔ حضرت سید مصطفٰی گیلانی رضی اللہ عنہ

(وصال، ۱۳ شعبان المعظم ۱۰۷۴ھ، مزار بیرون روضہ شاہ چراغ، لاہور، پاکستان)

۲۹۔ حضرت سید مجتبیٰ گیلانی رضی اللہ عنہ (مصنف کتاب "عین التصوف")

(وصال، ۱۱۲۳ھ، مزار بیرون روضہ شاہ چراغ، لاہور، پاکستان)

Marfat.com

﴿ضمیمہ۔ب﴾

مصنف کتاب کا سلسلۂ فقر (مع سنین وصال ومدفن بزرگان)

۱۔ سید الکونین ورسول الثقلین خاتم الانبیاء احمدِ مجتبیٰ حضرت ابوالقاسم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ
(وصال باکمال، ۱۲ ربیع الاوّل شریف ۱۱ھ، مزارِ پُرانوار مسجد نبوی ﷺ، مدینہ منورہ)

۲۔ اسد اللہ غالب، امام المشارق والمغارب امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم
(شہادت، ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ، مزار اقدس نجفِ اشرف، عراق)

۳۔ سید الشہداء، سبطِ رسول اللہ حضرت سیدنا امام حسین علیہ وعلیٰ ابیہ وامہٖ وجدہٖ الصلوٰۃ والسلام
(شہادت، ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ، مزار کربلائے معلیٰ، عراق)

۴۔ حضرت سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام
(شہادت، ۱۸ محرم الحرام ۹۴ھ، مزار جنت البقیع، مدینہ منورہ)

۵۔ حضرت سیدنا امام محمد باقر علیہ السلام
(وصال، ۷ ذوالحجہ ۱۱۴ھ، مزار جنت البقیع، مدینہ منورہ)

۶۔ حضرت سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام
(شہادت، ۲۴ شوال المکرم ۱۴۸ھ، مزار جنت البقیع، مدینہ منورہ)

۷۔ حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
(شہادت، ۵ رجب المرجب ۱۸۳ھ، مزار کاظمین شریفین، بغداد شریف، عراق)

۸۔ حضرت سیدنا امام علی رضا علیہ السلام
(شہادت، ۱۹ صفر ۲۰۳ھ، مزار مشہد مقدس، ایران)

۹۔ حضرت شیخ معروف کرخی رضی اللہ عنہ
(وصال، ۲ محرم الحرام ۲۰۰ھ، مزار الکرخ، بغداد شریف (کہنہ)، عراق)

۱۰۔ حضرت شیخ سری سقطی رضی اللہ عنہ
(وصال، ۳ رمضان المبارک ۲۵۳ھ، مزار گورستان شونیزیہ، بغداد شریف، عراق)

Marfat.com

۱۱۔ سید الطائفہ حضرت جُنید بغدادی رضی اللہ عنہ

(وصال، ۲۷ رجب المرجب ۲۹۷ھ، مزار گورستان شونیزیہ، بغداد شریف، عراق)

۱۲۔ حضرت شیخ ابوبکر جعفر شبلی رضی اللہ عنہ

(وصال، ۲۸ ذی الحجہ ۳۳۴ھ، مزار مقام سامرہ، بغداد شریف، عراق)

۱۳۔ حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد تمیمی یمنی رضی اللہ عنہ

(وصال، ۹ جمادی الثانی ۴۲۵ھ، مزار مقبرہ امام احمد بن حنبلؒ، بغداد شریف، عراق)

۱۴۔ حضرت شیخ ابوالفراح یوسف طرطوسی رضی اللہ عنہ

(وصال، ۳ شعبان المعظم ۴۴۷ھ، مزار طرطوس، شام)

۱۵۔ حضرت شیخ ابوالحسن علی ہکاری رضی اللہ عنہ

(وصال، یکم محرم الحرام ۴۸۶ھ، مزار قصبہ ہکار، بغداد شریف، عراق)

۱۶۔ حضرت شیخ ابوسعید مبارک المخزمی رضی اللہ عنہ

(وصال، ۷ محرم الحرام ۵۱۳ھ، مزار منطقہ سعیدیہ، بغداد شریف، عراق)

۱۷۔ محبوب سبحانی غوثِ صمدانی حضور سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی

(وصال، ۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ھ، مزار باب الازج المشہور باب الشیخ، بغداد شریف، عراق)

۱۸۔ حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب بن حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ

(وصال، ۲۵ شوال المکرم ۵۹۳ھ، مزار مقبرہ حلبہ، بغداد شریف، عراق)

۱۹۔ حضرت سیدنا صفی الدین عبدالسلام صوفی بن حضرت سیدنا عبدالوہاب رضی اللہ عنہ

(وصال، ۳ رجب المرجب ۶۱۱ھ، مزار مقبرہ حلبہ، بغداد شریف، عراق)

۲۰۔ حضرت سیدنا ابوالعباس احمد بن حضرت سیدنا عبدالسلام صوفی رضی اللہ عنہ

(وصال، ۲۵ رجب المرجب ۶۳۰ھ، مزار حلب، شام)

۲۱۔ حضرت سیدنا مسعود بن حضرت سیدنا ابوالعباس احمد رضی اللہ عنہ

(وصال، ۵ شعبان المعظم ۶۶۰ھ، مزار حلب، شام)

۲۲۔ حضرت سیدنا ابوالحسن علی بن حضرت سیدنا مسعود رضی اللہ عنہ

(وصال، ۲ محرم الحرام ۷۱۵ھ، مزار حلب، شام)

Marfat.com

۲۳۔ حضرت سیدنا شاہ میر بن حضرت سیدنا ابوالحسن علی رضی اللہ عنہ

(وصال، ۸ ماہ ذیقعد ۷۶۶ھ، مزار حلب، شام)

۲۴۔ حضرت سیدنا شمس الدین بن حضرت سیدنا شاہ میر رضی اللہ عنہ

(وصال، ۸۳۴ھ، مزار حلب، شام)

۲۵۔ حضرت بندگی سید محمد غوث گیلانی اوچوی بن حضرت سیدنا شمس الدین رضی اللہ عنہ

(وصال، ۷ رجب المرجب ۹۲۳ھ، مزار اُوچ شریف، ضلع بہاول پور، پاکستان)

۲۶۔ حضرت سید عبدالقادر ثانی بن حضرت سید محمد غوث گیلانی رضی اللہ عنہ

(وصال، ۱۸ ربیع الاول شریف ۹۴۰ھ، مزار ''اندرونِ روضہ حضرت سید محمد غوث گیلانی'' اُوچ شریف، ضلع بہاولپور، پاکستان)

۲۷۔ حضرت سید محمد غوث بالا پیر بن حضرت سید زین العابدین بن حضرت سید عبدالقادر ثانی رضی اللہ عنہ

(وصال، ۵ شوال المکرّم ۹۵۹ھ، مزار ستگھرہ شریف، ضلع اوکاڑہ، پاکستان)

۲۸۔ حضرت سید عبدالقادر ثالث بن حضرت سید محمد غوث بالا پیر رضی اللہ عنہ

(وصال، ۹۹۶ھ، مزار ''اندرون روضہ حضرت شاہ چراغ'' نزد ہائیکورٹ، لاہور، پاکستان)

۲۹۔ حضرت سید عبدالوہاب بن حضرت سید عبدالقادر ثالث رضی اللہ عنہ

(وصال، ۱۰۳۷ھ، مزار ''اندرونِ روضہ حضرت شاہ چراغ'' نزد ہائیکورٹ، لاہور، پاکستان)

۳۰۔ حضرت سید زین العابدین بن حضرت سید عبدالوہاب رضی اللہ عنہ

(تاریخ وصال نامعلوم، مزار ''اندرون روضہ حضرت شاہ چراغ'' نزد ہائیکورٹ، لاہور، پاکستان)

۳۱۔ حضرت سید عبدالرزاق المشہور حضرت شاہ چراغ لاہوری بن حضرت سید عبدالوہاب رضی اللہ عنہ

(وصال، ۲۲ ذیقعد ۱۰۶۸ھ، مزار ''روضہ حضرت شاہ چراغ'' نزد ہائیکورٹ، لاہور، پاکستان)

۳۲۔ حضرت سید مصطفٰی گیلانی بن حضرت شاہ چراغ لاہوری رضی اللہ عنہ

(وصال، ۱۳ شعبان المعظم ۱۰۸۴ھ، مزار ''بیرون روضہ حضرت شاہ چراغ بجانب مغرب'' نزد ہائیکورٹ، لاہور، پاکستان)

۳۳۔ حضرت سید محمود گیلانی بن حضرت شاہ چراغ لاہوری رضی اللہ عنہ

(وصال، جمادی الاول ۱۰۸۶ھ، مزار ''بیرون روضہ حضرت شاہ چراغ'' نزد ہائیکورٹ، لاہور،

Marfat.com

پاکستان)

۳۴۔ حضرت سید مجتبیٰ گیلانی بن حضرت سید مصطفیٰ گیلانی رضی اللہ عنہ (مصنف کتاب "عین التصوف")
(وصال، ۱۱۲۳ھ، مزار ''بیرون روضہ حضرت شاہ چراغ بجانب مغرب'' نزد ہائیکورٹ، لاہور،
پاکستان)

Marfat.com

﴿ضمیمہ ۔ ج﴾

وابستگانِ خانقاہ قادریہ گیلانیہ لاہور کے شجرے

ا۔ شجرہ طریقت خانقاہ دیپال پور شریف ضلع اوکاڑہ

یاالٰہی کرکرم ذاتِ عُلا کے واسطے ۔۔۔ حال عاجز پر رحم خیرالوریٰؐ کے واسطے
کھول دے عُقدے مرے مشکل کشاؓ کے واسطے ۔۔۔ سید الشہداء شہیدِ کربلاؓ کے واسطے
شاہ زین العابدینؒ اور باقرؒ و جعفرؒ امام ۔۔۔ حضرتِ کاظمؒ، علی موسیٰ رضاؒ کے واسطے
خواجۂ بصری حسنؒ اور خواجۂ عجمی حبیبؒ ۔۔۔ خواجۂ داؤد طائی رہنما کے واسطے
خواجۂ معروف کرخیؒ، سری سقطیؒ کے طفیل ۔۔۔ بہرِ جنیدؒ اور شبلیؒ صاحب ہُدا کے واسطے
خواجۂ عبدالعزیزؒ، بوالفضلؒ اور بوالفرحؒ ۔۔۔ بوالحسنؒ اور بوسعیدؒ اہلِ بقا کے واسطے
حضرتِ سلطان عبدالقادرؒ محبوب پاک ۔۔۔ غوث محی الدین سرور اولیا کے واسطے
سیدِ عبدالوہابؒ سیف الدین اور ابوالنصرؒ ۔۔۔ بہرِ محمد صوفیؒ و صاحب سخا کے واسطے
سید بوالعباسؒ اور مسعودؒ، نورالدین علیؒ ۔۔۔ شاہ میرؒ و شمس الدینؒ اہلِ عطا کے واسطے
شاہ محمد غوثؒ، عبد القادرِ ثانیؒ پیر ۔۔۔ سید بالا پیرؒ محبوب خدا کے واسطے
سید عبد القادرِ ثالثؒ بقاءِ مشتہر ۔۔۔ سیدعبدالوہابؒ صاحب اصفیا کے واسطے
سیدزین العابدینؒ، شاہ چراغؒ اور مصطفیٰؒ ۔۔۔ سید محمودؒ، سید مجتبیٰؒ کے واسطے
سید حیدر بخشؒ جو معروف ہیں حضرت امام ۔۔۔ اور حضرت سید حسن بخشؒ اولیا کے واسطے
سیدعبداللہؒ جو معروف سیدن سائیں ہیں ۔۔۔ اور غلامِ حسنؒ ہادی رہنما کے واسطے
دستگیری کر مری اے دستگیرِ دو جہاں ۔۔۔ لاڈلے میراں کے سید مہر شاہؒ کے واسطے
دین کے سورج کے صدقے نام جن کا شمس الدینؒ ۔۔۔ دل مرا پُرنور ہو شمع ہُدا کے واسطے
پاک ہوجاؤں گناہوں سے خداوندِ کریم ۔۔۔ کر مری منظور توبہ تابشاہؒ کے واسطے
قاسم فیض علی ہیں نام ہے قاسم علی ۔۔۔ سید قاسم علی شاہؒ پیشوا کے واسطے

Marfat.com

جو امیرِ کارواں تھے دستگیر بے کساں دین و دنیا کے امیرؒ و مقتدا کے واسطے
زینتِ سادات جن کی ذات تھی ربِ کریم شاہ زین العابدینؒ اہلِ صفا کے واسطے
نفس و شیطاں پر عطا کر دے ہمیں فتح و ظفر صدقۂ سید ظفرؒ مشکل کشا کے واسطے
صدقۂ سادات ساری مشکلیں آسان ہوں سید مظہر علی شاہ باوفا کے واسطے
کر عطا سوزِ محبت صدقۂ آلِ رسول
سید قاسم علی شاہ دلربا کے واسطے

Marfat.com

۲۔ شجرہ طریقت خانقاہ شیخو شریف ضلع اوکاڑہ

اے میرے خالق میرے پروردگار — رحمتیں تیری ہیں بے حد بے شمار
اے کریم و کارساز و بے نیاز — اے رحیم و ارحم و بندہ نواز
ہے تو ہی واحد الٰہ العالمین — تجھ سوا ساتھی میرا کوئی نہیں
ذات تیری بے نظیر و بے عدیل — شان تیری، تیری عظمت کی دلیل
ہر جگہ، ہر شئے میں ہے ہر رنگ میں — تیرا ہی جلوہ ہے خشت وسنگ میں
سُننے والے سُن صدائے عاصیاں — دے میرے مولا گناہوں سے اماں
اپنی عظمت اپنی رفعت کے لیے — اپنی شان اور اپنی شوکت کے لیے
اے کریم، اے کبریا، اے ذوالجلال — بحر عصیاں سے میری کشتی نکال
مُصطفےٰ فخر دو عالم کے لیے — مُجتبےٰ نُورِ مُجسّم کے لیے
بہرِ خلق رحمت اللعالمین — بہرِ انوار ظہورِ اوّلین
بہرِ آل پاک شاہ بعث و نشر — حامی اُمّت شفیع روزِ حشر
جانشین مُصطفےٰ کا واسطہ — شمع بزمِ اولیاء کا واسطہ
وہ وصی مصطفےٰ مشکل کُشا — نام ہے جس کا علی مُرتضےٰ
بہرِ شاہانِ اُمم عالی جناب — شبرّ و شبیر جن کا ہے خطاب
بہر خواجہ حسن بصری یا خُدا — کر مجھے اسلاف کا ورثہ عطا
کہتے ہیں شیخ حبیب عُجمی جسے — اس کی نسبت سے مجھے عرفان دے
بہر شاہ معدن لطف و کرم — خواجہ داؤد طائی محترم
اور علی موسیٰ رضا کا واسطہ — پیشوائے اولیاء کا واسطہ
راز دانِ معرفت کا واسطہ — خواجہ معروف کرخی شاہ کا
بہر شاہ انس وجاں فرخندہ فال — سرّی سقطی صاحب عین الکمال
از پئے ہادی دیں مشہورِ عام — وہ ابوالقاسم جُنید عالی مقام

Marfat.com

اس ولی شاہ معظم کے لیے — شیخ شبلی فخر عالم کے لیے
بہر خواجہ، خواجہ ہر دو سریٰ — از پئے عبدالعزیز پیشوئی
از پئے ابرِ سخا کانِ کرم — شیخ عبدالواحد والا حشم
واسطہ اس کا جو ہے عالی نسب — شیخ طرطوسی الفرح لقب
چشمہ فیض عطا کے واسطے — ابو الحسن شاہ قریشی کے لیے
اے خدا شاہ جہاں کا واسطہ — اس مبارک مخزمی ذیجاہ کا واسطہ
بادشاہِ اولیاء کے واسطے — محی الدین مصطفےٰ کے واسطے
غوثِ اعظم جن کو کہتا ہے جہاں — پیر پیران دستگیر بے کساں
بہر سُلطانِ جہاں روشن ضمیر — سیّد عبد الوہاب دستگیر
بہر ابو النصر فضل اللہ کے — واسطے اس سیّد ذیجاہ کے
بہر حضرت سیّد احمد شاہ امام — سب کو واجب جن پہ کرنا ہے سلام
واسطہ ہے سیّد مسعود کا — اور نور الدین علی کا واسطہ
بہر افراطِ کرامات جناب — شاہ میر و مالک راہِ صواب
اس ضیا بخش جہاں کے واسطے — یعنی شمسِ عارفاں کے واسطے
ہے اب اس فقر و غنا کا واسطہ — بندگی سیّد محمد غوث کا
بہر عبد القادر ثانی و پیر — پایا جس نے فقر میں حصہ کثیر
واسطہ اس صاحب توقیر کا — شاہ شاہاں، غوث بالا پیر کا
بہر عبد القادر ثالث کریم — جو سلوک و فقر پہ ہے مستقیم
ہے اس اوج منزلت کا واسطہ — سیّد عبد الوہاب شاہ کا
قطب الاقطاب دو عالم کے لیے — شاہ زین العابدین کے واسطے
از پئے شاہ چراغ نامور — میری فریادِ سحر منظور کر
بہر سیّد مصطفےٰ عالی مقام — مجھ کو اپنے وصل سے کر شادکام
بہر فخر عارفاں و سالکاں — سید محمود شاہِ دو جہاں
اس شاہ کیواں لوا کا واسطہ — یعنی سید مجتبےٰ کا واسطہ

Marfat.com

بہر حیدر بخش سلطان عمیم — مرتبہ ہے فقر میں جس کا عظیم
از طفیل رہبر دین حنیف — حسن بخش بانی شیخو شریف
بہر محو طاعت پروردگار — ہے جو عبدالقادر اعلیٰ وقار
واسطہ اس کا جو ہے بحرکرم — سیّد سید محمد ذی حشم
افتخار اہل عرفاں کے لیے — عبد الرّزاق جہاں کے واسطے
واسطہ اس کا جو ہے بحر سخا — یعنی احمد شاہ صوفی بے ریا
واسطہ سیّد محمد حسین کا — سیّد علی سائیں کے نور العین کا
میرے دل کو نور سے معمور کر — حُب الا اللہ سے مثل طور کر
یا الٰہی کر عطا قلب سلیم — اور دیکھا مجھ کو صراط مستقیم
بادشاہا میں ہوں بندہ بے خبر — تیرے ہی الطاف کا ہوں منتظر
سید السادات گیلاں کے طفیل — خاندان شاہ جیلاں کے طفیل

بخش دے افضالؔ کے جُرم خطا
اور سلوک و معرفت کر دے عطا

Marfat.com

۳۔ شجرہ طریقت خانقاہ سندھیلیانوالی شریف ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

یا خداوندا کرم کر مصطفیٰؐ کے واسطے — سرورِ کونین شاہِ انبیا کے واسطے
سر جھکائے ہاتھ پھیلائے کھڑے تیرے حضور — کر ہری مشکل کشا، مشکل کشاؓ کے واسطے
از طفیلِ سید الشہداء حسینؓ ابنِ علی — رحم فرما حضرتِ زین العباؒ کے واسطے
شاہ باقرؒ اور جعفرؒ، موسیٰ کاظمؒ کے طفیل — بخش تسلیم و رضا موسیٰ رضاؒ کے واسطے
معرفت معروفؒ کے معروف اہل اللہ سے کر — سری سقطیؒ اور جنیدؒ باصفا کے واسطے
از طفیل شیخ شبلیؒ ربِ جبلی رحمتہ — کر فضل تو بوالفضلؒ، بوالفرحؒ کے واسطے
دور کر رنج و الم سب بوالحسنؒ کے نام سے — شیخ حضرت بوسعیدؒ اہلِ تقا کے واسطے
پیر پیراں، میر میراں شاہ محی الدینؒ ولی — غوثِ اعظمؒ شاہِ جیلاں ذی عُلیٰ کے واسطے
از پئے عبدالوہابؒ، صفی الدین عبدالسلام — مغفرت کر سید احمدؒ بادشاہ کے واسطے
دے سعادت حضرتِ مسعود احمدؒ کے لیے — نورالدین، شاہ میرؒ، شاہِ اولیا کے واسطے
سرِّ وحدت سے شناسا کر طفیل شمس الدینؒ — حضرتِ سید محمد غوث شاہؒ کے واسطے
ثانی عبدالقادرؒ اور شاہ پیر بالاؒ کے لیے — ثالث عبدالقادرِ حق آشنا کے واسطے
از پئے عبدالوہابؒ اور عابدؒ و عبدالرزاق — رزق پاکیزہ عطا کر مصطفیٰؐ کے واسطے
جان و دل کر شاد اور آباد اپنے عشق میں — حضرتِ محمودؒ حضرت مجتبیٰ کے واسطے
نام حیدر بخشؒ کے سب بخش دے جرم و خطا — شاہ غلام غوثؒ شاہِ اتقیا کے واسطے
ہم گنہگاروں پہ بخشش کر خداوندِ جہاں — سید و سلطان امان اللہ شاہؒ کے واسطے
حضرت علی شیرؒ بوالخیر خواجہ کے لیے — روشنائی دے چراغِ حق نما کے واسطے
کر کرم فرما کرم دونوں جہاں میں رکھ بھرم — قطبِ اعظم غوثِ عالم قطب شاہؒ کے واسطے
میکدۂ قادری کے مے کشوں کو شاد رکھ — حضرتِ شیر محمدؒ قبلہ گاہ کے واسطے
ہر خطا و ہر بلا سے دے پناہ میرے خدا — پیر فضل حسینؒ شاہ عظمت نوا کے واسطے
کیجیے ہر حال میں ہم پر عنایت بے حساب — حضرتِ سید غلام رسول شاہؒ کے واسطے

Marfat.com

قادریوں میں سدا رکھنا مرے قادر کریم پیر اُسرار حسینؒ اہلِ سخا کے واسطے

اثناحسنا فی الدنیا و فی الاخرة

رہبرانِ سلسلہء طیبہ کے واسطے

Marfat.com

۴۔ شجرۂ طریقت خانقاہ منگانی شریف ضلع جھنگ

مرے مولیٰ کرم کر سید الابرار دا صدقہ — مرے آقا محمدؐ حسن دے شہکار دا صدقہ
کھلوتا ہاں ترے دربار وچ جھولی نوں پھیلا کے — مری مشکل کریں حل، حیدرِ کرارؓ دا صدقہ
حسینؓ ابنِ علی، زین العباؒ دے نام تے یا رب — بلاواں دور ہون آلِ نبی اطہار دا صدقہ
طفیلِ باقرؒ و جعفرؒ تے موسیٰؒ دے مرے مولا — رضا اپنی تے راضی رکھ، رضاؒ دے پیار دا صدقہ
نظر کر مہر دی معروفؒ و سریؒ پاک دے پاروں — جنیدؒ باصفا تے شبلیؒ دی گفتار دا صدقہ
وسیلہ عبدِ واحدؒ، یوسفِؒ طرطوس دا مولیٰ — ہمیشہ خیر منگاں بوالحسنؒ دلدار دا صدقہ
سعادت مند رکھ یا رب مبارکؒ پیر دے ناں تے — شرابِ شوق دے اُس عارفِ سرشار دا صدقہ
الٰہی غیر دی اُلفت توں سینہ پاک کر میرا — جنابِ غوثِؒ اعظم قادری سالار دا صدقہ
شہِ عبدالوہابؒ، عبدالسلامؒ، احمد دے پاروں چا — کریں مسرور مسعودؒ و علیؒ غمخوار دا صدقہ
بنامِ شہ میرانؒ، شمس دینؒ دل نوں مُصفا کر — محمد غوثؒ خواجہ بندگی سرکار دا صدقہ
ہویا مشہورِ عالم وچ جیہڑا مخدوم ثانیؒ توں — اُسے دے لعل بالا پیرؒ شاہ اَسوار دا صدقہ
شہِ ثالثؒ، شہِ عبدالوہابؒ دے وسیلے تھیں — مرے زین العباؒ دے چمکدے رُخسار دا صدقہ
محبت ماسویٰ دی دل دی تختی توں مٹا یا رب — شہِ عبدالرزاقؒ منبعءِ انوار دا صدقہ
طفیلِ مصطفیٰؒ، محمودؒ دے روشن مرا دل کر — جنابِ مجتبیٰؒ دے دیدہءِ بیدار دا صدقہ
میرے عیباں نوں بخشیں شاہ حیدر بخشؒ دے ناں تے — غلامِ غوثؒ ہادی واقفِ اسرار دا صدقہ
اَمان اپنی دے وچ رکھ شاہ امان اللہ دے پاروں — علی شیرؒ ولی محرم حریمِ یار دا صدقہ
عطا کر روشنی دل دی چراغِ حق نما وِچوں — شہِ قطبِ علیؒ دے گیسوئے خمدار دا صدقہ
رہوے میخانۂ شیر محمدؒ تا اَبد قائم — پیوا جامِ محبت سیدِ سردارؒ دا صدقہ
جمالِ گل محمدؒ دا وسیلہ دے کے منگدا ہاں — کرم چاہواں سدا تیرا کرمؒ سرکار دا صدقہ
فقر دا باب کھلا پیر کرم حسینؒ دی صورت — مرے مولیٰ ترے اُس عاشقِ بیمار دا صدقہ

بھلائی دین و دنیا دی عطا فرما کے طاہرؔ نوں
کریں دل شاد یا رب! قادری دربار دا صدقہ

Marfat.com

۵۔ شجرۂ طریقت خانقاہ مہم ضلع رہتک

(انڈیا میں وابستگانِ گیلانیہ، قادریہ لاہور کی ایک اہم شاخ)

اے خدائے قادر و قیوم۔اے پروردگار بندۂ مسکین و عاجز صورتِ امیدوار
دونوں ہاتھوں کو اٹھاتا ہے دعا کے واسطے

دفترِ عصیاں کو میرے کر جلا کر خاکِ سیاہ تا نہ ہو شرمندگی محشر میں اے بارِ الٰہ
شاہِ رمضانِ شہیدِ بے ریا کے واسطے

عظمتِ دارین دے بہرِ شہِ عبدالعظیم اور رکھ اپنی حفاظت میں ہمیشہ اے کریم
شہ حفیظ اللہ حافظ باصفا کے واسطے

دولتِ حُبِ نبی سے مجھکو کر دے بہرہ ور بہرِ آں حضرت حبیب اللہ شاہِ بحر و بر
اور شہِ عبدالطیفِ پارسا کے واسطے

شیخ بدّھا اور شہ فتح محمد پاک باز کر قبول انکا توسّل اے خدائے بے نیاز
بخششِ جُرم و خطائے ناروا کے واسطے

شیخ الہ داد اور عبدالقادرِ ثالث ولی شہ محمد غوث و زین العابدینِ متقی
دے فراخی رزق میں انکی وِلا کے واسطے

بہرِ عبدالقادرِ ثانی و میرِ شمس دین بہرِ سیّد شاہ میراز اولیائے کاملین
کھول دے سینہ مرا جذبِ ضیا کے واسطے

جب لگے ہونے جدائی جسم و جاں میں ناگہاں یاالٰہی کلمۂ طیب زباں پر ہو رواں
سید میر علی بدرالدّجیٰ کے واسطے

قبر میں جب پوچھنے کو آئیں منکر اور نکیر لطف تیرا اُس گھڑی ہوجائے میرا دستگیر
سیّد مسعود شاہِ دوسرا کے واسطے

سید احمد اور سید صوفی والا گُہر حضرت سیّد ابو نصرِ بزرگِ خوش سیر
میں شفیع لایا ہوں سبکو التجا کے واسطے

دور کر دل سے مرے دنیا کے سب رنج و عذاب بہرِ حضرتِ سیف دیں سیّد عبدالوہاب

Marfat.com

سر گروہِ اولیا و اصفیا کے واسطے

قبر کی تنگی سے دل ترسان ولرزاں ہے مرا   حضرتِ محبوب سبحانی کا صدقہ۔ اے خدا
کھول دے جنت سے کھڑکی اک ہوا کے واسطے

حشر میں جب نفسی نفسی کی ہو ہر سو سے پُکار   امتِ احمد میں یا اللہ ہو میرا شُمار
بوسعید بن مبارک مقتدیٰ کے واسطے

جب سوا نیزے پہ سورج آ کے ہو جلوہ نما   یا الٰہی ہو عنایت مجھکو سایہ عرش کا
بوالحسن بن یوسف شمس الضحیٰ کے واسطے

نامۂ اعمال تُلتے وقت اے ربِ الجلیل   کیجو میدانِ محشر میں نہ رسوا وَ ذلیل
حضرتِ بوالفرح باشرم وحیا کے واسطے

اور جب اعمال کے تُلنے کو میزاں ہو کھڑی   ہر طرف بندوں میں تیرے کھلبلی سی ہو پڑی
لاج رکھیو عبدِ واحد باوفا کے واسطے

پیش آئے جبکہ راہِ پُل صراطِ پُرخطر   ہو عنایت سے تیری آسان اُس پر سے گذر
حضرتِ بوبکر شبلی خوش لقا کے واسطے

اور صدقہ میں جنیدؒ و سرّی سقطی کے الٰہ   آتش دوزخ سے ازراہِ کرم دیجو پناہ
جو کہ ہے تیار عاصی کی سزا کے واسطے

سُنتِ احمد پہ چلنے کی مجھے توفیق دے   اور رکھ محفوظ مجھکو بدعت وعصیاں سے
حضرتِ معروف کرخی باسخا کے واسطے

جامِ وحدت کا پلا کر مست بیخود مجھکو کر   حرف دوئی کا مٹا دے لوحِ دل سے سربسر
شاہِ عالم حضرتِ موسیٰ رضا کے واسطے

طالب دنیا ہوں میں، نے نام سے ہے کچھ غرض   ظاہر و باطن کے میرے دُور کر دے سب مرض
حضرتِ کاظم کبیر الاولیا کے واسطے

جھوٹ، بہتان وعداوت، غیبت ومکر وریا   اور بھی افعال بد جتنے ہیں سب مجھ سے چھڑا
جعفرؒ و باقرؒ امامِ اتقیا کے واسطے

شاد وخرم سب رہیں میرے عزیز واقربا   پائیں توفیق سعادت میرے سارے آشنا

Marfat.com

شاہِ زین العابدین مجتبیٰؒ کے واسطے

مرتے دم مجھ پر نہ کچھ بھی کسی کا قرض ودین التجا مقبول ہو یہ بھی میری بہرِ حسینؓ

اور حضرت شہ علیؓ مشکل کشا کے واسطے

میرے ماں، باپ اور استادوں کی اے ربّ العلا نیز سارے مومنوں کی بخشدے جُرم وخطا

سیّد کونین احمد مصطفےٰ ﷺ کے واسطے

پیش کر کے یاالٰہی نام پیرانِ عظام جاؤں کیونکر تیرے دروازے سے بے نیل مرام

سب دعائیں کر قبول اپنی عطا کے واسطے

Marfat.com

﴿ضمیمہ ۔ د﴾

نقشہ مزارات خانقاہ حضرت شاہ چراغ لاہوریؒ

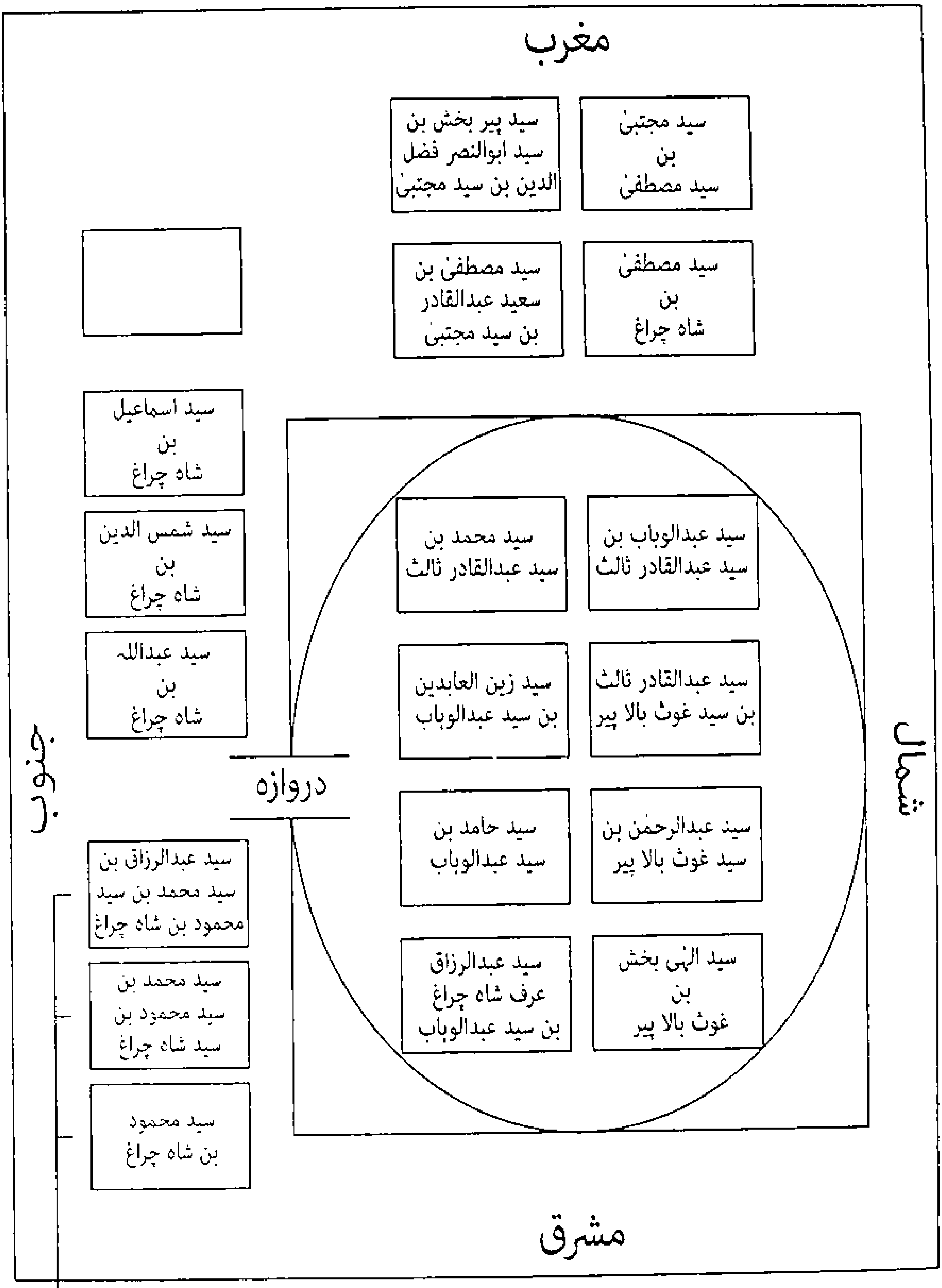

ان تینوں مزارات کی نشاندہی سید قاسم علی شاہ (دیپالپور) نے کی۔ مزید بتایا یہاں 39 مزارات تھیں۔ مگر سب کے نام معلوم نہ ہو سکے

Marfat.com

تعلیقات

Marfat.com

تعلیقات

پیشِ لفظ

۱۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)

۲۔ رسالہ فکر و نظر، مشائخ پنجاب کا ایک نادر تذکرہ، (شمارہ ۳)، جلد ۱۵

مقدمہ

۱۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۱۰۶/ب؛

۲۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۱۰۶/ب؛

۳۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۱۰۳/ب؛

۴۔ سید علی اصغر گیلانی، شجرۃ الانوار (خطی)، ص ۱۲۷ (نسخۂ شیخوشریف)، ص ۱۴۴ (نسخہ پنجاب یونیورسٹی) ص ۵۴؛ مولانا محمد ادریس اوچوی، شجرہ مبارک، حالات مشائخ گیلانیہ (خطی)، ص ۳۴؛ غلام محمد احمد پوری، تحفۃ القادری تلخیص شجرہ مبارک از مولانا محمد ادریس اچوی (خطی)، ص ۶۰؛ سید سید علی ثانی جیلانی، شجرۃ الاشراف (سی حرفی داتا حسنین سائیںؒ)، ص ۷۶؛ محمد دین کلیم، سوانح حضرت شاہ چراغؒ، ص ۳۴؛ سید قاسم علی گیلانی، شجرۂ نسب (حضرات گیلانیہ دیپالپور)، پمفلٹ۔

۵۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۹/الف۔

۷۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۹/الف۔

۸۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۱۰۸/ب۔

۹۔ پیر محمد طاہر حسین، دیوان قطبیہ، ص ۵۰۔

۱۰۔ پیر محمد طاہر حسین، تنویر الابرار مع اورادِ قادریہ، ص ۲۱۔

۱۱۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۸/ ب، ۹/الف۔

۱۲۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۱۰۶/ ب۔

Marfat.com

۱۳۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۱۳۰/ب۔

۱۴۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۱۱۹/ ب۔

۱۵۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۱۰۳/الف۔

۱۶۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۱۰۳/الف

۱۷۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۷۷/ب۔

۱۸۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۱۳۲/الف۔

۱۹۔ رسالہ فکر و نظر، ص ۳۴ (ج ۱۰، ش ۳، ستمبر ۱۹۷۷ء) (یہاں اس مقالہ کا عنوان ہے "مشائخ پنجاب کا ایک نادر تذکرہ")؛ پروفیسر محمد اقبال مجددی، تذکرہ علماء مشائخ پاکستان و ہند (جلد اوّل)، ص ۵۴۰۔

۲۰۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۹۸۔

۲۱۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۹/ الف۔

۲۲۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۹/ ب۔

۲۳۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۱۰۳/ب۔

۲۴۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۱۰۳/ب۔

۲۵۔ محمد دین کلیم، سوانح حضرت شاہ چراغ"، ص ۳۴۔

۲۶۔ پیر محمد طاہر حسین، تنویر الابرار مع اورادِ قادریہ، ص ۱۱۲۔

۲۷۔ سید سَید علی ثانی گیلانی، سیرت حضرت سید عبدالرزاق"، ص ۲۳۶۔

۲۸۔ سید سَید علی ثانی گیلانی، سیرت حضرت سید عبدالرزاق"، ص ۲۲۷۔

۲۹۔ پیر غلام محمد جلوآنوی، دیوان عشق، ص ۱۳۴۔

۳۰۔ سید علی اصغر گیلانی، شجرۃ الانوار (خطی)، ص ۱۲۷، نسخہ مکھڈ شریف؛ سید علی اصغر گیلانی، شجرۃ الانوار (خطی)، ص ۱۴۴، نسخہ شیخو شریف۔

۳۱۔ سید علی اصغر گیلانی، شجرۃ الانوار (قلمی)، ص ۱۳۰؛ سید افضال حسین گیلانی، سوانح حیات داتا حسنین سائیں، ص ۲۴۔

۳۲۔ سید علی اصغر گیلانی، شجرۃ الانوار (خطی)، ص ۱۲۷، نسخہ مکھڈ شریف۔

Marfat.com

۳۳۔ سید افضال حسین گیلانی، سوانح حیات داتا حسنین سائیں، ص ۲۸۔
۳۴۔ سید علی اصغر گیلانی، شجرۃ الانوار (خطی)، ص ۱۲۷، نسخہ مکھڈ شریف۔
۳۵۔ سید علی اصغر گیلانی، شجرۃ الانوار (قلمی)، ص ۱۲۷، نسخہ مکھڈ شریف؛ سید قاسم علی گیلانی، شجرۂ نسب حضرات گیلانیہ دیپالپور، پمفلٹ۔
۳۶۔ سید قاسم علی گیلانی، شجرۂ نسب حضرات گیلانیہ دیپالپور، پمفلٹ۔
۳۷۔ سید علی اصغر گیلانی، شجرۃ الانوار (قلمی)، ص ۱۲۸-۱۳۰، نسخہ مکھڈ شریف؛ سید سَید علی ثانی گیلانی، سیرت حضرت سید عبدالرزاق، ص ۲۱۳، ۲۲۵۔
۳۸۔ سید سَید علی ثانی گیلانی، سیرت حضرت سید عبدالرزاق، ص ۲۱۳۔
۳۹۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۱۳۳/الف۔
۴۰۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۱۲۰/ب۔
۴۱۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۱۲۳/ب۔
۴۲۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۱۲۴/الف۔
۴۳۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۱۲۶/ب۔
۴۴۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۱۳۰/ب۔
۴۵۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۱۳۰/ب، ۱۳۱/الف۔
۴۶۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۱۳۱/ب۔
۴۷۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۱۳۱/ب۔
۴۸۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۱۳۲/الف، ب۔
۴۹۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۱۳۲/ب۔
۵۰۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۱۳۳/الف۔
۵۱۔ حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی، عین التصوف (خطی)، ص ۱۳۳/ب۔
۵۲۔ سید سَید علی ثانی گیلانی، سیرت حضرت سید عبدالرزاق، ص ۲۳۳۔
۵۳۔ سید علی اصغر گیلانی، شجرۃ الانوار (خطی)، ص ۱۲۷، نسخہ مکھڈ شریف؛ سید علی اصغر گیلانی، شجرۃ الانوار (خطی)، ص ۱۴۴، نسخۂ شیخو شریف۔

Marfat.com

وادیٔ عین التصوف

۱۔ شیخ عبدالرزاق کاشیؒ اور شیخ علاؤالدولہ سمنانیؒ دونوں ہم عصر بزرگ تھے۔ شیخ عبدالرزاقؒ فلسفہ وحدۃ الوجود کے قائل تھے جبکہ علاءالدولہ سمنانی اس کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ ایک بار امیر اقبال سیستانی جو کہ شیخ علاءالدولہؒ کے مرید تھے، سلطانیہ میں سفر کے دوران شیخ عبدالرزاقؒ کے ساتھ اکٹھے ہوئے۔ امیر اقبال نے مسئلہ وحدۃ الوجود کے بارے میں ان سے پوچھا تو بہت زیادہ غلو پایا۔ پھر انہوں نے امیر اقبال سے پوچھا کہ تمہارے شیخ علاءالدولہ سمنانیؒ کا اس بارے میں کیا خیال ہے۔ امیر اقبال نے کہا کہ وہ ابن عربیؒ کی عزت کرتے ہیں مگر شیخ ابن عربیؒ نے جو کہا کہ خدا وجود مطلق ہے، کو تسلیم نہیں کرتے۔ تو شیخ عبدالرزاقؒ نے کہا کہ یہ تو ان کی معرفت کا نچوڑ ہے اور اس سے بہتر کوئی کلمہ نہیں جبکہ سب انبیاء و اولیاء کا یہی مذہب تھا۔ واپسی میں جب امیر اقبال نے یہ بات شیخ علاءالدولہؒ کی جناب میں عرض کی تو انہوں نے کہا کہ اس سے بدترین کلمہ اور کوئی نہیں۔ پھر انہوں نے وحدۃ الوجود کے بطلان میں کئی کتابیں لکھیں اور کہا کہ یہ دہریوں کا مذہب ہے۔ شیخ عبدالرزاقؒ کو جب یہ خبر پہنچی تو انہوں نے ان کے نام خط لکھا جو یہاں مصنفِ کتاب سید مجتبیٰ فضلی نے ذکر کیا ہے۔

وادیٔ ارواح

۱۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ روح کا وجود حیات کے علاوہ ہے۔ اس کا وجود حیات کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ جیسا کہ ایک غیر معتدل شخص کی روح جو ایک دوسرے کے بغیر نہیں پائی جاتیں مثلاً دکھ اور اس کا احساس کہ یہ دونوں وجود میں تو دو مختلف چیزیں ہیں مگر واقع ہونے میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں۔ اس معنی میں اسے عرضی بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ اسے حیات کہا جاتا ہے۔

وادیٔ ارکانِ اسلام

۱۔ اوپر والے نیچے والے ہاتھ کی بحث کو جاننے کیلئے اس حدیث کا علم ہونا ضروری ہے کہ اوپر والا ہاتھ (یعنی دینے والا) نیچے والے ہاتھ (یعنی لینے والے) سے بہتر ہے۔ آخری بحث اسی حدیث کی روشنی میں ہے۔

فصل در ذکرِ آبا و اجداد

۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، ص ۴۲۹-۴۳۰؛ سید سعد اللہ موسوی، بحر السرائر (خطی)، ص ۱۵۴-۱۵۵؛ سید علی اصغر گیلانی شجرۃ الانوار (خطی)، ص ۱۱۹

Marfat.com

۲۔ آپ سلطان حسین کے والد سلطان قطب الدین لنگاہ کے دور حکومت میں تشریف لائے
سید سعد اللہ موسوی، بحر السرائر (خطی)، ص ۱۵۴-۱۵۵؛ سید علی اصغر گیلانی، شجرۃ الانوار (خطی)، ص ۱۱۸

۳۔ سلطان حسین اور اسکے والد سلطان قطب الدین دونوں آپ کے مرید ہوئے۔
سید سعد اللہ موسوی، بحر السرائر (خطی)، ص ۱۵۵-۱۶۰؛ سید علی اصغر گیلانی، شجرۃ الانوار (خطی)، ص ۱۱۸؛ مفتی غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیاء (جلد اول)، ص ۱۹۰؛ مولانا برخوردار ملتانی، غوث اعظمؒ، ص ۳۰۸، ۳۱۱؛ سید اولاد علی گیلانی، مرقع ملتان، ص ۲۸۷؛ مولانا نور احمد خان، تاریخ ملتان (جلد دوم)، ص ۱۴، ۱۷-۱۸؛ پیر شریف احمد شرافت نوشاہی، شریف التواریخ (جلد اول)، ص ۸۵۰-۸۵۱؛ سید سید علی ثانی جیلانی، سیرت و سوانح حضرت سید عبد الرزاق گیلانی، ص ۱۲۷۔

۴۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، ص ۴۳۰؛ ملا عبد القادر بدایونی، منتخب التواریخ، ص ۶۳۰؛۔

سید سعد اللہ موسوی، بحر السرائر (خطی)، ص ۱۶۰؛ سید علی اصغر گیلانی، شجرۃ الانوار (خطی)، ص ۱۱۹؛

۵۔ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے یہ علمی ربط حضرت سید محمد غوث بندگیؒ کے صاحبزادے سید عبد اللہ ربانیؒ سے ظاہر کیا ہے وہ لکھتے ہیں "سید عبداللہ که در فضیلت و لطافت طبع و سلامت قریحه درزمان خود نظیر نداشت گویند حضرت مولانا عبدالرحمن جامی باستماع خبر فضائل او بجانب او اشعار می فرستادند"۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، ص ۱۹۰؛

لیکن یہ تسامح واقع ہوا ہے قرین حقیقت امر یہی ہے کہ حضرت مولانا جامیؒ کا یہ علمی ربط حضرت بندگی محمد غوثؒ سے ہی تھا کیونکہ مولانا جامیؒ (۸۱۷ـ۸۹۸ھ) اور بندگی محمد غوثؒ (۸۴۳ـ۹۲۳ھ) کا عہد ایک ہی ہے جبکہ سید عبد اللہ ربانی (م ۹۷۸ھ) ان سے متاخر تر تھے۔

سید علی اصغر گیلانی بھی حضرت بندگی محمد غوثؒ سے ہی یہ تعلق بتاتے ہوئے لکھتے ہیں "مولانا جامی اکثر عریضه اشعار بخدمت شریفش میفرستاد"۔ سید علی اصغر گیلانی، شجرۃ الانوار

Marfat.com

(خطی)، ص۱۱۸؛

مفتی غلام سرور لاہوری کی بھی یہی تحقیق ہے وہ لکھتے ہیں "عارف نامی مولانا عبدالرحمن جامی باستماع خبر فضائل آنجناب اشعارات تصنیف کردہ خود بجانب آنجناب می فرستاد"۔ مفتی غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیاء (جلد اول)، ص۱۱۶؛

"تذکرہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ" میں اسکی تائید یوں ملتی ہے کہ "جامیؒ کے اشعار سید محمد غوث قادری اوچی (م۔۹۲۳ھ) کی وساطت سے برصغیر پہنچتے رہے"۔ مولف علی اصغر حکمت، مترجم عارف نوشاہی، تذکرہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی، ص۵۱؛

پیر شریف احمد شرافت نوشاہی، شریف التواریخ (جلد اول)، ص۸۲۴؛

پروفیسر محمد اقبال مجددی، تذکرہ علماء و مشائخ پاکستان و ہند (جلد اول)، ص۵۴۱۔

۶۔ یہ تسامح واقع ہوا ہے کہ آپ کا سلسلہ نسب سات واسطوں سے حضور غوثِ اعظمؒ سے ملتا ہے۔ تفصیل آگے ملاحظہ کریں۔

۷۔ بغداد سے حلب کی طرف حضرت سید ابوالعباس احمد نے ہجرت فرمائی اور وہاں اقامت پذیر ہوئے۔ سید سعد اللہ موسوی، بحر السرائر (خطی)، ص۱۵۴؛ سید علی اصغر گیلانی، شجرۃ الانوار (خطی)، ص۱۱۶؛ مفتی غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیاء (جلد اول)، ص۱۸۹؛ مولانا برخوردار ملتانی، غوث اعظمؒ، ص۳۰۴۔

۸۔ یہاں بھی تسامح واقع ہوا ہے۔ سید صفی الدین اور سید ابونصر عبدالسلام ایک ہی شخصیت ہیں فرق صرف یہ ہے کہ عبدالسلام نام، ابونصر کنیت اور صفی الدین لقب ہے۔ مزید تصحیح آئندہ سطور سے بھی ہوتی ہے کہ اخبار الاخیار میں بھی یہ ترتیب اسی طرح ملتی ہے حالانکہ اخبار الاخیار میں یوں درج ہے "سید صفی الدین بن سید السادات شیخ سیف الدین عبدالوھاب"۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، ص۲۸۱؛

حضرت موسیٰ پاک شہیدؒ (م۱۰۱۰ھ) نے آپ کا شجرہ نسب اس طرح تحریر فرمایا ہے "شیخ القرناء الشیخ محمد الحسنی الجیلانی بن شیخ النقباء شیخ شمس الدین محمد الحسنی الجیلانی (حلبی) بن شیخ النجباء ابی محمدشاہ میر الحسنی ا لجیلانی بن شیخ المعین المرشد المبین ابی الحسن علی نورالدین الحسنی الجیلانی بن شیخ الودود

Marfat.com

الموودو ابی علی المسعود الحسنی الجیلانی بن شیخ شیخ الغواص عمدۃ الخواص شیخ ابی العباس احمد الحسنی الجیلانی بن شیخ الاخیار و الا برار شیخ محمد نا الصفی الحسنی الجیلانی بن شیخ الارباب و قطب الاقطاب السید عبدالوھاب الحسنی الجیلانی بن القطب الربانی و الغوث الصمدانی و الحبیب الرحمانی و بحرالمعانی شیخ السمٰوٰت والارضین السید عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی قدس اللہ ارواحھم"۔ حضرت موسیٰ پاک شہیدؒ، **تیسیر الشاغلین**،ص۹۷-۹۸؛

سید علی اصغر گیلانی نے آپ کا شجرہ نسب اس طرح نقل کیا ہے"سید محمد غوث بن سید شمس الدین محمد بن سید شاہ میر بن سید علی بن سید مسعود بن سید احمد بن سید صفی الدین بن سیدالسادات و منبع البرکات شیخ سیف الدین عبدالوھاب بن شیخ السمٰوٰت والارضین محی الدین ابو محمد عبدالقادر الجیلانی رضوان اللہ علیھم اجمعین"۔سید علی اصغر گیلانی،**شجرۃ الانوار (خطی)**،ص۱۱۹؛

مزید دیکھیے:

سید سعد اللہ موسوی، **بحر السرائر (خطی)**،ص۱۵۵؛ راجی محمد، **اخبار الجمال (ملقب بہ اشجار الجمال)**،ص۷۶؛ داتا حسنین سائیں، **جدی کرسی (خطی)**،ص۵۶-۵۷؛ مولانا محمد ادریس اوچوی، مولانا محمد ادریس اوچوی، **شجرہ مبارک (حالات مشائخ گیلانیہ) (خطی)**،ص۷-۸؛ غلام محمد احمد پوری، **تحفۃ القادری (خطی)**،ص۱۱؛ مولانا برخوردار ملتانی، **غوث اعظمؒ**،ص۳۹۹؛ مولانا نور احمد خان، تاریخ ملتان (جلد دوم)،ص۱۱؛ سید احمد حسین شوق گیلانی، **کلید فردوس**،ص ۴-۵؛ پیر شریف احمد شرافت نوشاہی، **شریف التواریخ (جلد اول)**،ص۱۰۵۹؛ سید افضال حسین گیلانی، **حیات الامیر (جلد دوم)**،ص۶۳؛ پیر محمد طاہر حسین، **فیضان کرم (ملفوظات حضرت قبلہ عالم منگانویؒ)**،ص۱۷-۸۱؛ سید سید علی ثانی جیلانی، **سیرت وسوانح حضرت سید عبدالرزاق گیلانی**،ص۲۳۳؛ افتخار احمد حافظ، **زیارات ایران**،ص۱۴۰۔

۹۔ حضرت سید صفی الدین عبدالسلام کا وصال بغداد میں ہوا تدفین مقبرہ حلبہ میں کی گئی۔ دیکھیے:

علامہ یحییٰ تازفی، **قلائد الجواہر**،ص۱۴۸؛ نوری محمد صبری المفتی، **مکتبۃ المدرسۃ القادریہ العامہ**،ص۲۵؛ الشیخ عبدالمجید القادری، **اتحاف الاکابر فی سیرۃ ومناقب الامام محی الدین عبدالقادر**

Marfat.com

جیلانی،ص۳۱۴؛ پیرشریف احمد شرافت نوشاہی،شریف التواریخ (جلداول)،ص۷۸۴؛ پیر محمد طاہر حسین،لمحات کرم (سوانح حیات حضرت قبلہ عالم منگانویؒ)،ص۹؛ سید نذیر احمد جیلانی، زبدۃ الاشراف،ص۱۸۵؛ سید سید علی ثانی جیلانی،سیرت وسوانح حضرت سید عبدالرزاق گیلانی، ص۱۱۸۔

۱۰۔ صاحبِ شجرۃ الانوار لکھتے ہیں ''چندین بلاھور در محله کوفتگران که در آنوقت بود''۔ سید علی اصغر گیلانی،شجرۃ الانوار (خطی)،ص۱۵۳/الف،۱۵۳/ب۔

۱۱۔ مصرعہ "می گوئی چو قادری چوں ناپاك" دیوانِ قادری میں یوں ہے"میگوئی چو قادری ز دل پاك"۔مزید برآں دیوان قادری میں اس غزل کی ترتیب کچھ یوں ملتی ہے۔

رندیم و قلندریم و چالاك — مستیم و مفردیم و بے باك

پرنم و معمریم و طراز — میریم و شهنشهیم و سرباك

مجموعه راز بی نهایت — حامی بلاد فهم و ادراك

والی ولایت شش و پنج — منصوبه کشایی لعبت افلاك

بگرشته ز خویش بے کدورت — بگرشته ز عشق جوهر خاك

آسوده ز جور غیر بی غیر — چوں ذره بهرے دلبر پاك

مرآت وجود جودِ انسان — صراف نقود جنس آیاك

آئینه صاف بی غل و غش — صاف دل ز یارای شکاك

گر صاف شوی و پاك دایم — میکوی چو قادری ز دل پاك

ما بلبل بوستان قدسیم

شهباز سفید دست انسیم

حضرت سید محمد غوث بندگی اوچوی،دیوان قادری (خطی)،ص۸۲/ب،۸۳/الف؛ سید سعد اللہ موسوی،بحر السرائر (خطی)،ص۱۶۰-۱۶۱؛ سید علی اصغر گیلانی،شجرۃ الانوار (خطی)، ص۱۱۰؛ شیخ محمد اکرام،رودِ کوثر،ص۶۴؛ سید علی اصغر گیلانی،شجرۃ الانوار (خطی)،ص۱۱۸؛ پیر شریف احمد شرافت نوشاہی،شریف التواریخ (جلداول)،ص۸۲۰؛ مولوی حفیظ الرحمٰن،تاریخ اوچ، ص۔۔۔۔ ؛ مفتی غلام سرور لاہوری،خزینۃ الاصفیاء (جلداول)،ص۱۹۰؛

Marfat.com

مرزا آفتاب بیگ، تحفۃ الابرار، ص۱۴؛ سید عبدالحی، نزہۃ الخواطر (جلد سوم، چہارم)، ص۵۴۶۔

۱۲۔ بعد کے اکثر مورخین اور تذکرہ نگاروں نے آپ کی تاریخ وصال ۷ رجب تحریر کی ہے۔ دیکھیے:

''بحر السرائر'' میں ہے ''هفتم شهر رجب وقت نیم روز از دنیا برفت''۔ سید سعد اللہ موسوی، بحر السرائر (خطی)، ص۱۶۱؛

''بحر العجمان'' میں ہے ''ساتویں رجب بوقت دوپہر موسم گرما''۔ سید محبوب حسین گیلانی، بحر العجمان، ص۱۸۰؛

مزید تفصیل دیکھیے: پیر شریف احمد شرافت نوشاہی، شریف التواریخ (جلد اول)، ص۸۵۲؛ پیر محمد طاہر حسین، حافظ الکرم (سوانح حیات حضرت خواجہ حافظ گل محمد قادریؒ)، ص۲۱؛ سید نذیر احمد جیلانی، زبدۃ الاشراف، ص۲۰۰؛ سید سید علی ثانی جیلانی، سیرت و سوانح حضرت سید عبدالرزاق گیلانی، ص۱۳۰۔

۱۳۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں ''بسیارے از عصاة و کفار بمشاهدئه جمال و معائنه کمالش بسعادت توبة النصوح می رسید ندو بشرف ایمان مشرف می شد ند''۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار (فارسی)، ص۱۹۴۔ یعنی بہت سے گنہگار و کفار آپ کے مشاہدہ جمال اور معائنہ کمال کے سبب توبہ کر کے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

مفتی غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیاء (جلد اول)، ص۱۹۲-۱۹۳؛ شہزادہ محمد دارا شکوہ، سفینۃ الاولیاء، ص۱۱۰؛ سید سعد اللہ موسوی، بحر السرائر (خطی)، ص۱۶۱-۱۶۲؛ راجی محمد، اخبار الجمال (ملقب بہ اشجار الجمال)، ص۷۶؛ مولانا برخوردار ملتانی، غوث اعظمؒ، ص۳۱۴؛ پیر شریف احمد شرافت نوشاہی، شریف التواریخ (جلد اول)، ص۸۲۸؛ علامہ دین محمد عباسی، جدید تاریخ اوچ شریف (حصہ اول)، ص۲۷۲؛ سید نذیر احمد جیلانی، زبدۃ الاشراف، ص۲۰۶؛ سید سید علی ثانی جیلانی، سیرت و سوانح حیات سید عبدالرزاق گیلانی، ص۱۳۱۔

۱۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار (فارسی)، ص۴۳۱-۴۳۲؛ سید سعد اللہ، بحر السرائر (خطی)، ص۱۶۲-۱۶۳؛ مفتی غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیاء (جلد اول)، ص۱۹۳؛ سید افضل حسین گیلانی، حیات الامیر (جلد اول)، ص۲۵-۲۶؛ علامہ دین محمد عباسی، جدید تاریخ اوچ شریف (جلد اول)، ص۲۷۰-۲۷۱؛ سید سید علی ثانی جیلانی، سیرت و سوانح حیات سید عبدالرزاق

Marfat.com

گیلانی، ص۱۳۴-۱۳۵؛ شمارہ نمبر۲۴، آئینہ کرم، ص۲۷ (اہل دل کی دل آویز باتیں)۔

۱۵۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار (فارسی)، ص۴۳۲؛ سید سعد اللہ موسوی، بحر السرائر (خطی)، ص۱۶۳؛ مفتی غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیاء (جلد اول)، ص۱۹۳؛ مولانا برخوردار ملتانی، غوث اعظمؓ، ص۳۱۳-۳۱۴؛ علامہ دین محمد عباسی، جدید تاریخ اوچ شریف (حصہ اول)، ص۲۷۱؛ سید افضال حسین گیلانی، حیات الامیر (جلد اول)، ص۳۶؛ سید سید علی ثانی جیلانی، سیرت وسوانح حیات سید عبدالرزاق گیلانی، ص۱۳۵؛ سید سبطین رضا گیلانی، تذکرہ شیخ الکل حضرت موسیٰ پاک شہید، ص۴۹-۵۰؛ شمارہ نمبر۲۴، آئینہ کرم، ص۲۷-۲۸ (اہل دل کی دل آویز باتیں)۔

۱۶۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار (فارسی)، ص۴۳۳؛ سید سعد اللہ موسوی، بحر السرائر (خطی)، ص۱۶۳؛ مفتی غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیاء (جلد اول)، ص۱۹۴؛ مولانا برخوردار ملتانی، غوث اعظمؓ، ص۳۱۵؛ شیخ محمد اکرام، رودِ کوثر، ص۶۵؛ سید اولاد علی گیلانی، مرقع ملتان، ص۲۸۸؛ مولانا نور احمد خان، تاریخ ملتان (جلد دوم)، ص۳۰-۳۱؛ پیر شریف احمد شرافت نوشاہی، شریف التواریخ (جلد اول)، ص۸۲۸؛ سید افضال حسین گیلانی، حیات الامیر (جلد اول)، ص۳۷؛ علامہ دین محمد عباسی، جدید تاریخ اوچ شریف (جلد اول)، ص۲۷۶-۲۷۷۔

۱۷۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار (فارسی)، ص۴۳۴؛ سید سعد اللہ موسوی، بحر السرائر (خطی)، ص۱۶۵؛ مفتی غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیاء (جلد اول)، ص۱۹۴؛ مولانا برخوردار ملتانی، غوث اعظمؓ، ص۳۱۴؛ علامہ دین محمد عباسی، جدید تاریخ اوچ شریف (جلد اول)، ص۲۷۳-۲۷۴؛ سید افضال حسین گیلانی، حیات الامیر (جلد اول)، ص۳۸؛ شمارہ نمبر۲۴، آئینہ کرم، ص۲۸ (اہل دل کی دل آویز باتیں)؛ سید سید علی ثانی جیلانی، سیرت وسوانح حیات سید عبدالرزاق گیلانی، ص۸۴۔

۱۸۔ سید سعد اللہ موسوی، بحر السرائر (خطی)، ص۱۶۶۔

۱۹۔ سید سعد اللہ موسوی، بحر السرائر (خطی)، ص۱۶۶۔

۲۰۔ سید سعد اللہ موسوی، بحر السرائر (خطی)، ص۱۶۶۔

۲۱۔ سید سعد اللہ موسوی، بحر السرائر (خطی)، ص۱۶۶۔

Marfat.com

۲۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار (فارسی)، ص ۳۳۵؛ سید سعد اللہ موسوی، بحر السرائر (خطی)، ص ۱۶۶-۱۶۷؛ مفتی غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیاء (جلد اول)، ص ۱۹۵؛ علامہ دین محمد عباسی، جدید تاریخ اوچ شریف (جلد اول)، ص ۲۷۵-۲۷۶؛ سید افضال حسین گیلانی، حیات الامیر (جلد اول)، ص ۳۸-۳۹؛ سید نذیر احمد جیلانی، زبدۃ الاشراف، ص ۲۰۶؛ سید سید علی ثانی جیلانی، سیرت و سوانح حیات سید عبدالرزاق گیلانی، ص ۱۴۰-۱۴۱؛ شمارہ نمبر ۲۴، آئینہ کرم، ص ۲۸ (اہل دل کی دل آویز باتیں)۔

۲۳۔ اس سے مراد مخدوم سید حامد عرف حامد بڈھا بن مخدوم سید محمد کیمیا نظر ہیں "جدید تاریخ اوچ شریف" میں لکھا ہے کہ " آپ خاندان بخاریہ کے آٹھویں سجادہ نشین تھے اور حضرت سید عبدالقادر ثانی کے ہم عصر تھے ان کے والد مخدوم کیمیا نظر اور حضرت مخدوم ثانیؒ کے والد سیدنا محمد غوث بندگی کا عہد ایک ہے"۔ علامہ دین محمد عباسی، جدید تاریخ اوچ شریف (حصہ اول)، ص ۱۶۹؛

مزید ملاحظہ فرمائیں: پیر شریف احمد شرافت نوشاہی، سفر نامہ اوچ شریف، ص ۵۷؛

"بحر العجمان" میں تحریر ہے کہ "اس (عطیہ نبویؐ) سے استفادہ کرنے والوں میں شیخ راجو بخاری بھی تھے"۔ سید محبوب حسین گیلانی، بحر العجمان، ص ۱۸۱۔ ان کا صحیح نام سید محمد راجن سدا بھاگ بن مخدوم سید حامد بڈھا اور اپنے والد ماجد کے بعد خاندانِ بخاریہ کے نانویں (۹۹) سجادہ نشین تھے۔

۲۴۔ سید سعد اللہ موسوی، بحر السرائر (خطی)، ص ۱۶۲؛ مولانا نور احمد خان، تاریخ ملتان (جلد دوم)، ص ۴۸-۴۹؛ سید افضال حسین گیلانی، حیات الامیر (جلد اول)، ص ۷۹-۸۰۔

۲۵۔ یہاں کاتب سے تسامح واقع ہوا ہے، اس نے "ھفتادو ھشت سال" کی بجائے "ھشتاد و ھشت سال" لکھ دیا ہے حالانکہ صحیح اول الذکر ہے تمام تذکرہ نویسوں نے آپ کی عمر ۷۸ سال تحریر کی ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار (فارسی)، ص ۲۳۶ پر بھی ۷۸ سال درج ہے۔

سید سعد اللہ موسوی، بحر السرائر (خطی)، ص ۱۷۲: میں ہے "سن شریفش ھفتادو ھشت سال"۔

شہزادہ محمد داراشکوہ، سفینۃ الاولیاء، ص ۱۰۰ پر بھی ۷۸ سال ہے۔

سید علی اصغر گیلانی، شجرہ الانوار (خطی)، ص ۱۲۰ پر ہے "سن شریف حضرت شیخ

Marfat.com

عبدالقادر ثانی هفتا د وهشت سال است''۔

مولانا برخوردار ملتانی، **غوث اعظمؒ**، ص۳۱۶؛ علامہ دین محمد عباسی، **جدید تاریخ اوچ شریف (جلد اول)**، ص۲۷۷؛ مولانا نور احمد خان، **تاریخ ملتان (جلد دوم)**، ص۵۰۔

۲۶۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، **اخبار الاخیار (فارسی)**، ص۴۳۶؛

بحر السرائر میں بڑی وضاحت سے لکھا ہے " وفاتش هیشر دهم ربیع الاول روز چهار شنبه وقت چاشت سنه اربعین و تسعماته''۔سید سعد اللہ موسوی، **بحر السرائر (خطی)**، ص۱۷۲؛ راجی محمد، **اخبار الجمال (ملقب بہ اشجار الجمال)**، ص۷۶؛

''شجرۃ الانوار'' میں ہے ''وفات اوهثر دهم ربیع الاول سنه اربعین و تسع مائیة''۔ سید علی اصغر گیلانی، **شجرۃ الانوار (خطی)**، ص۱۶۰؛

مفتی غلام سرور لاہوری، **خزینۃ الاصفیاء (جلد اول)**، ص۱۹۵؛ مولانا برخوردار ملتانی، **غوث اعظمؒ**، ص۳۱۶؛ پیر شریف احمد شرافت نوشاہی، **شریف التواریخ (جلد اول)**، ص۸۲۸؛ پیر محمد طاہر حسین، **لمحات کرم (سوانح حیات حضرت قبلہ عالم منگانویؒ)**، ص۱۰؛ سید افضال حسین گیلانی، **حیات الامیر (جلد اول)**، ص۱۱۲؛ سید سبطین رضا گیلانی، **تذکرہ شیخ الکل حضرت موسیٰ پاک شہید**، ص۵۱؛ سید نذیر احمد جیلانی، **زبدۃ الاشراف**، ص۲۰۶؛ سید سید علی ثانی جیلانی، **سیرت و سوانح حیات سید عبدالرزاق گیلانی**، ص۱۳۲؛ سید افضل حیدر، **ذکر سخیاں**، ص۱۹۸؛ سید اولاد علی گیلانی، **مرقع مولتان**، ص۲۸۸؛ سید عبدالحیٰ۔۔۔، **نزہۃ الخواطر (جلد سوم و چہارم)**، ص۴۴۱؛

۲۷۔ سید علی اصغر گیلانی نے آپ کی شہادت کا واقع اس طرح لکھا ہے''سید زین علائوالدین کی در حیات والد بزرگوار در راه ناگور از دست قطاع الطریق گوله بندوق خورده شربت شهادت چشید ند و هر چند کی تلائشیں نمو دند لاشه ایشان بدست نیامدو اسم مبارك سید زین العابدین است''۔سید علی اصغر گیلانی، **شجرۃ الانوار (خطی)**، ص۱۲۰؛

البتہ قدیم تذکرہ نگاروں نے صرف اتنا لکھا ہے کہ " آپ اپنے والدِ ماجد حضرت مخدوم ثانی کی حیات میں ہی دنیا سے رحلت فرما گئے تھے"۔ملاحظہ فرمائیں:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی، **اخبار الاخیار (فارسی)**، ص۴۳۶؛ سید سعد اللہ موسوی، بحر السرائر

Marfat.com

(خطی)،ص۱۷۲؛ شہزادہ محمد داراشکوہ، سفینۃ الاولیاء، ص۱۰۱۔

۲۸۔ مفتی غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیاء (جلد اول)، ص۱۹۸؛ سید نذیر احمد جیلانی، زبدۃ الاشراف، ص۲۰۷؛ پیر محمد طاہر حسین، دیوان قطبیہ (منظوم کلام) حضرت قطب عالم پیر محلویؒ، ص۴۹؛ پیر محمد طاہر حسین، فیضان کرم (ملفوظ و مجالس حضرت قبلہ عالم منگانویؒ)، ص۱۸؛ سید افضال حسین گیلانی، حیات الامیر (جلد اول)، ص۱۱۸؛ سید سید علی ثانی جیلانی، سیرت و سوانح حیات سید عبدالرزاق گیلانی، ص۸۳۔

۲۹۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار (فارسی)، ص۴۳۶؛ سید سعد اللہ موسوی، بحرالسرائر (خطی)، ص۱۷۲؛ مولانا برخوردار ملتانی، غوث اعظمؓ، ص۳۱۶؛ سید افضال حسین گیلانی، حیات الامیر (جلد دوم)، ص۸۰؛ سید سبطین رضا گیلانی، تذکرہ شیخ الکل حضرت موسیٰ پاک شہید، ص۵۸۔

۳۰۔ سید علی اصغر گیلانی نے باہمی اختلاف کا ذکر اسطرح قلمبند کیا ہے "سید محمد بالا پیر مشهور به سید محمد غوث بسبب سجادگی بندی از عم خود (کذا۔۔۔صحیح لفظ، عم زاد) مخدوم سید حامد گنج بخش رنجیده در صد گهره لاهور اقامت و توطن فرمودند"۔ سید علی اصغر گیلانی، شجرۃ الانوار (خطی)، ص۱۲۶؛ مفتی غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیاء (جلد اول)، ص۱۹۸؛ سید سید علی ثانی جیلانی، سیرت و سوانح حیات سید عبدالرزاق گیلانی، ص ۱۵۴؛ سید افضال حسین گیلانی، حیات الامیر (جلد اول)، ص۵۹۔

۳۱۔ شہزادہ محمد داراشکوہ نے آپ کا تعارف ان الفاظ میں تحریر کیا ہے "شیخ زماں عبدالرزاق جو اپنے زمانہ کے بڑے عارف کامل گزرے ہیں۔ ۵ جمادی الآخر ۹۴۲ھ میں وصال ہوا"۔ شہزادہ محمد داراشکوہ، سفینۃ الاولیاء، ص۱۰۱؛

قائداعظم محمد علی جناحؒ کے آباؤ اجداد حضرت سید عبدالرزاقؒ کے ہی دستِ مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ نواب صدیق علی خان، بے تیغ سپاہی، ص۵۵۔

۳۲۔ شہزادہ محمد داراشکوہ نے آپ کا تذکرہ اسطرح قلمبند کیا ہے "شیخ عبدالرزاق کا ایک لڑکا تھا جس کا نام شیخ حامد تھا جو اپنے والد کے صحیح جانشین تھے ان کی وفات ۱۹ ذیقعد ۹۷۸ھ کو ہوئی"۔ شہزادہ محمد داراشکوہ، سفینۃ الاولیاء، ص ۱۰۱۔

۳۳۔ حضرت سید عبدالرزاق اور حضرت سید حامد کی بنگال میں تدفین کا ذکر اور کسی تذکرہ سے نہیں ملتا

Marfat.com

البتہ نامور مورخ مُلا عبدالقادر بدایونی نے حضرت سید حامد کے بارے یہ وضاحت ضروری ہے کہ ان کا انتقال ملتان میں ہوا، اور انکی تدفین قریب ہی موضع حامد پور میں کی گئی، پھر ایک طویل عرصہ کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے سید عبدالقادر اپنے والد کا جسدِ انور وہاں سے نکال کر اوچ لے گئے اور اپنے بزرگان کے پاس دفن کیا۔ یاد رہے ملا عبدالقادر بدایونی کی بیعت حضرت سید داؤد بندگی سے تھی جو حضرت سید حامد کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔

ملا عبدالقادر بدایونی، **منتخب التواریخ**، ص ۶۱۲؛ سید عبدالحی، **نزہۃ الخواطر (جلد سوم و چہارم)**، ص ۳۲۳۔

۳۴۔ سید سعد اللہ موسوی، **بحر السرائر (خطی)**، ص ۱۷۲؛ سید علی اصغر گیلانی، **شجرۃ الانوار (خطی)**، ص ۱۲۶؛ پیر شریف احمد شرافت نوشاہی، **شریف التواریخ (جلد اول)**، ص ۸۲۹؛ مفتی غلام سرور لاہوری، **خزینۃ الاصفیاء (جلد اول)**، ص ۱۹۸؛ پیر محمد طاہر حسین، **فیضان کرم (ملفوظ و مجالس حضرت قبلہ عالم منگانویؒ)**، ص ۱۸؛ سید افضال حسین گیلانی، **حیات الامیر (جلد اول)**، ص ۱۱۵؛ سید سید علی ثانی جیلانی، **سیرت و سوانح حیات سید عبدالرزاق گیلانی**، ص ۱۵۶؛ سید افضل حیدر، **ذکر سخیاں**، ص ۱۹۹۔

۳۵۔ سید علی اصغر گیلانی نے آپ کے لاہور میں اقامت کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے ”شہر لاہور در گنبد لنگر خان توطن نمودند و محلہ آباد کردند مسمی بہ رسول پور اما مشہور بہ لنگر خان“۔ سید علی اصغر گیلانی، **شجرۃ الانوار (خطی)**، ص ۱۲۶؛

مولانا امام بخش جام پوری لکھتے ہیں ”در لاہور تشریف اور دہ محلہ رسولپور رہ از سر نو آباد فرمودند و تشستند“۔ مولانا امام بخش جام پوری، **حدیقۃ الاسرار فی اخبا الابرار**، ص ۴۷ (چمن سوم در حالات حضرات قادریہ قدسیہ)؛

مفتی غلام سرور لاہوری، **خزینۃ الاصفیاء (جلد اول)**، ص ۲۲۸؛ سید نذیر احمد جیلانی، **زبدۃ الاشراف**، ص ۲۰۷۔

۳۶۔ آپ کے ہم عصر مورخ ملا عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں "جن دنوں نئے مذہب کی باتیں شروع تھیں اکبر بادشاہ نے شیخ عبدالقادر کیلئے مکہ معظمہ کی طرف خارج کر دینے کا حکم جاری کیا تھا جس زمانہ میں خان خاناں و بیرم خاں اور مرزا نظام الدین احمد گجرات کے نظم و نسق پر مامور تھے۔ وہ (شیخ

Marfat.com

عبدالقادر) وہاں تشریف لے گئے تھے ان کیلئے سامان سفر درست کیا گیا اور وہ حج و زیارت کی برکت سے فیض یاب ہو کر واپس آئے ۔ اب اپنے وطن لاہور میں عبادت الٰہی میں مشغول ہیں"۔
ملا عبدالقادر بدایونی، منتخب التواریخ، ص ۶۱۸؛
سید سعد اللہ موسوی لکھتے ہیں ''بتقریبی والی عصر وی را بجانب مکہ معظمہ فرستاد زیارتِ حرمین شریفین نمود یك حج وی را نصیب شد و بمدینہ معظمہ نیز شرف گشت''۔ سید سعد اللہ موسوی، بحر السرائر (خطی)، ص ۱۹۲؛
مولانا برخوردار ملتانی، غوث اعظمؒ، ص ۳۱۶-۳۱۷؛ مولانا محمد یوسف، مشائخ احمد آباد (جلد دوم)، ص ۲۹۳؛ سید سید علی ثانی جیلانی، سیرت و سوانح حیات سید عبدالرزاق گیلانی، ص ۱۶۱۔

۳۷۔ **"دربار اکبری میں سجادگی پر حضرات گیلانیہ کا تنازعہ"**

جیسا کہ سابقہ صفحات میں آیا ہے یہ سجادگی کا تنازعہ حضرت غوث بالا پیر (م۔۹۵۹ھ) اور حضرت حامد گنج بخش (م۔۹۷۸ھ) یعنی چچازاد بھائیوں کے درمیان شروع ہوا پھر انکی اولاد کے زمانہ میں دربار اکبری تک جا پہنچا حضرت غوث بالا پیر آخری عمر میں ستگھرہ تشریف لائے اور یہیں وصال فرمایا، جبکہ حضرت حامد گنج بخش انکے بعد انیس (۱۹) سال حیات رہے۔ پھر حضرت حامد گنج بخش کے صاحبزادگان حضرت نظام الدین عبدالقادر اور حضرت موسیٰ پاک شہید کے درمیان یہ جھگڑا چل پڑا اور یہ حضرات اس سلسلہ میں دربار اکبری جا پہنچے (منتخب التواریخ، ص ۶۱۲)۔ تو حضرت غوث بالا پیرؒ کی اولاد میں سے حضرت سید عبدالقادر ثالث اور حضرت سید اللہ بخش جو رشتہ میں ان حضرات کے چچازاد بھائی تھے وہ بھی بادشاہ کے دربار چلے آئے (منتخب التواریخ، ص ۶۱۸) الغرض حضرات گیلانیہ کی دربار اکبری میں رسائی درحقیقت اپنے باہمی اختلافات کی وجہ سے ہوئی۔ اب کس کے حق میں فیصلہ ہوا یہ تذکرہ نگاروں نے متنازع بنا دیا ہے۔ راقم الحروف کو حضرات گیلانیہ کی مملوکہ دستاویزات اور شاہی فرامین تک چونکہ رسائی نہیں ہو سکی لہٰذا اس بارے کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن جو کچھ معتبر کتب میں درج ہے وہ من وعن زمانی حساب سے نقل کر دیتا ہوں۔

اول: ہم عصر شہادت ملا عبدالقادر بدایونی کی ہے وہ لکھتے ہیں ''شیخ عبدالقادر اور ان کے چھوٹے بھائی شیخ موسیٰ کے درمیان سالہا سال تک سجادہ نشینی کا جھگڑا ہوتا رہا شیخ موسیٰ اکثر لشکر میں رہا کرتے تھے اور شیخ عبدالقادر فتح پور میں ایک رات اکبر نے شیخ عبدالقادر کو کنار (پوست) پینے کیلئے کہا۔ شیخ نے

Marfat.com

انکار کر دیا اس وجہ سے بادشاہ کا مزاج مکدر ہو گیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ شیخ عبدالقادر فتح پور کے دیوان خانہ خاص میں جماعت سے فارغ ہو کر نفل پڑھنے لگے تو بادشاہ نے کہا ''شیخ نفل نماز گھر جا کر ادا کرو''۔ شیخ نے نہایت جرات کے ساتھ کہا ''بادشاہ سلامت یہ کوئی تمہاری ملکیت ہے کہ تمہارا حکم چلے'' اکبر نے رنجیدہ ہو کر کہا ''یہ شیخ کس قدر جاہل ہے''۔ پھر اس نے حکم دیا ''جب تم ہماری ملکیت تسلیم نہیں کرتے تو ہمارے ملک میں بھی نہ رہو''۔ شیخ اسی وقت وہاں سے اٹھ آئے مدد معاش کو چھوڑا۔ چھوٹے بھائی سے جانشینی کا جو جھگڑا چل رہا تھا۔ اس سے دست بردار ہوئے اور اوچ میں اپنے آبائی مقبرہ میں جا کر گوشہ نشین ہو گئے۔ اپنے اسلاف کی اتباع میں فقر و توکل کا مسلک اختیار کر لیا۔ انکی عزیمت کی برکت ہے کہ لوگ انہیں اتنا کچھ نذر و ہدیہ دیتے ہیں کہ کسی مدد معاش کے محتاج نہیں رہے۔

شیخ عبدالقادر نے دنیا کو ٹھوکر ماری اور فقر و توکل کی بدولت وہ بڑی عزت و توقیر کے ساتھ مسند خلافت پر متمکن رہے۔ خلق خدا کو ہدایت و ارشاد سے مستفید کرتے رہے ان کے اکثر اوقات عبادتوں، سخت ریاضتوں اور مجاہدوں میں گزرتے ہیں ان کی دینی سیادت کا سکہ سب کے دل پر نافذ ہے''۔ ملا عبدالقادر بدایوانی، منتخب التواریخ، ص ۶۱۲-۶۱۳؛

مندرجہ بالا بیان سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں ایک یہ کہ ابھی فیصلہ نہیں ہوا تھا اکبر بادشاہ کے طرز عمل سے ناراض ہو کر حضرت نظام الدین عبدالقادر واپس چلے آئے اور دوسری بات وہیں ساری زندگی اوچ شریف میں مسند خلافت پر متمکن رہے یاد رہے ملا عبدالقادر بدایونی کی بیعت حضرت شیخ داؤد بندگی سے تھی جنکا شمار حضرت حامد گنج بخش کے اکابر خلفاء میں ہوتا ہے پھر یہ کتاب انہوں نے ۱۰۰۴ھ میں تصنیف کی اسوقت حضرت موسیٰ پاک شہید (م ۱۰۱۰ھ) اور ان کے بڑے بھائی حضرت نظام الدین عبدالقادر (م ۱۰۲۲ھ) دونوں ابھی حیات تھے۔

دوم: شہادت اس سلسلہ میں ''عین التصوف'' کی ہے اور اسکے مصنف خاندان گیلانیہ ستگھرہ لاہور کے نہایت اہم فرد اور حضرت غوث بالا پیر کی اولاد میں سے اپنے عہد کے سجادہ نشین تھے۔ آپ کی علمی و روحانی عظمت اظہر من الشمس ہے اگرچہ اس کتاب کا سن تصنیف معلوم نہیں ہو سکا لیکن حضرت مصنف کا وصال ۱۱۲۳ھ میں ہوا اس سے اتنا پتا ضرور چلتا ہے کہ انہوں نے اپنی حیات میں ہی اسے تحریر کیا اور انکے وصال سے قبل یہ مکمل ہو چکی تھی اس کتاب میں بالخصوص حضرات گیلانیہ ستگھرہ و لاہور کے حالات مفصل تحریر کیے گئے ہیں۔

Marfat.com

سوم: شہادت اس سلسلہ میں ''بحر السرائر'' کی ہے اس کے مصنف سید سعد اللہ موسوی ہیں جنکا شمار حضرات گیلانیہ ملتان کے معروف خلفاء میں ہوتا ہے لہذا اس میں انہی کے احوال وکوائف تفصیل سے بیان ہیں اس کتاب کا سن تصنیف بھی معلوم نہیں ہوسکا البتہ اتنا پتا چلتا ہے کہ یہ سجادہ نشین حضرات گیلانیہ ملتان حضرت سید محمد غوث ثانی کے عہد میں تحریر کی گئی جنکی ولادت ۱۰۷۸ھ میں ہوئی صرف پانچ سال کی عمر میں ۱۰۸۳ھ کو اپنے اجداد کی مسند سجادگی پر بیٹھے اور انسٹھ (۶۹) سال کی عمر میں ۱۱۳۷ھ کو واصل بحق ہوئے اب میں ''بحر السرائر'' کا اقتباس نقل کرتا ہوں۔

واقعہ حضرت موسیٰ پاک شہید کی زبانی لکھا ہے ''میرے بڑے بھائی سید عبدالقادر جو مجھ سے چند سال بڑے ہیں انہوں نے جانشینی کے بارے مجھ سے نزاع کیا وہ عمر کے لحاظ سے خلافت وسجادگی کے زیادہ حقدار ہیں تنازع نے طول پکڑا اور معاملہ بادشاہ اکبر کے دربار تک پہنچا۔ اس نے ایک شوریٰ تشکیل دی جو علماء اور قضاۃ پر مشتمل تھی تا کہ تحقیق وتفتیش کریں ثبوت میرے حق میں جارہے تھے لیکن ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ میرے بھائی نے قرآن شریف، مجموعہ اوراد اور چند دیگر تبرکات جو والد ماجد کے ہاتھ میں رہتے تھے انہیں لاکر پیش کر دیا اور کہا اگر یہ ولی عہد ہوتا تو یہ اشیاء اسکے پاس ہوتیں۔ یہ اشیاء اس چیز کی دلیل ہیں کہ مستحق سجادگی میں ہوں پھر مجھ سے پوچھا گیا؟ میں نے کہا ان سے خود پوچھ لیں کہ یہ تبرکات ان تک کیسے پہنچے اور کس نے انہیں دیے اس پر بحث ہوتی رہی۔ آخر شوریٰ نے قرار دیا کہ اس پر قرآن شریف سے اشارہ لیتے ہیں قرآن مجید کھولا گیا تو پہلے یہی آیت سامنے آئی

فخرج منها خائفا يترقب قال رب نجني من القوم الظالمين (۲۸:۲۱)۔

یہ آیت حضرت موسیٰؑ کا مقولہ ہے جو انہوں نے واقعہ قتل کے بعد مصر سے نکلتے ہوئے کہا تھا۔ حیرت انگیز طور پر اس آیت نے فریق ثانی کا دعویٰ بے بنیاد کر دیا اور سب کو یقین واثق ہو گیا کہ جو کچھ میں کہتا ہوں وہی حق ہے یہ بات جب بادشاہ کو پہنچائی گئی تو وہاں سے یہ تحریر آئی۔

''طریقت شعار، کمال آثار کمال الدین شیخ موسیٰ اور ان کے بڑے بھائی نظام الدین شیخ عبدالقادر کا مدت سے نزاع ومناقشہ بابت خلافت وسجادگی چلا آیا ہے ہم اس کی نسبت بعد تحقیقات حکم دیتے ہیں کہ جس قدر معاش مقرر ہوگی وہ دونوں بھائی حصہ رسدی متصرف ہوں گے لنگر کے تین حصے بڑے بھائی کے نام اور دو حصے چھوٹے بھائی کے مقرر ہوں گے اور مقام اوچ بنام شیخ موسیٰ ہوگا۔ شیخ عبدالقادر حامد پور میں مقیم ہونگے۔ تمام حکام وجاگیرداران وکروریان وعاملان حال واستقبال

Marfat.com

کو معلوم ہو گا کہ مقام اوچ بغیر کسی کی شراکت کے شیخ موسیٰ کے تصرف و قبضہ میں رہے گا اور وہ بطریق آباؤ اجداد مشغول ہو کر فارغ البالی سے بدعائے قیام دولت اقتدام کریں گے اور کسی کو مقام مذکور میں دخل نہ کرنے دیں گے۔ سب کو چاہے کہ حسب الحکم تعمیل کریں یہ فرمان ۲۲ ربیع الاول ۹۸۵ھ کو تحریر ہوا۔ سید سعد اللہ موسوی، بحر السرائر (خطی)، ص ۱۹۲؛

مندرجہ بالا بیان سے دو باتیں واضح ہو کر سامنے آتی ہیں ایک مقام اوچ اور اجداد کی سجادگی کا فیصلہ حضرت موسیٰ پاک کے حق میں ہوا، دوسرا یہ حکم کہ آپ کے بھائی حضرت نظام الدین عبد القادر کو اپنی اقامت حامد پور رکھنا ہوگی۔

راقم الحروف نے اس سلسلہ میں معتبر تینوں کتب کے اقتباسات من وعن لکھ دیئے ہیں چونکہ یہ معاملہ اکابرین حضرات گیلانیہ کا ہے لہذا اس پر مزید تحقیق و تنقید میں نے اہل علم پر چھوڑ دی ہے۔ البتہ مسند سجادگی سے ہٹ کر جہاں تک لنگر کے مقبوضات اور جاگیر کا معاملہ ہے تو اوچ پر حضرت نظام الدین عبد القادر کی اولاد کا تصرف ہے (**جدید تاریخ اوچ شریف، حصہ اول**)، حامد پور اور ملتان حضرت موسیٰ پاک شہید کی اولاد کے تصرف میں ہے (**تاریخ ملتان، جلد دوم**)، ستگھرہ، لاہور اور دیپالپور کی جاگیر اولاد حضرت غوث بالا پیر کے تصرف میں ہے (**سیرت و سوانح حضرت سید عبد الرزاق گیلانی**)۔

۳۸۔ یہاں کاتب سے تسامح واقع ہوا ہے اس نے پانچ صدی کی بجائے ہفت صدی لکھ دیا ہے۔
حضرت موسیٰ پاک شہید دربار اکبری میں منصب پانچ صدی پر فائز رہے۔
ملا عبد القادر بدایونی، **منتخب التواریخ**، ص ۶۱۳؛ مولانا برخوردار ملتانی، **غوث اعظمؒ**، ص ۳۳۹۔

۳۹۔ صاحب شجرۃ الانوار نے آپ کا سن وصال اسطرح لکھا ہے "در سال ہزار و بیست و دو وفات یافتند مزار مبارك هما نجا است مشهور به گنبد شاه چراغ" یعنی آپ کا وصال ۱۰۲۲ھ میں ہوا۔ اور مزار مبارک یہیں ہے حضرت شاہ چراغ کے روضہ میں"۔ سید علی اصغر گیلانی، **شجرۃ الانوار**، ص ۱۲۶؛

بعد کے مورخین مثلاً مفتی غلام سرور لاہوری نے خزینۃ الاصفیاء جلد اول میں، مولانا امام بخش جام پوری نے حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار میں یہی نقل کر دیا۔ اب جب کہ "عین التصوف" دستیاب ہو گئی ہے تو نہ صرف زمانی حساب میں یہ مقدم ہے بلکہ اس کتاب کے مصنف اپنے علم و فضل اور

Marfat.com

روحانی مقام و مرتبہ کی وجہ سے بھی آپ کی اولاد میں نہایت نامور اور بزرگ شخصیت تھے۔ لہذا جو سن وصال انہوں نے لکھا وہی درست ہے۔

۴۰۔ سید علی اصغر گیلانی نے آپ کا سن وصال یوں تحریر کیا ہے"وصالش در سال ہزار و سی ۳۰ و ہفت و قبرش گنبد حضرت شاہ چراغ"۔ یعنی آپ کا وصال ۱۰۳۷ھ میں ہوا اور آپ کی مزار، گنبد حضرت شاہ چراغ میں ہے۔ سید علی اصغر گیلانی، شجرۃ الانوار (خطی)، ص ۱۲۶؛

مفتی غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیاء (جلد اول)، ص ۲۳۳؛ محمد دین کلیم، سوانح حیات حضرت شاہ چراغ، ص ۱۵؛ پیر شریف احمد شرافت نوشاہی، شریف التواریخ (جلد اول)، ص ۸۲۹؛ پیر محمد طاہر حسین، دیوان قطبیہ (منظوم کلام) حضرت قطب پیر محلویؒ، ص ۱۳۲؛ پیر محمد طاہر حسین، لمحات کرم (سوانح حیات حضرت قبلہ عالم منگانویؒ)، ص ۱۰؛ سید سید علی ثانی جیلانی، سیرت و سوانح حضرت سید عبدالرزاق گیلانی، ص ۱۶۶۔

۴۱۔ اصل فارسی الفاظ یوں ہیں"عبدالرزاق به خانواده من چراغ پیدا شده است"۔ صاحب "شجرۃ الانوار" نے یہ روایت کچھ اسطرح بیان کی ہے"وچون متولد شد ند جد بزرگوار در قید حیات بوده فرمودند درخانه ماچراغ روشن شده واقعی این چراغ این خاندان بوونہ"۔ یعنی جس وقت آپ پیدا ہوئے آپ کے دادا بزرگوار (سید عبدالقادر ثالث) حیات تھے انہوں نے فرمایا"ہمارے گھر میں چراغ روشن ہوا ہے" واقعی آپ چراغ تھے اس خاندان کیلئے۔ سید علی اصغر گیلانی، شجرۃ الانوار (خطی)، ص ۱۲۶-۱۲۷؛

مفتی غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیاء (جلد اول)، ص ۲۵۹؛ مولانا امام بخش جام پوری، حدیقۃ الاسرار (چمن سوم، در حالات حضرات قادریہ)، ص ۵۲؛ خواجہ عابد نظامی، لاہور میں اسلام کے سفیر، ص ۲۰۰؛ محمد دین کلیم، سوانح حیات حضرت شاہ چراغ، ص ۱۰؛ مولانا برخوردار ملتانی، غوث اعظمؒ، ص ۳۵۵۔

۴۲۔ صاحب "شجرۃ الانوار" نے حج ادا کرنے کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے"حج ہم فرمودند"۔ سید علی اصغر گیلانی، شجرۃ الانوار (قلمی) ۱۲۶؛

مفتی غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیاء (جلد اول)، ص ۲۵۹؛ خواجہ عابد نظامی، لاہور میں اسلام کے سفیر، ص ۲۰۰؛ محمد دین کلیم، سوانح حیات حضرت شاہ چراغ، ص ۱۶؛ مولانا برخوردار ملتانی،

Marfat.com

غوث اعظمؒ،ص ۳۵۵۔

۴۳۔ صاحبِ "شجرۃ الانوار" نے آپ کی تاریخ وصال اور تدفین کا ذکر ان الفاظ میں رقم کیا ہے ”در سنه هزارو شهت و هشت و بیست و دویم شهر ذی قعده بجنت خرامید ند گنبد لنگر خان بنام نامی ایشان مشهور است گرچه جد و پدر بزرگوار و دیگر اعمام در همان گنبد آسوده اند“۔سید علی اصغر گیلانی **شجرۃ الانوار**،ص ۱۲۷؛ مفتی غلام سرور لاہوری، **خزینۃ الاصفیاء (جلد اول)**،ص ۲۵۹؛ مولانا امام بخش جام پوری، **حدیقۃ الاسرار (چمن سوم، درحالات حضرات قادریہ)**،ص ۵۱-۵۲؛ مولانا برخوردار ملتانی، **غوث اعظمؒ**،ص ۳۵۵؛ خواجہ عابد نظامی، **لاہور میں اسلام کے سفیر**،ص ۲۰۱؛ محمد دین کلیم، **سوانح حیات حضرت شاہ چراغ**،ص ۲۹؛ سید سید علی ثانی جیلانی، **سیرت و سوانح حضرت سید عبدالرزاق گیلانی**،ص ۲۱۲؛ سید افضل حیدر، **ذکر سخیاں**،ص ۱۹۹۔

۴۴۔ چارپائی کی شکل میں بنا کر اوپر لکڑی کے تختے لگائے جاتے ہیں اور نماز پڑھنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۴۵۔ کتاب کے حاشیہ پر ان کا لقب ”رسول نما“ تحریر ہے۔میں نے مزید احوال کیلئے کتابیں ملاحظہ کیں تو یہ تفصیل دستیاب ہوئی۔

”حضرت سید حسن رسول نماؒ، سید عثمان تارنوی کی اولاد اور کبار مشائخ میں تھے۔آپ کا لقب ”رسول نما“ اس سبب سے پڑا تھا کہ آپ کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایسا تقرب حاصل تھا کہ آپ جس کو چاہتے حضرت سرور کونین ﷺ کی زیارت سے مشرف کرا دیتے تھے۔حضرت رسول نما بڑے متوکل اور قناعت پسند بزرگ تھے۔آپ نے ۱۱۰۳ھ میں بعہد عالمگیری رحلت فرمائی اور پنچکوئیاں روڈ پر واقع اپنے مدرسہ کے صحن میں دفن ہوئے۔اب وہ جگہ آپ ہی کے نام پر درگاہ حضرت سید رسول نما سے مشہور ہے۔حضرت رسول نما کے مزار کے برابر آپ کے عالی مقام صاحبزادے ہاشم متوفی ۱۱۳۳ھ کا بھی مزار ہے حضرت سید ہاشم اویسی المشرب اور والد صاحب کے طریقہ پر کاربند تھے۔آپ کے سرہانے کے پتھر پر یہ کندہ ہے ”رسول نما با رسول باقی شد“۔

عطاء الرحمٰن قاسمی، **الواح الصنادید (حصہ دوم)**،ص ۱۴۶۔

۴۶۔ آخری مصرح کے عدد ایک ہزار چوہتر برآمد ہوتے ہیں اور یہی آپ کا سن وصال ہے۔

Marfat.com

ملاحظہ فرمائیں:

لفظ	عدد	لفظ	عدد
نور	۲۵۶	چشم	۳۴۳
مصطفیٰ	۲۲۹	وسید	۸۰
محبوب	۵۸	حق	۱۰۸
کل تعداد			۱۰۷۴

"شجرۃ الانوار" میں ہے "وصالش لاهور سیز دهم ماه شعبان سال هزارو هشتاد در چهار هجری" ۔یعنی آپ کا وصال لاہور میں ۱۳ شعبان ۱۰۸۴ھ میں ہوا۔(سید علی اصغر گیلانی، شجرۃ الانوار، ص ۱۲۷)۔ راقم الحروف کا اغلب گمان ہے کہ مندرجہ بالا تاریخ وسن میں ایک لفظ کی غلطی ہے جو کاتب سے تسامح واقع ہوا ہے وہ ھفتاد کی بجائے ھشتاد لکھ بیٹھا ہے ورنہ باقی سب ٹھیک ہے ویسے بھی خطی نسخوں میں اغلاط کا پایا جانا کوئی نئی بات نہیں۔

بعد کے تذکرہ نگار "شجرۃ الانوار" کو ماخذ سمجھتے ہوئے یہی تاریخ نقل کرتے آئے۔ اب جبکہ "عین التصوف" دستیاب ہوگئی ہے تو مناسب ہے کہ اس غلطی کا تدارک کر دیا جائے۔ مصنف کتاب نہ صرف حضرت سید مصطفیٰؒ کے اکلوتے صاحبزادے ہیں بلکہ اپنے عہد کی معروف علمی و روحانی شخصیت اور اپنے بزرگوں کی خانقاہ کے سجادہ نشین بھی تھے۔ اس کے علاوہ حضرت سید محمود کے حالات میں مصنف کا درج ذیل بیان مزید شہادت پیش کر رہا ہے وہ لکھتے ہیں:

"والد ماجد (سید مصطفیٰ) کے وصال کے وقت میں کم سن تھا اس لئے میرے چچا سید محمود جو والد کے حقیقی بھائی اور مرید بھی تھے انہوں نے میری پرورش و تربیت فرمائی اور انہوں نے ہی سجادہ نشینی بھی عطاء کی"۔

حضرت سید محمود کا وصال ۱۰۸۶ھ میں ہوا۔ اگر حضرت سید مصطفیٰ کا وصال ۱۰۸۴ کو مانا جائے تو محض دو سال کے اندر نہ تو مصنف کتاب کی کم سنی، پختہ عمر کو پہنچتی ہے اور نہ ہی احتیاج مرشد محسوس ہوتی ہے لہذا حضرت سید مصطفیٰ کا وصال ۱۰۷۴ ہی درست ہے اسطرح مصنف کتاب کو اپنے والد ماجد کے بعد عرصہ بارہ سال اپنے چچا محترم کی کفالت و تربیت حاصل رہی۔

مزار مبارک:۔ حضرت سید مصطفیٰ کے مزار مبارک کی موجودہ کیفیت اسطرح ہے کہ روضہ حضرت شاہ چراغ

Marfat.com

کے بیرون مغربی دیوار سے متصل پہلی مزار آپ کی ہے پھر آپ کے پہلو میں دوسری مزار آپ کے اکلوتے صاحبزادے اور مصنف عین التصوف حضرت سید مجتبیٰ کی ہے دونوں مزارات پر سنگ مرمر کی لوح نصب ہیں جن پر اسمائے گرامی کندہ کیے گئے ہیں۔

۴۷۔ رینولد نیکلسون، مثنوی معنوی (دفتر اول)، شعر نمبر ۲۷

Marfat.com

فہرست ماخذ ومنابع

ذیل میں ان کتب کی فہرست ہے جن سے راقم الحروف (محمد طاہر حسین غفرلہٗ) نے استفادہ کیا۔

آئینہ کرم، شمارہ نمبر ۲۴

مطبوعہ قادریہ آرگنائزیشن، منگانی شریف، جون 2009ء

اتحاف الاکابر فی سیرۃ ومناقب الامام محی الدین عبدالقادر جیلانی

الشیخ عندالجید ابن طٰہٰ القادری الرفاعی۔ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، 2007ء

اخبارالاخیار

شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ مطبوعہ ادبی دنیا نمبر 510 مٹیا محل دہلی نمبر 4، ۱۴۱۴ھ/1994ء

اخبارالجمال (ملقب بہ اشجارالجمال)

راجی محمد، مترجم سید روح اللہ نقوی۔ مطبوعہ غزنوی پبلیشرز، کوئٹہ، 2012ء

الواح الصنادید (حصہ دوم)

عطاء الرحمٰن قاسمی۔ مطبوعہ مولانا آزاد اکیڈمی 193 گلی گڑھیا، بازار مٹیا محل، جامع مسجد دہلی نمبر 6۔

بحرالسرائر (خطی)

سید سعداللہ موسوی۔ مملوکہ ''کتابخانہ ابن کرم، منگانی شریف''، مکتوبہ ۱۲۹۱ھ

بحرالعجمان

سید محبوب حسین گیلانی۔ طبع دوم بجنور ۱۳۳۶ھ

بے تیغ سپاہی

نواب صدیق علی خان۔ مطبوعہ کراچی

Marfat.com

تاریخ ملتان (جلد دوم)

مولانا نور احمد خان۔ مطبوعہ قصر الادب رائیٹرز کالونی ملتان، 1973ء

تحفۃ الابرار

مرزا آفتاب بیگ۔ مطبوعہ دہلی ۱۳۳۳ھ

تحفۃ القادری (تلخیص شجرہ مبارک از مولانا محمد ادریس اوچوی)

بقلم غلام محمد احمد پوری، ۱۳۵۷ھ/1938ء

تذکرہ علماء مشائخ پاکستان وہند (جلد اوّل)

پروفیسر محمد اقبال مجددی۔ مطبوعہ، پروگریسو بکس، اردو بازار لاہور، 2013ء

تذکرہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی

علی اصغر حکمت، مترجم عارف نوشاہی، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، 1983ء

تذکرہ شیخ الکل حضرت موسیٰ پاک شہید

سید سبطین رضا گیلانی۔ مطبوعہ بہاؤالدین یونیورسٹی ملتان، 2011ء

تنویر الابرار مع اورادِ قادریہ

پیر محمد طاہر حسین۔ مطبوعہ قادریہ آرگنائزیشن منگانی شریف، 1996ء

تیسیر الشاغلین

حضرت موسیٰ پاک شہیدؒ۔ مطبوعہ بیکن بکس گل گشت ملتان، 1997ء

جدی کرسی (خطی)

داتا حسنین سائیں۔ مملوکہ کتابخانہ ابنِ کرم خانقاہ منگانی شریف

جدید تاریخ اوچ شریف (حصہ اول)

علامہ دین محمد عباسی۔ مطبوعہ معارف اولیاء اوچ شریف ضلع بہاولپور

حافظ الکرم (سوانح حیات حضرت خواجہ حافظ گل محمد قادریؒ)

پیر محمد طاہر حسین۔ مطبوعہ قادریہ آرگنائزیشن خانقاہ منگانی شریف، 2014ء

حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار

مولانا امام بخش جام پوری۔ چمن سوم در حالات حضرات قادریہ قدسیہ۔ مطبوعہ کتب خانہ

Marfat.com

تجارتی ملتان

حیات الامیر (جلد دوم)

سید افضال حسین گیلانی۔ مطبوعہ ادارہ صوت ہادی شیخو شریف ضلع اوکاڑہ، 2008ء

خزینۃ الاصفیاء (جلد اول)

مفتی غلام سرور لاہوری۔ مطبوعہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور، 2010ء

دیوان قطبیہ (منظوم کلام) حضرت قطب عالم پیر محلویؒ

پیر محمد طاہر حسین۔ مطبوعہ قادریہ آرگنائزیشن منگانی شریف، 2004ء

دیوان عشق

پیر غلام محمد جلو آنوی۔ جلوی کتب خانہ ڈھڈی والا کلاں ڈاکخانہ طارق آباد، لائلپور (فیصل آباد)، ۱۳۸۱ھ

دیوانِ قادری (خطی)

حضرت سید محمد غوث بندگی اوچوی۔ مملوکہ "کتابخانہ ابنِ کرم" منگانی شریف

ذکر سخیاں

سید افضل حیدر۔ مطبوعہ مکتبہ بابا فرید پاکپتن شریف

رسالہ فکر و نظر

مشائخ پنجاب کا ایک نادر تذکرہ۔ جلد ۱۰، شمارہ ۳، اسلام آباد، اسلام آباد 1977ء

رودِ کوثر

شیخ محمد اکرام۔ مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، 2005ء

زبدۃ الاشراف

سید نذیر احمد جیلانی۔ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، 2011ء

زیارات ایران

افتخار احمد حافظ۔ مطبوعہ راولپنڈی، 2012ء

سفرنامہ اوچ شریف

پیر شریف احمد شرافت نوشاہی۔ مطبوعہ اردو اکیڈمی بہاولپور، 1999ء

Marfat.com

سفینۃ الاولیاء
شہزادہ محمد داراشکوہ۔ نفیس اکیڈمی کراچی، 1986ء
سوانح حیات حضرت شاہ چراغ
محمد دین کلیم۔ مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز لاہور، 1972ء
سوانح حیات داتا حسنین سائیں
سید افضال حسین گیلانی۔ مطبوعہ ادارہ صوت ہادی شیخو شریف، 2006ء
سیرت و سوانح حضرت سید عبدالرزاق گیلانی
سید سید علی ثانی جیلانی۔ مطبوعہ ادارہ صوتِ ہادی شیخو شریف ضلع اوکاڑہ، 2014ء
شجرۃ الانوار (خطی)
سید علی اصغر گیلانی۔ نسخہ مکھڈ شریف
شجرۃ الانوار (خطی)
سید علی اصغر گیلانی۔ شیخو شریف، مکتوبہ ۱۳۰۳ھ/1886ء
شجرۃ الانوار (خطی)
سید علی اصغر گیلانی۔ پنجاب یونیورسٹی
شجرۃ الانوار (خطی)
سید علی اصغر گیلانی۔ مملوکہ کتابخانہ ابن کرم، منگانی شریف
شجرۃ الاشراف (سی حرفی داتا حسنین سائیںؒ)
سید سید علی ثانی جیلانی۔ مطبوعہ ادارہ صوت ہادی شیخو شریف ضلع اوکاڑہ، 2003ء
شجرۂ نسب (حضرات گیلانیہ دیپالپور) پمفلٹ
سید قاسم علی شاہ گیلانی۔ دیپال پور، 2014ء
شجرہ مبارک (حالات مشائخ گیلانیہ)
مولانا محمد ادریس اوچوی
شریف التواریخ (جلد اول)
پیر شریف احمد شرافت نوشاہی۔ مطبوعہ ادارہ معارف نوشاہیہ ساہن پال شریف، 1979ء

Marfat.com

عین التصوف (خطی)
حضرت سید مجتبیٰ فضلی گیلانی۔ مملوکہ لاہور میوزیم شمارہ MSS 431، مکتوبہ ۱۲۳۱ھ
غوث اعظمؒ
مولانا برخوردار ملتانی۔ مطبوعہ کتب خانہ تجارتی خضر منزل ملتان، 1927ء
فیضان کرم (ملفوظات حضرت قبلہ عالم منگانویؒ)
پیر محمد طاہر حسین۔ مطبوعہ قادریہ آرگنائزیشن خانقاہ منگانی شریف، 2004ء
قلائد الجواہر
علامہ یحیٰ تازفی۔ مطبوعہ شبیر برادرز لاہور، 2006ء
کلید فردوس
سید احمد حسین شوق گیلانی۔ مطبوعہ خادم التعلیم سسٹم پریس لاہور ۱۳۲۴ھ
لاہور میں اسلام کے سفیر
خواجہ عابد نظامی۔ مطبوعہ الفیصل ناشران کتب لاہور، 2000ء
لمحات کرم (سوانح حیات حضرت قبلہ عالم منگانویؒ)
پیر محمد طاہر حسین۔ مطبوعہ قادریہ آرگنائزیشن خانقاہ منگانی شریف، 2006ء
مثنوی معنوی (دفتر اول)
نسخہ رینولڈ نیکلسون۔ مطبوعہ انتشارات گلی، تہران، ایران
مرقع ملتان
سید اولاد علی گیلانی۔ مطبوعہ جاذب پبلشرز لاہور، 1995ء
مشائخ احمد آباد (جلد دوم)
مولانا محمد یوسف متالا۔ مطبوعہ مکتبہ محمودیہ نزد جامعہ محمودیہ نوگزہ پیر، علی پور، ڈاکخانہ پھپھونڈہ
ہاپوڑ روڈ میرٹھ (انڈیا)
مکتبۃ المدرستہ القادریہ العامہ
نوری محمد صبری المفتی۔ مطبوعہ بغداد، ۱۹۸۳ء
منتخب التواریخ

Marfat.com

ملا عبدالقادر بدایونی ۔ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز چوک انارکلی، لاہور
نزہۃ الخواطر (جلد سوم، چہارم)
سید عبدالحی ۔ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، 2008ء

Marfat.com

تصحیح

ذیل میں ان عبارتوں کی تفصیل ہے جن کا ترجمہ معنی و مفہوم کی عدم دستیابی کی بنا پر متن میں شامل نہیں کیا گیا۔

۱۔ غزل نمبر:۱، شعر نمبر:۵،ص نمبر: ۶۴

اگر تعبیر نتواند ز خواب خود کند کینکی، چرا از دید او منکر شوید ای فرقهِ هشداران

لفظ: کینکے

۲۔ غزل نمبر:۳، شعر نمبر:۶،ص نمبر:۶۶

گر نشان از نعل معکوست نه ظاهر میشود، بی خبر هستی بعالم هم تو غافل هم حقیر

لفظ: نعل معکوست

۳۔ غزل نمبر:۵، شعر نمبر:۵،ص نمبر:۶۸

یك صلاح است زلف و رخ را بهر صیدِ عاشقان ، کاروبارِ کفر و ایمان طرفه یکجا می شود

لفظ: "صلاح" مصرعے کے ساتھ مفہوم نہیں دے رہا

۴۔ غزل نمبر:۶، شعر نمبر:۵،ص نمبر:۶۹

ادب اینست حق نکوئی کاه، ای که تو بنده بدانه و کاه

لفظ: نکوئی اور بدانه

۵۔ ص نمبر:۱۸۲

عربی متن کے الفاظ واضح نہیں

Marfat.com

۶۔ غزل کا شعر نمبر:۵، ص نمبر:۲۴۸

بگذشته ز خویش از کدورت، بگذشته ز عشق جوهرِ خاك

لفظ: جوہرِ خاک

۷۔ ص نمبر:۳۰۲

مهری ای بی جهت بر جمله ذرات جهان آنکس که ـــبر لاریب دیدت ـــ

مصرے میں الفاظ و معنی واضع نہیں ہوئے

۸۔ ص نمبر:۳۱۸

فکندیں براه ــــ بسی خار کفار در دیدنش

زخاره دلان خار چندان شیدے کل اش باهمه نیك ــــ

مصرے میں الفاظ و معنی واضع نہیں ہوئے

۹۔ ص نمبر:۳۱۸

گر عالمی چون و چرا منکر شود زین ماجرا سری به او نیارد مرا کوهست ــــ

مصرے میں الفاظ و معنی واضع نہیں ہوئے

۱۰۔ ص نمبر: ۳۲۸

اندرون منددی شهریار

لفظ: مندری

Marfat.com

تصاویر

Marfat.com

Marfat.com

شبیہ مبارک حضرت شاہ چراغ لاہوری

(مخزونہ ایوان کرم میوزیم خانقاہ منکانی شریف)

Marfat.com

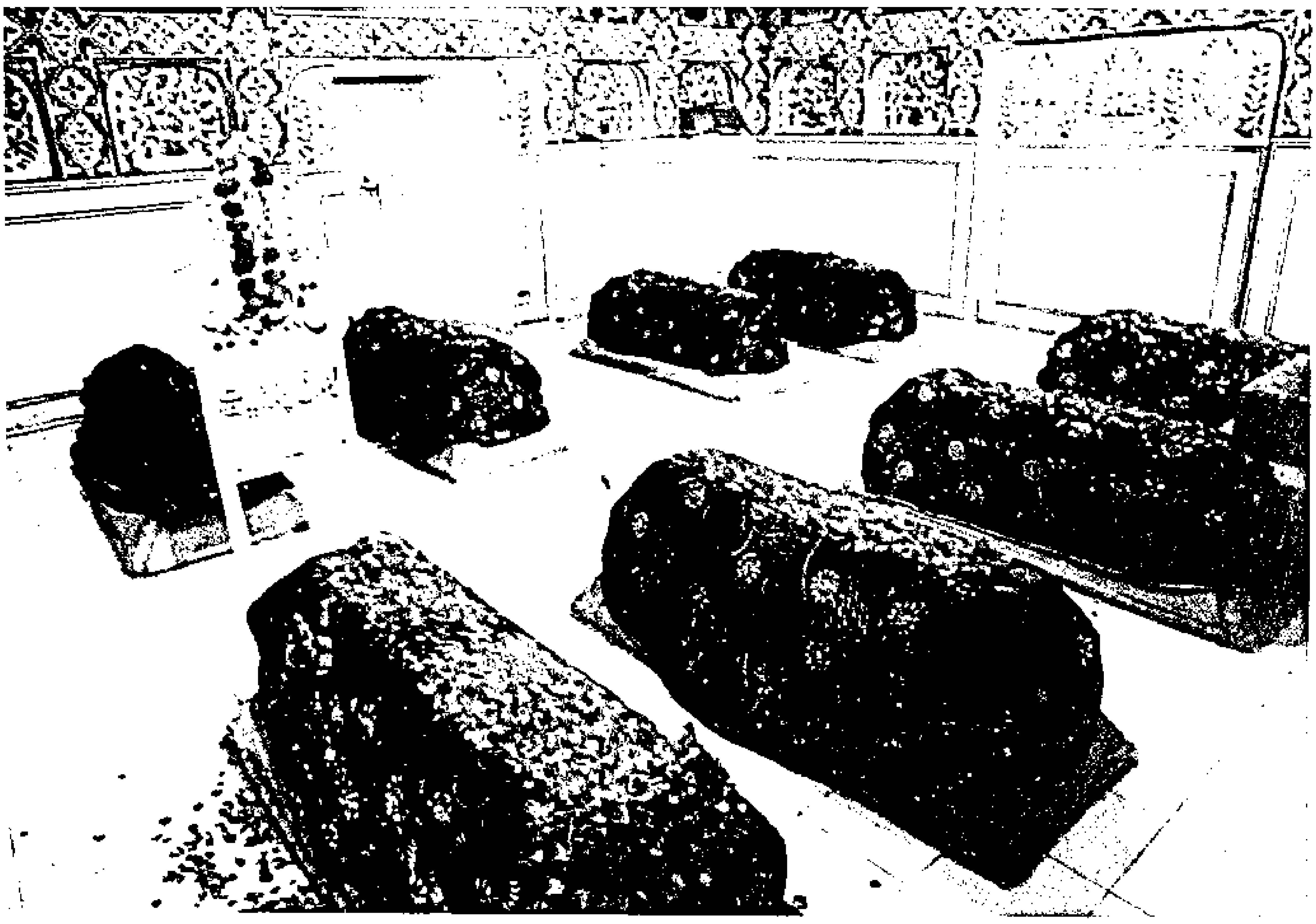

مزارت شریفہ اندرون روضہ حضرت شاہ چراغ لاہوریؒ

مزارات مبارکہ بیرون روضہ حضرت سید مصطفیؒ و حضرت سید مجتبیٰؒ

Marfat.com

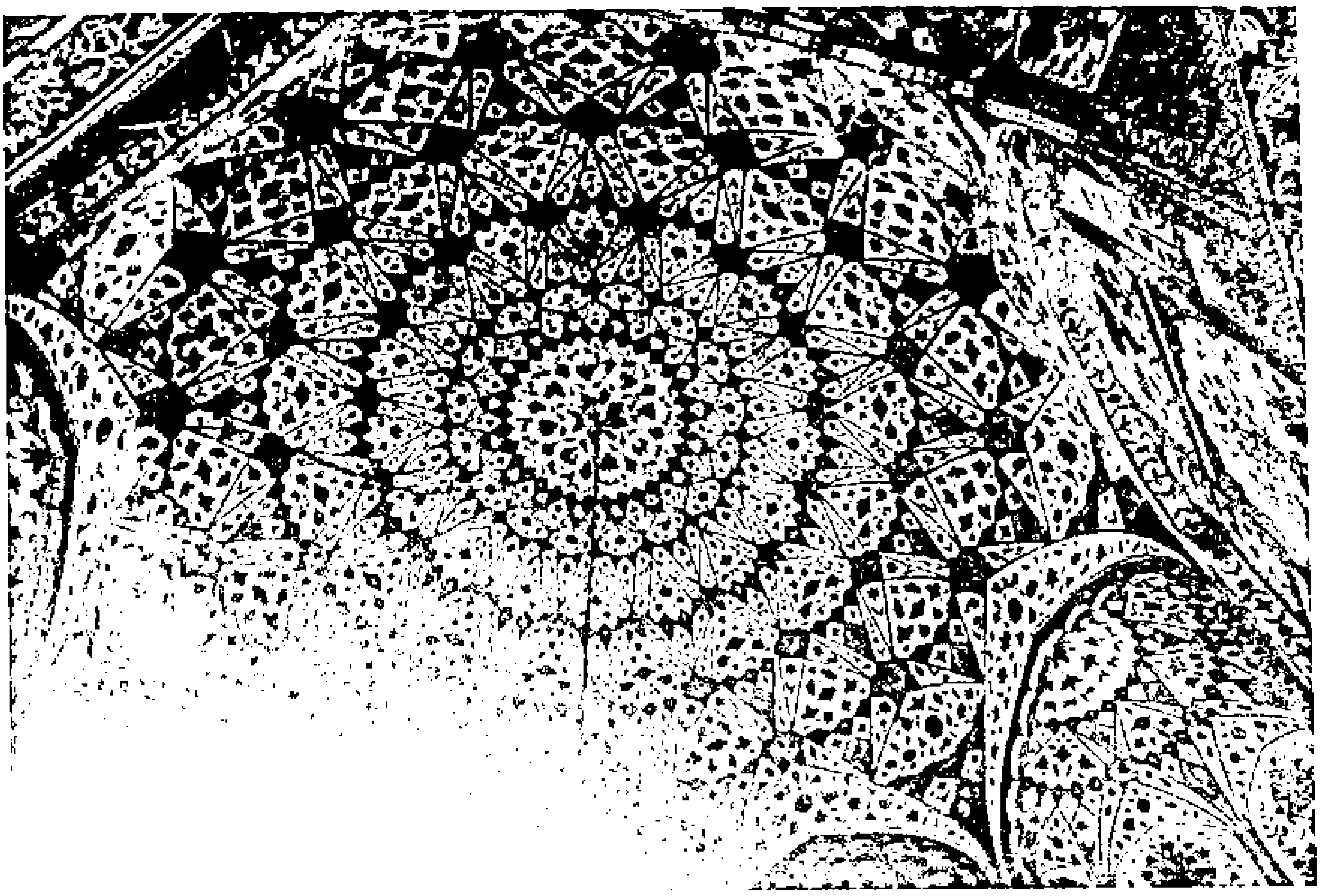

گنبد کا اندرونی منظر

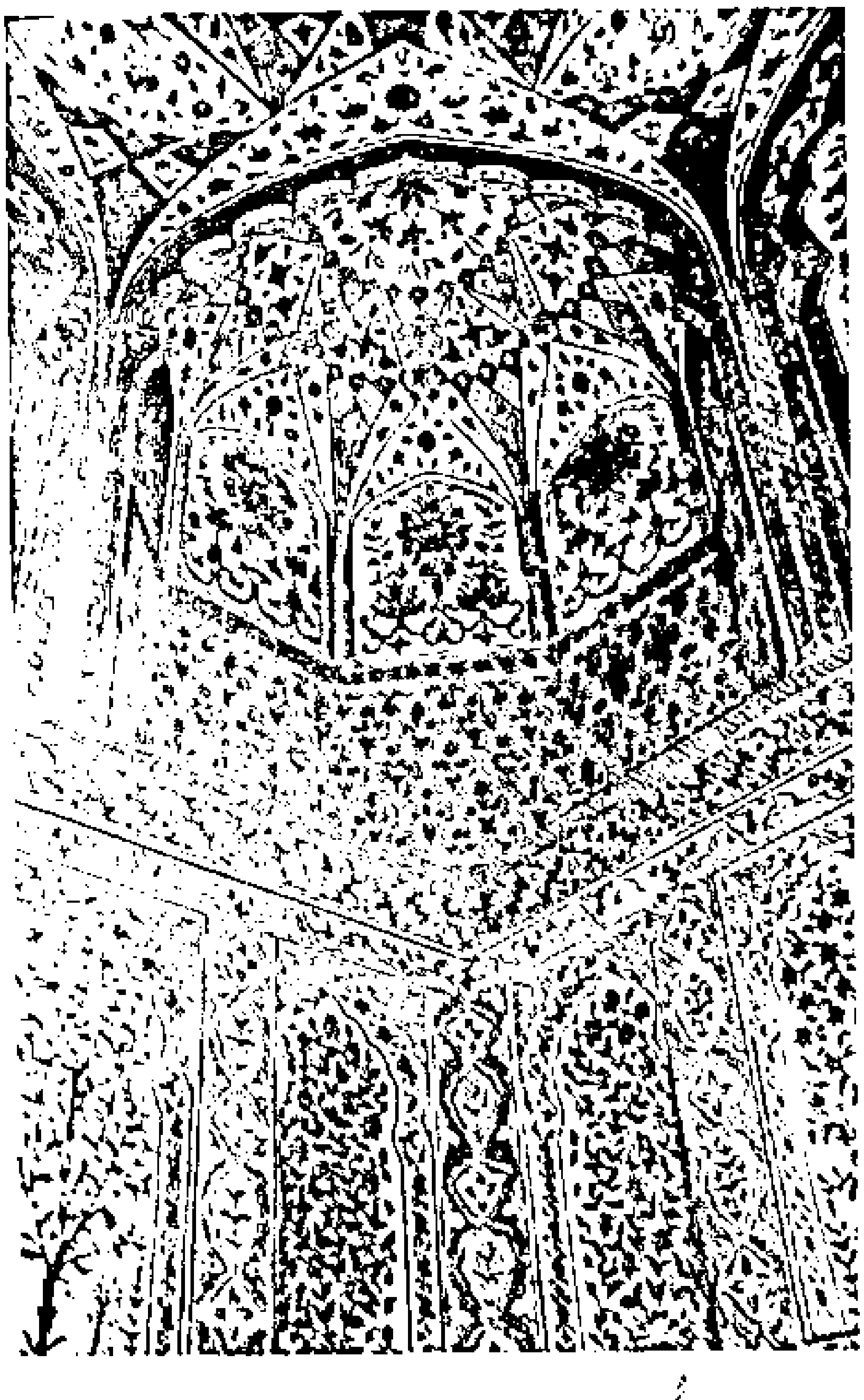

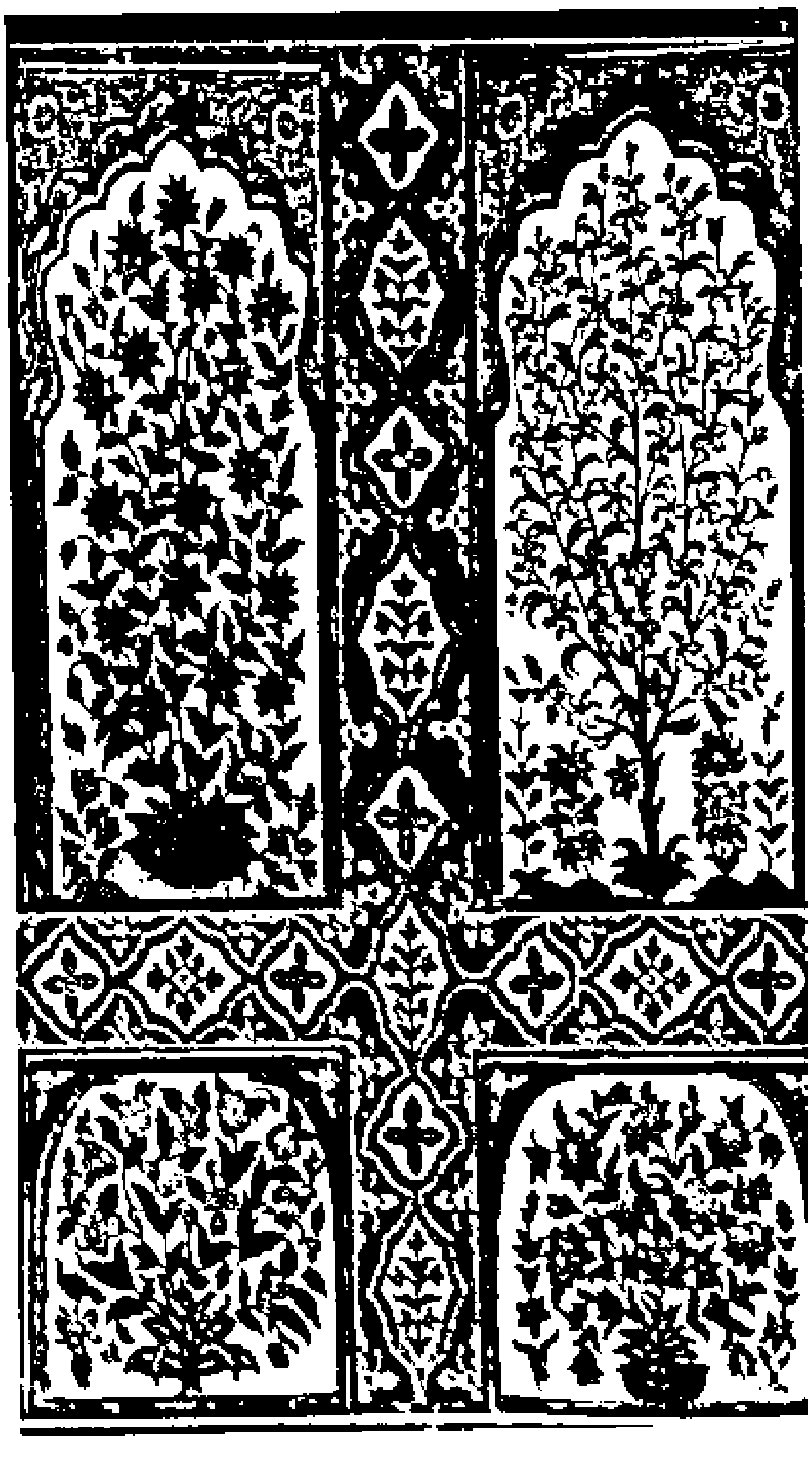

اندرون روضہ: دیواروں اور محرابوں پر گل کاری کے نمونے

Marfat.com

مسجد شریف و روضہ مُبارک

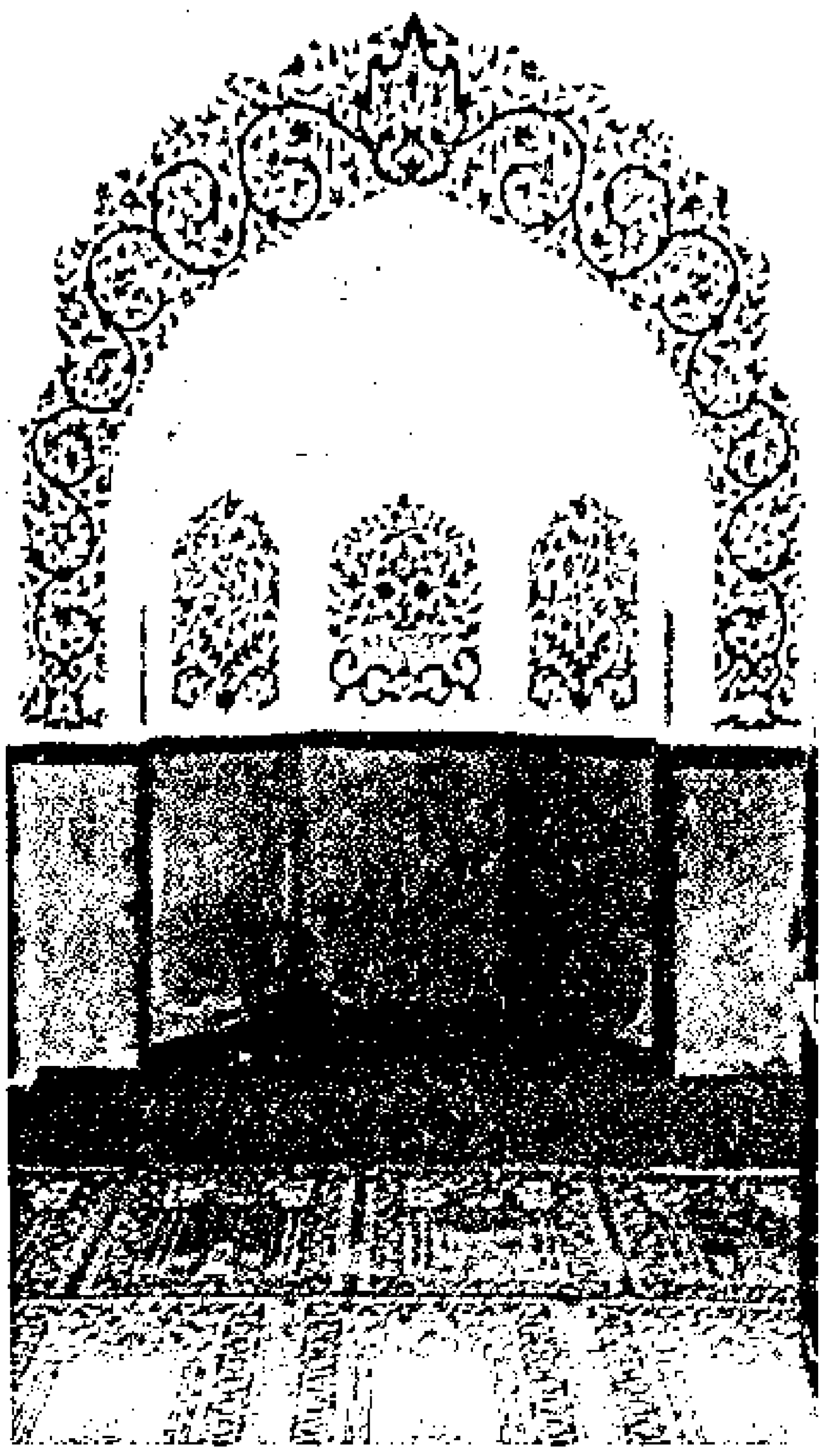

محراب مسجد

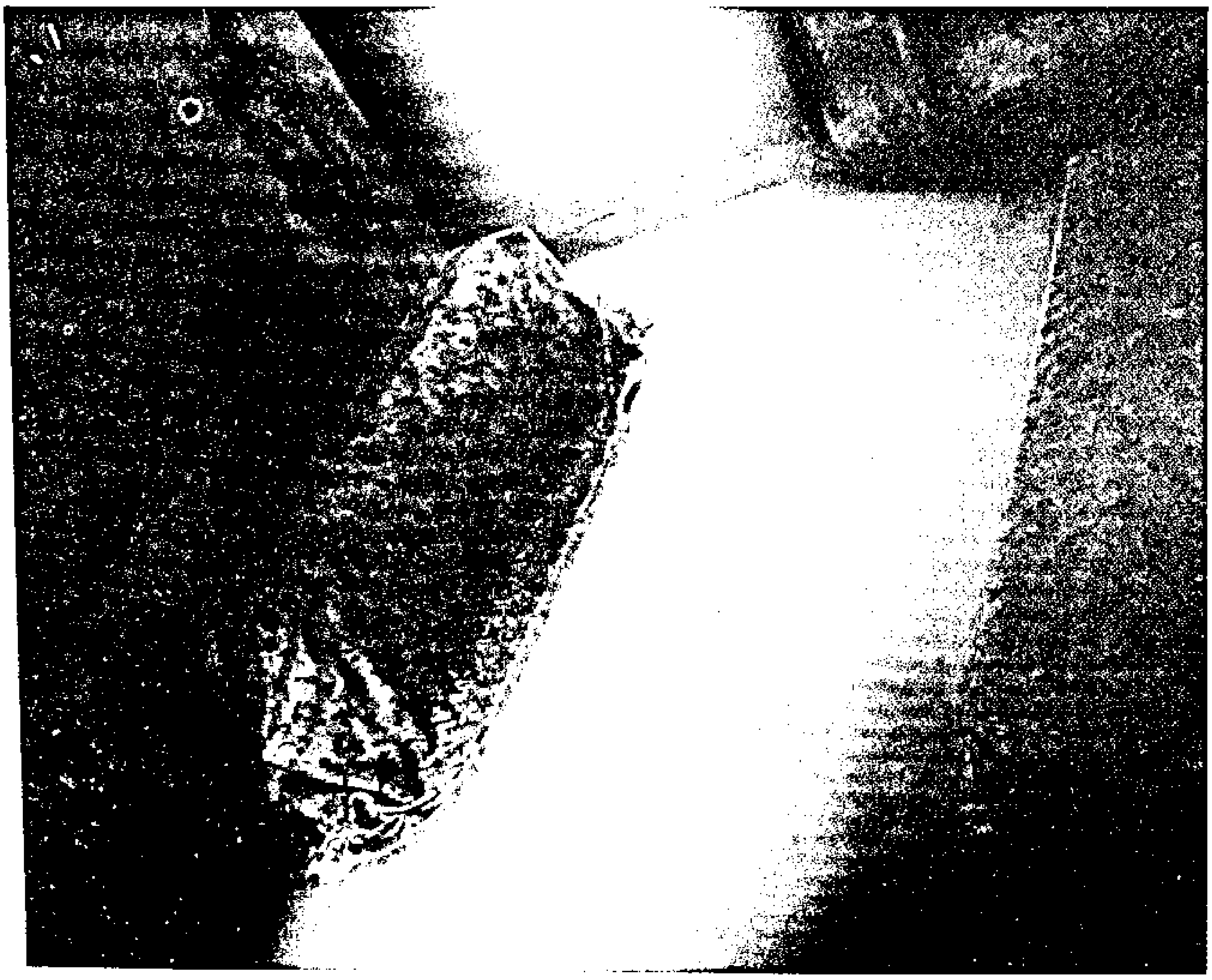

مزار مبارک حضرت شیخ محمد فاضلؒ (مرشد صحبت حضرت مصنف)

Marfat.com

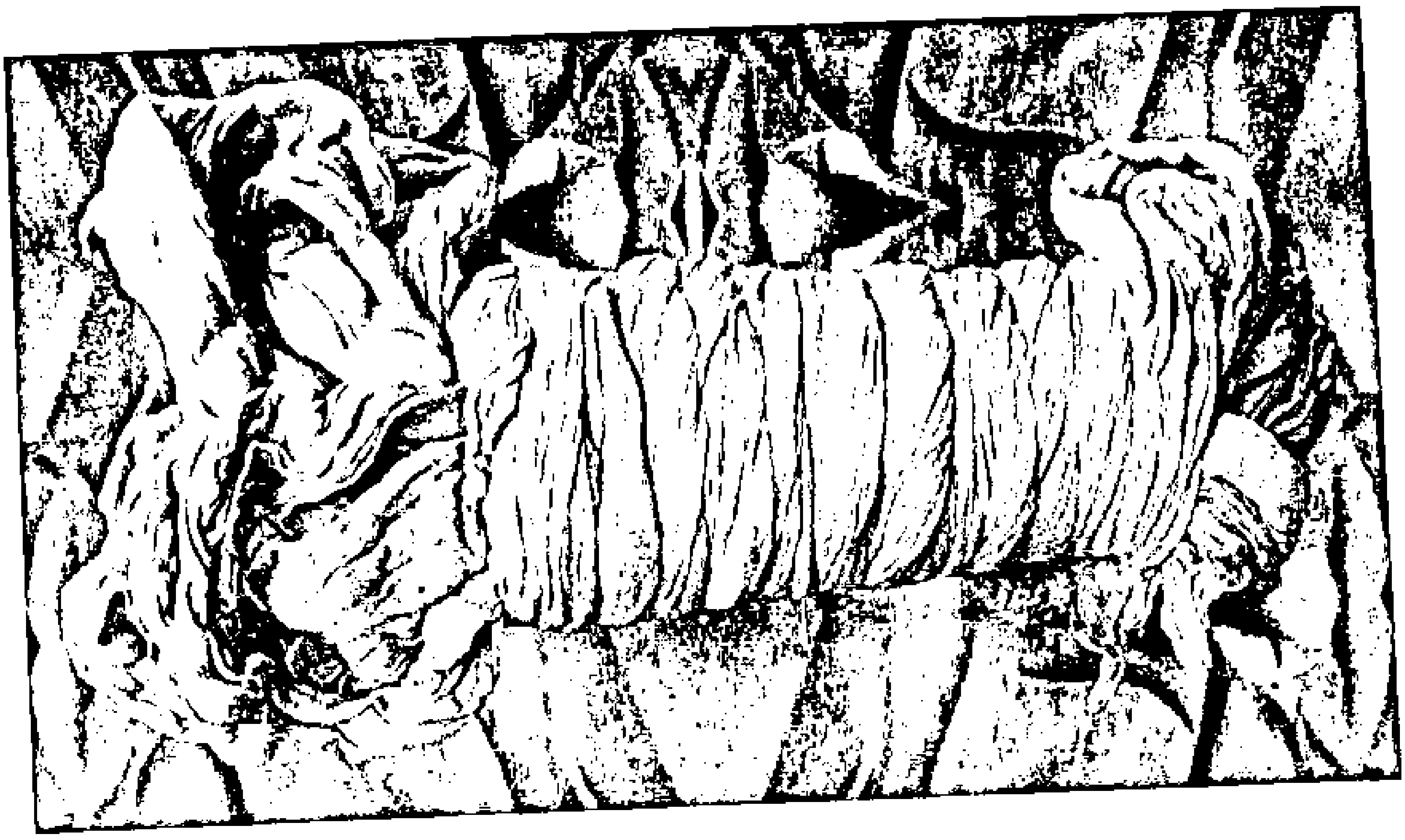

دستار مبارک حضرت سید مجتبیؒ (مخزونہ، سید قاسم علی شاہ گیلانی، دیپالپور)

سید مظہر علی شاہ گیلانی (سجادہ نشین دیپالپور)، پیر محمد طاہر حسین، سید سید علی ثانی جیلانی، اور سید قاسم علی شاہ گیلانی

Marfat.com

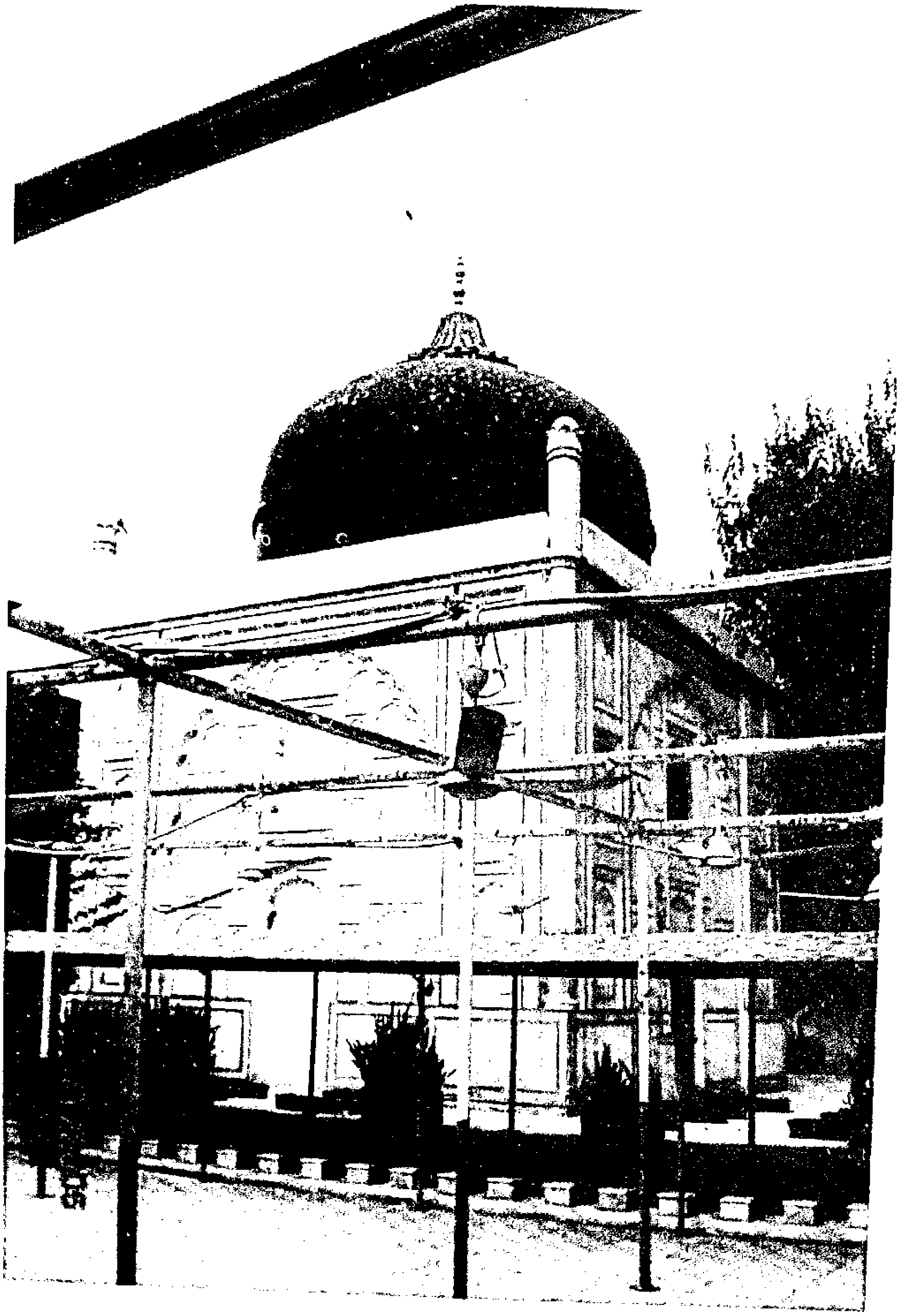

روضہ مبارک حضرت شاہ چراغ لاہوری

Marfat.com

AIN UL TASAWUF

A rarefied book on the secrets of Sufism and the biography of Mashaikh e Jillania in Hindustan

By

Syed Mujtaba Fazli (R.A)

Appearance, Content, Preface & Synopsis by:

Pir Muhammad Tahir Hussain Qadri

Translation by:

Kousar Abbas Alvi &

Awais Abdullah Manganwi

Marfat.com

Marfat.com

عین التصوف

فارسی = تصوف = نثر و نظم

سن کتابت سنہ ۱۲۳۱ھ

LIBRARY LAHORE MUSEUM
لائبریری عجائب گھر لاہور
LAHORE

کتبخانہ رشیدیہ
اردو بازار لاہور

Marfat.com

بدان ای عزیز که نقل و عقل قایل است بر آنکه حق سبحانه و تعالی واحد
لا شریک است قوله تعالی وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وقوله تعالی
لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا و دیگر آیات بینات و
حدیث شریف درین باب زیاده از حد تحریر و تقریر در کتب هر فرقه مقرر
مسطور است و عقل میگوید که آنچه بتو میرسد از نفع و ضرر زرد و قبول و قادر نیستی
بدفع آن البته بداهة معلوم میشود که کسی بر تو زرد و قبول میکناند طوعاً و کرهاً
قال امیر المؤمنین علی رضی الله تعالی عنه عرفت ربی بفسخ العزائم متحقق شد
که تو را خالق غالب هست یکتا چرا که چون دو پادشاه مجازی با خود
موافقت ندارند رعیت هر دو بسبب اختلاف مدام در خوف و خطر
میمانند پس نفی دو پادشاه حقیقی بطریق اولی ثابت شد اگر سوال کنند
که چون دو پادشاه مجازی طریقه صلح و اتفاق جایز است اگر دو پادشاه
حقیقی هم مصالحه بگذرانند چه مضایقه جواب آنست آنکه تحقق صلح یا از راه
اخلاص است یا از راه غلبه یکی بر دیگری محبت و اخلاص را در امور سلطنت
گنجایش نه که پدر پسر را و پسر پدر را می‌کشد و در سلاطین مجازی اگرچه صلح
جایز است فاما واقع نه و در مرتبه الوهیت غلبه یکی بر دیگری جایز نه که
مغلوب لایق خدائی نه بنا بر این ثابت شد که خالق غالب احد لاشریک
است نمی‌بینی که موت که مکروه طبعی بالاتفاق است چاشنی آن بحکم غالبی است
که برکنت او محال و حیات که مرغوب طبعی ندخلاف وصول او مامر

صحالیها گکهر
لاهور
مخطوطه نمبر........

Marfat.com

واحدی است که اثنینیت را در یگانگی او دخل ضلال است حق سبحانه
ظاهرتر از همه پیداها ست که همه پیداها باو پیدا است و هو اظهر الظاهرین زیرا
نور السموات والارض لیکن در نظر عاقلان اول مرتبه مرئی هست مثل نور آفتاب
که اول نظر بران نمی افتد بر مبصرات می افتد با وجود آنکه مبصرات بنور آفتاب
دیده شوند چون آفتاب بر رخ هر ذره ظاهر م از غایت ظهور غیب
بدیهیت حضرت ارشاد پناهی در رحمت الواصلین که از تصنیفات مستبرکه
ایشان است دلایل اثبات وجود باریتعالی چنین نوشته اند سبحان
الملك الحي الذي لا ينام ولا يموت سبوح قدوس ربنا
ورب الملئكة والروح له ما في السموات وما في الارض
من ذي الذي يشفع عنده الا باذنه يعلم ما بين
ايديهم وما خلفهم مراد است آنچه در آسمان و زمین کیست
و کدام کس است آنکه دم شفاعت زند نزدیک پروردگار موجود است
مگر بفرموده آن آفریدگار مخلوقات رسیده اند خدای تبارک و تعالی آنچه
در میان آدمیان پیش فرستاده است و آنچه پس ایشان است از حسنات
و سیئات ولا يحيطون بشيء من علمه الا بما شاء وسع كرسيه السموات والارض
ای لال زبان عالم از تو نه خالی بود خیالم از تو در صنع تو کامد از
عدم پیش عاجز شده عقل علت اندیش مگر خبری از علم حق سبحانه و تعالی
که او خواهد فراخ شد کرسی آن خدای تعالی آسمان و زمین او لا یؤده حفظهما

Marfat.com

۲

وهو العلی العظیم و نرسد کبریائی آن ذات پاک را از غایت
آن زیبنها و اسماء و صفات بزرگتر و پاکتر از همه عیبها و سزاوار بزرگواری
است که همه انبیاء و اولیاء از هیبت عظمت آن مدام در هراس اند و الهکم
اله واحد لا اله الا هو الرحمن الرحیم پروردگار شما یکی است
که لیس له ضد و لا ند و لا شبیه و لا شریک بری ذاتش از تهمت عدد بیش
غنی ملکش از طاعت جن و انس پرستار امرش همه خبر کس بنی آدم
مرغ و مور و بکس نیست پروردگار دیگر آن جمیع اجسام و ارواح خلایق و
مهربان است بر جمیع افراد موجودات چنانچه هر یکی معاش صبح و شام
تدبیر او میرسد چنان بهن خوان کرم گسترده که سیمرغ در قاف و دریا
خورد و مهیا کند روزی مار و مور و دیگر چند بدست یابند و روزه و بسیار
عطا بخشیده و در بسیار کرامت فرمایند از انجمله عروج معارج جنات عالیات
و تمتع از وصال اتراب پاکیزه و منافع مرحلت انجار رو شنیده و غذای
الطعم لطیف و تناول ثمرات شریف و آشام کاسهای رحیق مختوم و شرب
آب صاف حیاض کوثر و غیرهما اللهم ارزقنا هذه الکرامة
بسم الله الرحمن الرحیم ان فی اختلاف اللیل و النهار بدرستی
روز و اول لیل ایجیل که بعضی از آنها در از سرما آمیز و اند هیبتناک و جنت الکبر
چنانچه در موسم زمستان اکثر شبهای ظلمانی طویل و در آوان تابستان روشن
و روزهای تاک احدی که ناظران از کمال عبرت دشت دیابد در استراحت بساط
ت ط گسترانیده مشاهده جمال قدرت قدیم و حکمت علیم مشغول شبانه

Marfat.com

ابدال زمن عنوان اخلاص فرمان اطاعت ادوا سمعنا در سجود

عابدان مستعد گشته بهره باب معراج و باب الصلوة سوای

فاسجدوا و اقیموا الصلوة وجدان مراحم رحمان میباشند ذریه گشته

المومنین بوده امیدوار

از بس که شب رانده اند سحر که خردشان که وامانده اند ناشتات لقای

جمال کریم بسودای جانان بجان مشتغل بذکر حبیب از جهان منقطع

بیاد حق از خلق بگریخته خیابان مست ساقی که می ریخته ثنا به دارند

دست ... کردنشان که کس مطلع نیست بر دردنشان و عارفان ذات جمیع

الصفات از کمال شوق دیدار الغفار ترانه بجوید ... هی عقل حسنی

هیچ بر هیچ مست بر عارفان هر چند از هیچ نیست همه هر چه هستند زان کمترند

که با هستی اش نام هستی برند سر ابیده از خود در بحر واره باخبر و آیات ملک

العلام بمنهج مذکور ظاهر و الفلک تجری فی البحر بما ینفع الناس ...

که ... ابدان در دیار الرحمان زمان جریی که منفعت مردمان در ان

... و ما انزل الله من السماء من ماء فاحیا به الارض

بعد موتها ... ان ... هستی ذات ...

آن ... مستند الله تعالی از آسمان باران فراوان که برد

... اسرار شوق نزول مراحم بی پایان است ...

زنده کرده اند با تقاطر ... اراضی مرده را حیات اراضی ...

نباتات مختلف الالوان بی حد و معادن و الوان ...

از زمین ... مزروعات ...

... ابدان انسان رزق وافر حیوانات ... ارزاق

۴

رزق

فروزقات درگاه رزاق اکبر با قطار باران که فی الحقیقه عطیات غفار
است افرأیتم الماء الذی تشربون ءانتم انزلتموه من المزن
ام نحن المنزلون ای ابر با بصار ارباب العطیات مشاهده می نما
آب شیرین از غایت ذوق و آب خوشگوار از کمال شوق می نوشند
و دفع حرارت ابدانی و ساختگی طعام و ارتفاع غلازت تمام و تحلل نوائب
ریگین مع اجسام خیابیان چه از حلال و حرام و تطهیر مطارف از وسخ بتحصیل
می شود ابا شما از آسمان رحمان فرود می آید و بمصرف حوائج خویش میسازند
یا درگاه ضمایر آگاه منزل الغیاث است شمار دهوا تا گوشی بار شمار
زمین تا گوشی بار و بث فیهما من کل دابة بکمن و دانست نگار
از هر جنبنده چنانچه فرائض ل رباد اخیال ابل افلا ینظرون الی الابل
کیف خلقت در رمه های آهوان نافه داری عجیب و غزالان اصفهار
فریب و مشکبار و گوزن خلیوش تیز دو و ارانب جلد رو و فیل کاو خوش
رنگ و حمار وحشی و درندگان چنانچه شیران بر تحمل دبا و زنگ و پلنگان
تیز آهنگ و گرگان مهلک روا مه بی گناه و دوابه جبال نباد خیل خنازیر
و غیر ذلک اینها همه تدبیر مدبر قدیر و مشیت رحمان بصیرت عزیزا حق سبحانه
و تعالی تا آفریدن براق باد پای و شتران عبرت نمای بر مردمان منت
می نهد الله الله سرور کاینات و مفخر موجودات علیه الصلوة والسلام فرموده
السفر قطعة من النار حضرت علی کرم الله وجهه چون این حدیث شنید
گفت اگر پیغمبر علیه السلام چنین نگفتی النار قطعة من السفر می گفتم میان

Marfat.com

میان سفر و سقر یک نقطه فرق است و اگر نه عذاب سفر از سقر بیش است
اسبان و شتران مردم را از ترکستان بعجمستان و گاه از عراق بهندوستان
و از آنجا بروستان بر داشته می برند و تحمل اثقالکم الی بلد لم تکونوا
بالغیه الا بشق الانفس گاه و دزدگاه و گاه سبب و غنائم و گوسفندان
بواسطه منافع انسان آفریده و زین همه دلایل هستی مطلق ظاهر است برای
برای عبرت بینان این راه و فرصتیان درگاه اله و تصریف الریاح بامر رحمان
فتاح وزیدن باد موافق و دافع انتفاع مکاثره خلایق بجهة تحصیل مایحتاج
و حصول سرمایه نشاط و استراحت رافع حرارت جسمانی و دوابیت لوازم
شادمانی چنانچه انجراد و انتباه حبوب مرغوب خائف و شرائط و مواشی
و نحو و اغذیه دیگر و ترتیب نبات نبات و تاثیر سبزی و نمویت و روئیدن
و اخراجات که استخراج آن بیاز از بساط اراضی مقرر است گهی در شب ها
و گاه از جوانب مغرب و وقتی اطراف جنوب اهداف سهام حکم احکم
الحاکمین می سازد و اوانی مستقران ارتیاح ریاح را از اکناف شمال
و خوشوقت ساخته دل شان از یافت مرام می نوازد و گرم و سرد و صبا و نحو
تحصیل تیج حدائق و بساتین بدیع از فیض هبوب اوست و برگ و ریزی
اشجار از خزان او و سوای نتائج مذکوره در حد انحصار محرران و ذخائر
نمی گنجد و ان بعلم علیم حکیم مسلم ان الله بکل شیء علیم و السحاب
المسخر بین السماء والارض و تسخیر ابرهای معلق میان آسمان
و زمین زیر آسمان بوده و ذخیره دار باد تا در جبال ظماب اطناب زمین
ک

بندد سحاب از مواهب رحمان و باب مشید بسیار اجنبی از کتب رقیمی
بسیار تجربه کردم قدرت تدبیر و حکمت حکیم خبیر بعضی اوقات طرف آسمان
می نگریستم و هیچ جا اثر ابر از نشانی نیافتم و بعد توقف ساعتی دیدم که
سحاب ثقال همچون جبال از افق آسمان پدید آمدند و در عین مشاهده بی نظیر
از مشرق و مغرب و جنوب و شمال بسرعت تمام بفرمان ذو الجلال و الاکرام
جمع و متفق گشته تقاطر امطار مراحم آثار نموده دفع حر تموز جهان سوز نمودند
ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون این آیه برای قومی که از جام عشق چاشنی یافتم و از
دلائل ساطع و برهان قاطع بوسیله ادراک جمیله خود از ظلمات جهالت و
مهلکات ضلالت کفر و شرک و ورطه عصیان و طغیان برآورده اند
از عذاب جلال و عقاب عرصات قیامت خلاص یابند بجناب حضرت
بین و فکر متین غور کرده تحقیق کنند که آفریدگار عالم و عالمیان مدبر قدیر است
و در جان بصیرت که آیات مذکوره را از اماکن غیب لاریب بظهور آورد و اگر
و احیانا ابواب ارتیاح ریاح و نزول باران مسدود کردند هیچ فردی از افراد
خلائق بغیر افتتاح فتاح له مقالید السموات و الارض نتوانند مفتوح
نمود مدام علی التواتر و توالی خازنان مالک له خزائن السموات والارض درهای
رحمت رحمان باز نموده در پی ترسیل بادهای مطلوب و باران مرغوب
میباشند اللهم لا مانع لما اعطیت و لا معطی لما منعت و
لا راد لما قضیت ان ربکم الله الذی خلق السموات والارض
فی ستة ایام ثم استوی علی العرش یغشی اللیل النهار

Marfat.com

در هستی پروردگار رسا اله است بیافرید طبقات این هفت آسمان

این هفت عروس عماری پردگی توبه برقد دارد و زیبهای و زینت روز

بس ترک برامد بر عرش عظیم آن آفریدگار کریم عظمی داده عرش را بر در پاسش

طایری چون برق سالی چارصد انکه رسد پایه دگر آن بارتعالی میپوشاند

لیل را دالبطر روز والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامره الا له الخلق والامر

تبارک الله رب العلمین آفتاب جهانتاب و ماهتاب و ستارهای دیگر

فرمان بردار اند بامر آله وهاب قدیر مطلق و حکیم برحق قرص خورشید را

هر روز از تنایر مشارق برآورده متواری به قنداب مغرب میکرداند و گردد

ضیابخش عیون جهانیان را بامر خیر الحاکمین روشن و منور گاهی نهنگ وار

از قعر بحار شام برامده ماهیان دریای اخضر افلاک را شکار کنان

قلزم مشرق میرود گاهی از دار السلطنة مشرق سلاح خاوری پوشیده

بر افلاک افلاکیه تاخت آورده بزرگوار شهرستان آسمانیان را در

اسواق کم تابیدمی نگارد زمشرق بمغرب مر آفتاب روان گسترد

گیتی برآب دانا و آگاه باش که مراد رست خلق سوا کن جدیث طبقات

سماوات و باران زاد به ارضیات رب السموات والارض وما بینهما

العزیز الغفار و حاکم اوامر کن فیکون یفعل الله ما یشاء و یحکم ما یرید عبارت

از دست و فعال لما یرید اشارت بدو و باکی است ذات کریم الصفات

را که پروردگار عالمیانست ادعوا ربکم تضرعا و خفیة بخوانید مدام و یاد کنید

مستدام باسمای حسنی و عظام ذو الجلال والاکرام را بزاری و تضرع تمام یاد کنید

Marfat.com

ثنا را ملک العلام با نثار مراحم رحمان رفیض آن عطیات الامتنان

کما قال الله تعالی فاذکرونی اذکرکم فاذکرونی کرتم بودی مرا طاقت

یاد نش کجا بودی مرا نعم الکلام رحمت الواصلین   مبنیٔ بانی التوحید

حکم کردن بود بر وحدانیت چیزی و حکم خبر بعلم آن خبر تو آن کردن اهل

سنت حکم کردند بر یکتایی خداوند بتحقیق از آنچه صنع لطیف و بدیع و فعل

بدیع با عجوبه و لطیفه بسیار و بودن آن بخود محال دانستند و اندر هر چیزی

علامت حدوث ظاهر یافتند گفتند لامحاله فاعل باید تا آنرا از عدم

بوجود آرد یعنی عالم را با زمین و آسمان و آفتاب و ماه و بر و بحر و کوه و صحرا

و صور را با حرکات و سکنات و علم و نطق و موت و حیات از عنایت نفسی

عبارت بود و از دو سه صانع مستغنی بود بیک صانع کامل حی عالم قادر

مختار از نیاز از شریک که وجود دو فاعل مر یک فعل را احتیاج هر دو با

یکدیگر و این در مرتبه الوهیت ممنوع است و توحید سه است یکی توحید حق

مر حق را و آن علم او بود بیکتایی خود و دیگر توحید حق مر خلق را و آن

آفرینش توحید حق بود در دل بنده و دیگر توحید خلق مر حق را و آن علم

ایشان بود بوحدانیت خداوند جنید گوید رحمة الله علیه التوحید افراد

القدم عن الحدوث توحید جدا دانستن قدیم بود از حوادث یعنی قدیم

را محل حوادث ندانی و حوادث را محل قدیم نه و بدانی که حق قدیم و تو

Marfat.com

محدث از جنس او نه و هیچ چیز بدو نه پیوندد و از صفات وی یا هیچ چیز اندر او نیاید
و قدیم را با محدث مجانست نباشد از آنچه قدیم پیش از وجود حوادث بود
و چون قبل وجود حوادث قدیم به حدث محتاج نبود بعد از وجود حوادث
هم بدو محتاج نگردد پس هر که قدیم را اندر حوادث نازل گوید یا محدث را
بقدیم متعلق داند بر قدم حق و حدوث عالم دلیل ننماید و این مذهب
دهریان گشت نعوذ بالله من اعتقاد السوء و حسین بن منصور گوید اول قدم
فی التوحید فناء التفرید اول قدم اندر توحید فناء تفرید است از آنچه تفرید
حکم کردن بود بجدا گشتن کسی از آفات و توحید حکم کردن بود بوحدانیت
چیزی پس اندر فردانیت اثبات غیر روا بود و اندر وحدانیت اثبات غیر روا
نباشد پس تفرید عبارتی مشترک آمد و توحید نفی کنند شرکت ترجمه قول حصری
اصول ما اندر توحید پنج چیز است برداشتن حدث و اثبات کردن قدم و از وطن
بریدن و از برادران جدا شدن و فراموش کند آنچه داند و نداند اما رفع
حدث نفی محدثات بود از مقارنت توحید و استحالت حوادث از ذات
مقدس وی و اثبات قدم آنکه اعتقاد داری بر همیشه بودن خداوند
و از هجر اوطان مراد هجرت کردن بود از مألوفات و از مفارقت برادران
مراد اعراض است از صحبت خلق و از فراموشی آن چیزی که دانند و ندانند
مراد آنست که علم خلق را یا چونی بود یا بیچونگی و توحید این جمله را نفی کند

و در

Marfat.com

و در غنیة الطالبین حضرت غوث الاعظم رضی الله عنه نوشته اند و تعرف
و نعتقد ان الله لیس کمثله شئ و هو السمیع العلیم لا شبیه و لا نظیر له لیس
بجسم فیمس و لا جوهر فیحس و لا عرض فینقضی و لا ذی ترکیب او آلة و تالیف
و ماهیة تحد بحد لا طبیعة من الطبایع و لا طالع من الطوالع و لا ظلمة تظهر و لا نورا
یظهر و هو بجهة العلو مستوی علی العرش ینبغی اطلاق صفة الاستواء من غیر تاویل
و کیفیة غیر معقول و الاقرار به واجب و الجحود به کفر و هو لا یقاس بالناس
جل ان یشبه بما صنعه او یضاف الی ما اخترعه و ابتدعه خلق الخلایق و
افعالهم منفرد بالقدرة علی اختراع الاعیان و تقلیب الاعیان
و خلق آدم بیدیه و هو باین من خلقه و لا یخلو من علمه مکان لا یجوز ان
یوصف الحق تعالی بما لا وصف ذاته و یجوز وصفه عز و جل بانه وجود
نفس و ذات و عین من غیر تشبیه بجارحة الانسان و یجوز وصفه بانه فاعل
ای مخترع بذات ما فعله و خالق له و جاعل بقدرته فاستحق بذلک الوصف
لا علی معنی المباشرة للاشیاء لان حقیقة ذلک تلاقی الاجسام و
مماستها و الله منزه عن ذلک و در کشف المحجوب می نویسد یکی است
عدد نیست تا باثبات عدد دیگر دو گردد و محدود نیست تا ورا شش
جهات باشد و هر جهتی را جهت دیگر بود الی ما لا نهایة له و ورا مکان
نیست از آنچه اگر وی مکان بودی مکان را نیز مکان بایستی و حکم
فعل و تماثل و قدیم و محدث باطل شدی و عرضی نیست تا محتاج

Marfat.com

چیزی باشد اندر وی حال پس منتقل شود و بی آنکه در وی نیست ...
خبر یا چون خودی درست نباید طلبی نیست تا سید و حرکت ...
روحی نیست تا حاجتمند منتی باشد حبیب نیست تا از اجزاء ما ...
بود و اندر چیزها بجزئی حال نیست تا جنس چیزها بود ...
تا آن چیز جزوی از وی بود پاک است از همه آفات ...
ویرا مانندی نیست تا او با مانند خود و جفت باشد و فرزند ندارد ...
اقتضا را اصل وی کند تغیر بر ذات و صفات وی رو نیست ...
وی متغیر شود یا در حکم متغیر گردد و لا تسبیح سنابل ...
وتعالی واحد حقیقی است نه واحد عددی زیرا که واحد عددی قابل ...
و تبعیض است و واحد حقیقی از تبعیض و تجزی منزه و نیز واحد عددی
است با جمله اعداد چنانکه نصف الاثنین و ثلث الثلث ...
ما لا نهایه هر عددی که فرض کنند واحد عددی فردی از افراد باشد
نسبت با جمله اعداد چنانکه نصف الاثنین و ثلث الثلث ...
الی ما لا نهایه هر عددی که فرض کنند واحد عددی فردی از افراد
پس او را نسبت با جمله اعداد است و واحد حقیقی را با عدد ...
و واحد عددی در همه اعداد ساریست مثلا یک عدد را دو ...
کنی دو میشود و اگر سیومی را با چهارمی تکرار کنی سه و چهار میشود ...
هر باری که بتکرار اعتبار کنی عدد جدید ظاهر میگردد و واحد حقیقی از ...
نسبتها منزه و مقدس است و او در از منه و امکنه فرو نیاید و از جهات
سمات منزه باشد که از منه و امکنه و جهات و سمات ...

Marfat.com

واو قدیم وقدیم او حادث حلول ونزول واتحاد وامتزاج بوجهی من الوجوه

محال باشد نسبت بهر که واحد حقیقی را بصفت لایتجزی نشناسد از دید جسم از تجزیه

تواند رفت والا لا قال حجة الاسلام الشیٔ ان صار الشیٔ بعینه شیٔا آخر فاتحد

به محال علی الاطلاق لانا نقول اذا عقل زید وحده وعمرو وحده ثم قیل

ان زیدا صار عمرا واتحد به فلا یخلو عند الاتحاد اما ان یکون کلاهما موجودین

او کلاهما معدومین او زید موجود وعمرو معدوم او بالعکس ولا یمکن وراء

هذه الاقسام الاربعة فانهما ان کانا موجودین فلم یصر احدهما عین الآخر بل العین

کل واحد منهما موجودة وانما الغایة ان یتحد مکانهما وذلک لا یوجب الاتحاد

فی الذات فان العلم والارادة والقدرة قد یجتمع فی ذات واحدة و

لا تتباین محالها ولا یکون القدرة هی العلم ولا الارادة ولا یکون قد اتحد

البعض وان کانا معدومین فما اتحدا بل عدما ولعل الاتحاد بشیٔ ثالث و

ان کان احدهما معدوما والآخر موجودا فلا اتحاد فی الحقیقة اذ لا یتحد موجود

بمعدوم فالاتحاد بین الشیٔین مطلقا محال وهذا جار فی الذوات المتماثلة فضلا

عن المختلفة فانه یستحیل ان یصیر هذا السواد ذلک السواد کما یستحیل ان یصیر

هذا السواد ذلک البیاض او ذلک العلم وحیث یطلق الاتحاد ویقال هو هو

لا یکون الا بطریق التوسع والتجوز وان جاوزت هذه التاویلات الی ظاهر معنی

الاتحاد فذلک محال قطعا واعلم انه لا یجوز ان یظهر فی طور الولایة ما یقضی العقل عنه

Marfat.com

باستعانت تعلیم بجز آن نظیر و طور الولایة ما یقصر العقل عن ادراکه یعنی اینرا ادراک

بمجرد العقل و من لا یذوق بین الاصل العقل و بین ما لا ... العقل ...

بیرون از نیاطلب ... و جمله کتاب ... میگویند که در ابتدا ...

صوفیه متاخرین مثل شیخ ابن عربی و مولوی جامی و تابعان ایشان

وحدت وجود را قایل شده و همه اوست میگویند باین توجیه که ذات ...

بارتقا از کثرت و اندراج و اندماج صفات بود در قدم اول خود این مرتبه

را هاهوت میگویند خواست که صفات را بر ذات جلوه دهد ...

را در علم خود حاضر نمود بطریق اجمال و این مرتبه را لاهوت می نامند

صفات را ظاهر کرد در علم بطریق تفصیل و این مرتبه را لاهوت ...

می نامند بعده بر ذوات صور صفات را از علم بعین و این مرتبه را جبروت

و حقیقت انسانی میگویند بعده تشکل فرموده عین را باعیان ثابته و این

مرتبه را ملکوت و ارواح می نامند بعده تا نزول فرموده اعیان را با آثار

و آثار و این مرتبه را ناسوت و اجسام میشمرند و ذات و صفات وجود ...

نمایند بر ذات میگویند و یک چیز پیدا شد که به تنزل رتبی ...

و مکان و حلول و نزول در مراتب مستند ذکر رسالۀ ...

و نزول و امتزاج نیست که حلول و نزول و تغیر و تفرقه در وجود ...

با جزو مثال ... مشهور ... از حیثیت ...

Marfat.com

مری را نقصان و عیبی نیست که امور اعتباری را فنا باشد و عدم را
که اغلب نجاست است و در هر پلید و غلیظ که او را نه از آنها دارند نه افتاب رسید
نور آفتاب بر پاک و پلید میتابد و در همه حلول میکند و مقارن میشود
نه از پاکی اشیا او را کمال و نه از پلیدی اشیا او را نقصان با چندین و مثله
که بنا بر توجیه مسطور در مرتبه عابد و در مرتبه معبود و در مرتبه خالق و در مرتبه
مخلوق است که عالم همه معلومات حق تعالی است و علم و معلوم و اسم و مسمی
شیء است و وجود مطلق را احد است حدوث و قدم و وجوب و امکان
از اعتبارات و عوارضات و اضافات و حیثیات و شیونات است
اوست را اقسام مغلظه برین بر زبان می آرند   در منزل اشیا و در مرتبه همه
اوست و در دل که او اطلس مرتبه همه اوست   و در این فرق نهایت
بالجمله همه اوست ثم بالجمله همه اوست   میگویند اگر معنی این است
که همه تعالی حق است همه این است گفتن مربوط اگر عالم را نسبت با او سبحانه
میکنند پس معلوم شد که او شیء دیگر است که عالم را با او نسبت میکنند بر وجه
همه اوست گفتن معنی ندارد همه از وست باید گفت و قطع میکنند که در مرتبه
تنزیه در مرتبه تشبیه و ذات تعین معلوم و مشهود کسی نیست   هدانا الله
الی الصراط المستقیم که در منطوق نص و حدیث و اجماع و قیاس در قول الله

Marfat.com

در صوفیه متقدمین را مجتهدین توجیه مذکور در وحدت وجود یافته نشده گر
از بعضی صوفیه متقدمین در بعضی اوقات سکر و ابتدای سلوک و بعد
نیز و مغلوبی حال که صحو را مجر حسن احوال و صفات و ذات او ظهور
صافی دیده این قسم الفاظ ظاهر شده و بغیر ترتیب مجید تبدیل یافته
اگر چه بر سالکی که را در ابتدای از سیر مرتبه جمع الجمع حاصل شده است
روا باشد انا الله و سبحانی چرا نشود روا ز یکی بگی فاما ترقی در
فرق بعد الجمع لازم چنانچه حضرت غوث الاعظم رضی الله تعالی عنه در ز
الاسرار فرموده کل جمع بلا تفرقه زندقه و کل تفرقه بلا جمع تعطیل
در فصل الخطاب می نویسد در بعضی احوال اقوال شطح ازین قوم صادر شده
چون بر بطلان آن واقف شدند از ان رجوع کردند که از تجلی صوری
که مرتبه مبتدی است مو بتر از ان مستغفر است که او را مرتبه تجلی الهی
و منتهی از مرتبه تجلی نور نیز مستغفر است که او در مرتبه تجلی ذاتی کیستی است
و سر حدیث انی لاستغفر الله آه همین است غرض که بر شطحیات و دعوی
کتاب و سنت اعتبار نکنند و شطحیات مغلوبان که از مقام سکر ترقی
نکرده اند ایمان خود بر باد دهند کاتب حروف در ابتدای عمر با بر دو سال
تا نهایت بیست و سه سال غرق این قسم کلمات سکر و شطح بوده چنانچه اکثر

علی،

علمای تحریر از این باب سخن سبقت می برد لیکن بعد از مرد بسند مذکور نسب ۹
توجه حضرت ارشاد پناهی از شیخ اخلاص یافت و مفرح تمیز مطلق شد الحمد لله
ذلک جهد الانهایه و لانهایه له ابیات اوقات سکر از کاتب حروف تخلص
فقیلی دارد چو عینک میشود کثرت به پیش چشم نظاران نماید اندرو وحدت
سراسر جلوه ای یاران جهان نسبت کند پیدا ز راه عشق بر عاشق
که خود معشوق میگردد به نزد فهم عیاران چو از شرب صبوحی چشم را کشاید
صبا زد ذبیح الله میکردند به پیش جلوه خواران ز تعبیر حقیقت جلگی لال
اندر حق اند نفهمد فهم هر قاصر معتار از اشعاران اگر تعبیر نتواند ز خواب خود
کند کیکی چرا از دیده او شکر شود پیدا ای فرقه هشیاران محبت را اشرار است
که بیجا آفرین گوییم بین خود محبوبی بوجهی رسم محو زاران توی معشوق توی عاشق
توی مطلوب تو طالب ز فضلی بشنو این نکته اگر مستی ز دلداران ومنه
چنانچه آب نماید بکاسه بلور چنین خدا نماید بخلق بعد از غور بعرض و طول
اگر بنگری همان آب است اگر مدوره او را تو بنگری با خود دور بنور شمس
منور تمام افلاک هست واگر تو ماه شماری واگر تو سنبله ثور اگر تو عشق
فانی به پیش خود رهبر نماید آنچه مرئی است مرتز ای الفور کمال بنده مون
است در جهان فقیلی که حق خویش به بیند بچشم سر بهر طور ومنه
گر نابرده بیچاره یاران نام الله در ضمیر کمیه بر از صفا تشنه بکی شود آکه فقیر

Marfat.com

رخ نماید ذات بحت از کثرت فکر خفی گرچه بالکلش نتوان دید با دیده بصیر

هر یکی بلکه هست با او سر ذات رخش هیچ چون فلک یکسان برهنه

نقل و سیر چون قطاری اشتران شد بپائی میرسد کی رها یابی بجز زنشد

جم الغفیر صورها جز حق نباشد هم کن گر هست هم آن عدم دارد وجود

عارف بی نظیر گر نشان از نقل محاکمت نظاهر میشود بی آنکه هستی

هم تو غافل هم خبیر عود کردن بعد رفتن هست آسان ای فقیر گرچه

هستی در نفاس و حیض بود انا خبیر وقت تو ضایع شود در گفتگو

یک دم اندر غیب میباید که باشی غوطه گیر شو خوش ای فیضیاب

بالکل باو گر خبر دار هست کانچه مر ورا این یک دو تیر و قصه هر کسی را

گشته رد شود مطلق حق در و نهاده شود چه شود خم شود صراحی

جام همچو باده شود دور گردد ز خویش اول بار باز از خود بجود

کاین و باین هست با معنی صوفی و صافی اکنون ساده شود در زمین

لشکر اند و بعد شوق خود باده شود چونکه او را الصباح بود

در ضمیر گر عشق زاده شود گر گشتن باید مشتاق از دل و جان

آماده شود ور کند فضل فاضل او را او همچو فضلی تمام داده شود

سد خس کی مانع رفتار دریا میشود آمد حق را نه حاجب کار دنیا میشود

گر به بحر اندر بمالی صد نجاست بر بدن می نه حسیب با تو هم او صفا میشود

۱۸

Marfat.com

۴۵ دل بیار و دست بر کار است کار عاشقان · که کن در عشق حقیقت تیز سودا میشود

هر کسی را که هر کلمن ارض دلم · میشود که تلخ از آنجا دشت ... میشود

[illegible] صلاح است زلف و رخ را بر چشیدن عاشقان · کار باری کفر و ایمان طرفه ... میشود

عشق عاشق گر صد ایم و در ترقی شد چه شد · جلوه معشوق هر دم تیز بالا میشود

هر که جز کیش بدیگر جا نشنید الله است · فضل [illegible] تو او را خوار و رسوا میشود

تشنه برف را گر تو آب میگوئی · سخن بحساب میگوید

ور بگوئی که غیر آب است برف · محض کفر است نادرست انیز ...

من وجه عین و غیریه دگراند · عارفان احتساب میشمرند

عبده الله را همین میدان · از خدا [illegible] لولو [illegible] ان

ادب است حق نگری کاه · ای که تو بنده بدانه و کاه

هر کسی که لی مع الله است · شکر بابت خود شهنشاه است

[illegible] اسرار ستر میکند · فضل فاضل هر کجا جوید

[illegible] کجا یابم چنین مردی ... · بسیار صوفی و صورت ...

ز هر مذهب که بینی او بخوانند · همه قاریش زنگ خویش دانند

اگر افتد در صحبت عطار · کند یاد سخن از مشک تاتار

و اگر کناس گردد هم کنارش · ز قاذورات برسد آن غبارش

Marfat.com

اگر مسجد رود گردد امامی — وگر میخانه او ساقی بجامی

ولی این نقش باشد تشبیه — نه زاستدلال پیدا از زان دید

وجود خویش بیند در وجود بنقاد — نه محلول و نه تجزی نه معتاد

که وحدت کثرت از خود کی جدا شد — دو صد رنگ صفتی یکی بی رنگ دانست

به بودی اختلاف عضوهای هر یک — مقرری پیدا ... این است

نه خود اندر تو با خویش رنگ — که سیرت های ایشان نیز رنگ است

بدان شد نام این ترتیب اشیا — که هم دادش ... ...

اگر یک عضو دعوی این نماید — که من کامل بود ... ...

سخن ای فضلیا کن کوتاه — بعید هر گرانی ...

قطعه

عالم هزار نوع شده از خیال یک — ذات وصفها اسم ... زبان یک

با این مثال عقده دلم را گشاد دار — صد مرحبا بر شد صاحب کمال یک

بنگر به برف و آب که هم بسته هم روان — با او جدا و صورت نام و خیال یک

یک وصل آن نگار من جان نثار او — صد غنچه شگفته ز نسیم شمال یک

گر هجر بس جفا کند با دل ضعیفه — گردد تلافی دل من از وصال یک

بشنو ز جست ... ... — ... ...

فیض

Marfat.com

فضلی ز فاضل است محمد و ... اهل اخوان او ان یخوع الیک

و از صوفیه متقدمین علیهم الرضوان حسین بن منصور برینا نوع کلمات
سکر و شطح که مرتبه نقص و استدارست مدام مصدر بوده و نزد بعضی مشایخ
کبری مطعون و نزد بعضی مشکور است چنانچه از حضرت غوث الاعظم سلام الله
در بهجة الاسرار در حق منصور فرموده طار طائر بعض العارفین من وکر شجرة
الصورة و علا الی السماء خارقا صفوف الملائکة کان بازیا من بزاة
الملک مخیط العینین بخیط خلق الانسان ضعیفا فلم یجد فی السماء ما یحل
من الصید فلما لاحت له فریسة قول مطلوبه اینما تولوا فثم وجه الله عاد بابها
الی حضرة خطة الارض لیفتش بعین عقله فما شاهد سوی آثار فکره فلم یجد
فی الدارین مطلوبا سوی محبوبه فطرب فقال بلسان سکر قلبه انا الحق ترنم
بلحن غیر معهود من البشر صفر فی روضة الوجود صفیرا لا یلیق من بنی آدم لحن
بصوته لحنا غیر لحنه نودی فی سره یا حلاج قبل قولک حسب الواحد افراد الواحد
وا بیتا قال رضی الله عنه طار واحد من العارفین الی افق الدعوی بانا
انا الحق رأی روض الابدیة خالیا من الحسنات والانیس صفر بغیر نغمة تعریفها
لتحفظهم علیه عقاب الملک من مکمن ان الله لغنی عن العالمین انشب
مخلب کل نفس ذائقة الموت قال له شرع سبحان الزمان لم تملت

Marfat.com

بغیر یقینک لم تزل تشت بلحن غیر معهود من مسلکک ادخل الآن فی ...

وجودک ارجع من طریق عزة القدم الی مضیق ذلة الحدث قیل ...

اغترارک بسعک ارباب الدعاوی حب الواحد افراد الواحد ...

الطریق اقامة وظایف خدمة الشرع وجنید رحمة الله علیه در باب او ...

یا ابن منصور ان فی کلامک فضولا کثیرا لا طائل تحتها وچون منصور ...

تبرا کردند نزد جنید رفت بنیت صحبت جنید فرمود که صحبت ...

مرا با مجانین صحبت نیست نمیدانم کدام چوب و کدام رسن انجو ...

کنند پس مشایخ معنی جنس این کلمات را یا حکایة من الله یا تجوز ...

مقرر کردند قدمای صوفیه معنی وحدت وجود چنان میگویند که موجو ...

وجود حق سبحانه وتعالی است مستقل و قایم بذات خود و وجود ما ...

اوست که نه حد ذات مستقل بخود نیست و وجود عالم ظلی است موجود ...

بمنزلة السراب ... آن ما را آورد ابنیا قوله تعالی الم تر الی ربک

کیف مد الظل ولو شاء لجعله ساکنا ثم جعلنا الشمس علیه

دلیلا ثم قبضناه الینا قبضا یسیرا در آیة مذکور مراد از سایه وجود

ممکنات باشد که عالم پرتو شعاعات باریتعالی است و چون اصل ...

که صفات او سبحانه لازوال است عالم که ظل اوست سریع الزوال چرا نیست

کرسیها

Marfat.com

که سایه تبعیت شخص لازم بیند جواب فرمود و لو شاء لجعله ساکنا
یعنی اگر خواستی برای آنکه آن سایه بی زوال بودی و فرق نماندی در بقاء و دوام
میان عالم و خدا ثم جعلنا الشمس علیه دلیلا اینجا مراد از شمس ذات باشد
ثم قبضناه الینا قبضا یسیرا درست آید پس حق تعالی باشد یعنی
وجود ممکنات و ذات خود را بر وجود ممکنات دلیل کردیم تا معلوم
کند که بی شخص سایه نمی باشد و از سایه باز نگرند که مرتبه خدا هست زیرا که از
اثر به مؤثر دلیل کنند که پایه عوام است و معنی ثم قبضناه الینا قبضا یسیرا
آن بود که بعد از وجود عالم را معدوم کردیم و بسوی خود کشیدیم
تا دانند که حیی و میت هم اوست هرچند که او سبحانه از سایه منزه است لیکن
هرچه خواهد میکند و هرچه خواهد میکند کما قال ان الله لا یستحیی
ان یضرب مثلا ما بعوضة فما فوقها هستی که وجود او
بجز ذات هستی نهادن از حد بیرون است پس وجود او سبحانه از
مرتبه ربی و غیر ربی در مراتب سته موافق طور متاخرین
منزه است و بر صفت وقتی و بی تغیری خود قائم است
بعلم و ارادت و قدرت خود به آنکه این صفات خود را باده کرد
باشد از غیب وجود آورده چنانچه شیخ ابن عربی نیز در ... موسوی باده

Marfat.com

اعتقاد آنکه مادهٔ عالم ذوات و صفات [illegible] که از [illegible]

الیا من العدم الذی کان ساکنا فیه الی الوجود و آنرا اقرار اینکه عالم صور

معلومات حق است لازم نمی آید که نشاد و مادهٔ عالم علم باشند [illegible]

که عالم در علم او همیشه حاضر است یک ذره از علم بیرون نشده نیست [illegible]

علیهم السلام و اولیاء علیهم الرضوان و ملائکه و اجنه بحرف [illegible] ماده [illegible]

و به صور و مختلفه و رنگهای مختلفه خود را مینمایند و نقش وجود ذات [illegible]

ایشان تغیر و تبدل نمی یابد از قادر مطلق چه بعید که بقدرت کامله

حادث عالم را از عدم بوجود آرد یعنی از نابود به بود افکند نه آنکه [illegible]

عدم موجود کند که عالم قابل حدوث وجود نیست قوله تعالی [illegible]

من غیر شیء [illegible] القرون [illegible] که مراد انبیاء [illegible]

که چون علم الله عالم را وجود کرد یعنی از عالم علم بعین آورد نه آنکه ماده [illegible]

عالم ذات و صفات خود را از علم و غیره ساز [illegible] تعالی الله عن ذلک

علوا کبیرا [illegible] متاخرین [illegible] غایت قرب [illegible]

در [illegible] چیزها گفته باشند چنانچه آهن گرم در آتش [illegible]

شود لیکن در نفس الامر آهن دیگر و آتش دیگر و آنچه اینجا متاخرین [illegible]

می آرند از احدیت بحر و امواج [illegible] علم و معلوم [illegible]

در وی

Marfat.com

و حروف و آوازی و اجزا و غیر ذلک این همه جسم مخلوق است و چون بدیهیه
بالاتفاق معلوم است که او سبحانه از جنس مخلوق نیست پس این همه قیاس مع
الفارق و قیاس غائب بر شاهد است قوله تعالی و لا تضربوا لله الامثال
که جائز نیست لیس کمثله شیء و در مخلوقات با خود ما ظاهر است که نمی‌شود
که آب و خاک و باد و آتش و زمین و آسمان و انسان و حیوان و غیره محدث‌اند
مختلف الصورة والمعنی اند هر که در حدوث و قدم من کل الوجوه فرق کند
از مقام فرق بعد الجمع که منتها مراتب ولایت است آگاه نیست و از کلام
صوفیه متقدمین مفهوم است که صفات زائد بر ذات اند و نه غیر ذات لکن
من وجه عین اند و من وجه غیر و آثار که تابع را حکم متبوع است معنی آن دارد
که چون بی ذات صفات موجود نتوانند شد لهذا من وجه عین ذات اند
که اگر غیر می‌بودند بی ذات موجود می‌توانستند شد و چون مفهوم و حقیقت و حکم
ذات دیگر است و مفهوم و حقیقت و حکم صفات دیگر بنا براین من وجه
غیر ذات اند و همین حکم در آثار مقرر است و آنچه در قرآن مجید و حدیث
شریف از الفاظ متشابهات مثل وجه و ید و عروج و نزول و مانند او
ایمان بر آن فرض که کلام خدا تعالی است و عمل بر آن ممنوع و سوال از
کیفیت او ضلالت مقرر کرده اند قوله تعالی فیه آیات محکمات هن
ام الکتاب و اخر متشابهات فاما الذین فی قلوبهم

Marfat.com

زیغ فیتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء

تاویله وما یعلم تاویله الا الله والراسخون فی العلم

یقولون آمنا به کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب

بعضی وقف بر راسخون فی العلم میکنند هر چند ازین آیت کریمه معلوم

که تبعیت متشابهات بجز دل زایغ بجهة ابتغاء فتنه دیگری نمیکند

بر محکمات است نصاری میگفتند که مریم مجاهده از فنا ناسوتیه برآمده

لاهوتیه پیوست پس او و عیسی و خداوند یک اند تا آنکه

ثالث ثلثة گرفتار شدند همچنین مشبهه و مجسمه از بعضی احادیث

که تنزیه و تشبیه یک قامت انسان کبیر بالجسم است که الله تعالی

چنانچه بالای عرش تنزیه او و زیر عرش تشبیه او کرسی صدر او

ما فیها ... و سینه دل و جگر او و تحت الثری کف پای او

و فلان جای او همه ترتیب بصورت آدمی درست میکنند و تمسک

ان الله خلق آدم علی صورته تاویل همچو مومنین سلیم القلب نمیکنند

گرفتار کفر میشوند نعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سیئات

اعمالنا من یهدی الله فلا مضل له ومن یضلل الله فلا هادی

له قدس سره در کتاب تحقیقات خود میفرمایند

مقدس عن النظیر ... صورتی نوریه و خیالیه و مثالیه در کل

دون ان يحيط به او يتعلق بمعرفته فالحق سبحانه اعلى من ذلك فهو منزه عن
كيف وكم واين ومتى ازليته فوق ما يدركه من معنى الازل وابديته تقضي لما يفهم
الافهام من معنى الابد هو الاول بلا ابتداء وهو الآخر بلا انتهاء وهو الظاهر بلا شبيه
ومثال وهو الباطن من غير ان يكون ادراكه بالخيال منزه عن الحلول في الاشباح
ومقدس عن السريان في الارواح من قال انه اتحد بالكون فقد الحد ومن قال
انه ليس له تعين في ذاته الا في الكون فقد افسد العقائد فمن يزعم منهم ان الوجود
المطلق الذي تحقق به الممكن وبظهر به كالصورة في المرآة وصور الالوان المنعكسة
في الزجاج عند شعاع الشمس وان كان في ذاته مجردا عن الصورة هو الوجود الحق
الواجب وجوده فهو غافل عن الوجود الحق الواجب وجوده فيبطل بانه
غلط هو المعلولات الممكنة التي هي اصلها الذي لم يكن فكان فهو زايل عن
قوله واعتقاده وبيانه انه ليس لوجود المطلق في الخارج بلا تقييداته وجود لانه
لا يجوز عنده سبحانه ان يكون اصل الشيء ولا يكون قبله فكيف يجوز الصلاة على
موجد الكل الواجب وجوده مقيداته واعلم ان الله اذا اراد وجود
الممكن يتجلى على ما هو من الماهيات الممكنة المنهيات في العلم الازلي بصفته
الموجدية التي يصدر عنها الفعل لتحقق به ويظهر اذا تحقق به وظهر نوره
يكون موجودا به ظاهرا بالماهية والمتحقق وما به التحقق وهو فيض الايجاد الذي
يكون مع الماهية للممكن كالمادة مع الصورة للجسم هذا التوحيد في اثبات
الوحدة في الكثرة على طريق الصحة والسلامة فقول من قال في اثبات

Marfat.com

الوحدة في الكثرة اذ تبين بما اظهر ونقول سبحان من [illegible]

اذ لا يلزم الاتحاد بينهما في الوجود فهذا في الواجب من حيث [illegible]

لذاته محال ولكن يمكن ان يقول ذلك من حيث [illegible]

يتحقق ويظهر بظهور التجارد فيه باتحاد [illegible]

على وجه التوسعة ليس في الوجود الا الله اي ليس في الوجود الا [illegible]

به وافعاله الصادرة عنها وآثاره الظاهرة بها [illegible]

وما وراء هذا غلو في التوحيد قوله تعالى لا تغلوا في دينكم ولا تقولوا [illegible]

هو الوجود واو سبحانه ظهر الوجود در ميان عرفا [illegible]

وحصول كه معنى مصدريه است بخواهند يعني بودن وحاصل [illegible]

از قبيل مفهومات اعتباريه است ومعقولات ثانيه [illegible]

درخارج بلكه [illegible]

ميخواهند كه هستي وي بذات خود است وهستي باقي موجودات [illegible]

غير از وي موجود نيست درخارج وباقي موجودات [illegible]

بوي [illegible] اين اسم بر حضرت حق [illegible]

اول في الاتحاد هو شهود الحق الواحد المطلق الذي الكل به موجود [illegible]

من حيث كون كل شي موجودا به معدوما بنفسه لا من حيث [illegible]

[illegible] فانه محال [illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

درین مقام بیش قدم تر اند این تجلی در صورت مخلوقات راه زن زیاده ازان نیست که در صورت انسان شیطان علیه اللعنة بدین حیثیت ان الله خلق آدم علی صورة الرحمن عقل سالک شاهد بزود اگر رابطه دل با ولایت شیخ کامل محکم باشد در حال او را ازین مقام بگذرانند والا باکی نبود چون جمعی از فرقه ضاله طبیعت را متصرف در جمیع اشیاء دیدند بخدائی گرفتند و جمعی نجوم و اجرام نباتات آبای علوی و امهات سفلی و آنچه در وجود می آید از فعل و انفعال اینها بخدائی گرفتند و جمعی زعم ایشان آنست که انسان کبیر بالجثه عالم است آنرا و انسان کبیر بالمعنی انسان کامل است انسان و آدمی را بخدائی گرفتند و اینها دهریه اند و حکمای یونان چون تمام عالم را اجسام دانستند و اجسام را مجرد نیست و محرک ایشان نفوس فلکیه است و نفوس فلکیه معلول عقل اول اند آنرا علة العلل را بخدائی گرفتند سمانیه که حکمای هند اند میگویند که خدای را در انسان کبیر بالمعنی یعنی آدمی میباید جست و اکثر ازینها روح را بخدائی گرفتند دهریه و عیسویه لطیفه حقیقیه را که روح قائم بآن است بخدائی گرفتند و الوهیت و نبوة اثبات کردند عزیر ابن الله و عیسی ابن الله تعالی الله عن ذلک حزب میگویند که این قسم شبهات از مسئله وحدة وجود پیدا شده در میشود عوام را در ورطه کفر و زندقه می اندازد و طلاب را در ورطه تشبیه و تجسیم می افکند بهر تقدیر لفظ وحدة وجود یعنی صوفیه متاخرین در اصطلاح صوفیه متقدمین یافته نمیشود از اصطلاح فلسفیان و منطقیان است منتج تخمید.

قسم چنانچه نوشته خواهد شد بعضی نافی وبعضی مثبت آن پس چرا
اسلوب مختلف فیه فلسفی را که منکر دین است تداخل در اصل اصول
مسئله دین باید نمود وطرف اثبات آنرا با وجود اختلاف طرفداری
باید کرد ودر شرح مولانا علی قاری که بر متن فقه اکبر تصنیف ...
نوشته الجمع بین الشریعة والطریقة والحقیقة ودعوی الوجود و...
وان الموجودات باسرها عین الحق سبحانه قول اهل البدعة و...
المنکرة الضالة وایضا من جامع بین المنقول والمعقول ...
المعقول حرام علیه الترقی فی الدین ...
ودر کتب اکثر صوفیه نوشته من قال انا الحق ... فی ...
... فی ... الا ان یکون جاریا بذلک ...
معرض الحکایة عن الله تعالی فی سکر وغلبة شهود حاله وان ...
مستغرقا بالحق سبحانه حتی لا یکون فیه متسع لغیره ...
الا جلال الله وجماله حتی صار مستغرقا به فصار کانه هو لا انه هو تحقیقا
فیعبر عن هذه الحالة بالاتحاد علی سبیل التجوز ... وهذا ...
النصاری کمن یری شمسا فی مرآة او فی ماء فیظن انه ...
او فی الماء فیمد الیه یده لیاخذه وهو مغرور ودر تفسیرات ...
علما وصوفیه شیخ ابن عربی را از اعتقاد مسئله وجود مطلق منکر اند

بعضی

و بعضی ازین دو فرقه قایل کمال شیخ‌اند چنانچه قدوه مشایخ صوفیه شیخ رکن الدین
علاء الدوله سمنانی قدس الله سره و با شیخ عبدالرزاق کاشی شارح
فصوص الحکم در قول بوحدت وجود مخالفات بسیار است با یکدیگر نامه
نوشته‌اند مکتوب شیخ عبدالرزاق ادام الله تایید توفیق با انوار توحید از
حضرت احدیت بقا با ظاهر و باطن انور مولانا الاعظم شیخ الاسلام
حافظ اوضاع شریعت قدوه ارباب طریقت مقیم سرادقات
جلال مقوم استار جمال علاء الحق والدین غوث الاسلام والمسلمین
متوالی باد و درجات ترقی در اندراج تخلقوا باخلاق الله متعالی باد
بعد از تقدیم مراسم دعا و اخلاص می‌نماید که این درویش هرگز نام حضرت شیخ
بی تعظیم نبرده باشد لیکن چون کتاب عروه مطالعه کرده‌ام و بحث
در آنجا مطابق معتقد خویش نیافتم بعد در راه ایراد قبال میکنند که
شیخ علاء الدوله طریقه محی الدین ابن عربی را در توحید نمی‌پسندد و
و حاکی می‌گفت که از مشایخ هر که دیدم و شنیدم بر یقینی بوده‌اند و گرد
چنین است مبالغه کرد که چیزی نویس گفتم شاید سبب رنجش نماید
اکنون شنیدم که بمجرد نقل این سخن تکفیر میکنند از روی درویشی غریب
نمود مرا هرگز صحبت با ایشان نشده بمجرد خبر تکفیر کردن لایق نیست
چه این نوشتم از تحقیقی است که هر چند بقانون کتاب و سنت بود اعتباری

Marfat.com

بار این معنی در آیه است سنریهم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسهم

من لقاء ربهم الخ و مردم در سه مراتب اند مرتبه نفس و اهلها اینها اهل

و اتباع حواس منکر حق اند که صفات او نشناسند قرآن سخن محمد میدانند

دوم منکر مرتبه قلب است که اهل این آیات حق استدلال کنند و در

آفاق و انفس معرفت صفات و اسماء استدلال افعال آثار صفات

و صفات و اسماء مصادر افعال پس سمع و بصر و کلام حق

آفاق باز یابند در استدلال ایشان غلط محال که عقل ایشان از

اتصال بحضرت واحدیت ببصیرت کرده و صفات ایشان در

حق محو شود آنچه دیگران دانند ایشان ببینند و برخوان

سیوم مرتبه روح بود و اهل این از تجلی صفات گذشته و از

جمع احدیت از خفی نیز در گذشته و اینجا بغیر خلق را آئینه حق و حق

خلق ببینند بالاتر از این استهلاک است در ذات هو الاول و الآخر

والظاهر والباطن الخ فاینما تولوا فثم وجه الله   گر ز خورشید

است از پی ضعف خود نه از پی او است از این احاطت

تعیین او نه تعیین ذات خویش او احدیت او نه احدیت عددی

باشد حس عقل و فهم و وهم او همه متحیر شده هرگز متعین

نشوند هر که را این مرتبه باشد حق تعالی او را

Marfat.com

و از قید عقل بر آید و کشف و شهود در رسد و الا در قید جلال ماند
سخن شیخ که ذکر آن است رضی الله تعالی عنه فی الحقیقة کشف سبحات الجلال
من غیر اشارة اشارت حسی یا عقلی در وقت تجلی ماند یا عین
یقین پیدا شود جمال عین جلال گردد و شهود نقص احتجاب نماید سبحان
من لا یعرفه الا هو و انصاف آنست که هر تحقیقی که در عهده در نفی این معنی
فرموده دلایل آن بر نهج مستقیم برهان نیست و دانشمندان معقول آن را
نمی پسندند و صف حضر شکسته سر که فرموده است از مولانا نظام الدین
هروی پرسیدیم فرمود که این حضر ترکمان است و بیچاره حال خضر زبان
می پرسید چون در اوایل حال ابتدا از بحث قضایا و شرعیات فارغ
شده بود و از آن بحثها و بحث اصول فقه و اصول کلام که هیچ تحقیقی خود
تصور افتاد که بحث معقولات و علم الهی و آنچه بر آن موقوف بود مردم را
معرفت رسانیده باید در تحصیل آن صرف شد و آخر آن بجایی رسید
که بسیار از آن صورت نبندد و احتجاب از آن بسیار پیدا شده و معلوم گشت
که معرفت از طور عقل برتر است حکما از تشبیه بصور و اجرام بر حسب خیالی
یافته از و تشبیه ارواح افتاده اند تا وقتی که صحبت متصوفه را اختیار افتاد
اول بصحبت مولانا عبد الصمد نطنزی رسید از همین معنی توجه یافت که
فصوص و کشف شیخ یوسف همدانی را اصلی نمی بینند تا بصحبت مولانا

شمس الدین کیشی رسیدم این رباعی ازو شنیدم ⁂ هر نقش که بر تخته هستی
پیداست ⁂ آن صورت آنکس است کان نقش آراست ⁂ دریای کهن چو بر
زند موجی نو ⁂ موجش خوانند و حقیقت دریاست ⁂ و میگفت که بعد از چندین ازین
اینمعنی مرا کشف شد همچنین بصحبت مولانا نورالدین عبدالرحمن اسفراینی
و غیره مشایخ رسیدم همه درین متفق بودند و چون شنیدم قبول کردم لکن
آنها قبول نمیتوان کرد تا خود بدین مقام نرسیده بودم و لهذا بر بیابان کرنست
هفت ماه در صحرا در خلوت نشستم و تعلیم ایشان را نهایت کردم تا ازین
مطمئن نشد از راه بزرگی نفس نبودم بسبب قدرت انعمت ربانی آنرا
دیدم و بجهه آنکه بر طریق معقول ثبت ترک اینمعنی که بشنود نمی آید نمیتوان کرد
و نیز سخن شیخ عبدالله انصاری قدس سره همه اینست و شیخ شهاب الدین
سهروردی جنید موضع با این تصریح کرده چنانکه در شرح سخن امام جعفر صادق
سلام الله علیه انی اکرر آیة حتی اسمع من قائلها فرموده که او زبان خود
معنی چون شجره موسی یافت و در قرآن مجید و هو الذی فی السماء اله
و فی الارض اله چگونه صادق نبودی و حدیث لو دلا احدکم بحبل لهبط علی الله
کی راست آید و نحن اقرب الیه من حبل الورید کی درست شدی آخر
درین معنی نظر باید کرد که اگر بعض قرآن ثالث ثلثه کفرست لیکن رابع ثلثه
صرف بیان هست کقوله تعالی ما یکون من نجوی ثلثة الا هو رابعهم

از آنز

Marfat.com

اگر ثالث ثلثه بودی متعین بودی و یکی از ایشان اما رابع ثلثه است که بوجود
حقانی خویش که بحکم ولا ادنی من ذلک ولا اکثر الا هو معهم اینما کانوا ثانی واحد و ثالث
اثنین و رابع ثلثه و خامس اربعه و سادس خمسه است یعنی محقق حقایق این اعداد
باهمه بی مقارنت و غیر همه بی مزایلت است چنانچه امیرالمومنین علی کرم الله وجهه
فرموده هو مع کل شئ لا بمقارنة و غیر کل شئ لا بمزایلة و این ضعیف را مدت
که صحبت با خواجه جهان عزت الانصار دولة رسیده است هرچند بعضی طعن میزدند
بدین سبب بود که در استعداد او معنی بیکانه در نهاد بعضی و لوم استنباط نسبت
و اعتقاد کلی بران داشت که او بسخنان مخالفان از حق بر نگردد و دعا گوی
نیز اگر ایشان تا یافتی دقول چندین بزرگ موافق ندیدی این بیان را مغز
نکردی حق تعالی همگنان را هدایت سوی جمال خویش کرامت کناد وانا او ایاکم
لعلی هدی او فی ضلال مبین   شیخ رکن الدین علاء الدوله قدس الله
سره از همه بزرگان دین و روندگان راه یقین باتفاق گفته اند از معرفت
حق برخوردار می کسی باید که طیب لقمه و صدق لهجه شعار او باشد چون این
مفقود است ازین طامات و ترهات چه مقصود فاما آنچه از شیخ نور الدین
عبد الرحمن اسفراینی قدس الله روحه روایت کرده است مدت سی و دو سال
شرف صحبتش یافته ام هرگز این معنی بر زبان او نرفت بلکه پیوسته از مطالعه الفصوص
ابن عربی منع فرموده تا حدی که چون شنید که مولانا نورالدین حکیم و مولانا بدر الدین
رحمهم الله تعالی فصوص چه بعضی طلبه درس میگویند بسبب آنجا رفت و آن نسخه
از دست ایشان بازستاند و بعد رید و منع کلی کرد   آنچه الفرزند اعظم صاحب قران

اعظم ایده الله بجنید التوفیق واقر عینه وامده بنور التحقیق مراسلت کرده بر زبان

مبارکش رفت که من ازین اعتقاد و معارف بیزارم در وقت

خوش شود بر وقت اشارت کتاب فتوحات مطالعه میکردم بدین تسبیح رسیدم

که گفته است سبحان من اظهر الاشیاء وهو عینها نوشتم ان الله لا یستحیی

من الحق ایها الشیخ لو سمعت من احد انه یقول فضلة الشیخ عین

وجود الشیخ لا تسامحه البتة بل تغضب علیه فکیف یسوغ لعاقل

ان ینسب الی الله هذا الهذیان تب الی الله توبة نصوحا لتنجو

من هذه الورطة الوعرة التی یستنکف منها الدهریون والطبیعیون

والیونانیون والشمنیون اما آنچه نوشته بود که در [illegible]

راست باش یا مباش [illegible] المعارف التی هی تطابق الواقع

عقد مستقیما ونقلا محکما بحیث لا یمکن للنفس تکذیبها وللشیطان ان یزیلها

تطمئن القلوب علی وجوب وجود الحق ووحدانیته وتنزاهته ومن لم

یؤمن بوجوب وجوده فهو کافر حقیقی ومن لم یؤمن بوحدانیته فهو مشرک

حقیقی ومن لم یؤمن بتنزاهته من جمیع ما یختص به الممکن فهو ظالم [illegible]

الیه ما لا یلیق بکمال قدسه والظلم وضع الشیء فی غیر موضعه وقد قال

الله تعالی الا لعنة الله علی الظالمین سبحانه عما یصفه به [illegible]

نظر بر ربایی که [illegible] افتاد [illegible] آنچه را مقام [illegible]

Marfat.com

و بیان منهج کشته از آنست که روزی جنید را دلیل ابن خفیف در آن مقام
افتاد و خوش آمد چون از آن مقام بگذشت و از وسط و بدایة مقام مکاشفه در آمد
و بنهایت آن رسید غلط هر دو مقام اول و اوسط اظهر من الشمس گشت و در
قطب انتها مقام مکاشفه یقینی پیدا شد که شک را در آن مدخل نیست
میفهمم که اوقات شما بطاعات مرتضیه است و عمر آخر رسید
دریغ باشد در بدایة مقام مکاشفه بطریقی که کودکان را ابو یزید جنید اندر
تا مکتب رود و مجازیه چند که چون خرف باشد باز مانند و اگر آیات
محکمات چه آیات متشابهات تاویل کنند چنانچه آیه محکم قل انما انا بشر
مثلکم الآیه و اخواتها را تاویل کنند و آیه و ما رمیت اذ رمیت و لکن الله رمی
مقصد سازند و ندانند که جهه تفهیم خلق تا خصوصیت رسول علیه السلام معلوم شود
فرموده است چنانکه پادشاه هر مفرزی را مملکتی میفرستند گوید که دست او دست
منست و زبان او زبان من و شیخ نیز چون مریدی را برای ارشاد در
فرستد در اجازت او همی می نویسد که دست او دست من است نه بیش از آنکه
از آیه الا لعنة الله علی الظالمین غافل شدن و از آیه ان الشیطان لکم
فاتخذوه عدوا و امثالها اعراض کردن و تمسک با آیه هو الاول و الآخر
و الظاهر و الباطن کردن و ندانستند که مراد آنست هو الاول الازلی
ینتهی الیه سلسلة الاحتیاج فی الوجود فضلا عن شیء و الآخر هو المولی
الابدی بانه الیه یرجع الامر کله و هو الظاهر فی آثاره الظاهره بسبب

Marfat.com

افعاله الصادرة عن صفاته الثانية لذاته وهو الباطن في ذاته لا تدركه

الابصار وهو لا يدرك في ذاته الافهام وقال النبي صلى الله عليه وآله وسلم

كلنا سن في ذات الله حمقا اي في معرفة كنهه تفكروا في آلاء الله

ولا تفكروا في ذات الله ايم بر سر سخن چون در وسط مقام

مكاشفه مثل آن معرفت که در رباعي گذشت حاصل آيد و آن آن بود

که حق در صورت دريائي در نظر آيد بصفت مواجي ومشتبي وما

متصف است و دوائر چون مخلوقات بعضي وسيع وبعضي ضيق

تنعم آنکه مظهر لطف است بوسعت وآنکه مظهر قهر است از ضيق

بصفت متشبي بعضي را اثبات مي بيند وبصفت ما حيتي بعضي را محو مي

باز بصفت مواجي دوائر را تجديد مي بيند چون در نهايت مقام

مكاشفه حاصل شد بار حق اليقين در نديد شكوفها بر بداية ووسط

ريزانيد وثمره حق اليقين از عين اليقين بيرون آيد علم بود

که اعتقاد جازم مطابق واقع است نسبت بشريعت دارد وعلم

اليقين به بداية مكاشفه وعين اليقين بوسط مقام مكاشفه و

حق اليقين به نهايت مقام مكاشفه وحقيقت حق اليقين که عبارت

از يقين بود راست لقوله تعالى واعبد ربك حتى ياتيك اليقين

بقطب درجات مقام مكاشفه تعلق دارد بهر که بدينجا رسد هرچه

که بيند من جميع الوجوه مطابق واقع باشد واينجه نموده که اکثر

مقامات

مقامات در منازل السائرین توحید است نه همچنان است بلکه در
هشتادم مقام افتاده است آخر مقامات النهایة العبودیة و هو عود العبد الی
بدایة حاله من حیث الولایة المفتوح واولها دائر مع الحق و نیبون تجلیا
تمکنا از جنید پرسیدند که ما نهایة هذا الامر قال الرجوع الی البدایة   در بدایة
و وسط مقام توحید خاصه در حال سماع مانند این رباعیها بسیار بقول آن
داده باشم و دران وقت بدینها بانده یکی اینست   این من نه منم
اگر منی هست توئی ور در بر من پیراهنی هست توئی   در راه غمت نه تن
بمن ماند نه جان ور زانکه مرا جان و تنی هست توئی   و در آن مقام حلول کفر
ی بود و اتحاد توحید گفته بودم انا من اهوی و من اهوی انا لیس فی المراة
شیء غیرنا قد سهی المنشد اذ انشده نحن روحان حللنا بدنا اثبت الشرک
شرکا واضحا کل من فرق فرقا بیننا   لا انادیه ولا اذکره ان ذکری
والندائی یا انا   بعد چون نهایت مقام شکستند این همه غلط محض بود
الرجوع الی الحق خیر من التمادی فی الباطل برخواندم   تو نیز اقتدا بمن
کن و چون نظر بر قول خدا تعالی افتاد ولا تضربوا لله الامثال الآیة
بکلی محو شد مثالها کردم والسلام   در نفحات در احوال شیخ ابن عربی
نوشته که بعضی از اهل عصر سخنان بهر دو شیخ مذکور را تتبع بسیار کرده بوده
اعتقاد و اخلاص تمام داشت در بعضی از رسائل خود نوشته است که در حقیقت
توحید میان ایشان خلاف نیست تخطیه و تکفیر شیخ علاء الدوله مر شیخ ابن عربی
را راجع بالفعل است که وی از کلام ابن عربی مراد ابن عربی فهم نکرده بلکه

Marfat.com

وجود را سه اعتبار است یکی بشرط شئ که وجود مقید است دوم بشرط لا شئ
که وجود عام است وسیوم لا بشرط شئ که وجود مطلق است که مراد ابن شیخ
عربی است که هیچ یک از تقیید و عموم مشروط نباشد و قیود نیز نه خود ذاته و تعینا
شرط ظهور وی باشد در مراتب نه شرط وجود او نیز خود ذاته و شیخ علاء الدوله
آنرا بر وجود عام حمل کرده و در نفی و انکار آن مبالغه نموده میگوید
عجب است ازین قائل چون شیخ علاء الدوله بعلم ظاهر و باطن بوجه اتم آراسته
بود چنانچه در احوال او ملا جامی هم نوشته درین صورت چگونه حمل بر عجز
او از معنی وجود مطلق و نه فهمیدن مراد ابن عربی باید کرد اگر ابن عربی تمام
کتاب فصوص را مملو باین نمیکرد که سوای عالم وجود باری تعالی در نشاتین
معلوم و مشهود کس نیست و غیر از عالم عدم محض است که تکرار آن باعث
تضییع اوقات است باری ظن قول وجود مطلق لا بشرط شئ با ابن عربی
صادق می آمد مع هذا قائل مذکور وجود مطلق را لا بشرط شئ گفته و شئ را
شرط ظهور وجود گفته و حال آنکه از کلام ابن عربی خلاف این معلوم میشود
چنانچه در فص آدم علیه السلام می نویسد التجلی مع الذات لا یکون ابدا الا بصورة
استعداد المتجلی له غیر ذلک لا یکون فما رای الحق ولا یمکن ان یراه واذا وقفت
هذا وقفت الغایة التی لیس فوقها غایة فی حق المخلوق فلا تطمع ولا تتعب نفسک
فی ان ترقی اعلی من هذا الدرج فما هو ثم اصلا وما بعده الا العدم المحض انتهی
لازم آمد که سوای عالم ذات باری تعالی موجود نیست بلکه سوای عالم عدم محض است
و نیز در فص [illegible] علیه السلام نوشته و هو الباطن عن کل فهم الا عن فهم [illegible]

قال

Marfat.com

قال ان العالم صورته وهويته ازین لازم آید که سوای عالم هویت که عبارت
از ذات حق است نباشد. ایضاً قال والمنزه اما جاهل واما صاحب سوء ادب
فالکثرة للوحدة کالاعضاء فی الصورة الجسمیة فما عبد غیر الله فی کل
معبود فلولا هذا التمثیل ما عبد الحجر لازم آمد هر گاه که از صورت اعضا جدا کنند
صورت نباشد همچنان اگر از ذات باری تعالی که وحدت
عبارت از واست کثرة جدا کنند ذات نباشد و ایضاً قال ان الحق المنزه
هو الخلق المشبه لازم آمد اگر مشبه نباشد حق منزه نباشد و در فص
علیه السلام می نویسد ان الذات لو تعرت عن هذه النسب لم تکن الها
لازم آمد اگر نسبت نباشد اله نباشد در فص " می نویسد ان هویته
هو عین الجوارح التی هی عین العبد فالعبد حق مشهود فی الخلق متوهم
فهو ان الکبیر فلا عین للآله والرب الا بالعالم وجودا وتقدیرا فاذا ثبت
ان التخلق باسمائه الاول والاخر والظاهر والباطن و در فص علیه السلام می نویسد
ظهر وجوده تعالی بظهور العالم کما ظهر الانسان بوجود الصورة الطبیعة ...
در فص علیه الصلوة والسلام می نویسد لا یشهد الحق مجردا عن المواد ابدا
بل شهوده بلا ماده ممتنع چون شهود تابع وجود است ازین لازم
که بی ماده شهود وجود ممتنع باشد میگوید که ازین
کلمات معلوم میشود که عالم شرط ظهور وجود نباشد بلکه شرط

وجود فی حد ذاته بود خصوصا قوله فلا عین للالٰه والرب الا بما لم وجود [illegible]

ولقد بر اکما مراد ازین قیاسها لازم می آید یکی آنکه اگر عالم موجود وجود باشد [illegible]

را حادث باید گفت و ازین هر دو محال است مع هذا اشتراک معنوی وجود [illegible]

بطریق کلی مسلک اهل فلسفیان است و قول بعضی اشاعره [illegible]

است و مذهب اکثر اشاعره و جمیع ماتریدیه و صوفیه قدیم [illegible]

صوفیه قدیم وجود عالم موهوم ظلی است مرتسم مستمر و مستقر به تقدیر [illegible]

الله تعالی الم تر الی ربک کیف مد الظل ولو شاء لجعله ساکنا [illegible]

آثار صفات است و معنی از وظل واحد است و چون در وجود [illegible]

اول آنکه نفس ماهیته است در واجب و ممکن دوم آنکه زاید در هر دو [illegible]

آنکه نفس ماهیت است در واجب زاید است در ممکن پس [illegible]

فیه بنا و مذهب خود باید کرد میفرماید شیخ ابو البرکات [illegible]

حال با یقام بخدا تعالی دارد و مجوز تشبیه یا تحدید یا تمثیل بود پس [illegible]

کو است و ذات و صفات حق سبحانه و تعالی منزه است از جمله [illegible]

معتمد از فته است بر تجویز اوصاف محدث بر قدیم و هر کرا باشد [illegible]

و میل دارد بسوی تشبیه و تحدید برد تا که سلب کرده بشود از این جمله [illegible]

بحرام می افتد در الهیات الاول فی اثبات الصانع

وفیه مسالک خمسة الاول للمتکلمین قد علمت ان العالم اما جواهر او اعراض

وقد یستدل علی اثبات الصانع بکل واحد منها اما بامکانه او بحدوثه بناء

علی ان علة الحاجة عندهم اما الحدوث وحده او الامکان مع الحدوث [illegible]

Marfat.com

او شرط افتقاره وجود او تفنية الاول الاستدلال بحدوث الجواهر قبل نبيه ابراهيم
الخليل صلوات الرحمن عليه حيث قال لا احب الافلين وهو العالم الجواهري
اي المتحيز بالذات حادث كما مر وكل حادث فله محدث فانه بديهي
بر بديهة العقل فان من راي بناء رفيعا حاز لك جزم بان له بانيا
وذهب اكثر مشايخ المعتزلة الي هذه المقدمة استدلالية واستدلوا
عليها تارة بان افعالنا محدثة وحاجتها الي الفاعل لحدوثها فكذا
الجواهر المحدثة لان علة الاحتياج مشتركة واخري بان الحادث متصف
بالوجود بعد العدم فهو قابل لهما فيكون ممكنا وكل ممكن محتاج في ترجح وجوده
علي عدمه الي مؤثر كما سلف في الامور العامة الثاني الاستدلال با
مكان العالم الجواهري ممكن لانه مركب من الجواهر الفردة ان كان جسما
وكثير ان كان جسما او جواهر افرادا والواجب لا تركيب فيه ولا تكثر
بل واحد حقيقي وكل ممكن فله علة مؤثرة الثالث الاستدلال بحدوث الاعراض
اما في الانفس مثل ما نشاهد من انقلاب النطفة علقة ثم مضغة ثم لحما ودما الي غير ذلك
الاحوال الطارية علي النطفة من مؤثر صانع حكيم لان حدوث هذه الاحوال من غير فاعل
محال وكذا صدورها من مؤثر لا شعور له لانها افعال عجز العقلاء عن ادراك المواعد
فيها واما في الافاق كما نشاهد من احوال الافلاك والعناصر والحيوان والنبات
والمعادن والاستقصاء مذكور في الكتاب المجيد ومشروح في التفاسير الرابع
الاستدلال بامكان الاعراض مقيدة الي محالها كما استدل به موسي ع حيث
قال ربنا الذي اعطي كل شيء خلقه ثم هدي اي اعطاه الخاصة وشكله المعين المطابق

للحكماء والمتفقة المفرطة وهو ان الاجسام متماثلة [illegible]

الجواهر المتجانسة على ما عرفت فاختصاص كل [illegible]

حادثة فالتخصيص من مخصص ثم لابد ان ينتهي [illegible] نقول [illegible]

انتهى فان واجب الوجود فهو المطلوب والا كان ممكنا [illegible]

فيه فيلزم اما الدور او التسلسل واما الانتهاء الى مؤثر واجب [illegible]

والاول بقسميه باطل لما مر في بحث العلة والمعلول من [illegible]

الثاني وهو المطلوب ولا يذهب عليك ان ما ذكره [illegible]

الى اعتبار الامكان وحده والاستدلال به [illegible]

باحوال خصوصيات الآثار على وجود المؤثر فقالوا ان الاجسام [illegible]

وكذا الاعراض فلا بد لها من صانع ولا يكون [illegible] والاحتياج [illegible]

فيلزم الدور او التسلسل او الانتهاء الى القديم والاولان باطلان [illegible]

هو المطلوب للحكماء وهو ان في الواقع موجودا [illegible]

عن خصوصيات الموجودات واحوالها [illegible] يشهد بها [illegible]

كان ذلك الموجود واجبا فذاك هو المطلوب وان كان ممكنا [illegible]

ولا بد من الانتهاء الى الواجب والا لزم الدور او التسلسل [illegible]

طرح لمؤنات كثيرة كانت في المسالك الاول من بيان حدوث [illegible]

امكانه وما يتوجه عليه من الاسولة والجواب منها فانها سقطت ههنا [illegible]

ببعض المتأخرين يعني صاحب التلويحات وهو انه [illegible]

في وجود ممكن كالمركبات فان استند الى الواجب ابتداء او انتهاء [illegible]

وان [illegible]

Marfat.com

وان تسلسل الممكنات قلنا جميع الممكنات المتسلسلة الى غير النهاية

من حيث هو جميع ممكن لاحتياجه الى اجزائه التي هي غيره فلا بد له من مؤثر

تترجح وجوده على عدمه لما عرفت من الامكان فمؤثره لا يكون

نفس ذلك المجموع اذ العلة مقدمة على المعلول وممتنع تقدم الشيء

على نفسه ولا جميع اجزائه لانه عينه ولا يكون ايضا جزؤه اي بعض

اجزائه اذ علة الكل علة لكل جزء وذلك لان كل جزء ممكن

فلو لم يكن علة المجموع علة كل واحد من الاجزاء لكان البعض

معلولا لعلة اخرى فلا يكون ذلك الاول علة للمجموع بل لبعضه فقط وحينئذ

فيلزم ان يكون الجزء الذي هو علة المجموع علة لنفسه

علة المجموع لنفسه وبطلانه اذا فرض فاذا هو امر خارج عنه والخارج عنه

واجب لذاته وهو المطلوب ولا بد ان ينتهي اليه شيء من تلك الممكنات ابتداء

فتنتهي اليه السلسلة واعترض عليه بعدم الاول المجموع يشعر بالتناهي لان

ما لا يتناهي ليس له كل ومجموع والجملة بل ذلك انما يتصور في المتناهي

وتناهي الممكنات يتوقف على ثبوت الواجب فاثباته اي اثبات الواجب

بما تدل على تناهي الممكنات مصادرة على المطلوب ان الجواب

منها وذلك متصور في غير المتناهي اذ يكفيه ملاحظة واحدة اجمالية شاملة

لجميع احاده انما الممتنع ان يتصور كل واحد مما لا يتناهي مفصلا والثاني

على المجموع بهذا الاعتبار الثاني ان اردت بالجميع كل واحد من احاد السلسلة

فعلته ممكن اخر متسلسلا الى غير النهاية بان يكون كل واحد منها علة لما بعده ولا

Marfat.com

لما قيل من غير ان ينتهي الى حد تقف عنده وان اردت به الكل بالمعنى فلا
نسلم انه موجود اذ ليس ثمه هيئة اجتماعية لا بحسب الاعتبار وما هو كذلك
لا يكون موجودا خارجيا اما تريد بالمجموع الكل من حيث هو كل ولا ادعي
الى اعتبار الهيئة الاجتماعية اذ الكل ههنا عين الآحاد وما في مجموعها
ولا شك في الكل بهذا المعنى موجود منها الثالث ان اردت بالعلة
العلة التامة فلم لا يجوز ان يكون نفسه قولك العلة متقدمة قلنا
ذالك في العلة التامة فانها مجموع امور كل واحد منها متقدم ذاتا
كل واحد من تلك الامور متقدم على المعلول ولا يلزم من تقدم كل
واحد تقدم الكل كما ان كل واحد من الاجزاء متقدم على الماهية ومجموعها
ليس متقدما بل هو نفس الماهية وان اردت بها اي بالعلة الفاعل
واحده فلم لا يجوز ان يكون جزءه قولك لان علة الكل جزء فيكون
علة لنفسه ولعلله قلنا ذالك ممنوع ولم لا يجوز تحصيل بعض الاجزاء
بالعلة ولعلة اخرى ان المراد بالعلة هو الفاعل المستقل
بالفاعلية وهو في مجموع كل جزء فيه ممكن فلا بد ان يكون فاعل الكل جزء من
الاجزاء على معنى انه لا تستند شي منها بالمعلولة الا اليه او الى ما صدر عنه
والا وقع لبعض اجزائه لفاعل آخر لم يصدر عنه فاذا قطع النظر عنه اي عن
الآخر لم يحصل الماهية المعلولة التي هي المجموع فلم يكن ذالك الفاعل فاعلا
مستقلا بالمعنى المذكور وهو خلاف المقدر هذا الذي ذكرتم منقوض
بالمركب من الواجب والممكن فان مجموعها من حيث هو مجموع لا شك انه

لكن

ممكن لاحتياجه الى جزء الذي هو جزء مع ان فاعله ليس فاعلا لشيء من اجزائه وايضا لو كان فاعل بالاستقلال فاعل الكل جزء منه كذلك يلزم في مركب في اجزائه ترتب زماني كالسرير مثلا اما تقدم المعلول لعلته او تخلف المعلول عن علته المستقلة ابقاءا او عند وجود جزء المتقدم كالخشب ان وجد العلة المستقلة للكل لزم الامر الثاني وان لم يوجد لزم الامر الاول وكلاهما محال الجواب عن الاول وهو النقض اذ فيه اي الكل مما كل جزء منه ممكنا كما مر اتفاقا بمنع النقض نحن نمنع كون الفاعل فاعلا لكل جزء منه ويستنده بالمركب من الواجب والممكن فلا بد لكم اخراجه بتقييد الامكان هذا المنع مندفع بما حررنا من الدليل على ان الفاعل المستقل بالكل يجب ان يكون فاعلا لكل جزء منه اذا كانت احاده بازيا ممكنة وعن الثانية التخلف وهو المعارضة ان التخلف عن العلة الغائية المستقلة بالمعنى الذي صورناه لا يمتنع انما الممتنع هو التخلف عن العلة التامة المستجمعة لجميع ما يتوقف عليه التاثير اعني العلة التامة على انا نقول كيف يجب علينا ما ذكرتم والمراد بقولنا علة الكل يجب ان تكون خارجة عن علة الكل في ذلك الذي ذكرنا من المراد بتم مقصودنا وهو ان علة المجموع المركب من الممكنات كلها لا يجوز ان يكون جزءه اذ يلزم حينئذ ان لا يكون علة ذلك الجزء خارجة عنه فهي اما نفسه وهو محال او ما هو داخل فيه فينتقل الكلام اليه حتى ينتهي الى ما يكون علة لنفسه وعلى تقدير التسلسل يقول كل جزء فرض عليه في تلك العلة فان علته اولى منه بان يكون علة لها فيلزم الترجيح بلا مرجح هذا خلف ولك ان تمسك في

Marfat.com

ابطال علية الجزء بهذا الابتداء ولا يلزم ما ذكرتم من احد الامرين اذ قد يكون
علة لكل واحد من الاجزاء جزء علة الكل فعند وجود الجزء المتقدم يوجد
وعند وجود الجزء المتاخر يوجد علة الثانية يكون مجموع ما بين العلتين
للكل ولا محذور فيه نعم لو كان العلة المستقلة عين العلة المستقلة
من اجزائه لزم ما ذكرتموه وهو ممنوع لاستغناء
الموجودات او كانت باسرها ممكنة اي لم يوجد الواجب لانحصار
في الممكن ولو انحصرت فيه الاحتياج للكل اي المجموع بحيث لا ينفرد عنه شيء
من اجزائه الممكنة الى موجد لكونه ممكنا مركبا من الممكنات مستقلا
بان لا يستند وجود شيئا من اجزائه الا اليه والى ما هو صادر عنه فيكون
الموجد لكل واحد منها اما ابتداء او بواسطة ففيه يكون ارتفاع الكل مرة
اي بالكلية وذلك بان لا يوجد الكل ولا واحد من اجزائه اصلا ممتنع
بالنظر الى وجوده اي وجود ذلك الموجد المستقل لامتناع اتحاد العدم للعلة
موجبا للوجود لما عرفت من ان الممكن ما لم يجب وجوده من علة لم يوجد
فيلزم من ذلك امتناع عدمه من اصلها بحيث لا يتطرق اليه العدم
يوجد من الوجود ولا شك ان عدم المجموع يكون على انحاء شتى فانه
يحصل بعدم هذا الجزء وبعدم جزء آخر وهكذا فاذا لو يوجد المستقل بالكل
بحيث يمتنع جميع هذه العدمات المنسوبة الى اجزائه الشيء الذي اذا فرض
عدم يمتنع للاجزاء اي لواحد منها اي واحد منها كان ذلك العدم ممتنع نظرا
الى وجوده يكون خارجا عن المجموع لانه ولا داخلا فيه لان عدم شيء منها

Marfat.com

بل هو مقتضيا نظرا الى ذاته والا كان واجبا وجوده في حد ذاته فاذا

موجود في الخارج غير جميع الممكنات واجبا وجوده في حد ذاته

اذا موجود في الخارج سوى الممكن والواجب فهو المطلوب

تنبيه الواجب على تقدير انحصار الموجودات في الممكن غاية لازما

على تقدير نقيض المطلوب لا مطلوبا كانه قيل ان لم يكن الواجب

موجودا لزم انحصار الموجودات في الممكنات ويلزم من وجوده لا

عدمه يكون محالا فيبطل نقيض المطلوب فيظهر حقيقته

نعم لكن المنفى اللازم قد يكون عين المطلوب ولذلك يقال انه

خلف ومع ذلك هو مطلوب وهذا المسلك غير محتاج الى ابطال الدور

والتسلسل مستخرج من ملاحظة حال عدم المعلول بالقياس الى علته كما ان

المسلك السابق لوحظ فيه وجوده مقيسا اليها وهو قريب مما قبله

لو لم يوجد واجب لذاته لم يوجد واجب لغيره اي ممكن وحينئذ فيلزم ان

لا يوجد موجود اصلا ضرورة انحصار الموجود في الواجب والممكن اما الاول

وهو انه اذا لم يوجد واجب لم يوجد ممكن فلان الواجب اذا لم يوجد كانت

الموجودات باسرها ممكنة ولا شك ان ارتفاع الجميع المركب من الممكنات

فقط مرة اي بالكلية لا يكون على ذلك التقدير ممتنعا لا بالذات وهو ظاهر لان

احاده منها ممكنة ولا بالغير لما اردت ان الغير الذي يمتنع به رفع الجميع بالمرة

لا بد ان يكون موجودا خارجا عنه واجبا لذاته والمفروض عدمه واما الثاني

وهو انه اذا لم يوجد واجبا لذاته ولا لغيره لم يوجد موجود اصلا فلانهما لم يجب ابا

بالذات واما بالغير لا يوجد كما تقدم من ان الموجود اما واجب
مسبوق وجوده بوجوبه الذاتي واما ممكن مسبوق وجوده بوجوبه من
علته وهذا المسلك كالرابع في الاستغناء عن حديث الدور
التسلسل وقريب مكشوف لا ستر فيه ما اشار اليه
بعض الفضلاء وتحريره ان الممكن لا يستقل بنفسه في وجوده وهو ظاهر
ولا في ايجاده لغيره لان مرتبة الايجاد بعد مرتبة الوجود فان الشيء
ما لم يوجد لم يوجد فلو انحصر الموجود في الممكن لزم ان لا يوجد شيء اصلا
لان الممكن وان كان متعددا لا يستقل بوجوده ولا ايجاده واذا لا وجود
ولا ايجاد فلا موجود لا بذاته ولا بغيره وهذا المسلك اخصر المسالك
واظهرها وقد ذكرهنا اي في مقام اثبات الصانع شبهات كثيرة اوردها
الامام الرازي في كتبه واجاب عنها لكن حاصلها عائدا الى امر واحد وهو
ان يوجد في مسألة مذهبان متقابلان فيردد بينهما ترديدا مانعا من
الخلو ثم يبطل كل واحد منهما بدليل آخر لبقي قدسا المشترك وحلها انما
هو القدح في دليل طرف الضعيف من المذهبين اولى ولما ان يقع
ولا استبعاد في امكان القدح في دليلهما معا اذ قد يكون دليل الطرفين
ضعيف ولا يلزم من بطلان دليلهما بطلانهما حتى يلزم ارتفاع النقيضين
وذلك لان الدليل ملزوم للمدلول وانتفاء الملزوم لا يستلزم انتفاء
لازمه ولنذكر منها من تلك الشبه مع اجوبتها عدة لتطلع بها على احوال
نظائرها الاولى لو كان الواجب موجودا لكان وجوده اما نفس ماهيته

Marfat.com

او زائدة عليها اذ لا محال لكونه جزءا منها والاول باطل لان الوجود مشترك

كما مر والماهية غير مشترك والثاني باطل والا لكان وجوده معلولا لماهيته

لامتناع كونه معلولا لغيرها ويتقدم ماهيته عليه اي على وجوده بالوجود وهو

محال كما سلف والجواب وجوده نفسه ونمنع الاشتراك في الوجود الذي

هو عينه بل المشترك هو الوجود يعني الكون في الاعيان اعني مفهوم الوجود

العارض للموجودات في الخاصة واما ما صدق عليه الوجود فلا اشتراك فيه

وذلك كما لماهيته المتشخص ووجوده غيره اي زائد عليه معلول لماهيته

وتقدم الماهية عليه بالجنس بالوجود كما تقدم الثانية من تلك الشبه لو كان الواجب

موجودا لكان اما مختارا او موجبا والاول باطل لان العالم قديم مر دليله والقديم

لا يستند الى المختار والثاني باطل والا لزم قدم الحادث اليومي او التسلسل

كلاهما محالان والجواب انا لا نسلم ان العالم قديم وقدمر ضعف دليله الثالثة

منها لو كان الواجب موجودا لكان عالما اما بالجزئيات او لا والاول باطل

والا لزم التغير فيه اي في ذات الواجب تعالى لتغير المعلوم اعني من حال الى حال

فان زيدا مثلا يتصف تارة بالقيام واخرى بعدمه والعلم لا بد فيه ان يطابق

معلومه فيتغير ايضا بحسبه فلا يكون الواجب على هذا التقدير واجبا بل حادثا

لان محل الحوادث حادث والثاني باطل لانا نعلم بالبديهة لان هذه الافعال

المتقنة المشاهدة في الجزئيات لا يستند الى عديم العلم والجواب مختار انه عالم

بالجزئيات والتغير اللازم في العالم انما هو في الاضافات في الذات اي لا في

صفاته الحقيقية فان علمه تعالى صفة واحدة حقيقية قائمة بذاته ومتعلقة بالمعلومات

Marfat.com

كلها فاذا تغيرت لم تتغير تلك الحقيقة بل تغيرت ... تها ...

فيكون تغيرا في امور اعتبارية لا في صفات ...

كما سيأتي ولنقتصر على هذا القدر فان هذا منشأ ...

وعد ذلك التطويل تغيرا في العلوم وتوسعا في ...

بعد الاهتداء بها بهناك لمن اعتنا بقلة ...

جميع بعيد ... لما ثبت ان ...

وجوده ممتنع عدمه فقد ثبت انه ازلي الابدي ...

براسها ... الامام الرازي في الاربعين كلاما محصله انه ...

الموجودات الى واجب الوجود لذاتها والعدم على الواجب ممتنع ...

ازليا ابديا فلا حاجة الى جعله مسئلة على حدة لكن المتكلمين ...

الطريقة بل اثبتوا ان هذه الممكنات المحسوسة محتاجة الى موجود ...

في ذلك وجوه آخر قالوا احتلالو لم يكن ازليا لكان محدثا محتاجا الى

آخر وتسلسل ولو لم يكن باقيا لما لكان عدمه بعد وجوده اما لذاته ...

واما لفاعل وهو ايضا محال لان العدم نفي محض فيمتنع كونه بالفاعل واما ...

ضده وانه مستحيل لان القديم اقوى فاندفاع الضدية اولى من عدمه ...

واما بزوال شرط وهو ممتنع لان المحدث لا يكون شرطا للقديم وان فرض

شرط قديم فقلنا الكلام اليه لزم التسلسل لما بطل الاقسام كلها امتنع ...

على الصانع والمصرح باول كلامه اما اشار الى آخره يقول والمتكلمون اثبتوا

بوجه آخر عليه اي على كون الصانع ازليا ابديا قيل اثبات ذلك في قبل اثبات

Marfat.com

كونه واجبا وعنه اي عن الاحتياج فكان الوجود [illegible]

كونه واجبا غنيا ولا تعلق به الكتاب [illegible]

[illegible]

اليه [illegible] في انه ذاته مخالفة لسائر الذوات [illegible]

الاحوال فالمراد المخالفة بنفسه [illegible]

الشيخ الاشعري وابي الحسين البصري فانهما قالا [illegible]

من الموجودات انما هي بالذات وليس [illegible]

الاسماء والاحكام دون الحقيقة المعقولة [illegible]

في تمام الماهية والنقد الذي هو مثل الشيء [illegible]

قدماء المتكلمين ذاته تعالى لسائر الذوات [illegible]

عن سائر الذوات باحوال اربعة الوجوب [illegible]

التامة اي الواجبية والحيية والعالمية والقادرية [illegible]

عند ابي هاشم فانه يمتاز عما عداه من الذوات [illegible]

الاربعة شبيهها بالاحوال فالمراد [illegible]

المماثلة المنفية هنا هي المشاركة في اخص صفات النفس [illegible]

والحقيقة فان قيل انه ذكر في الموقف [illegible]

لماذ المحصل والاربعين اجيب بان [illegible]

الموجودات كلها فلا يتصور كونه مميزا فالمراد بالوجودية المميزة [illegible]

المعتبرة بالواجبية فيرجع التميز بالحقيقة الى القيد فيندفع المنافاة [illegible]

كلامين لثانية اثبات وجود الحق انه تعالى لو شارك غيره في الذات [illegible]

Marfat.com

ضرورة الاثنينية فان الشائبة تمام الماهية لا يمكن [illegible]

حتى تمتاز به بهويتها دمعه دار انشاء به الاشتراك [illegible]

التركيب هويته كل منهما وهويتها في الوجوب الذاتي كما تقدم [illegible]

مشترك بين الواجب وغيره بما مر في اشتراك الوجود [illegible]

ان الذات ينقسم للواجب والممكن مورد القسمة مشترك بين [illegible]

نحم به اي بالذات مع تردد في الخصوصيات من الواجب والممكن [illegible]

على قياس ما مر في الوجود ايضا فقولنا المعلوم اما ذاتا او [illegible]

من الذات شيء واحد لم يكن كذلك والجواب ان اشتراك مفهوم [illegible]

ان يعلم ونجز حينئذ انما يقوم بنفسه وانه اي مفهوم الذات على الوجه [illegible]

المخصوصة المخالفة الحقائق على ان مال قولهم الى ان الاشياء [illegible]

الماهية مع اختلاف في اللوازم وهو غير معقول وما قولنا الا عكس [illegible]

وهذا الغلط منشأ عدم الفرق بين مفهوم الموضوع الذي يسمى [illegible]

وبين ما صدق عليه هذا المفهوم اعني الذي يسمى ذات الموضوع [illegible]

وغير هذا الفرق ان العنوان قد يكون عين حقيقة الذات وقد يكون [illegible]

وقد يكون عارضا لها فمن اين ثبت التماثل الاتحاد في الحقيقة بمجرد [illegible]

العنوان وهذه المغالطة اعني اشتباه العارض بالمعروض منشأ لكثير من [illegible]

مواضع عديدة واذا ثبت لدى لهذه المقدمات ووقفت على ما [illegible]

قلت شعرا ان اي تعقلا ان غير على غير التي تباينت قطرتها اغلقت [illegible]

[illegible] وقدرت على ان تعالى [illegible] من ان [illegible]

Marfat.com

اي من تلك الشبه قولهم الوجود مشترك اذ نجزم به ونتردد في انه ...

فينتقل الجزم به من مفهوم الوجود الى ماصدق عليه الوجود بجوز ان يكون ذلك

المفهوم خارجا عن حقائق افراده المتخالفة فلا يكون حقيقة الوجود امرا واحدا

مشتركا مجزوما به والنزاع انما وقع فيه الا في مفهوم عارض لحقيقته ومنها قولهم

الوجود زائد اذ نتعقل الوجود دون الماهية كما في الواجب مثلا وبالعكس

اي نتعقل الماهية دون الوجود كما في المثلث فلا يكون الوجود عينها والا لاتحدا

قلنا فيه ما تقدم من ان الزوائد مفهوماتها لا حقيقته ومنها الوحدة عدمية

والا لتسلسل قلنا اللازم من دليلكم على تقدير صحته ان يكون مفهوم الوحدة

عدميا لا وجوديا اذ حينئذ يلزم تسلسل الوحدات الوجودية الى ما لا نهاية

لها ولا يلزم هذا التسلسل مع ماصدق عليه ذاته ... فبعضه وجودي وبعضه

عدميا وبعضه زائدا وبعضه نفس الماهية كما مرت اليه الاشارة في مباحث

الوحدة ومنها الصفات زائدة على الذات والا لكان المفهوم من العلم

القدرة ومن الصفات الآخر شيئا واحدا هو عين الذات والا انه ...

استحالته قلنا ما يكون ماصدقا اي ما صدق عليه العلم والقدرة مثلا

اما المفهوم فلا يكون واحدا بل لكل مفهوم على حدة وامثال ذلك الذي ...

فليكتف بما ذكرنا اذ لا يخفى عليك حالها نقلت من افكارهم قالوا

تعالى وجود المشترك من جميع الموجودات ومتمايز عن غيره بسبب سلبي وهو

عروضه لغيره فان وجود الممكنات مقارن الماهية مغايرة ... ليس كذلك

وفي هذه العبارة نوع قصور والاظهر ان يقال ذات الوجود المشترك بين ... متمايز

Marfat.com

عني غيره بعضهم تعالى بهو ان وجوده ليس زائدا عليه بل هو عينه بخلاف
سائر الموجودات فان وجودها زائد على ماهيتها او يقال ذاته وجود
المساوي لسائر الموجودات بناء على اشتراك الوجود ومتباينا
بعدم عروضه لماهيته بخلاف وجودات الممكنات فانها لما
هياتها وهذا الحال انما هو اما على المعنى الاول فلانه لم يلزم منه الا ان
الواجب اما مغاير لجميع الممكنات حتى العقول وذوات ...

واما على المعنى الثاني فلانه يلزم منه التساوي في الصفات الذاتية
ولم يتحقق عندي هذا النقل عنهم بل صرح الفارابي وابن سينا بان
فانهما قالا الوجود المشترك الذي هو الكون في الاعيان زائد على
ماهيته تعالى بالضرورة وانما هو مقارن لوجود خاص به الحق
بل هو زائد عارض لماهيته او ليس بزائد في ان
وجوده نفس ماهيته كما هو مذهب جمهور المتكلمين وانه مساو لوجود
وجود الممكنات او مخالف وقد تقدم في الامور العامة بما فيه كفاية
فلا معنى للاعادة المرصد الثاني في تنزيهه وهي صفات السلبية و
فيه مقاصد سبعة انه تعالى ليس في جهة من الجهات
ولا في مكان من الامكنة وخالف فيها المشبهة وخصصوه بجهة
من الجهات الفوق اتفاقا ثم اختلفوا فيما بينهم فذهب
ابو عبد الله محمد بن كرام الى ان كونه في الجهة ككون الاجسام
فيها وهو ان يكون بحيث يشار اليه انه هنا او هناك

وهو

Marfat.com

وهو مماس الصفحة العليا من العرش ويجوز عليه الحركة والانتقال وتبدل الجهات وعليه اليهود حتى قالوا العرش باط من تحت الحطة الرحل الجديد وتحت الراكب الثقيل قالوا انه يفضل من كل جهة اربع اصابع وزاد بعض المشبهة كمضر وكهمس والهجيمي ان المخلصين من المومنين يعانقونه في الدنيا والاخرة ومنهم من قال هو محاذ للعرش غير مماس له فقيل بعده عنه بمسافة متناهية وقيل بمسافة غير متناهية ومنهم من قال ليس كونه في الجهة والمنازعة مع هذا القائل راجعة الى اللفظ دون المعنى والاطلاق اللفظي توقف على ما ورد الشرع في اثبات هذا المطلوب وجوه لو كان الرب تعالى في مكان او جهة لزم قدم المكان الجهة وقد برهنا ان لا قديم سوى الله تعالى وعليه اللقاق من المتخاصمين الثاني المتمكن محتاج الى مكانه بحيث يستحيل وجوده بدونه والمكان مستغن عن المتمكن لجواز الخلاء فيلزم امكان الواجب ووجوب المكان وكلاهما باطل الثالث لو كان في مكان فاما ان يكون في بعض الاحياز او في جميعها وكلاهما باطل اما الاول فلتساوي الاحياز او في جميعها وكلاهما باطل الثالث اما الاول فلتساوي الاحياز في انفسها لان المكان عند المتكلمين هو الخلاء المتشابه وتساوي نسبته اي نسبة ذات الواجب اليها وحينئذ فيكون اختصاصه ببعضها دون بعض اخر منها ترجيح بلا مرجح ان لم يكن هناك مخصص من خارج او يلزم الاحتياج اي احتياج الواجب في تحيزه الذي لا ينفك ذاته

Marfat.com

عنه الي الفران كان هناك مخصص خارجيا واما الثاني وهو ان يكون
جميع الاحياز فلانه يلزم تداخل المتحيزين مطلقا محال بالضرورة والثالث
فيلزم على التقدير الثاني مخالطة بقاذورات العالم تعالى عن ذالك
علوا كبيرا الرابع لو كان متحيزا لكان جوهرا لاستحالة كون الواجب
عرضا واذا كان جوهرا فاما ان لاينقسم اصلا او ينقسم وكلاهما باطل
اما الاول فلانه يكون حينئذ جزء لايتجزا وهو احقر الاشياء تعالى عنه
علوا كبيرا واما الثاني فلانه يكون جسما وكل جسم مركب وقد مرانه اي التركيب
ينافي الوجوب الذاتي وايضا قد بينا ان كل جسم محدث يلزم حدوث الواجب
وربما يقال في ابطال الثاني لو كان الواجب جسما لقام بكل جزء
منه علم وقدرة وحياة مغايرة لما قام بجزء الاخر ضرورة امتناع
العرض الواحد بمحلين فيكون كل واحد من اجزائه مستقلا بكل من
صفات الكمال فيلزم التعدد الالهة وهذا المتدل يلزم ان الانسان
الواحد علماء قادرون احياء كيلا نقض دليله بالانسان الواحد لجريانه
فيه وهذا الاستدلال ضعيف جدا لجواز قيام الصفة الواحدة بالمجموع من
حيث هو مجموع فلا يلزم ما ذكرنا من المحذورات وربما يقال في نفي
المكان عنه تعالى لو كان متحيزا لكان مساويا لساير المتحيزات
في الماهية فيلزم حينئذ اما قدم الاجسام او حدوثه لان المتماثلات
متساوية في الاحكام وهذا الاستدلال بناء على تماثل الاجسام بل على
تماثل المتحيزات بالذات وربما يقال لو كان متحيزا لساوى الاجسام
في

Marfat.com

في التمييز ولا بد من ان يخالفها بغيره فيلزم التركيب في ذاته تعالى
وقد علمت في صدر الكتاب ما فيه وهو ان الاشتراك والتمايز في الواقع
يستلزم التركيب احتج الخصم على اثبات الجهة والمكان له بوجوه ثلث الاول
ضرورة العقل اي بديهته بجزم لان كل موجود فهو متحيز او حال فيه يكون
مختصا بجهة ومكان اما اصالة او تبعا والجواب منع الضرورة العقلية
انما ذلك حكم الوهم بفطرته وانه غير مقبول فيما ليس بمحسوس ونحن نجد انّا
في تصوره اي نتصور موجودا لا حيز له اصلا بالانسان الكلي المشترك
بين افراده وعلمنا به فانهما موجودان وليسا متحيزين قطعا اما الاول
فلانه لو كان متحيزا او حالا فيه لاختص بمقدار معين ووضع مخصوص فلا
يلحق افراد متباينة المقادير والاوضاع فلا يكون مشتركا بينها
واما الثاني فلان العلم بالماهية الكلية لا يختص بمقدار ووضع مخصوص
والا لم يكن علما بتلك الماهية فان قلت الانسان المشترك لا بد ان يكون
له اعضاء مخصوصة من عين ويد وظهر وبطن وغيرها على اوضاع بها مختلفة ومقادير
متناهية بالابعاد متفاوتة ولا شك في انه من حيث هو كذلك يكون متحيزا قلت
هذا انما يلزم اذا لم توجد تلك الاعضاء من حيث انها كلية مشتركة ولا نسلم
انها في الانسان الكلي ماخوذة كذلك وانما قال وانا نستعين في تصوره ولم يقل و
نعلم به ربما يستدل عليه لان الاستدلال به موقوف على وجوب الكلي الطبيعي ووجوده
في الخارج مع انه مختلف فيه بخلاف الاستعانة المذكورة فانها تتم مع ذلك كان
الاختلاف الثاني كل موجودين اما ان يتصلا او ينفصلا فهو اي الواجب تعالى ا

Marfat.com

منفصلا بالعالم متحيزا وان كان منفصلا عنه فكذلك بل جواب بالجملة

وهو من الطرز الاول اي من الاحكام الوهمية وقد اوردت ان احكام الاصل

في غير المحسوسات لكنها قد تشتبه بالاوليات فيحسب انها منها الثالث انه

لا داخل العالم او خارج العالم او لا داخله ولا خارجه والثالث عن ذهنه

المعقول وعما يقتضيه بديهة العقل والاولان فيهما المطلوب وهو انه

متحيز بالذات وفي جهة والجواب انه لا داخل ولا خارج وهذا فرو ع حسن المعقول

دون المعقول الرابع الموجود منقسم الي قايم بنفسه وقايم بغيره والقايم

بنفسه فهو متحيز بالذات والقايم بغيره فهو المتحيز تبعا وهو اي الباري

تعالي قايم بنفسه فيكون متحيزا بذاته والجواب منع التفسيرين فان معنى

القايم بنفسه هو المستغني عن محل لقومه وليس تزم من ذلك انه متحيز بالذات

والقايم بغيره هو المحتاج الي ذلك المحل ولا يلزم منه كونه متحيزا تبعا

قد يقال في تقريره اي تقرير الوجه الرابع اجمعنا علي ان تعالي صفات

قايمة بذاته ومعنى القيام التحيز تبعا فيكون هو متحيزا اصالة ويجاب

بان القيام هو الاختصاص الناعت كما مر الخامس الاستدلال بالظواهر المؤمنة

بالتجسيم من الآيات والاحاديث نحو قوله تعالي الرحمن علي العرش استوي

وجاء ربك والملك صفا صفا وان استكبروا فالذين عند ربك اليه يصعد

الكلم الطيب تعرج الملئكة والروح هل ينظرون الا ان ياتيهم الله

في ظلل من الغمام وامنتم من في السماء ان يخسف بكم الارض فاذا هي تمور

وفي قصة ثم دنى فكان قاب قوسين او ادنى وحديث النزول وهو انه تعالى ينزل

الى سماء الدنيا في كل ليلة وفي رواية كل ليلة جمعة فيقول هل من تائب
فاتوب عليه هل من مستغفر فاغفر له وقوله عم للجارية الخرساء اين الله
فاشارت الى السماء فقرر ولم ينكر وقال انها مؤمنة فالسؤال والتقرير
المذكوران يشعران بالجهة والمكان والجواب انه ظواهر ظنية لا تعارض القطعيات
الدالة على نفي المكان والجهة كيف ومهما تعارض دليلان وجب العمل بها
فتأول الظواهر اما اجمالا وتفويض تفصيله الى الله تعالى كما هو رأي من
يقف على الله تعالى وعليه اكثر السلف كما روي عن احمد حنبل الاستواء
معلوم والكيفية مجهول والبحث عنها بدعة واما تفصيلا كما هو رأي طائفة
فيقول الاستواء الاستيلاء نحو قوله تعالى قد استوى عمر على العراق من
غير سيف ودم مهراق والعندية بمعنى الاصطفاء والاكرام كما يقال فلان
قريب من الملك وجاء ربك اي امره واليه يصعد الكلم الطيب اي
يرتضيه فان الكلم عرض يمتنع عليه الانتقال ومن في السماء اي حكمه
وسلطانه او ملك من ملائكته موكل بالعذاب للمستحق وعليه فقس سائر الآيات
والاحاديث فالعروج اليه هو العروج الى موضع تقرب اليه فيه واتيان في
ظلل اتيان عذابه والدنو هو قرب الرسول اليه بالطاعة والتقدير بقاب
قوسين تصوير للمعقول بالمحسوس والنزول محمول على اللطف والرحمة
وترك ما يستدعيه عظم الشأن وعلو الرتبة على سبيل التمثيل وخص
بالليل لانه مظنة الخلوات وانواع الخضوع والعبادات والسؤال بأين
لما ظن انها معتقدة له من الاثنينية في الالهية فلما اشارت الى السماء

Marfat.com

علم انها معتقدة له من الاثنينية في الهية فلما اشارت الي السماء علم

انها ليست وثنية وحمل اشارتها علي انها ارادت كونه خالق السماء

ما فحكم بايمانها الي غير ذلك من التاويلات التي ذكرها العلماء

لهذا الآيات والاحاديث ونظايرها فارجع الي الكتب المبسوطة

تظفر بها ... في انه تعالي ليس بجسم وهو مذهب اهل الحق وذهب

بعض الجهال الي انه جسم ثم اختلفوا فالكرامية اي بعضهم قالوا هو جسم اي

موجود وقوم آخرون منهم قالوا هو جسم اي قايم بنفسه فلا نزاع

معهم علي التفسيرين الآتي اي اطلاق لفظ الجسم عليه دما عدا التوقيف

ههنا والمجسمة قالوا هو جسم حقيقة فقيل هو مركب من لحم ودم كمقاتل

سليمان وغيره وقيل هو نور يتلالا كالسبيكة البيضاء وطوله سبعة اشبار

من شبر نفسه ومنهم اي من المجسمة من بالغ وقال انه علي صورة انسان

فقيل شاب امرد جعد قطط اي شديدة الجعودة وقيل هو الشمط الرا

والحية تعالي الله عن قول المبطلين والمعتمد في بطلانه انه لو كان جسما

لكان متحيزا واللازم قد ابطلناه في المقصد الاول وايضا يلزم تركيبه

وحدوثه لان كل جسم كذلك وايضا فان كان جسما لاتصف بصفات

الاجسام اما كلها فيجتمع الصفات او بعضها فيلزم الترجيح بلا مرجح اذ ذر

في اتصاف بذلك البعض انه غيره فعلون متناهيا علي تقدير كونه جسما فيختص

لا محالة بمقدار مخصص معين وشكل مخصوص فاختصاصه بهما دون سائر الاجسام

يلزم ان يخصص خارج عن ذاته لئلا يلزم الترجيح بلا مرجح ويلزم حينئذ الي حاجة

الي الغير

Marfat.com

الي الغير في الانفصال والشكل والمقدار وحجتهم ما تقرر من ان كل
موجود فهو اما متحيز او قائم في المتحيز كما يشهد به البديهة والثاني لا يتصور
في حقه تعالى والاول هو الجسم والقائل قائم بنفسه جسم والقضايا الآيات ولا دالة على كونه جسما والجواب هو الجواب المقصد الثالث في انه تعالى ليس
جوهر ولا عرض اما الجواهر فنقول انه مسلوب عنه تعالى اما عند المتكلم
فلانه المتحيز بالذات وقد ابطلناه واما عند الحكيم فلانه ماهية وجوب الوجود
نفس ماهيته اذا وجدت في الاعيان كانت في موضوع وذلك انما يتصور
فيما وجوده غير ماهيته ووجود الواجب نفس ماهيته فلا يكون جوهرا
عندهم ايضا واما العرض فلاحتياجه في وجوده الي محله والواجب مستغن عن
جميع ما عداه المقصد الرابع في انه تعالى ليس في زمان اي ليس وجوده
وجودا زمانيا ومعني كون الوجود زمانيا انه لا يمكن حصوله الا في زمان كما ان
معني كونه مكانيا لانه لا يمكن حصوله الا في مكان هذا مما اتفق عليه ارباب
الملل ولا تعرف للعقلاء فيه خلاف وكان مذهب المجسمة يجر اليه كما جر الي
الجهة والمكان اما عند الحكماء فلان الزمان عندهم مقدار حركة المحدد وللحياة
فلا يتصور فيما لا تعلق له بالحركة والجهة وتوضيحه ان التغير التدريجي زماني
مقدار بالزمان ومنطبق عليه ولا يتصور وجوده الا فيه والتغير الدفعي
متعلق بالان الذي هو طرف الزمان وما لا تغير فيه اصلا لا تعلق له بالزمان
قطعا فنعم وجوده تعالى مقارن للزمان وحاصل مع حصوله واما انه اي انه
زمانيا اي واقع في احدهما وكلاهما باطل واما عندنا فلانه اي الزمان متجدد

بتقدير انه محدث فلا يتصور في القديم فبأي تفسير فسر الزمان به امتنع
ثبوته له تعالى بتفصيل ما تضمن هذا الاصل الذي مهدناه انفا ليعلم مما ذكرنا انه
سوى قلنا العالم حادث بالحدوث الزماني كما هو رأينا والذاتي كما هو رأي
الحكيم فتقدم الباري عليه لكونه موجدا اياه ليس تقدما زمانيا والا لزم كونه
تعالى واقعا في الزمان بل هو تقدم ذاتي عندهم وقسم سادس عندنا
كتقدم بعض اجزاء الزمان على البعض وليعلم ان بقاءه ليس عبارة
وجوده في زمانين والا كان تعالى زمانيا بل هو عبارة عن امتناع
عدمه ومقارنته مع الازمنة ولا القدم عبارة عن ان يكون قبل كل
زمان زمان والا لم يتصف به الباري وانه اي ما ذكرناه من انه تعالى
ليس زمانيا بسط العذر في ورود ما ورد من الكلام الازلي
بصيغة الماضي ولو في الامور المستقبلة الواقعة فيما لا يزال كقوله
تعالى انا ارسلنا نوحا الى قومه وذلك لانه لم يكن زمانيا لا بحسب ذاته
ولا بحسب صفاته كان نسبة كلامه الازلي الى جميع الازمنة على السوية
الا ان حكمته تعالى اقتضت التعبير عن بعض الامور بصيغة الماضي وعن بعضها
بصيغة المستقبل فسقط ما تمسك به المعتزلة في حدوث القرآن من انه لو كان
قديما لزم الكذب في امثال ما ذكرنا لان الارسال لم يكن متحققا قبل الازل بل زمانا
اسرار اخر لا اطلع بها العقول لعلك منها انه تعالى كما انه موجود في الازل
فسيكون موجودا في الابد وهو موجود الان لم نر وجدان وجوده واقعا في تلك
الازمنة بل ازمانه مقارن معها من غير ان يتعلق بها كتعلق الزمانيات

ومنها

ومنها لو ثبت وجود مجردات عقلية لم تكن ايضا زمانية ومنها اذا
لم يكن زمانيا يكون بالقياس اليه ماض وحال ومستقبل فلا يلزم
علمه تعالى بالمتغيرات تغيرا في علمه انما يلزم ذلك اذا دخل في الزمان
في انه تعالى لا يتحد بغيره لما علمت في فيما تقدم في
الموقف الثاني من امتناع اتحاد الاثنين مطلقا وفي انه تعالى
لا يجوز ان يحل في غيره وذلك لان الحلول من هو الحصول على سبيل التبعية
وانه ينفي الوجوب الذاتي وايضا لو استغنى عن المحل لذاته لم يحل فيه اذ لا
في الحلول من حاجة ويستحيل ان يعرض الغني بالذات ما يحوجه الى المحل لان
ما بالذات لا يزول بالغير ولا احتاج اليه اي الى المحل لذاته فان استغناه
عدم الاحتياج فلا واسطة بينهما ولزم حينئذ مع حاجة للواجب قدم المحل
فتميزا لما ان معا وايضا اذا دخل في شيء فان المحل ان قبل الانقسام لزم
انقسامه وتركيبه واحتياجه الى جزئه وهو باطل والا اي وان لم يقبل الانقسام
كالجوهر الفرد كان الواجب احقر الاشياء لحلوله فيه وايضا فلو حل في
جسم فلانه قابلة للحلول في الجسم والاجسام متساوية في القبول لتركيبها
من الجواهر الافراد المتماثلة وانما التخصص بعض الاجسام دون بعض للفاعل
المختار فلا يمكن الجزم بعدم حلول في البق والنوات وانه ضروري البطلان
والخصم معروف به وربما يحتج عليه بان معنى حلول في الغير كون تحيزه تبعا
لتحيز المحل فيلزم كونه متحيزا وفي جهة والبطلانه وقد عرفت ضعفه لان
الحلول مفسر باختصاص الناعت دون التبعية في التحيز كيف وانه ينتقض

بصفاته تعالى فانها قائمة بذاته ولا تحيز هناك كما لا
يحل ذاته في غيره لا يحل صفته في غيره لان الانتقال لا يتصور على الصفات
وانما هو خواص الذات لا مطلقا بل الاجسام وعلم ان المخالف في هذين الصنفين
يعني عدم الاتحاد وعدم الحلول طوائف ثلث الاولى النصارى ولما
كان لهم تخبيطا ولذلك اختلف في نقل اشارات الى ما يليق بالمقصود فقال وضبط
مذهبهم انهم اما ان يقولوا باتحاد ذات الله تعالى بالمسيح او حلول ذاته فيه او حلول
صفته فيه وكل ذلك ببدنه اي ببدن عيسى عليه او بنفسه فهذه ستة واما ان لا
يقولوا بشيء من ذلك وحينئذ فاما ان يقال اعطاه الله تعالى قدرة على الخلق
والايجاد اولى ولكن خصه الله تعالى بالمعجزات وسماه ابنا تشريفا واكراما
كما سمى ابراهيم خليلا فهذه ثمانية احتمالات كلها باطلة الا الاخير فالستة الاولى
باطلة لما بينا من امتناع الاتحاد والحلول والسابع باطل لما سيأتي ان لا موثر الا
الله تعالى وهذا كلام اجمالي اما تفصيل مذهبهم فسنذكر في خاتمة الكتاب
كان في عزيمة ان نشير هناك الى جميع الملل والنحل اشارة خفيفة لكن
لما اتمام الكتاب رأي الاقتصار على بيان فرق الاسلامية فرقا من
الاملال الطائفة الثانية النصيرية والاسحاقية من غلاة الشيعة قالوا ظهر
الروحاني بالجسماني لا ينكر ففي طرف الشر كالشياطين فانه كثيرا ما يتصور
الشيطان بصورة انسان ليعلم الشر ويكلمه بلسانه وفي طرف الخير كالملائكة فان
جبرائيل كان يظهر بصورة دحية الكلبي والاعرابي فلا يمتنع حينئذ ان يظهر الله تعالى
في صورة بعض الكاملين واولى بذلك اشرفهم واكملهم وهو العترة الطاهرة

Marfat.com

وهو من ظهر فيه العلم التام والقدرة التامة من الائمة من تلك العترة ولم يتحاشوا عن اطلاق الالهية على ائمتهم وهذه ضلالة بينة الطائفة الثالثة بعض الصوفية وكلامهم مخبط بين الحلول والاتحاد والضبط في قول النصاري والكل باطل سوي انه تعالي خص اولياءه بخوارق عادات كرامة لهم ورايت من الصوفية الوجودية من ينكره ويقول لا حلول ولا اتحاد اذ كل ذلك يشعر بالغيرية ونحن لا نقول بها بل نقول ليس في دار الوجود غيره ديار وهذا العذر اشد قبحا وبطلانا من ذلك الجرم اذ يلزم تلك المخالطة التي لا تجتري عن القول بها عاقل ولا مميز و[illegible] في انه تعالي يمتنع ان تقوم بذاته حادث ولابد اولا اي قبل الشروع في الحجاج من تحرير محل النزاع ليكون النفي والاثبات من الجانبين على شيء واحد فنقول الحادث والموجود هو الموجود بعد العدم واما ما لا وجود له ويتجدد ويقال له متجدد ولا يقال له حادث فلا [illegible] ثة اقسام الاول الاحوال ولم يجوز تجددها في ذاته تعالي الا ابو الحسين من المعتزلة فانه قال بتجدد العالمية فيه بتجدد المعلومات هكذا ذكره الامدي في ابكار الافكار وقال الامام الرازي في نهاية العقول اختلف المعتزلة في تجويز تجدد الاحوال [illegible] والمريدية وانكاره مشيئة وامّا ابو الحسين فانه اثبت تجدد العالمية [illegible] تعالي الثاني الاضافات اي النسب ويجوز تجددها اتفاقا من العقلاء حتي يقال انه تعالي موجود مع العالم بعد ان لم يكن معه الثالث السلوب فانسب الي ما يستحيل اتصاف الباري تعالي به امتنع تجدده كما في قولنا انه تعالي ليس بجسم ولا جوهر ولا عرض فان هذه سلوب يمتنع تجددها والا لزم فانه تعالي

Marfat.com

هو موجود مع كل حادث ويجوز عنه بهذه الحيثية فوات الحادث وقد يقال له
صفة سلب بعد ان لم يكن اذا عرفت هذا الذي ذكرناه فقد اتفقت الفرق على انه تعالى
محل الحادث الامور الموجودة بعد عدمها فمنع الجمهور من العقلاء ومن ارباب
الملل وغيرهم وقال المجوس كل حادث هو من صفات الكمال قائم به اي
يجوز ان يقوم به الصفات الكمالية الحادثة مطلقا فقال الكرامية يجوز ان
يقوم به الحادث لا مطلقا بل كل حادث يحتاج الباري تعالى اليه في الايجاد
اي في ايجاده للخلق ثم اختلفوا في ذلك الحادث فقيل هو الارادة وقيل
هو كن فخلق هذا القول او الارادة في ذاته تعالى مستند الى القدرة القديمة
واما خلق باقي المخلوقات فمستند الى الارادة او القول على الاختلاف
والمقصر على انه اي الحادث القائم بذاته من غير يسمى حادثا واما القديم بذاته من
الحوادث يسمى محدثا لا حادثا فرقا بينهما الثاني اثباته بهذا المذهب وتقرير
الاول لو جاز قيام الحادث بذاته تعالى لجاز ازلية واللازم باطل اما الملازمة
فلان القابلية من لوازم الذات والا لزم الانقلاب من الامتناع الذاتي
الى الامكان الذاتي لان القابلية اذا لم يكن لازمة بل عارضة كانت الذات
في حد نفسها قبل عروض القابلية لها ممتنعة القبول للحادثة
فلها القبول له فيلزم ذلك الانقلاب ... [illegible]
لزم الانقلاب من الامكان الذاتي الى ... [illegible]
... [illegible] القابلية ... [illegible]
الازلية للذات فيكون ... [illegible]

من قابلية لهذه القابلية فان كانت القابلية القابلية لازمة للذات والا فلها
قابلية ثالثة ويلزم التسلسل في القابليات المحصورة بين حاصرين وهو محال واذا كانت
القابلية من لوازم الذات امتنع انفكاكها عنها فيدوم القابلية بدوامها والذات
ازلية فكذا القابلية وهي اي ازلية القابلية يقتضي جواز اتصاف الذات به اي بالحادث
ازلا اذ لا معنى القابلية الا اتصاف الذات به اي بالمقبول واما بطلان اللازم فلان القابلية
نسبة تقتضي قابلا ومقبولا وصحتها ازلا يلزم صحة الطرفين ازلا فيلزم صحة وجود
الحادث ازلا هذا خلف الثاني من تلك الوجوه صفاته تعالى صفات كمال فخلوه
عنها نقص والنقص عليه محال اجماعا فلا يكون شي من صفاته حادث والا كان
خاليا عنه قبل حدوثه الثالث منها انه تعالى يتاثر عن غيره ولو قام به حادث لكان
ذاته متاثرة عن الغير لتغيره به ويمكن الجواب من الوجه الاول بان اللازم
مما ذكرتموه من لزوم القابلية هو ازلية الصحة اي ازلية صحة وجود الحادث وهذا
اللازم ليس بمحال فان الصحة وجود الحادث ازلية بلا شبهة والمحال هو صحة الازلية
اي صحة ازلية وجود الحادث وهذا ليس بلازم لان ازلية الامكان يغاير امكان الازلية
ولا يستلزمه كما في الحادث على ما مر تحقيقه فاين احدهما الى الاخر وايضا ما ذكرتموه
اذ لو لزم ما ذكرتم صح نقضه بمثله في وجود العالم وايجاده فانه تعالى موصوف في الازل
لصحة ايجاد العالم فيصح في الازل وجوده قطعا فيجوز ان يكون العالم ازليا وهو
محال فلو لزم من القابلية الازلية ان كان ازلية الحادث لزم من الفاعلية الازلية
امكان ازلية هذي وشي العالم لا يقال القابلية صفة ذاتية لازمة للذات فيلزم امكان
ازلية المقبول دون الفاعلية فانها صفة غير لازمة فلا يلزم امكان ازلية المقبول
دون لانا نقول الكلام في قابلية الفعل والتاثير فانها ازلية كما اشرنا اليه فيلزم
امكان ازلية المفعول لا في الفاعلية الحاصلة بالفعل ويمكن الجواب عن الوجه الثاني
بان يقال لا يجوز ان يكون صفات كمال متلاحقة غير متناهية لا يمكن بقاؤها اجمع
عليها وكل لاحق منها مشروط بالسابق على قياس الحركات الفلكية عند الحكماء فاستحال
منه عن الكمال الممكن له الا كمال آخر يعاقبه ولا يلزم الخلو عن الكمال المشترك
تلك الامور المتلاحقة واما الخلو عن كل واحد منها فاما الامتناع بقاؤه دائما

Marfat.com

الممتنع هو الخلو عن كمال يمكن لذاته وذلك لانه لو لم يخل عنه لم يكن حصول غيره فلزم حينئذ
فقد كمالات غير متناهية فكان فقده اي فقد كل واحد منهما يحصل كمالات غير متناهية
هو الكمال بالحقيقة لا وحدانيته مع فقد تلك الكمالات الا ان هذا النقص ...
... التطبيق على رأي المتكلم كما سنشير اليه المصنف ويمكن الجواب عن الوجه ...
وهو ان كان ان اردت تبايره عن غيره حصول الصفة له بعد ان لم يكن ...
المسئلة اذ لا معنى لقيام الحادث بذاته تعالى سوى هذا فيكون قولك انه لا ...
عن غيره عين مدعاكم فيكون مصادرة على المطلوب وان اردت ان هذا ...
الحادثة يحصل في ذاته من فاعل غيره ممنوع ان ذالك لازم من قيام الصفة ...
به الجواز ان يكون حصوله في ذاته مستقضى لذاته اما على سبيل الايجاب ...
الترتيب والتلاحق واما على سبيل الاختيار كما او جز سائر المحدثات في اوقات
مخصوصة يوجد الحادث في ذاته وربما يقال لو قام الحادث بذاته لم يخل عنه ...
... وبعد الحادث حادث وما لا يخلو عن الحوادث فهو حادث وهذا الحادث ...
الحادث يبتني على اربعة مقدمات الاولى ان لكل صفة حادثة ضد ... الثانية ...
الحادث حادث والثالثة الذات لا يخلو عن الشيء وضده الرابعة ما لا ...
الحوادث فهو حادث والثلث الاول من هذه المقدمات مشكلة اذ لا دليل ...
... فلا يتم ... والرابعة اذ اثبت دليل للثاني وانه ...
... الصفات اجتمع الخصم موجود ... الا الاتفاق على انه متكلم ...
... هذه الامور ... وجود المخاطب والمسموع والمبصر وهي حادثة ...
حدوث هذه الصفات القائمة بذاته تعالى قلنا الحادث تعلقه اي تعلق ما ...
من الصفات وانه اي ذالك التعلق اضافة من الاضافات فيجوز تجدده ...
اذ الكلام عندنا معنى قديم قائم بذاته لا يتوقف على وجود المخاطب بل يتوقف تعلقه عليه

وكذا

Marfat.com

وكذا السمع والبصر قالت الكرامية الثاني المصحح للقيام به اما كونه صفة فيعم هذا المصحح الحادث او كونه صفة مع وصف القدم وهو كونه غير مسبوق بالقدم وانه سلبي لا يصلح جزء المؤثر في الصفة فتعين الاول فيصح قيام الصفة الحادثة به قلنا المصحح للقيام حقيقة الصفة القديمة وهي تخالف الحقيقة الصفة الحادثة بذاتها فلا يلزم اشتراك الصحة ثالث انه تعالى صار خالقا للعالم بعد ما لم يكن وصار عالما بانه وجد بعد ان كان عالما بانه سيوجد فقد حدث به صفة الخالقية وصفة العلم قلنا التغير في الاضافات فان العلم صفة حقيقية لها تعلق بالمعلوم يتغير ذلك التعلق بحسب تغيره والخالقية من الصفات الاضافية او من الحقيقة والمتغير تعلقها بالخلق لا نفسها قالت الكرامية اكثر العقلاء يوافقونا فيه اي في قيام الصفة الحادثة بذاته تعالى وان انكروه باللسان فان الجبائية قالوا بارادة وكراهة حادثتين لا في محل لكن المريدية والكارهية حادثتان في ذاته تعالى وكذا السامعية والمبصرية بحدوث المسموع والمبصر وابو الحسين يثبت علوما متجددة والاشعرية يثبتون النسخ وهو اما رفع الحكم القائم بذاته او انتهاؤه وهما عدم بعد الوجود فيكونان حادثين والفلاسفة اثبتوا الاضافات اي قالوا بوجودها في الخارج مع عروض المعية والقبلية المتجددتين بذاته تعالى كما مر فقد ذهبوا ايضا الى قيام الحوادث به والجواب ان التغير في الاضافات وهو جائز كما تقدم في تحرير محل النزاع فمراد الاشعرية ان تعلق الحكم ينتهي او يتجدد وكذا مراد ابي الحسين والجبائية هو ان تعلق العلم والمريدية والكارهية تتجدد

او نقول هو آثار ضموا اليه تجدد الاحوال في ذاته كما نبهت عليه والحلا

لا يثبتون كل اضافة فلا يرد عليه الالزام بالمعية والقبلية ونظايرهما فانها اضافات

لا وجود لها ... على ضابط ينتفع به في دفع ما تمسك به الخصم الصفات على ثلاثة

اقسام حقيقية محضة كالسواد والبياض والوجود والحياة وحقيقية ذات اضافة

كالعلم والقدرة واضافية محضة كالمعية والقبلية ونحوها من الصفات الاضافية

ولا يجوز بالنسبة الى ذاته تعالى التغير في القسم الاول مطلقا ويجوز في

القسم الثالث مطلقا اما القسم الثاني فلانه لا يجوز التغير فيه نفسه ويجوز في

تعلقه اتفق العقلاء على انه تعالى لا يتصف بشيء من الاعراض المحسوسة

بالحس الظاهر او الباطن كالطعم واللون والرائحة والالم مطلقا وكذا اللذة

الحسية وساير الكيفيات النفسانية من الحقد والحزن والخوف ونظايرها

فانها كلها تابعة للمزاج المستلزم للتركيب المنافي للوجوب الذاتي اما اللذة

العقلية فنفاها المليون واثبتها الفلاسفة قالوا اللذة ادراك الملايم فمن

ادرك كمالا في ذاته التذ به فذلك ضروري يشهد به الوجدان ثم ان كماله

تعالى اجل الكمالات وادراكه لذاتي الادراكات فوجب ان يكون له اقوى

اللذات ولذلك قالوا اجل مبتهج سوا المبدا الاول بذاته تعالى والجواب

لا نسلم ان اللذة نفس الادراك كما مر وان كان سببا فقد [illegible]

فالم اللذة وموجبه السبب لا يكفي لوجود المسبب دون وجود الشرائط

ان سلم قبول ذاته لها فلم قلت ان ادراكه مماثل لادراكنا بالحقيقة [illegible]

ايضا سببا للذة فادراكنا [illegible] قدم هذا السؤال الثالث [illegible]

لكان له وجها وجها لما لا يخفى على ذي فطرة سليمة [illegible] في توحيده تعالى افرده عن سائر التنزيهات اهتماما لشانه وهو مقصد واحد وبيانه ممتنع وجود الهين اما الحاصل فلان يمتنع وجود موجودين كل واحد منهما واجب لذاته وذلك لوجهين الاول لو وجد واجبان وقد تقدم ان الواجب نفس الماهية لتمانزا بيقين لامتناع الاثنينية مع التشارك في تمام الماهية دون الامتياز بالتعين الداخل في هوية من ذينك المشاركين فيلزم تركبهما اي تركب هوية كل منهما من الماهية المشتركة والتعين المميز وانه محال او يلزم ان لا يكون شي منهما واجبا والمقدر خلافه وهو اي هذا الوجه مبني على ان الوجوب وجودي اذ حينئذ يكون نفس الماهية وان صح لهم ذلك ثم الدست وهو الفارسي معرب بمعنى اليد يطلق على التمكن في المناصب والصدارة اي ثم استظلالهم على هذا المطلب الجليل ووصل لهم مقصودهم لذلك لاموه ولم يمكن منع كون الوجوب على تقدير ثبوته نفس الماهية ولا منع كون التعين امرا ثبوتيا كيلا يلزم التركيب حينئذ وانما لم يكن منعهما اذ قد فرغنا عنهما اي عن هاتين المقدمتين واثباتهما فيما تقدم الثاني من الوجهين الواجب الذي هو نفس الماهية الواجب هو المقتضي للتعين الذي ينضم اليه فيمتنع التعدد حينئذ في الواجب اما الاول وهو ان الواجب هو المقتضي للتعين فاذ لولاه فاما ان يستلزم ويقتضي التعين الواجب فيلزم تاخر الواجب اي تاخر الوجوب عن التعين ضرورة تاخر المعلول عن علته ويلزم الدور لان الذاتي الذي هو عين الذات يجب ان لا يكون متقدما على ما عداه علة له ولا يستلزم

Marfat.com

ولا يقتضي شيئا منها الآخر فيجوز حينئذ الانفكاك بينهما لاستحالة ان يكون
هناك امر ثالث مقتضيا لهما معا حينئذ لما مر فلا حاجة فيجوز الواجب بلا تعين
وانه محال اذ يستحيل ان يوجد شيء بلا تعين ويجوز التعين بلا وجوب
فلا يكون ذلك التعين الموجود واجبا لذاته لامتناع الواجب بدون
الوجوب وهو ايضا بناء على كونه الوجوب لتحقق كونه نفس الماهية
اما الثاني وهو ان الوجوب اذا كان هو المقتضي للتعين امتنع التعدد فلما
علمت ان الماهية المقتضية لتعينها ينحصر نوعها في شخص واحد
ولذلك لم يتعرض له واما المتكلمون فقالوا لو امتنع وجود الهين
مستجمعين لشرائط الالهية لوجب الاول لو وجد الهان قادران على الكل
لكان نسبة المقدورات اليهما سواء اذ المقتضي للقدرة ذاتهما وللمقدورية
الامكان لان الوجوب والامتناع يحيلان المقدورية فيستوي النسبة
كل مقدور بينهما فاذن يلزم وقوع هذا المقدور المعين اما بهما و[illegible]
باطل لما بينا من امتناع مقدور بين قادرين واما باحدهما ويلزم الترجيح
بلا مرجح فلو تعدد الاله لم يوجد شيء من الممكنات لاستلزامه احد المحالين
اما وقوع مقدور بين قادرين واما الترجيح بلا مرجح البيان وجه [illegible]
اراد احدهما شيئا فاما ان يمكن من الآخر ضده او يمتنع وكلاهما محال اما الاول
فلانا نفرض وقوع ارادته لان الممكن لا يلزم من فرض وقوعه محال
فلزم اما وقوعهما معا فلزم اجتماع الضدين اما لا وقوعهما فيلزم ارتفاعهما
فيلزم عجزهما بعدم حصول مرادهما وايضا يلزم اجتماعهما لان المانع من

مراد كل منهما مع حصول مراد الآخر لا قادرية عليه فاذا امتنع مراد
كل منهما فقد حصل مرادهما هذا خلف وايضا فاذا فرض ما ذكرنا في شيء
لا يتفقان كحركة جسم وسكونه لزم المحال وهو ارتفاعهما معا واما وقوع
احدهما دون الآخر فالذي لا يقع مراده لا يكون قادرا كاملا فلا يكون الها
وهو ان يمتنع ارادة الآخر ضده فلان ذلك الشيء الذي امتنع تعلق ارادة
الآخر به هو لذاته يمكن اثبات الواحد بالدليل النقلية لعدم توقف صحتها
على التوحيد واعلم انه لا مخالف في هذه المسألة الا الثنوية دون
الوثنية فانهم لا يقولون بوجود الهين واجبي الوجود ولا يصفون
الاوثان بصفات الالهية وان اطلقوا عليها اسم الآلهة بل اتخذوها
على انها تماثيل الانبياء او الزهاد او الملائكة او الكواكب واشتغلوا بتعظيمها
على وجه العبادة توصلا بها الى ما هو اله حقيقة واما الثنوية فانهم قالوا
نجد في العالم خيرا كثيرا وشرا كثيرا وان الواحد لا يكون خيرا وشريرا بالضرورة
فلكل منهما فاعل على حدة فالمانوية والديصانية من الثنوية قالوا
فاعل الخير هو النور وفاعل الشر هو الظلمة وفساده ظاهر لانهما اعراض
فيلزم قدم الجسم وكون الآله محتاجا اليه وكانهم ارادوا معنى آخر
سوى المتعارف فانهم قالوا النور حي عالم قادر سميع بصير والمجوس
منهم ذهبوا الى ان فاعل الخير هو يزدان وفاعل الشر هو اهرمن
ويعنون الشيطان والجواب منع قولهم الواحد لا يكون خيرا وشريرا
بمعنى انه يوجد خيرا كثيرا وشرا كثيرا اللهم الا ان يراد بالخير من يغلب خيره

Marfat.com

شره وبالشرير من يغلب شره خيره كما ينبغي ظاهر الاخير فلا يجتمعان
حينئذ في واحد لكنه غير لازم مما ذكر بل اللازم منه هو المعنى الذي
اشرنا اليه فلا يفيد ابطاله اي ابطال ما ليس اللازم ثم بعد هذا التنزل
والتنزل عنه يقال لهم الجبار ان قدر رفع شر الشرير ولم يفعل فهو
شرير وان لم يقدر عليه فهو عاجز عن بعض الممكنات فلا يكون الها
فلا يكون الها كما ذكرتم فهو رفض حظا بنفسهم لحوقه بهم [illegible] من ذا
مالا والكثرا قناعة ... في بيان اثبات رؤية الله تعالى
قال الله تعالى من كان يرجو لقاء الله فان اجل الله لآت ومن
كان يرجو لقاء ربه فليعمل عملا صالحا ولا يشرك بعبادة ربه احدا
ايضا الم تر الى ربك كيف مد الظل ايضا للذين احسنوا الحسنى وزيادة
وهو الرؤية عند المفسرين ايضا ولا تطرد الذين يدعون ربهم بالغداة
والعشي يريدون وجهه [illegible] المفسرون اي يريدون رؤية ذاته ايضا
وجوه يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة وايضا والقيت عليك محبة مني
ولتصنع على عيني [illegible] النبي صلى الله عليه وسلم انكم سترون ربكم كما
ترون القمر ليلة البدر وهو مشهور رواه احمد وتنشرون من آثار [illegible]
ايضا اعبد الله كأنك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك وايضا اجيعوا
بطونكم واعروا اجسادكم واظمأوا اكبادكم لعلكم ترون الله في قلوبكم وعن
امير المؤمنين علي كرم الله وجهه لم اره لم اعبده وعن امير المؤمنين عمر رضي
الله عنه رأيت قلبي ربي وعن ابن عمر رضي الله عنه في جنازة الطوافت

كنا نترائى الله

كه بر فقه اكبر تصنيف امام اعظم نوشته است اختلفوا في جواز الرؤية في الدنيا بعين الرأس بالاولياء فاثبتها اكثرهم ونفاها آخرون واثبتها الاكثرون للنبي عليه الصلوة والسلام في ليلة الاسرى لبعض الناس في الدنيا وافرط الشيخ القونوي الغيرة عليه الصلوة والسلام وقال ان صح عن احد دعوى نحوه فيمكن تاويله ويؤيده حديث الدجال وكذا حديث عبد الله بن عمر كنا نترائى الله تعالى قال ابن الصلاح وابو شامة لا يلتفت لمن يدعي الرؤية في الدنيا حال اليقظة والاقدام على التكفير بمجرد دعوى الرؤية في الدنيا من التعصب الخطير فان الخطاء في ابقاء الف كافر اهون من الخطاء في افناء مسلم واحد في الفرض والتقدير ومن ادعى معاينة مشتملا على اثبات المكان والجهة والهيئة من مقابلة وثبوت مسافة وان تلك الحالة فيصير كافرا واما القول من التنزيه والجلال لا يكفر وقد ورد عنه عليه وآله الصلوة والسلام انه قال رأيت ربي في المنام في احسن صورة وفي رواية في صورة شاب فقال امام الرازي في تاسيس التقديس ان يرى النبي صلى الله عليه وآله وسلم ربه في المنام بصورة مخصوصة من المنام لان الرؤيا من تصرفات الخيال وهو غير منفك من الصورة المتخيلة في عالم المثال وقد قال مشايخنا ان الله تعالى تجليات صورية فيها العقبى وبها تزول كثير من الاشكالات الا انها لا يخفى واما ما ذكره قاضي خان في من منع هذا المرام وشدد في هذا الكلام وقد رأيت نقله عن بعض علماء المقام وقد بينت جوابه وما عينت غرائبه في مرقات شرح المشكاة

Marfat.com

در تفسیر سورۂ فاتحہ می نویسد ومبنی اول الکلام عن ... الی ...

نعید علی مبادی حال العارف من الذکر والفکر والنظر ای الی ان

والصفات ثم نخوض فی لجۃ الوصول فنیرانہ حیانا ... شفاء الامم ...

الواصلین المقربین الی العین دون السامعین للاثر

ملخص آنکہ ازیں آیات واحادیث وروایات فقہیہ معلوم شد ...

در دنیا باولیاہم جائزاست و بر خاست سوالہا لیے کہ ...

میکنند رویت را بغیر انبیاء و فضل میدہند غیر را بر انبیاء و این سوال ...

ترسیب خطرات است چرا کہ ہر نبی ... است بیک چیز ...

وموسعیان الکلام ... ومحمدیان ... رویت فی الارض ...

اولیا ... جائز ... ندارند ... اتفاق است ...

ہموں ... [illegible] ...

لفضلہ وکرمہ در شرح عقاید می نویسد ... در شرح عقاید می نویسد

القائم بالبصر بمعنی اثبات الشی کما ہو ... [illegible]

... فلا خفاء فی انہ ... [illegible]

لکن ... [illegible]

... المسماۃ بالرؤیۃ جائزۃ فی العقل بمعنی ان العقل ...

یحکم بامتناع رؤیۃ ما لم یقم لہ برہان علی ذلک مع ان الاصل ...

وہذا القدر ضروری فمن ادعی الامتناع فعلیہ البیان وقد استدل ...

علی امکان الرؤیۃ بوجہین عقلی وسمعی تقریر الاول انا قاطعون ...

Marfat.com

للاعيان والاعراض ضرورة انا نفرق بالبصر بين جسم وجسم وعرض وعرض
ولا بد للحكم المشترك من علة مشتركة وهي اما الوجود او الحدوث او الامكان
اذ لا رابع مشتركا من علة مشتركة وهي اما الوجود او الحدوث او الامكان
بينهما والحدوث عبارة عن الوجود بعد العدم والامكان عن عدم ضرورة
الوجود والعدم ولا مدخل للعدم في العلية فتعين الوجود وهو مشترك
بين الصانع وغيره فيصح ان يرى من حيث تحقق العلة وهي الوجود ويتوقف امتناعها
على ثبوت كون شيء من خواص الممكن شرطا او من خواص الواجب مانعا واذا
صح ان يرى سائر الموجودات من الاصوات والطعوم والروائح وغير ذلك
وانما لا نرى بناء على ان الله تعالى لم يخلق في العبد رؤيتها بطريق جري العادة
لا بناء على امتناع رؤيتها وفيه اعتراض بان الصحة عدمية فلا تستدعي علة
ولو سلم فالواحد النوعي قد يعلل بالمختلفات كالحرارة للشمس والنار
فلا يستدعي علة مشتركة ولو سلم فلا نسلم اشتراك الوجود بل وجود كل شيء عينه
واجيب بان المراد بالعلة متعلق الرؤية والقابل لها ولا خفاء في لزوم كونه وجوديا
ثم لا يجوز ان يكون خصوصية الجسم او العرض لانا اولا نرى شبحا من بعيد ولا ندرك
منه هوية ما دون خصوصية جوهرية او عرضية او انسانية او فرسية ونحو ذلك
وبعد رؤيته برؤية واحدة متعلقة بهويته قد نقدر على تفصيله الى ما فيه من الجواهر
والعوارض وقد لا نقدر فمتعلق الرؤية هو كون الشيء له هوية ما وهو المعنى بالوجود
وانه مشترك ضرورة وفيه نظر لجواز ان يكون متعلق الرؤية هي الجسمية وما يتبعها
من الاعراض من غير اعتبار خصوصية وبتقدير التسليم الثاني ان موسى عليه السلام

قد سال الرؤية بقوله رب ارني انظر اليك فلو لم يكن ممكنا لكان ذلك جهلا

بما يجوز في ذات الله تعالى وما لا يجوز سفها وعبثا وطلبا للمحال والانبياء منزهون

عن ذلك وان الله تعالى قد علق الرؤية باستقرار الجبل وهو امر ممكن في نفسه

والمعلق بالممكن ممكن لان معناه الاخبار بثبوت المعلق عند ثبوت المعلق به والمحال

لا يثبت على شيء من التقادير الممكنة وقد اعترض بوجوه اقواها ان سوال موسى

عليه السلام كان لاجل قومه حيث قالوا لن نؤمن لك حتى نرى الله جهرة فسال

ليعلموا امتناعها كما علمه هو وبانا لا نم ان المعلق عليه ممكن بل هو استقرار

الجبل حال تحركه وهو محال واجيب بان ذلك خلاف الظاهر ولا ضرورة في الحمل

على ان القوم ان كانوا مؤمنين كفاهم قول موسى عليه السلام ان الرؤية ممتنعة

وان كانوا كفارا لم يصدقوه في حكم الله تعالى بالامتناع وايا ما كان يكون

السوال عبثا والاستقرار حال التحرك ايضا ممكن بان يقع السكون بدل

الحركة والسكون واجيب بالنقل وقد ورد الدليل السمعي بايجاب رؤية

المؤمنين الله تعالى في الدار الآخرة اما الكتاب فقوله تعالى وجوه يومئذ ناضرة

الى ربها ناظرة واما السنة فقوله عليه السلام انكم سترون ربكم كما ترون

القمر ليلة البدر وهو مشهور رواه احد وعشرون من اكابر الصحابة واما الا

فهو ان الامة كانوا مجتمعين على وقوع الرؤية في الآخرة وان الايات الواردة

في ذلك محمولة على ظواهرها ثم ظهرت مقالة المخالفين وشاعت شبههم

وتاويلاتهم واقوى شبههم من العقليات ان الرؤية مشروطة بكون المرئي

في مكان وجهة ومقابلة من الرائي وثبوت مسافة بينهما بحيث لا يكون في

Marfat.com

غاية القرب ولا في غاية البعد واتصال شعاع من الباصرة بالمرئي

وكل ذلك محال في حق الله تعالى والجواب منع هذا الاشتراط والى هذا اشار

بقوله فيرى لا في مكان ولا على جهة مقابلة او اتصال شعاع او ثبوت

مسافة بين الرائي وبين الله تعالى وقياس الغائب على الشاهد فاسد وقد

يستدل على عدم الاشتراط برؤية الله تعالى ايانا وفيه نظر لان الكلام في الرؤية

بحاسة البصر فان قيل لو كان جائز الرؤية والحاسة سليمة لوجب ان يرى

والا لجاز ان يكون بحضرتنا جبال شاهقة لا نراها وانه سفسطة قلنا ممنوع فان الرؤية

عندنا بخلق الله تعالى ولا يجب عند اجتماع الشرائط ومن السمعيات

قوله تعالى لا تدركه الابصار والجواب بعد تسليم كون الابصار للاستغراق

وافادته عموم السلب لا سلب العموم وكون الادراك هو الرؤية مطلقا لا

الرؤية على وجه الاحاطة بجوانب المرئي انه لا دلالة فيه على عموم الاوقات

والاحوال وقد يستدل بالآية على جواز الرؤية اذ لو امتنعت

لما حصل التمدح بنفيها كالمعدوم لا يمدح بعدم رؤيته لامتناعها وانما التمدح في

ان يمكن رؤيته ولا يرى للتمنع والتعزز بحجاب الكبرياء وان جعلنا الادراك

عبارة عن الرؤية على وجه الاحاطة بالجوانب والحدود فدلالة الآية على جواز

الرؤية بل تحققها اظهر لان المعنى انه تعالى مع كونه مرئيا لا يدرك بالابصار لتعاليه

عن التناهي والاتصاف بالحدود والجوانب ومنها ان الآيات

الواردة في سؤال الرؤية مقرونة بالاستعظام والاستنكار والجواب

ان ذلك لتعنتهم وعنادهم في طلبها لا لامتناعها والا لمنعهم موسى

عليه السلام عن ذلك كما فعل حين سألوا ان يجعل لهم الها فقال

Marfat.com

بل انتم قوم تجهلون وهذا ... وهذا مشعر بامكان الرؤية في الدنيا ولهذا اختلفت
الصحابة رضي الله عنهم في ان النبي صلى الله عليه وآله وسلم هل رأى ربه ليلة المعراج
والاختلاف في الوقوع دليل الامكان واما الرؤية في المنام فقد حكيت عن كثير من
السلف والاتفاق في انها نوع مشاهدة يكون بالقلب دون العين

اقوال مشائخ قدس الله تعالى ارواحهم تحقيق است درين باب
چنانكه حضرت غوث الاعظم محبوب سبحاني قطب رباني شيخ محي الدين ابو محمد عبد
القادر الحسني الحسيني الجيلاني در غنية الطالبين [illegible]
على درجات ايشان است نوشته اند ودنو من النبي صلى الله عليه وآله وسلم
عز وجل في ليلة الاسرى [illegible] الفؤاد في المنام كما روي عن
عبد الله عنه انه قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في قوله تعالى ولقد
رآه نزلة اخرى قال رأيت ربي عز وجل اسمه [illegible]
عند سدرة المنتهى قال رأيته عند سدرة المنتهى حتى تبين لي نوره
وبه قول ابن عباس رضي الله عنهما في تفسير هذه الآية وما جعلنا الرؤيا
التي اريناك الا فتنة للناس هي رؤيا عين رويت اليه النبي صلى الله
تعالى عليه وآله وسلم ليلة الاسراء به وقال ابن عباس كانت الخلة
لابراهيم والكلام لموسى عليهما السلام والرؤيا لمحمد عليه وآله
الصلوة والسلام وقال ابن عباس رأى محمد ربه عز وجل بعينه مرتين

Marfat.com

ولا يعارض هذا ما روي عن عائشة رضي الله انكار ذلك
لانه نفي وهذا اثبات يقدم عند الاجتماع لان النبي صلى الله عليه وآله وسلم
اثبت منه الرؤية وقال ابو بكر بن السلمان رأي محمد صلى الله عليه وآله وسلم
ربه احد عشر مرة منها بالسنة تسع مرات في ليلة المعراج حين كان يتردد
بين موسى وبين ربه عز وجل يسأل ان يخفف عن امته الصلوة فيقصر
خمس واربعين صلوة في تسع مقامات ومرتين بالكتاب
بعده خدا میگوید که در جناب حضرت محمد الرسول الله صلى الله عليه وآله
وسلم در رویت دو قول است یا وجود یا عدم او پس کسے را که خطاب
اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي واقع شده باشد پس
نزدیک او سوای نعمت دیدار کرام نعمت تمام تر است پس
حاصل شده است او را صلی الله علیه وآله وسلم قول تعالی الم تر الی
ربک کیف مد الظل ونیز چیزی که ممکن باشد وقوع آن را اخبار آن
جناب کجا اطلاق باید کرد ونیز در دیدن خدا تعالی ذات خود را هیچ شک
وشبه نیست ونیز [illegible] آفریده است از اوصاف خود را ما اخبار
اعتبار میکنند چنانچه وجعلناه سمیعا بصیرا [illegible] این است پس
ان بصارت که او ذات خود را بان می بیند کاز روی فضل ما یافت
بدید یعنی متعلق [illegible] مضایقه است واین سخن
برای دفع توهم جاهل است واگر نه چند جای در قول مشایخ واقع
شده است که چنانچه محمد بن واسع گوید ما رأیت شیئا الا ورأیت الله
فیه وما رأیت شیئا الا الله اینجا نکته نازک است چنا اهل این حال

Marfat.com

Marfat.com

هیچ کس نمی فهمد مشکل آنست که خداست ترا غیر خدای کاهی نمی بیند
چنانکه از امیر المؤمنین حضرت علی کرم الله وجهه نقل است که این ربی
یعنی ربی و این موصوف باوصاف خود نمودن خدا است بندگان را
تخلقوا باخلاق الله وآنکه در سوال رب ارنی و در جواب لن ترانی
ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانه فسوف ترانی فلما تجلی ربه
للجبل جعله دکا و خر موسی صعقا مرشد کامل و شیخ اکمل حضرت
شاه محمد فاضل چنین توجیه کرده اند نیست که در لن نافیه که بر لن ترا
است و سوف قریب که بر سوف ترانی است هیچ یافته نمی شود
که چه بهتر است یا نمودن کاهی یا نمودن لشتابی عجب معامله
است ... دیدار نمایی بی ... یا از شورش آتش باشیم
و این محقق است که تجلی بر کوه شد لهذا کوه پاره گشت و موسی علیه
السلام بیهوش افتاد و هر دو بامر واحد نیست بود در نشانه آنکه
موسی علیه السلام از خوف پاره شدن کوه بیهوش نشد که
دوست این آیه کریمه یا موسی لا تخف انک من الآمنین و مرتبه
اولیاء لا خوف علیهم ولا هم یحزنون بود نسبت با انبیا و اولو العزم
چگونه میتوان کرد که انبیا و اولیا را شجاعت بلکه نمونه گر نه
محال است و فرار موسی علیه السلام بعد از قتل قبطی و در خیلی
اوقات و خوف و ترس دیگر انبیاء علیهم الصلاة والسلام از اعدا از جهت نبود
بلکه مامور باین می بود برای مصلحت یا اسباب ظاهری مقاومت با عدو

Marfat.com

موجود نبود که بی اسباب ظاهری اظهار معجزه و ادامت ممنوع است ندیدی که تا عمر رضی الله تعالی عنه ایمان نیاورد حضرت علیه و آله و السلام و الصلوة حکم اذان بلند کفتن نفرمود و لهذا او بسبب تشریف مرتضی را کرم الله تعالی وجهه کذاشته بود که نهار و پنهان شد اما اینجا از عین تعود نام باین بود و در آیة کریمه فلما افاق قال سبحانک تبت الیک و انا اول المؤمنین دال است برین که اول یعنی عمده مؤمن آنست که بمرتبه عیان ایمان رسیده باشد و معلوم است که بجز رویت مرتبه عیان ایمان نبود و لفظ لن که بر لن ترانی است اگر بمعنی تابید عام کرده شود لازم می آید که کسی را رویت در دارین نباشد و این مذهب اهل اعتزال است و اگر از تابید مراد انتهاء دنیا داری از معنی عام خاص قایل شدی برابر است انکه گوئی تا در دنیا هستی نخواهی دید یا گوئی تا در حال سوال نخواهی دید که عرب در نفی رویت که در معبد لا ترانی گوید نه لن ترانی و آیة کریمه لا تدرکه الابصار الخ دلیل عدم رویة مطلق نیست بلکه دلیل نفی احاطه و جوانب است که بمعنی ادراک است و حق سبحانه تعالی را کسی باحاطه و جوانب در نمیکند و در دیدن لازم نیست که شی را بجز احاطه و جوانب نتوان دید اسمان را همه کس بی احاطه و جوانب می بینند و میتوانند بود که معنی لا تدرکه الابصار این باشد یعنی نمی بیند که کسی که در او معتزله ابصار است یعنی

متفرق است بمرتبه نازع البصر رسیده است و از مرقد جار کم بصائر من ربکم فمن ابصر فلنفسه ومن عمی فعلیها یعنی واشت بغر غوثیه الاعظم رضی الله تعالی عنه در ... الاسرار فرموده است سیاست موسی عدم لبضرب سیف لن ترانی ثم عمی بروح سوف ترانی قام علی قدم نبت الیک فدخل فی حانة انی اصطفیتک زجع الی اهله متبرقا برقع الغیرة اشتری نور تلک الانات الاغیار قالت صفوا بنت شعیب علیه السلام یا کلیم الله قد اشتقت الی رؤیتک الی نظر وجهک فکشف لی من البرقع لارادة قال لها کیف اکشف لک لان وجها قابل تجلی صخور الطور لبهجة نور تجلی قالت قد رضیت ان اراه فاموت قد بان علی بذل نفسی بنظرة الی ظهر الی زیارت جمال وجهک یا غلام کن فی صدق طلبک کبنت شعیب علیه السلام بیع نفسها فی طلب نظرة من اهل الحبی سارع بقطع المنازل وطی المراحل بقدم تجرد من حوادث الارادة تقا الی رؤیة المحبوب ولها نیل المطلوب فیصیبی حص ان توقف بازای لیل الارواح او ترکی مصر یوسف یعقوب القلوب والله ما حن علی بابیع نفسه بلحظة واحدة ... لکن موسی آیة لا تقنع بدون ار در تحقیق ... خواجه محمد پارسا علیه الرحمة می نویسد در طبقه صحیح وفات در رویة پیغامبر صلی الله علیه و آله وسلم اختلاف است بی بی عائشه رضی الله عنها گوید ندید بچشم و دید و ابن عباس گوید بچشم دید و کعب گوید بموسی دو بار کلام کرد و محمد الرسول الله دو بار

Marfat.com

دو بار خدا را دید میان این روایات تناقضے نیست که حضرت علیه وآله الصلوٰة والسلام را چند نوبت معراج شده یکبار در بیداری با جسم مبارک شده و حضرت بی بی عائشه از معراج که در مدینه در فراش شان اتفاق افتاده حکایت کرده و این معراج در وسط حال بود و ابن عباس حکایت از معراج میکند که در مکه در بدایت حال شده بتجلی صوری و در نهایت معراج متمم بتجلیات نوری شده در نهایت نهایت از نور هم منزه ... میگوید که عجب است از بعض مردم که قول ابن عباس را که با علو مرتبه حضرت علیه وآله الصلوٰة والسلام از دیگر انبیا علیهم السلام ثابت میشود و حدیث نیز درین باب یافته شده تمسک نمیکنند و قول حضرت بی بی عائشه رضی الله عنها را که با مساوات مرتبه حضرت علیه وآله الصلوٰة والسلام بسایر انبیا علیهم السلام معلوم میکرد تمسک خود میسازند و این نمی دانند شاید بحضرت بی بی عائشه رضی الله عنها از زیادت مرتبه تعجب نکرده برای آن که در رویة اختلاف است شاید بمقتضی جبلت در عوام رسید ابفهند و این اسرار مشکل را که وراء طور عقل رجال است نفهمند لهذا صریح نفرمود کما تقرر المحققین فی رویة النساء چنانچه در کشف المحجوب مینویسد که رسول صلی الله علیه وآله وسلم از شب معراج حضرت بی بی عائشه رضی الله عنها را خبر داد که حق را ندیدم و ابن عباس رضی الله عنه روایت

Marfat.com

که رسول خدا صلی الله علیه وآله وسلم مرا گفت که حق را دیدم بچشم

یعنی خلق درین اختلاف کرده بماندند و آنچه بهتر بالنسبت بحب از
میانه بردار آنچه گفت ندیدم عبارت از چشم سر کرد و آنچه گفت
بدیدم کنایت از چشم سر بود یکی ازین دو از اهل باطن بود دیگری اهل
ظاهر سخن هر یک باندازه فهم وی گفت جلال الدین
سیوطی رؤیة الله تعالى يوم القيمة في الموقف حاصلة لكل واحد
من الرجال والنساء بلا نزاع حتى للمنافقين والكافرين
ثم يحجبون بعد ذلك ليكون حسرة واما الرؤية في الجنة فاجمع اهل
السنة والجماعة على حصولها للانبياء والصديقين من كل امة
ورجال المؤمنين من البشر من هذه الامة وفي نسائهم ثلثة مذاهب
لا يرين ويرين في اعياد ويرين مثل هذه الايام دون غيرها
وفي الملائكة قولان لا يرونه ويرونه وفي الجن ايضا قولان
كذا في رسالة للشيخ جلال الدين سيوطي رحمه الله

که معتبر از تفسیرها است می نویسد ولما جاء موسى لميقاتنا اي
اي لوقتنا الذي وقتناه واللام للاختصاص اي اختص مجيئه لميقاتنا
وكلمه ربه من غير وسط كما يكلم الملائكة وفيما روي ان موسى عليه
كان يسمع ذلك الكلام من كل جهة تنبيه على ان سماع كلامه القديم
ليس من جنس كلام المحدثين قال رب ارني انظر اليك اي ارني نفسك
بان تمكنني وتجلي فانظر اليك وادراك وهو دليل على ان رؤيته تعالى

جائزة في الجملة لان طلب المستحيل من الانبياء محال فخصوصا ما
يقتضي بالله ولذلك رده بقوله لن تراني دون لن اري او لن اريك
او لن تنظر الي تنبيها على انك قاصر من رؤيته لتوقفها على معد في الرائي
ولم يوجد فيه بعد وجعل السؤال لتبكيت قومه الذين قالوا ارنا الله
جهرة خطاء اذ لو كانت الرؤية ممتنعة لوجب ان يجهلهم ويزيح شبهتهم
كما فعل بهم حين قالوا اجعل لنا الها ولا تتبع سبيلهم كما قال لاخيه ولا
تتبع سبيل المفسدين والاستدلال بالجواب على استحالتها اشد
خطاء اذ لا يدل الاخبار عن عدم رؤيته اياه على ان لا يراه ابدا وان
لا يراه غيره اصلا فضلا من ان يدل على استحالته ودعوى الضرورة
فيه مكابرة او جهالة بحقيقة الرؤية قال لن تراني ولكن انظر الى
الجبل فان استقر مكانه فسوف تراني استدراك يريد ان يبين
له ان لا يطيقه وفي تعليق الرؤية بالاستقرار ايضا دليل على الجواز
ضرورة لان المعلق على الممكن ممكن فلما تجلى ربه للجبل ظهر له
عظمته وتصدى له اقتداره وامره وقيل اعطى حيواة ورؤية حتى
راه جعله دكا مدكوكا مفتتا والدك والدق اخوان كالشك والشق
وخر موسى صعقا مغشيا عليه من هول ما راي فلما افاق قال تعظيما
لما راي سبحانك تبت اليك من جرأة والاقدام على السؤال بغير اذن
وانا اول المؤمنين اي من امن بانك لا ترى في الدنيا تم كلام البيضاوي
وتيز موجب قاصر رويت موسى عدم ثابت ميشود چه كه نزد

صیغہ واحد و صیغہ ماضی است شش از آن غایب و شش از آن
مخاطب و دو از آن متکلم پس اگر کسے سوال بکند کہ متکلم را دو صیغہ
چرا شد جواب آنکہ المتکلم سیاہ فی اکثر احوال یا نہ مذکر او مونث و گوید
کما الله میگوید پس رویت در الطریقہ ہذا ہم ثابت شد
می نویسد بندی کہ عالم اندر حسرت رویت خداوند و موسے ازان توبہ
کرد از آنچہ رویت باختیار خواست و اندر دوستی اختیار کرفت بود
و ترک اختیار در حق مخلوق ترک رویت نمود
میگوید آنچہ گفتہ اند بچشم دیدہ نمیشود و لیکن بصیرۃ دیدہ میشود ازیں معلوم
میگردد چرا کہ بادشاہ در بدن روح است کہ ہمہ حواس بجای فرمان
فرمان بردار و الات او بینندہ و شنوندہ بمولست و لیکن
بجا شبکہ است دلیل آنکہ آنچہ در ما یافتہ می شود از اسمای صفات
باری تعالی است چنانچہ سمع ما از اسم سمیع و بصر ما از اسم بصیر
پس بصیرت ما از کدام اسم است اگر از علیم کریم است نمی آید
کہ بر عالم اطلاق رویت مجاز است بی ضرورت قایل مجاز چرا باید بود
مجالی کہ ہمہ جسم جان چشم شدہ باشد چہ می توان گفت منہ
دیدن کہ در رو بصیرتہ حاصل می آید دل در چشم چشم در دل می آید
ایضا منہ چشم جان باید کہ بینندان جمال ۔ چشم دل را دیدہ باید این جمال
نرگس ہمہ تن بہر تماشای تو چشم است ۔ سوسن ہمہ بہر ثنای تو زبان است
ہمہ چشمیم تا چہ بنمائی ہمہ گوشیم تا چہ فرمائی ملک جان ہم در اول کرشمہ بیان است

Marfat.com

الی دث اذقرن بالقیام لم یسبق له انتباه الا بعد [illegible]

بهر ثنات حافظ تن انجمان از کدورتی [illegible] [illegible]

رحمة الله تعالی علیه الر خداوند تعالی را که بدیده [illegible] چشم سر [illegible]

اندر دوستی غیبی در غیبت غیب [illegible] اند دیدار [illegible]

که اندر دنیا بدیده سطح چشم همه بدیده [illegible] در [illegible]

لکم از دیدن حضرت غوث الاعظم رضی الله تعالی

عنه در زمان ایشان میگفت که من خدا را بچشم سر [illegible]

بعضی مردم این را بعرض حضرت پیر دستگیر [illegible]

آن مرید الطبیعه نه جز و منع فرمودند که اینچنین [illegible]

سوال کردند که یا حضرت زعم و تشریح این [illegible]

لیکن او در گفتن این کلمه محق است یا مبطل جواب فرمودند

که محق می بیند به بصیرت نور جمال را و از بصیرت او

- رونی بطرف بصارت او کشاده شده که نظارۀ بصیرت

افتاده و بصارت او متصل شده شعاع نور مشهور

پندارد که به بصر می بیند بصر بصیرت را و نفس الامر چنین

مرج البحرین یلتقیان بینهما برزخ لا یبغیان و تفسیر حسینی

می نویسد در تفسیر این آیۀ کریمه ان هو الا وحی یوحی علمه شدید

القوی ذو مرة فاستوی و هو بالافق الاعلی ثم دنی فتدلی

فکان قاب قوسین او ادنی فاوحی الی عبده ما اوحی [illegible]

Marfat.com

از نهایت جمع بحق است و بعضی بر پیغمبر صلی الله علیه و آله وسلم برین
ثم دنی یعنی پس نزدیک شد محمد علیه السلام بحضرت احدیت
یعنی مقرب درگاه الوهیت گشت بمکانت و منزلت نه بمنزل و مکان
فتدلی پس فروتنی کرد یعنی سجده بجا آورد خدای جل شانه و عم نواله
آن مرتبه را بواسطه خدمت یافته بود یکبار دیگر وظیفه اوردن
خدمت افزود در سجده و عده قرب نیز هست که اقرب ما یکون
العبد من ربه ان یکون ساجدا فکان قاب قوسین او ادنی یعنی پس گشت
از غایت قرب و تقریب محبت و بواسطه تقریب محبت و بواسطه القرب
با فهما در صورت تمثیل مودی عقدی چه عادت عرب
آن بود که چون تاکید عهدی و توثیق آن می خواستند که نقض آن
راه نیابد هر یک از متعاقدان کمان خود طرف ساخته با یکدیگر ملاصق
دادند و هر دو یکبار قبضتین را گرفته و یکبار کشیده باتفاق یک تیر
از آن بینداختی و این صورت از ایشان اشارت بدان بوده که موافقت
کلی میان ما تحقق پذیرفت و مصادقت اصلی بروحی تمهید یافت که رستن
ازان رضا و سخط آن دیگر نیست پس گویا درین آیه مشابه این معنی مودانست
بجمعیت و قربت پیغمبر صلی الله علیه و آله وسلم با حق سبحانه و تعالی بمشابهه تاکید یافته
که مقبول رسول مقبول خداست و مردود مصطفی مردود درگاه خداست و علی
هذا القیاس و فی اشارت است بمکان نفس مقدس فتدلی بمنزل دل
مطهر او فکان قاب قوسین بمقام روح مطیب او او ادنی بمرتبه سر منور

Marfat.com

نفس در مقامات خدمت بود و دل او در منزل محبت و روح او

در مقام قربت و سر او در مقام رویت فاوحی الی عبده ما اوحی وحی کرد خدا تعالی

به بنده خود ما اوحی آنچه وحی کرد و بعضی علما گویند تعرض آن نباید کرد

در پرده بگذاریم و بعضی گویند که آنچه از آن وحی در بعضی کتب ذکر کرده

است ذکر آن هیچ نقصان ندارد و در آن روایات بسیار است مشهور

آنست که حق سبحانه فرمود که یا محمد انا و انت و ما سوی ذلک

خلقت لاجلک آنحضرت صلی الله علیه و آله در جواب فرمودند که یا رب انت

و انا و ما سوی ذلک ترکته لاجلک ما کذب الفؤاد ما رای دروغ نگفت

دل محمد صلی الله علیه و آله و سلم در آنچه دید این هم یکی بقول اهل سنت

و بقول حق سبحانه تعالی و اکثر صحابه بر آن اند که حضرت رسول صلی الله علیه و آله و

سلم خدا را در شب معراج دید و لقد رآه نزلة اخری عند سدرة

المنتهی مشهور معنی آنست که خدا را دید بار دیگر وقتی نزد

سدرة المنتهی بود و قول ابن عباس رضی الله عنه همین است

و تقریر یمین در تفسیر بحر المواج نوشته که ابن عباس را

می پرسید که حضرت علیه و آله السلام و الصلوٰة در معراج خدا را دید

چنان در جواب گفت که دید که بیهوش می شدند از زبان

حضرت شاه ابو الاسرار در کتاب رساله حضرت ارشاد پناه

چنان نوشته اند که ای عزیز آنچه اماما ن دین و مجتهدان راسخ الیقین

اختلاف در مسئله رویت گفته اند همه راست و درست است که بعقل

Marfat.com

ودر بین و مکر مبین تمیمه و سنجیده کار کرده اند فاما نزد عاشقان ذات

قدیم و عارفان لقای کریم دنیا عبارت از خطرات و نشر ورات الفت

و محبت غیر ذات جمیل الصفات است کسی که اندرون همت وی بی خردی

مایل خطرات بیهوده و طالب و مهمات فرسوده دنیا دار باشد هرچند که

از سعادت و دولت لقا علیم وهاب العلوم محروم ام گردد و چه عجب ابلیس پیشک

دشمن نیست که او در مضایق دنیا گرفتار از کرامت لقا محروم و کار تلبیس

تو بند بود در غضب ان که بلکه تم رحمان و عطیات الرحمان از ذات

لطایف بجا نقد دنیا عرش کلی و اشراف مطلق محروم و طالب

دیدار سبب خفا ان طرفان مهمان او غیر آمده اعتصام بدیل و اسب

و دل ان اهل لقای حقیقی شده و حکم اعراض ایشان و هیچ باشند

در ایشان نهایت عنایت به سعادت دریافت لقا دنیا همه باشند

باشند کار و دیدار فریدگار آن احوال فی اختلال آنها سبب طغیان

نفس با سبب هما شهوات آنها سه بار قدیم و عشقان بجا شده

الله عظیم بنا سبب صراط مستقیم و سلوک منهاج سلیم باین نسبت و

دولت سبب اند چنانچه از احوال نفود تب میدهند عاشقان با

جمال است و نباز را امشب است قوله لعلها لیلة القدر که کوید

اهل خلوت امشب است آنکه فردا وعده دیدار جانان میدهند

عام فانه وعده دیدار فردا امشب است الله تبارک و تعالی بهستی

قدیم و صفات کریم امروز چنان ظاهر که از مظاهر تعلیات و تقییدات

Marfat.com

کہ بعینہ ناہر ترشست ساقی رحیق عشق باقی حضرت فخر الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ
در لمعات خود فرموده   چون آفتاب هر دو رخ هر دو ظاهر است
از غایت ظهور عیانیم بدید نیست عاشقان این عشق معشوق و استغنا
لقای او عاشق که خوانند واصلان از عارفان این وصل است
در عرفان محبوب عارف واصل کسی نداند   در این عالم عاشقان جمال
حضرت جمیل و عارفان ذات رحمان بصیره واصلان وصال قدیم
قدیم مستغنی دیدن جمال کریم و شناختن ذات عظیم و در
به وصال کبیر المتعال اطلاق عشق در عرفان ذات مستهان و دل
مطابق باشد ز اصلا و مرمان نمیکرد ند عاشق کسی است که دل
مدام در بازار دیدار معشوق بحرق و گداز و همیشه از طلب
دل فگار از اسباب عیش بی ساز   در عالم عشقش
گذارم در عالمش فارغ است   در با عشق و محبت ادرسکی
در ز همام معاوت در ملیات دوران می باشد عشق
جمال جمیل قدیم صورت نه بیند واصل در دیدن جمال لبهائی
عشق جمال شرط مسلک طریق ذو الجلال والافضال است بی معاینه انوار
حسن زیبا شیفتگی و زلف چنگی جمال و بی حلول آثار اشتیاق در این عالم
و مرات تسخیر و آیات قدرت تحکم بلاد و خاطر مرغوب اهل اخلاق جمال
دوستان عاشقان بی شکیب چون خواهند که بی دلان از عالم حیرت
بر آورده او بجته موی منک بوی و زلف به روی دلجوی حور کرد اشند

نقاب از

Marfat.com

نقاب اندک از بخش روی آفتاب لمعات برداشته حسن و ملاحت خود را بسیاحت
پریشان نمایند بدین سبب متاع صبر و شکیب از بیوت قلوب عاشقان لقا محبوب بر بایند
بی دیده درویش و بیخبر همه در تخت حسن او مسخر الله او بجا کمان بقید دل
بسته موی و روی و شگفته ادای و خوبی ایشان کشته بر تمنای وصال از جان و دل
بر خواسته دل و جان در کار خیال حصول تقارب ایشان کنند و بمهالک خطرناک بی
باک شده میروند بی بی خودی خود بدبستان روند بکوی خطرناک مستانه روند
بی دیدن حسن و جمال چندین اضطرابی و خرابی بر ایشان ورود می یابد پس همه بلد
و ورود بی دوا از سبب دیده لقا بر بهجت افزاست اگر ز عشقی کمی بس بسیه
دگر نه ز رهی عاقبت بجنس بسیر مترس از محبت که خاکت کند تو باقی با نور با
ز سلاکت کند شنیدن شنا را گویند شناختن بی دیدن تا ممکن و دشوار جه
شناختن بعد از دیدن صورت خواهد است و واصل بعد از طی مراتب عاشق عارف است
اولاً شنیدن بی دیدن و بعد از دیدن شناختن و پس از آن رسیدن شناختن
بی دیدن اطوار و اوصاف مطلوب جمال و رسیدن بی شناختن محبوب محال چنانچه
در علوم ظاهری علما و فضلا مشهور و مشتهر اند از آن جمله امام اعظم ابو حنیفه کوفی
و شافعی و ادریس و احمد حنبل و مالک و امام محمد و یوسف و زفر و غیرهم رضوان الله علیهم
اجمعین تبیین احکام شرائعه و عبادات و مجاهدات و تحکیم مسائل بیع و شرا که در دین
اسلام رواج کلی دارند ظاهر فرمودند و تابعان و پس روان ایشان بر آن عمل کردند
در ابواب محبت و عشق رحمانی و ابواب مدرسی مفتوح نفرموده اند و واقف اسرار حق میر حسینی
مرید شیخ بهاء الدین ملتانی رضی الله تعالی عنه دقیقه از دقائق ربانی بسبب

Marfat.com

استیلاء غلبهٔ عشق پیدا نمی کامل صحبت درگاه سبحانی و بار دانی از سعادت
عرفانی حضرت رحمانی بیرون دارد بوالعجب سورهٔ صورت عشق جان مشتعل
در دیک اثر ثبت عشق را ابو حنیفه درس نگفت شافعی را در روز [illegible]
مالک از کمال عشق بی خبر است حنبلی را در رو درایت نیست همچنین در علوم
عشق حضرت حی و قیوم هست هر عاشق جمال خلاق و عارفان رزاق و واصلان حسن
آورید کار روابط تقیید و اطلاق هستند مفتیان فتوی ظاهر و گردانید و سرمستان
باده خمخانه فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون
دیده و جودانی شراب عشق و محبت ایم وهاب والله یحب المحسنین
عاشقانه مترنم دیدن حق اکرم نسبت او الست را خوانده اند الهی
الله عرفات بمشاهدات رحمانی غفار چه جوش میکنند [illegible]
دوست خاطرخواه بشنیده فثم وجه الله و هو معکم که هر دو [illegible]
این معیت جلوه میدانی عرفا و جنید قرب سبحانی علی الدوام حضرت
نثار عیون اهل الیجام آفتاب ایام [illegible] انی انا الله لا اله الا انا
فاعبدنی رونق بابا [illegible] و تشنه صابر [illegible]
و داد حضرت شیخ جنید گوهر کان [illegible] طریقت و ارشاد [illegible]
الله و ترانه مستانه عندلیب حدائق عشق الله العالمین حضرت امام شبلی اسرار
العاشقین نور الله مرقدهم انا اسمع واقول هل فی الدارین غیری [illegible]
وصال بالکبیر المتعال مسعود که باشد که چنین ملکه گوید [illegible]
آن یار حکایت [illegible] معنی این آیت گلزار [illegible]

[illegible]

یومئذ لمحجوبون یعنی حقا که ایشان از دیدار خداوند تعالی و آن روز محجوب
باشند و در پرده بوند این دلیل که همه مومنان را دیدار بود و حال
مومنان بخلاف حال کافران بود چون کافران را دیدار نبود دلیل است
که همه مومنان را دیدار بود بعضی از جاهلان گویند که دیدار رب
در دنیا ممتنع است و در روز قیامت جایز است و در بهشت از
تجلیات و این خطا عظیم است چه هر چه در وصف رب ممتنع بود
بوقتی و حالی بهمه حال و اوقات ممتنع بود و هر چه جایز بود بهمه [اوقات]
جایز بود در حب ممتنع در دیدار رب تعالی در گفتن جایز روا بود گفتن و
هر چه در وصف رب ثابت کردی آن ثابت بود از ازل الی ابد ازبهر آنک
تغییر که هم باکی در صفات وی تغییر است در صفات مخلوقات از آنکه
سخن گفتن ممتنع چون از زبان بیاید نا جایز از با بنیا دیدن ممتنع چون بدنیا شود
جایز تغییر در وصف ایشان روا بود و در وصف رب العزة روا نه و دیدار رب
عز و جل در دنیا و عقل [illegible] شاید است که تجویز کرده است و لکن ممتنع کردانیم
در بهشت و [illegible] و لکن در حب تحکیم لیس الکرسی گوید چون دیدار
در دنیا جایز است چرا موسی [illegible] فیما یجوز علیه تعالی از ذا
[illegible] التعلق به الرؤیة والعلم بانه وفیه مقاصد الاول فی الرد
والکلام فی الصحة وفی الوقوع وفی شبه المنکرین فهنا ثلاث مقامات
الاول فی صحة الرؤیة وقد طال نزاع الی الملة فیها فذهب الا
شاعرة الی انه تعالی انه یری ومنعه الاکثرون قال الآمدی اجتمعت الا

Marfat.com

من اصحابنا على ان رؤية الله تعالى في الدنيا والآخرة جائزة عقلا

واختلفوا في جواز وقوعها في الدنيا فاثبته بعضهم ونفاه آخرون وهل

يجوز ان يرى في المنام فقيل لا وقيل نعم والحق انه لا مانع من هذه

الرؤيا وان لم يكن رؤية حقيقة ولا خلاف بيننا في انه تعالى يرى ذاته

حكموا بامتناع رؤيته عقلا الذي [illegible]

لنا رؤيته لذاته [illegible] ولابد من تحرير محل النزاع فنقول انا اذا نظرنا

الى الشمس فرأيناها ثم غمضنا العين فعند التغميض نعلمها

علما جليا وهذه الحالة مغايرة للحالة الاولى التي هي الرؤية بالضرورة

فان الحالتين وان اشتركتا في حصول العلم فيهما الا ان الحالة الاولى

فيها امر زائد هو الرؤية وكذا اذا علمنا شيئا علما تاما جليا ثم رأيناه

نعلم بالضرورة تفرقة بين الحالتين وان في الثانية [illegible]

[illegible] ثم ان تلك الحالة [illegible] المسماة بالرؤية [illegible]

الى [illegible] لا الى الزيادة في الادراك [illegible]

الوجه الاول من نظر الى الشمس بالاستقرار ثم غمض [illegible]

[illegible]

[illegible]

بقيت صورتها في الحدقة بعد ان زالت الرؤية [illegible]

نظر باستقرار الى [illegible]

ابيض فانه يرى [illegible] من البياض [illegible]

Marfat.com

حدقته ما تأثرت عن المحسوس وبقي صورتها فيها بعد التحول الثالث
ان الضوء القوي يقهر الباصرة وكذلك البياض الشديد يقهرها
بحيث لو نظر الرائي بعد ذلك منهما الى ضوء ضعيف او بياض
ضعيف لم يرهما فلولا تأثر الحاسة منهما لما كان الامر كذلك
قلنا كل ذلك الذي ذكرتموه يدل على تأثر الحدقة عند الابصار
واما سبق تلك الزيادة التي هي الابصار اليه اي الى التأثر فلا
دلالة عليه فلا هي اي الابصار تأثر بل الرؤية معها اي مع تأثر الحاسة
ولا هي مشروطة به عندنا فجاز ان يخلق الله سبحانه من غير
تأثر في الحاسة وقد سبق ما فيه وبهذا ان الرؤية امر يخلقه
الله في الحي ولا يشترط بضوء ولا مقابلة ولا غيرهما من الامور
التي اعتبرها الحكماء علمت ان الله سبحانه وتعالى ليس
في جهة ولا يستحيل عليه مقابلة ومواجهة وتقليب حدقة نحوه
ومع ذلك يصح ان ينكشف لعباده المؤمنين في الدار الآخرة
كما ورد في الاحاديث الصحيحة وان يحصل رؤية للعبد بالنسبة
اليه هذه الحالة المعبر عنها بالرؤية هذا ما تفرد به اهل السنة وخالفهم في
ذلك سائر الفرق فان الكرامية والمجسمة وان جوزوا الرؤية لكن
بناء على اعتقادهم كونه جسما وفي جهة واما الذي لا مكان له ولا جهة
فهو عندهم مما يمتنع وجوده فضلا عن رؤيته ويسير عليك اتقان تقرير
المذهبين وقد استدل عليه اي على جواز رؤيته تعالى بالعقل والنقل فلنجعله

Marfat.com

مسلكين الاول النقل وانما قدمه لان الاصح في هذا الباب
والمعول من المنقولات في ذلك قوله تعالى حكاية عن موسى
رب ارني انظر اليك قال لن تراني ولكن انظر الى الجبل فان
استقر مكانه فسوف تراني والاحتجاج به من وجهين الاول ان
موسى عليه السلام سال الرؤية ولو امتنع كونه تعالى مرئيا لما
سال لانه حينئذ اما ان يعلم امتناعه او يجهله فان علمه فالعاقل
لا يطلب المحال فانه عبث وان جهله فالجاهل بما لا يجوز على الله
ويمتنع لا يكون نبيا كليما وقد وصفه الله تعالى بذلك في الكتاب بل ينبغي ان
لا يصلح للنبوة اذ المقصود من البعثة هو الدعوة الى العقائد الحقة
والاعمال الصالحة الثاني انه تعالى علق الرؤية على استقرار الجبل
واستقرار الجبل امر ممكن في نفسه وما علق على الممكن فهو ممكن اذ لو كان ممتنعا لا
مكن صدق الملزوم بدون صدق اللازم الاعتراض اما على الاول فمن وجوه الاول
انه موسى لم يسال الرؤية بل طلب منها العلم الضروري لانه لازمها ...
... الملزوم على اللازم ... اي ... بمعنى علم ... بمعنى العلم
... ضروريا ... في ... الملائكة ...
... النظر البصري والجواب ان الرؤية وان استعملت بمعنى العلم لكنها اذا
وصلت بالى فبعيد جدا والصواب ان يقال لو كانت الرؤية المطلوبة في ارني
النظر بمعنى العلم لكان انظر المرتب عليه بمعناه ايضا والنظر وان استعمل بمعنى
العلم الا ان استعماله فيه موصولا بالى مستبعد ... وكذا ...

لا يجوز الا لدليل ولا دليل ههنا فوجب حمله على الرؤية بل على طلب الحدقة
نحو المرئي المؤدي الى رؤيته فيكون الطلب للرؤية ايضاً ثم نقول
يمتنع حمله اي حمل الرؤية المطلوبة عليه اي على العلم الضروري منها
اما اولاً فلانه يلزم ان لا يكون موسى عالماً بربه ضرورة مع انه مخاطبه
وذالك لا يعقل الا ان المخاطب في حكم الحاضر المشاهد وما هو معلوم بالنظر
ليس كذالك واما ثانياً فلان الجواب ينبغي ان يطابق السؤال و
قوله لن تراني نفي الرؤية لا للعلم الضروري باجماع المعتزلة فلو حمل
السؤال على طلب العلم لم يطابقه اصلاً الثاني من وجوه الاعتراض عليه
الحمل انه لم يرد له ارادة ذاته بل يريد ان يريه علماً وامارة من اعلام
وامارته الدالة على الساعة والقدرة القوية اي اطلب كيفيته الرؤية
المطلوبة مستعملة بالعلم النبا والمعنى ارني علماً من اعلام كمال القدرة الي
علم هذا تاويل الكعبي والبغدادي والجواب انه خلاف الظاهر فلا
يرتكب الا لدليل ومع ذالك لا يستقيم اما اولاً فلقوله لن تراني ما
نفي الرؤية تعالى لا لرؤيته علم من اعلام الساعة باجماعهم فلان
الجواب السؤال جنسك واما ثانياً فلان تذكرك الجبل الذي نشاهده
من اعظم الاعلام الدالة عليه فلا يناسب قوله ولكن انظر الي
الجبل المنع من رؤية الاية اي العلامة الدالة على الساعة المتعلقة
من قوله لن تراني على هذا التاويل بل يناسب رؤيتها والله قوله انما
سال ليبين قومه لا لنفسه لانه كان عالماً بامتناعها لكن اقترحوا

علمه
وقالوا ارنا الله جهرة وانما نسبها الي نفسهم في قوله

ارني لمنع عن الرؤية فعلم قدمهم امتنا عنها بالنسبة

اليهم بالطريق الاولى وفيه مبالغة لقطع دائرة قدمهم

الصاعقة لهم ودلالة على استحالة المسؤول وهذا تأويل لما قاله

ومنعه والجواب انه خلاف الظاهر فلا بد له من دليل وذلك

الظاهر لا فلانه لو كان موسى مصدقا بينهم لكفاه في رفعهم ان

يقول هذا ممتنع بل كان يجب عليه ان يردعهم عن ماذا ليس

الله كما زجرهم وقال انكم قوم تجهلون اجعلنا كما لهم الهة

واما ثانيا وان لم يكن مصدقا بينهم بل كان القوم كافرين به

لما قد لم يصدقوه ايضا في الجواب بل نترائى اخبار الله لا ان

لم يحضروا وقت السؤال ولم يسمعوا الجواب بل الحاضرون

المكارون فكيف تقبلون بمجرد اخباره مع انكارهم المعجزات

واما ثالثا فلانهم لما سألوا وقالوا ارنا الله جهرة زجرهم الصاعقة

عن السؤال باخذ الصاعقة فلم يحتج موسى في زجرهم الي

الرؤية واضافتها الي نفسه وليس في اخذ الصاعقة دلالة على

امتناع المسؤول لانهم لو لا ان اخذتهم الصاعقة عقيب

يكون
سؤالهم وليس في ذلك ما يدل على امتناع ما طلبوه بل جاز ان

ذلك الاخذ لقصدهم اعجاز موسى عن الانسان بما طلبوه تعنتا مع

كونه ممكنا فانكر الله ذلك عليهم وعاقبهم كما انكر عليهم لن نؤمن

Marfat.com

له حتى تفجر لنا من الارض ينبوعا وقوله انزل علينا كتابا من السما
بسبب البعثة وان كان المسؤل امرا ممكنا في نفسه فاظهر الله
عليهم ما تدل على صدقه معجزاته وردعاهم عن تعنتهم الرابع
وجوه الاعتراض على الاول انه سالها لنفسه وان علم انها
بالعقل يثبت كدليل العقل بالدليل السمع تستقوي عامة بها
الا سيما انه فان تعدد الادلة وان كانت من جنس واحد تفيد
قوة في العلم بالمدلول فكيف اذا كانت في جنسين وانما سال
السؤال وفعله فعل ابراهيم وسماله من قال رب ارني كيف
تحيي الموتى قال اولم تؤمن قال بلى ولكن ليطمئن قلبي فقد
طلب الطمانية فيها لمعتقده وتعلقه بانضمام المشاهدة الى الخبر
والجواب ان العلم لا يحصل التفاوت فانه كما صحنه بوجيب
خبر لا يحتمل لعلة انتقص بوجه من الوجوه ولذلك اول
قول الخليل بان بها الضعف وبها انه يخاطب لجبرئيل عند
نزوله اليه بالوحي ليعلم انه من عند الله وضعفه انه خاطب الرب وجبرئيل
ليس برب وايضا احيا الموتى ليس مقدور الجبرئيل فليس
مراده بالقوي وبها روي انه اوحى الله تعالى اليه اني اتخذت انسانا
خليلا وعلامته الى احي الموتى بدعائه وظن ابراهيم انه ذلك الانسان فطلب
الاحياء ليطمئن قلبه مع انه كان تمكينه اي تمكن موسى ذلك اي طلب
التاكيد من غير ارتكاب سوال ما لا يمكن من الروية بان يطلب المنار

Marfat.com

والدليل السمعي على استحالتها بالطلب لما قيل من حيث الطلب
خارجاً عما يليق بالعقلاء خصوصاً بالانبياء ولما امسى من
تلك الوجوه انه قد لا يعلم امتناع الرؤية ولا يعلم ذلك لا يقدح
مع العلم بالوحدانية لان المقصود من وجوب معرفته تعالى
هو التوصل الى العلم بحكمته وانه لا يفعل قبيحا والرؤية
من الشبه بالعقول الى انه تعالى واحد وانه كلف عباده بالامر
لاداء تعريضا لهم الى النعيم المقيم وذلك لا يتوقف على العلم باستحالة
الرؤية واما من جعل الوجوب شرعيا فعنده نحو ذلك ولا يلزم
موسى امره بحضرة الله تعالى ليتجلي الرؤية ويعلم استحالة
الرؤية والسؤال لطلبها صحيح فلا يلزم عليه ما اورد
لزم ان النبي المصطفى بالمختار بالتكلم في معرفة الله تعالى وما
يجوز عليه ويمتنع دون احاد المعتزلة دون من جهل ذلك
الكلام في البعثة اشتغال والطريقة العوجاء التي لا سلامة
العقلاء واحتجاجا بلزوم العيب على تقدير العلم بالاستحالة
ينزه عنه من له ادنى تمييز فضلا عن الانبياء كيف ومثل هذا الشيء
الله تعالى في طلب ما لا يجوز عليه ولشر بالنجيم على رأيكم لا المعدم انه
بل من الكبائر التي يمتنع صدورها عنهم وعلى تقدير كون السؤال من الصغائر
فقول في جوازه من الانبياء ما شئت من المنع والتفصيل واما على الثاني
اي الاعتراض عليه ويتبين الدول انه علق الرؤية على الاستقرار

Marfat.com

الجبل اما حال سكونه او حال حركته الاول ممنوع وانما [illegible]

اي وجود الرؤية عليه حال سكونه لزم وجود الرؤية [illegible]

وهو باطل فان قد [illegible] انه علقه [illegible] حال [illegible]

حال الحركة محال فيلزان تعلق الرؤية عليها تعليقا [illegible]

امكان المعلق بل على استحالته والجواب انه علقه على استقرار [illegible]

هو من غير قيد بحال السكون او الحركة واللازم الانما [illegible]

استقرار الجبل من حيث هو مرسي فلما لم يلزم منه محال [illegible]

الجبل عند حركته اي في زمانها ليس بمحال اذ في ذلك الوقت [illegible]

بدل الحركة ولا محذور فيه انما المحال هو الاستقرار مع الحركة [illegible]

لا وقوع شي منافي وقت الاستقرار لصاحبه الثاني من الوجهين [illegible]

من التعلق المذكور بيان امكان الرؤية او امتناعها بل بيان [illegible]

لعدم المعلق له وهو الاستقرار سواء كان ممكنا او ممتنعا فلا يلزم [illegible]

والجواب انه قد لا يقصد الشي في الكلام قصدا بالذات ويلزم منه [illegible]

والحال هنا كذلك فانه اذا فرض وقوع الشرط الذي هو ممكن في نفسه [illegible]

المشروط فيلزم ان يكون ممكنا او لا فلا معنى التعليق وايراد الشرط والمشروط [illegible]

حينئذ متوقف على تقدير وجود الشرط وعدمه الا فقال فائدة [illegible]

بالعدم مع السكوت عن ربط الوجود بالوجود لانا نقول ان المبتدا [illegible]

مشكل قد ينافي ان صريحه ترتيب هو الربط في جانبي الوجود والعدم [illegible]

العدم فيكفيك ما هو المعتبر في الشرط المستلزم ترتيب كل ما يستلزم [illegible]

Marfat.com

الثاني ما يدل على وقوع الرؤية فهو دليل على جوازها
وصحتها بلا شبهة فلا نطول بذكرها ههنا الكتاب كما فعله
جمع من الاصحاب والله الموفق للصواب من مسالك صحة الرؤية
هو العقل والعمدة في المسالك العقلية مسلك الوجود وهو
طريقة الشيخ ابي الحسن والقاضي ابي بكر واكثر ائمتنا وتحريره
انا نرى الاعراض كالالوان والاضواء وغيرها من الحركة والسكون
والاجتماع والافتراق وهذا ظاهر ونرى الجواهر ايضا وذلك
لانا نرى الطول والعرض في الجسم ولهذا نميز الطويل من
العريض ونميز الطويل من الاطول وليست الطول والعرض عرضين
قائمين بالجسم لما تقرر من انه مركب من الجواهر الفردة فالطول
مثلا ان قام بجزء واحد منها فذلك الجزء يكون اكثر حجما من جزء
آخر فيقبل القسمة هذا خلف وان قام باكثر من جزء واحد لزم
قيام العرض الواحد بمحلين وهو محال فرؤية الطول والعرض
رؤية الجواهر التي تركب منها الجسم فقد ثبت ان صحة الرؤية مشتركة
بين الجواهر والاعراض وهذه   علة مشتركة بحال وجودهما
وذلك لتحققها عند الوجود كما عرفت وانتفائها عند العدم فان
الاجسام والاعراض لو كانت معدومة لاستحال كونها مرئية
بالضرورة وبالاتفاق ولولا تحقق امر مصحح حال الوجود غير
متحقق حال العدم لكان ذلك اي اختصاص الصحة بحال الوجود

Marfat.com

الجبل اما حال سكونه او حال حركته الاول ممنوع والثاني مسلم بيانه انه علقه
اي وجود الرؤية عليه حال سكونه لزم وجود الرؤية لحصول الشرط الثاني والا
وهو باطل فان لا قد تحقق انه علقه عليه حال حركته ولاخفاء في ان الا
حال الحركة محال فيكون تعليق الرؤية عليها تعليقا بالمحال فلا يدل
امكان المعلق بل على استحالته والجواب انه علقه على استقرار الجبل من
هو من غير قيد كال السكون او الحركة واللازم الانحصار في الكلام وانه
استقرار الجبل من حيث هو مركب قطعا لم يلزم منه محال لذاته وان
الجبل عند حركته اي في زمانها ليس بمحال اذ في ذلك الوقت قد
بدل الحركة ولا محذور فيه انما المحال هو الاستقرار مع الحركة اي كونها
لا وقوع شيء منافي وقت الاخر بدل صاحبه الثاني من الوجهين انه لم
من التعليق المذكور بيان امكان الرؤية او امتناعها بل بيان عدم
لعدم المعلق له وهو الاستقرار سواء كان ممكنا او ممتنعا فلا يلزم امكان المعلق
والجواب انه قد لا تقصد الشي في الكلام مقصودا بالذات ويلزم منه لزوما
والمحال هنا كذلك فانه اذا فرض وقوع الشرط الذي هو ممكن في نفسه فاما ان
المشروط فيكون ايضا هو ممكن او لا فلا معنى التعليق وايراد الشرط والمشروط لانه
حينئذ منتف على تقدير وجود الشرط وعدمه لا يقال فائدة التعليق ربط العدم
بالعدم مع السكوت عن ربط الوجود بالوجود لانا نقول ان المتبادر في التعليق
مثل قولنا ان ضربتني ضربتك هو الربط في جانبي الوجود والعدم فما الذي يمنع
العدم فقط كما هو المعتبر في الشرط المصطلح ترتيب كل ما سئلوه عليك في المقام

الثاني ما يدل على وقوع الرؤية فهو دليل على جوازها
وصحتها بلا شبهة فلا نطول بذكرها ههنا الكتاب كما فعله
جمع من الأصحاب والله الموفق للصواب من مسالك صحة الرؤية
بين العقل والسمع في المسلك العقلي مسلك الوجود وهو
طريقة الشيخ أبي الحسن والقاضي أبي بكر وأكثر أئمتنا وتحريره
أنا نرى الأعراض كالألوان والأضواء وغيرها فإن الحركة والسكون
والاجتماع والافتراق وهذا ظاهر ونرى الجواهر أيضا وذلك
لأنا نرى الطول والعرض في الجسم ولهذا نميز الطويل من
العريض ونميز الطويل من الأطول وليست الطول والعرض
قائمين بالجسم لما تقرر من أنه مركب من الجواهر الفردة فالطول
مثلا إن قام بجزء واحد منها فذلك الجزء يكون أكثر حجما من جزء
آخر فيقبل القسمة هذا خلف وإن قام بأكثر من جزء واحد لزم
قيام العرض الواحد بمحلين وهو محال فرؤية الطول والعرض
رؤية للجواهر التي تركب منها الجسم فقد ثبت أن صحة الرؤية مشتركة
بين الجواهر والعرض وهذه علة مختصة بحال وجودهما
وذلك لتحققها عند الوجود كما عرفت وانتفائها عند العدم فإن
الأجسام والأعراض لو كانت معدومة لاستحال كونها مرئية
بالضرورة والاتفاق ولولا تحقق أمر مصحح حال الوجود غير
متحقق حال العدم لكان ذلك أي اختصاص الصحة حال الوجود

ترجيحا بلا مرجح لان نسبة المقتضي على تقدير استقلالها الى العلة الى طرفي الوجود والعدم على سواء وهذه وهي العلة المشتركة للرؤية لا بد ان يكون مشتركا بين الجواهر والعرض وما الا يلزم تعليل الامر الواحد وهو صحة كون الشي مرئيا بالعلل المختلفة وهي الامور المختصة اما بالجواهر واما بالاعراض وهو غير جائز الا في امثال العلل ثم نقول وهذه العلة المشتركة اما الوجود وا الحدوث اذ لا مشترك بين الجواهر والعرض سواهما فان الانقسام الى الانواع في صفة عامة هو كونها مخصوصة سوى هذين لكن الحدوث لا يكون علة للصحة لانه عبارة عن الوجود مع اعتبار عدم سابق لا يصلح ان يكون جزءا للعلة لان العلة صفة ثابتة فلا يدخل به العدم فلا ما هو مركب منه واذا سقط العدم عن درجة الاعتبار لم يبق الوجود فاذن هي المشترك فانه مشترك بينهما وبين الواجب لما تقدم من اشتراك الوجود وهي الموجودات كلها فعلة صحة الرؤية محققة في حق الله تعالى فيتحقق صحة الرؤية وهو المطلوب وذلك هذا الدليل يجب ان يصح رؤية كل موجود كالاصوات والروائح والطعوم والشيخ الاشعري يلتزمه ونقول لا يلزم من صحة الرؤية لشي تحقق الرؤية له وانما لا نرى هذه الاشياء التي ذكرتموها العادة من الله تعالى بذلك اي بعدم رؤيتها فانه تعالى اجرى عادته بعدم خلق رؤيتها فانه تعالى ان يخلق فينا رؤيتها كما خلق رؤية

والطعم

والخصم لسد عليه الكلام اي الانكار ونقول هذه مكابرة محضة
وخروج عن حد العقل بالكلية ونحن نقول ما سوى ذلك انكاره
لاستبعاد ناشئ عما تعودنا في الدنيا والحقائق اي الاحكام
الثابتة المطابقة للواقع لا يوجد من العادات بل مما يحكم به العقول
التي لصم من الهوى وشوائب التقليدات ولا شبهة في ان ذلك
بالمعنى الذي حققناه فيما سلف ليست ممتنعة في سائر المحسوسات
ثم الاعتراض عليه بعد تسليم المذكور من وجوه الاول انا
فعلم انا نرى العرض والجوهر معا بل المرئي هو الاعراض فقط
وكذلك نرى الطول والعرض وهما جوهران قلت انا لم نثبته
صحيح ولكن المرجع الى المقدار وانه عرض قائم بالجسم والثاني
انا قد ابطلنا ذلك اي كونها مقدارا قائما بالجسم وللجواهر
بما فيه كفاية فان وجود المقدار الذي هو زائد على
نفي الجزء وتركب الجسم من الهيولى وقد مر ابطاله بالاحاجة
الى عادة وتنبيهنا لابطال وجود المقدار العرض انا لو فرضنا
تالف الاجزاء من السماء الى الارض فانا نعلم بالضرورة كونها طويلا
جدا وان لم يخطر بالثاني من الاعراض فعلم انه لا حاجة في الطول الى
شيء سوى الاجزاء فالمسمى هو تلك الاجزاء لا عرض الا اسم لها وايضا
فالامتداد الحاصل فيما بين الاجزاء شرط لقيام العرض الواحد الذي هو
المقدار بها والا لقام المقدار الواحد بها اي تلك الاجزاء وان كانت

Marfat.com

متباينة متفاصلة وهو ضروري البطلان والامتداد شرط لقيام المقدار العرض بالاجزاء فلا يكون الامتداد عرضات لها والانقسام اشتراط شيء منه فمجمع الطول الى الاجزاء المتألفة في سمت مخصوص فرؤية رؤية تلك الاجزاء المتجزئة وهو المطلوب من وجوه الاعتراض لا نسلم احتياج الصحة الى علة لان ما الامكان والامكان عارض كما تقدم في باب الامكان والادلة الدالة على كونه وجوديا لجواب تحقق ان المراد بعلة صحة الرؤية كما صرح به الآمدي ما يمكن ان به الرؤية لا ما يؤثر في الصحة واحتياج الصحة سواء كان وجودية او عدمية الى المتعلق الرؤية ضروري ولهذا بالضرورة اي متعلق الرؤية الموجود لان المعدوم لا رؤية قطعا الثالث من تلك الوجوه اعلم ان علة صحة الرؤية يجب ان يكون مشترك اما اولا فلان صحة الرؤية ليست واحدا بالشخص وهو ظاهر بل نقول صحة رؤية الاعراض لا رؤية الجواهر اذ المقابلة ما يدرك كل منهما بمدرك الاخر الجسم لا يقوم مقام رؤية العرض ولا بالعكس ولتحصيل ان يرى الجسم ههنا ولعرض حسما واما ثانيا فالجواب تعليل الواحد النوع بالعلل المختلفة كما في مباحث العلل والمعلولات فعلى تقدير تماثل الصحة جاز تعليلهما بعلتين مختلفتين والجـ

ان المراد لعله صحة الرؤية متعلقا والمدعى ان متعلقها ليس
خصوصية واحد منهما اي من الجواهر والاعراض فانا نرى الشبح من
بعيد ولا ندرك منه الا هوية ما من الهويات واما خصوصية تلك
الهوية وجوهريتها وعرضيتها فلا ندركها فضلا عن ادراك انها جوهر او
عرض بل واذا انتبهنا فانا نرى رؤية واحدة متعلقة بهوية
والسماء ترى اخذ من الطول والعرض كما تقرر له الفلاسفة حيث
يزعمون ان المرئي بالذات هو الالوان والاضواء واما الاجسام
فهي مرئية بالعرض والتجسم بل نرى الجواهر بالتفصيل اي بهذا
والاعراض القائمة بها اي بتلك الجواهر بالتفصيل
التفصيل حتى لا تمكنا عن تمييزها اي تلك الجواهر والاعراض
تفصيلا ولم تكن قد ابصرناها اذ لو كان اي لو كانا ابصرناها
لم يكن متعلق الرؤية الابصار الذي لا افتراق بينها
رؤية زيد مثلا كما كان الحال كذلك لان رؤيته المرئية
المشاهدة بتمامه الاطلاع على خصوصيات جواهر او
فلا يكون مجهولا لنا فقد تحقق ان متعلق الرؤية
الهوية المشتركة بين الجواهر والاعراض
سماه فيصح رؤية الرائي من وجود الاعتراض لكن لا تم ان المشترك بينهما
اي بين الجواهر والاعراض ليس الا الوجود او الحدوث فان الامكان
ايضا مشترك بينهما وكذا المذكورية والمعلومية وسائر المفهومات العامة

والجواب انا قد بينا متعلق الرؤية الذي فسرناه علة يصح الرؤية هو ما يختص

بالموجود ولا يصح رؤية المعدوم والمكان ليس كذلك لصحة رؤيته الموجود

المعدوم وكذا سائر المفهومات الت ملتبسا فلا يصلح شيء منها متعلق

الرؤية وما لا يصلح الا يكون متعلق الرؤية لان متعلقها يجب ان يكون معلوما

لكون له مدركا بالبصر والذي يعلمه فيها اي في الجزء الوجود المعدوم في

كل منهما وقد ابطلنا ان الرؤية بها ولم يبق لمتعلقها الا المشترك بينهما

وهو الوجود وبذلك يتم اما هو خصوصية بها خصوصية كل منها عن القديم وان

الحدوث فقد ابطلناه البتة واما ما يحوي ذلك وهو ... الوجود

وبذلك تم المطلوب لصاحب لا انكم ان الحدوث لا يصلح متعلقا

الرؤية فان صحة الرؤية عدمية فجاز سببها كذلك اي ...

من ان اراد بسبب الصحة متعلق الرؤية لا ما يؤثر فيها ولا شك ... في

المعدوم لا كذلك اي الكون متعلق الرؤية فان قيل ... الدليل

السابق كما ذكرتم بل منقوض بالوجود بالعدم فلا يكون عدميا ...

انه يكون الوجود مسبوقا بالعدم امرا اعتباريا لا يرى ضرورة ...

لم يثبت حدوث الاجسام الى دليل لكونه مدركا محسوسا السادس ان

الوجود مشترك بين الواجب والممكن كيف وقد صرح الفحول بان

كل شيء نفس حقيقته وكيف يكون حقائق الاشياء مشترك ...

القديم مثل حقيقة الحادث وحقيقة الفرس مثل حقيقة الانسان بل ...

جميع الموجودات مشترك في حقيقة واحدة ... تمام ماهيته كل واحد منها ...

فما لا يقول به عاقل فوجب ان يكون الاشتراك الوجود عندكم لفظيا لا معنويا
كما علم في الصدر الكتاب وقد اجاب الآمدي عن هذا السؤال بان المتمسك
بهذا الدليل ان كان ممن يعتقد كون الوجود مشتركا كالشيخ وجمهور الاصحاب
لم يرد عليه ما ذكرتموه وان كان ممن لا يعتقد كالشيخ فهو بطريق الالزام
ولا يجب كون اللازم معتقدا لما تمسك به ولما لم يكن هذا مرضيا عند المحقق
قال والجواب انا لا معنى للوجود الا كون الهوية لما عرفت من ان الوجود
الخارجي ليس الا كون الماهية متمايزة بحسب الهوية الشخصية وذلك اي
كون الشيء ذا هوية متمايزة امر مشترك بين الموجودات باسرها بالضرورة
وما ذكرتم من حكاية الافتراق كالانسانية والفرسية وغيرهما والزمتم ان لا
اشتراك فيه على تقدير اشتراك الوجود على مذهبنا فتلك اي الاشياء اي
خصوصياتها التي تمتاز بها بعضها عن بعض وهي الذوات وخصوصيات
الهويات المتمايزة هذه الهويات وان كنا لا نقول باشتراك بينها و
لا انما نستلزم هذا الاشتراك اشتراكا مكنونا لا نقول به فما ذكره الشيخ من ان
وجود كل شيء عين حقيقته لم يرد به ان مفهوم كون الشيء ذا هوية عين
مفهوم ذلك الشيء حتى يلزم من الاشتراك في الاول الاشتراك في الثاني
بل اراد ان الوجود بمعنى ليس لها هويتان متمايزتان تقوم احداهما
بالاخرى كالسواد والجسم وقد عرفت ان هذا هو الحق الصريح فالاتحاد
الذي ادعاه الشيخ على ما مر في الامور العامة انما هو باعتبار ما صدقا
عليه وذلك لا ينافي اشتراك مفهوم الوجود فلا منافاة بين كون الوجود

بين الاشياء المبني الذي صورناه وبين اشتراك بين الخصوصيات المتمايزة
بذواتها والا اكثر في توهموا ان ما نقل عنه من عينية الوجود عينيه الى مسئلة
ثانية في دعوى اشتراك بين الوجودات اذ يلزم منهما معا كون الاشياء كلها
متماثلة متفقة الحقيقة وهو باطل بلا ذلك قال واعلم ان هذا المقام مما تزل
الاقدام مضل للافهام وهذا الذي حققناه لك هو غاية ما يمكن فيه في
التقرير والتحرير فتأمل فيه جيدا ولم تدر لعلى وعليك باعادة التفكر واتمام
التدبر والثبات غير الوارق الذي لا مقتضى من الافكار وعدم الركون
الى اول عارض يظهر ببادى الراي كما ركن اليه من حكم بان كلام الشيخ
في مباحث الرؤية حيث ادعى اشتراك الوجود ينافي ما تقدم حيث
قال وجود كل شئ عينه والله الموفق والمتبصر في ادراك الحقائق الى
الدقائق السالم من الاعتراضات لا نسلم ان علة صحة الرؤية
كانت موجودة في القديم لصحة الرؤية ثابتة فيه لما يجوز
يجوز ان يكون خصوصية الاصل شرطا او خصوصية الفرع مانعا
الجواب تقرير ما قدمناه اليك هو بيان ان المراد بعلية الصحة
متعلقها و... من الوجود مطلقا الشئ كونه
ذا هوية ما لا خصوصيات الهويات والوجودات
المرئي من بعيد بلا ادراك لخصوصية اذا كان متعلقها
الهوية المشتركة لم تتصور هناك اشتراط شرط معين ولا
بارتفاع مانع ولقد بالغ المصنف في التشريع الملك الموفق

يكفه الدر

صحة رؤيته تعالى لكن لا يلتبس على الفطن المنصف ان مفهوم الاوتية المطلقة المشترك من خصوصيات الهويات امر اعتباري كمفهوم الماهية والحقيقة فلا يتعلق بها الرؤية اصلاً وان المدرك من الشيخ السعيد هو خصوصية الموجود الذاتي ادراكه اجمالي لا يتمكن به على تفصيلها فان مراتب الادراك متفاوتة قوة وضعفا كما لا يخفى على ذي البصيرة فليس يجب ان يكون كل اجمالي مستلزمة الى تفصيل اجزاء المدرك وما يتعلق به من الاحوال الذي الى قولك كل شيء فهو كذا في هذا التدقيق تدقيقات آخر عليها ادنى تامل ما ذق الى ما قد قيل فى ان المعول في هذه المسئلة على الدليل النقلي متعذر جدا فليذهب الى ما اختار الشيخ ابو منصور الماتريدي من التمسك بالظواهر النقلية وقدم عمدتها في المقام الثاني في وقوع الرؤية ان المؤمنين سيرون ربهم يوم القيمة اي في دار الآخرة قال الامام الرازي مستدلا على وقوع الرؤية الامة في هذه المسئلة على قولين فقط الاول انه يصح ويرى والثاني انه لا يرى ولا يصح وقد اثبتنا انه يصح فلو قلنا بالصحة انه لا يرى لكان قولا ثالثا خارقا للاجماع على عدم الافتراق بين الصحة والوقوع في النفي والاثبات بل كلاهما مثبتان معا او منفيان معا وهو اي هذا الاستدلال غير صحيح كما ذكره الآمدي لان خرق الاجماع اثبات ما نفاه كما اذا ذهب بعض المحققين الى السالبة الكلية وآخرون الى السالبة الجزئية فاحدث القول بالموجبة الكلية او نفي ما اثبته كما اذا ذهب بعضهم الى الموجبة الكلية وبعضهم الموجبة الجزئية فاحدث القول بالسالبة

الكلية واما اذا ذهب بعضهم الى الموجبة الكلية وآخرون الى السالبة
الكلية فاحداث القول بالموجبة الجزئية والسالبة الجزئية مما ليس
خارقا للاجماع اذ ليس بين القولين قدر مشترك بل هو تفصيل هو موافقة
لكل في احدى المسئلتين والاخرى كما مما نحن والبه اشار
بقوله وهذا القول الثالث انما هو التفصيل وهو القول بالجواز والقول
بعدم الوقوع وشيء منها لا يخالف الاجماع ولا يخرقه بل هل والمذهب
في التفصيل مما قال به طائفة من طالبي المجتهدين وان كان مخالفا
لما قال به الطائفة الاخرى وذالك الذي ذكرنا في مسئلتنا [illegible]
هذه كما في مسئلة قتل المسلم بالذمي والحر بالعبد فان القائل [illegible]
يثبت لهما مما كالحنيفة ونافيهما كالشافعية والتفصيل [illegible]
مما لم يقل به احد من الامة ولكن لو قيل به لا يكون خارقا للاجماع [illegible]
موافقة للمثبت في مسئلة والنافي في مسئلة اخرى ولا يكون [illegible]
مخرقا عليه بل يكون جائزا بالاجماع فهذا المسلك في اثبات ال
مردود والمعتمد فيه مسلكان الاول قوله تعالى وجوه يومئذ
ناضرة الى ربها ناظرة وجه الاحتجاج بالآية الكريمة ان النظر
اللغة جاء بمعنى الانتظار ويستعمل بغير صلة بل بنفسه [illegible]
قال تعالى انظرونا نقتبس من نوركم اي انتظرونا قال تعالى
الا صيحة واحدة اي ما ينتظرون ومنه قوله تعالى فناظرة بم
يرجع المرسلون اي منتظرة وقول الشاعر وان يك صدر هذا اليوم

فانا غدا

Marfat.com

فان غدا لناظره قريب اي المنتظر وجاء بمعنى التفكر والاعتبار ويستعمل حينئذ بفي
فقال نظرت في الامر المختلف اي رأفت به وتعطف وجاء بمعنى الرؤية ويستعمل
بالى قال ان عمر نظرت الى من حسن الله وجهه فيا نظرة كادت على وامق
بهجة والنظر في الآية موصول بالى فوجب حمله على الرؤية فيكون واقعة
في ذلك اليوم وهو المطلوب اعترض عليه بوجوه اول انا لا نسلم ان لفظ
الى صلة للنظر بل هو واحد الالاء ومفعول للنظر بمعنى الانتظار فمعنى الآية نعمته
ربها منتظرة ومنه قول ان عرايض لا ترتيب الراي ولا تقطع رحما ولا
نخون الى اي نعمته ولو قريب منه ما قد قيل ان الى بمعنى عند كما في قوله
تعالى فهل لكم فيها الي فاني طبيب كما احسن اي فيها البطاسي حد كما اي
اي فيها عندي ومعنى الآية حينئذ عند ربها منتظرة نعمته والجواب
ان انتظار النعمة غم ومنه قيل الانتظار الموت الاحمر ربته مبارزة
مع ان الآية وردت مبشرة للمؤمنين بالانعام والاكرام وحسن الحال
وراحة البال وذلك في رؤيته تعالى فانها اجل النعم والكرامات المستعقبة
لنضارة الوجوه الا في الانتظار المؤدي الى عبوسه الثاني ان النظر الموصول بالى
قد جاء للانتظار قال ان عمر وشعث ينظرون الى هلال كما نظر الظماء
حيا الغمام ومن المعلوم ان العطاش ينتظرون مطر الغمام فوجب حمل النظر
المشبه على الانتظار ليصح التشبيه وقال وجوه ناظرات يوم بدر الى الرحمن
يأتي بالفلاح اي منتظرات اتيانه بالنصر والفلاح وقال كل الخلائق
ينظرون سجاله نظر الحجيج الى طلوع هلال اي ينتظرون عطاياه انتظار

Marfat.com

الحاج طلوع الهلال والجواب لا نسلم ان النظر منها اي مما ذكر من الامثلة
للانتظار ففي الاول اي يرون بلالا كما ترى الظماء ما يطلبونه وان قوله
اليه ولا يمتنع حمل النظر المطلق على الصلة كالمذكور في المشبه على الرؤية
بطريق الحذف والايصال انما الممتنع حمل الموصول بالى على غيره اي غير الرؤية
كالانتظار وفي الثاني اي ناظرات الى جبينه الله وهي العلو في العرف لذلك
يرفع اليه الايدي في الدعاء اي وناظرات الى اشارة اشار الله من الغيب
والطعن الصادرين من الملائكة التي ارسلها الله لنصرة المؤمنين يوم
بدر وذكر بعض الرواة هكذا وجوه ناظرات يوم بكر وان قاتلهم ناصر ابنا
مسيلمة الكذاب المراد بيوم بكر يوم القتال مع بني حنيفة لانهم من بني بكر
بن وائل والمراد بالرحمن مسيلمة عليه اللعنة وعلى هذا فالجواب في
الثالث اي يرون سبيلا او تجوز النظر المجرد عن الصلة للرؤية
انه وان سلم مجيئه مع الى الانتظار فلا يصح حمله عليه في الآية
لا يصح اشارة الى ما مر من انتظار النعمة غم ووصولها سرور والثالث
وجوه الاعتراض ان النظر مع الى حقيقة لتقليب الحدقة لانه
يقال نظرت الى ~~الهلال حتى رأيته ولو حمل على الرؤية~~
الهلال فما رأيته ولو كان بمعنى الرؤية لكان متناقضا وقيل
الى الهلال حتى رأيته ولو حمل على الرؤية لكان للشيء
والنظر لعله ينظر فلان الى دار الرؤية لا ستر عليها
الى تقليب الحدقة وقال تعالى تراهم ينظرون اليك وهم لا يبصرون

الى

Marfat.com

فالنظر الموصول بالى محمول على تقليب الحدقة لما ذكرنا ولانه يوصف بالازرق
والشزر وما اللازورد والرضى والغضب والذل والتخشع وشئ منها لا يصلح
صفة الرؤية بل هي احوال يكون عليها عين الناظر عند تقليب الحدقة
نحو المرئي هذا كما ذكرنا وتقليب الحدقة ليس هو الرؤية وهو ظاهر
فلا يكون النظر الموصول بالى حقيقة فيها والا لزم الاشتراك ولا
لزوم بينهما لزوماً عقلياً حتى يجب تحققه بتحققها بل لزوماً عادياً
مصححاً للتجوز ثم نقول انه الرؤية مجاز للسبب لكونه مرادا في الاية
لجواز ان يراد ناظرة الى نعم الله والائه والى ثوابه فلا يتعين المصير
الى ذلك المجاز والجواب ان النظر الى حقيقة للرؤية بالنقل الذي
مر ذكره فلا يكون حقيقة في غيرها دفعا للاشتراك ثم يرشدك كونها حقيقة
لتقليب الحدقة لا تجد لغة اذ قولهم نظرت الى الهلال فلم اره لم يسمع
من العرب بل يقال نظرت الى مطلع الهلال فلم اره اي الهلال ولئن
سلمنا وقلنا ربما يحذف المضاف ويقام المضاف اليه مقامه وهو
الجواب عن قولهم لم ازل انظر الى الهلال حتى رأيته اي مطلع الهلال
والبواقي من الامثلة فلعل مجازات اي النظر فيها وقع مجازا عن
تقليب الحدقة من باب اطلاق اسم المسبب الذي هو الرؤية على
سببها الذي هو التقليب على التقدير كون النظر حقيقة في التقليب
الذي ليس بمراده بحسب حمله في الاية على الرؤية مجازا لرجحانه على
الاضمار الذي يحتمل وجوها كثيرة واليه الاشارة بقوله مع ان الاشتراك

Marfat.com

التي يحكي اضعافها كثيرة كنعمة الله ووجه الله واثار الله والامر بتقييم

متبعية لبعضها فالتقيبان بحكم لا يجوز فيه فوجب الحمل الي المجاز

المعين ثم نقول اليقا تغليب الحذف فلان الرؤية بدون الرؤية

لا يكون نعمة بل فيه نوع عقوبة ولا يكون مراداً في الآية [illegible]

الحذف مع الرؤية يكفيه التجوز وحده ولا يلزم اليه الارتكاب [illegible]

لما هو خلاف الاصل فان نعمة الحذف يكون [illegible]

واطلاق السبب على المسبب مجاز مشهور [illegible] الآية [illegible]

عن الرؤية بلا اضمار يثبت وهو المطلوب وانت [illegible]

امثال هذا الظواهر لا يفيد الا ظنونا [illegible]

هذا الظواهر للتعويل في المسائل العلمية التي [illegible]

المسلك الثاني في اثبات الوقوع قوله تعالى [illegible]

يومئذ المحجوبون ذكر ذلك تحقيرا انهم [illegible]

مبراوين عنه فوجب ان لا يكون محجوبا [illegible]

هذا المسلك ايضا من الظواهر المفيدة الظن [illegible]

الوقوع بل وفي صحة ايضا اجماع الامة [illegible]

وقوع الرؤية المستلزم لصحتها و[illegible] قبل [illegible]

على الظاهر المتبادر منهما وقبل هذا الاجماع [illegible] المسلك

الثالث في شبه المنكرين ورد لها وقسم [illegible] الي عقلية

ونقلية اما العقلية فثلاث الاول شبهة [illegible] وهو انه

تعالى لو جازت

Marfat.com

يقال لو جازت رويته يقال لرايناه الآن والثاني باطل بطلانا ظاهرا

واما بيان الشرطية فهو انه لو جازت رويته لثبت في الحالات كلها لان

جواز الروية حكم ثابت له اما لذاته او لصفة لازمة لذاته فلا ينفك عنه

كما في نفي شيء من اللوازم فيثبت رويته الآن قطعا ولو جازت رويته الآن

لزم ان نراه الآن لانه اذا اجتمعت شرائط الروية في زمان وجب حصول

الروية في ذلك الزمان والا جاز ان يكون بحضرتنا جبال شامخة ونحن لا

نراها وانه سفسطة [illegible] عن القطعيات وشرائط الروية ثمانية

الاول سلامة الحاسة ولذلك تختلف مراتب الابصار بحسب

اختلاف سلامة الابصار وتنتفي بانتفائها والثاني ان يكون الشيء جائز الرؤية

مع حضور الحاسة ملتفتا اليه ولم يحصل ذلك بانتفاء الادراك للنوم

والغفلة والتوجه الى شيء آخر والثالث مقابلته للباصرة في جهة

من الجهات او كونه في حكم المقابلة كما في المرئي بالمرآة والرابع

عدم غاية الصغر فان الصغير جدا لا يدركه البصر قطعا والخامس عدم

غاية اللطافة فان ما يكون كالشفاف اي ذا لون في الجملة وان كان ضعيفا

والسادس عدم غاية البعد وهو مختلف بحسب قوة الباصرة وضعفها

والسابع عدم غاية القرب فان المبصر اذا التصق بسطح البصر بطل

ادراكه بالكلية والثامن عدم الحجاب الحائل وهو الجسم الملون المتوسط

بينهما وهناك شرط تاسع وهو ان يكون مضيئا بذاته او بغيره ولم يذكره

هنا لكونه مذكورا في بحث الكيفيات المبصرة مع انه يمكن ادراجه في

Marfat.com

حضوره الى مسافة [illegible] في الشرط الثاني ثم لا نقبل منها هذه الشرائط في حق
رؤيته تعالى [illegible] الى [illegible] وصحة الرؤية لكون [illegible] مختصة با
الاجسام والجسمانيات [illegible] المعقول ان [illegible] رؤيته [illegible] فوجب [illegible] حصول
الرؤية والجواب منع هذه النسبة [illegible] الا [illegible]
عند اجتماع الشروط انما [illegible] ذلك [illegible]
[illegible] الجسم [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
وكل من [illegible]
[illegible] اجزاء [illegible]
يكون [illegible] اقرب [illegible] الوسط [illegible]
لانا نقول [illegible] هذه [illegible] ذكر [illegible]
كان [illegible] رؤية [illegible] السود [illegible]
ذلك البعد الذي [illegible] وجب ان لا يرى [illegible]
لا [illegible] عدم الرؤية [illegible] الاجزاء كلها مع ذلك [illegible]
حصول شرائط الرؤية [illegible] غير [illegible] الرؤية مع [illegible] قال [illegible]

[illegible]

الفضلاء اي صاحب اللباب معترضا على هذا الجواب انه لا يلزم من رؤية
جميع اجزاء الشيء نراه كبيرا او انما يلزم ذلك ان لو كان رؤية صغيرا او كبيرا
بحسب رؤية الاجزاء وعدمها وهو ممنوع فلعل رؤية صغيرا او كبيرا تختلف
بضيق الزاوية الى مسلتها ان فرض المخروط المتصل منه زاوية في الرائي
وسعتها فان القائلين بالانطباع ذهبوا الى ان صورة المرئي انما ترتسم
من الرطوبة الجليدية في زاوية راس مخروط متوهم قاعدته عند المرئي
وان اختلف فيما بالصغر والكبر في الرؤية انما هو بحسب ضيق تلك الزاوية
وسعتها ولهذا اذا قرب المرئي في الغاية او بعد في الغاية صارت الزاوية
لسعتها في الغاية حال القرب او لضيقها في الغاية حال البعد كالمعدوم
فانعدمت الرؤية حينئذ لعدم انطباع الصورة قال المحشي وضعفه ظاهر لانا
ترك الجسم من الاجزاء التي لا تتجزى اذ على هذا التقدير اذا رئي الاجزاء كلها
وجب ان يرى الجسم كما هو في الواقع سواء كان قريبا او بعيدا وذلك لان رؤية
كل منها او بعضها اصغر مما هو عليه يوجب الانقسام فيما لا يتجزى لثبوت ما هو
اصغر منه ورؤيته اي رؤية كل من الاجزاء اكبر مما هو عليه بمثل او ما زيد منه
يوجب ان لا يرى الا ضعفا ضعفا او اكثر من ذلك وهو باطل قطعا ورؤيته
اكبر باقل من مثل يوجب الانقسام ورؤية بعضها على ما هو وبعضها اكبر بمثل
يوجب ترجيحا بلا مرجح فوجب ان يرى الكل على ما هو فلا تفاوت في الرؤية
بالصغر والكبر فيلزم ان يرى الكل في كل وقت بحسب رؤية بعض دون بعض
فثبت معارضة الدليل على وجوب الرؤية عند اجتماع شرائطها ثم نقول

Marfat.com

قوله ان يجب حصول الرؤية عند اجتماعها لجاز ان يكون بحضرتنا جبال شاهقة لا نراها وهو سفسطة قلنا هذا معارض اي منقوض بجملة العاديات فان الامور العادية يجوز نقائضها مع جزمنا بعدم وقوعها والسفسطة ههنا انما تلزم الى [illegible] الجبال الشاهقة التي لا نراها فاما تجويز وجودها مع الجزم بعدمها وذلك لان التجويز لا يستلزم الوقوع ولا ينافي الجزم بعدمه فمجرد تجويزها لا يكون سفسطة ثم نقول ان كان ما عدا الجزم بعدم الجبل المذكور ما ذكرتم من وجوب الرؤية عند الاجتماع [illegible] لوجب ان لا يجزم به الا بعد العلم بهذا واللازم باطل لانا نجزم به ممن لا يخطر بباله هذه المسألة ولانه يجر الى ان يكون الجزم النظري [illegible] الكل على كونه ضروريا واما ثانيا فهو انا سلمنا الوجوب اي وجوب الرؤية في الشاهد عند حصول تلك الشرائط لكنا نقول لم يجب اي لم لا يجوز [illegible] في الغائب عند حصولها اذ لا يستبعد رؤية في الغائب مغايرة للرؤية في الشاهد فجاز اختلافهما في اللوازم والشرائط كما يشترط في الشاهد الشروط المذكورة دون الغائب المخالفة وحينئذ جاز ان يجب الرؤية الشاهد عند اجتماع [illegible] الغائب الثانية من تلك الشبه شبهة المقابلة وهي ان شرط الرؤية [illegible] من التجربة المقابلة او ما في حكمها نحو المرئية في المرآة [illegible] في حق الله تعالى لتنزهه عن المكان والجهة [illegible] كما مر من ان الاشاعرة جوزوا رؤية [illegible] ورؤية اعمى الصين بقة اندلس او في الغائب [illegible] لاختلاف الرؤيتين بالحقيقة [illegible] لا يشترط في رؤية [illegible]

تحقيقه على ما في اللباب ان المراد انكشاف نسبته الى ذاته المخصوصة كنسبة
الانكشاف المسمى بالابصار الى سائر المبصرات والانكشاف على وفق
المكشوف في الاختصاص بجهته وحيزه في عدمهما فانه منتف بنسبته الى
ظهيرها ومحل الرؤية الظاهرة بصورة المرئي في انسان عينه و[illegible]
فحال اذا لا تنطبع صورته منطبعة في حاسته وامره [illegible] ما [illegible] ان
يمنع كون الرؤية بالانطباع اما مطلقا او في الغائب لا [illegible]
واما الشبهة السمعية [illegible] [illegible] الاول [illegible]
الابصار والادراك [illegible] الابصار [illegible]
[illegible]
[illegible] اثبات [illegible]
ثم لعلها ان تراه الابصار [illegible] جميع [illegible]
في مقام المدح [illegible] جميع الاوقات [illegible]
عموم الاوقات فلا يدل [illegible] شيء من الابصار لا في الدنيا
ولا في الآخرة لما ذكرنا ولانه انما يلزم التمدح لكونه لا يرى فانه ذكر في اثناء المدايح
وما كان من الصفات عدمه مدحا كان وجوده نقصا يجب تنزيه الله تعالى عنه فيكون
يمتنع رؤيته وانما قلنا من الصفات [illegible] الافعال كالعفو والانتقام
الاول الفضل والثاني عدل وكلاهما كمال والجواب اما عن الوجه الاول في الاستدلال
بالاية من وجوه الاول الادراك هو الرؤية على نعت الاحاطة بجوانب المرئي اذ
حقيقته النيل والوصول وانا المدركون اي ملحقون وادركت الثمرة اي وصلت

Marfat.com

الى صر النفي وادرك السلام اي بلغ نهم للعل الي الروية الغيبية [illegible]

اذ سب الي ملك الحقيقة والروية الشفية ناعيه الاتحاد [illegible]

من الروية المطلقة فلا يلزم من نفيها اي نفي [illegible]

لامتناع الاحاطة اي في المطلقة منه قوله [illegible]

الآن فلن تخوض [illegible]

[illegible]

[illegible] الانه حتى تلك الوجوه انها اي الا [illegible]

مستغرق اللام فانها لا يعم في الازمان فانه سالبة مطلقة [illegible]

نقول بموجبه حيث لا دليل في الدنيا الا انه سلمنا ان الايه [illegible] ان

الابصار للانزاه والالزام منه البصري للروية محول لكن ليلزم ذلك

النفي المذكور في لا ينه نفيها للروية بان رويته مواجهة والالها [illegible]

العادة فلا يلزم نفي الرؤية بالكلية مطلقاً واما عن الوجه الثاني واما الجواب
عن الوجه الثاني وجعل الاستدلال بالآية وهو توقف مدح الباري بانه
لا يرى فنقول هذا مدعى لم يقم دليل عليه واذا نظرت في سياق الكلام
يقتضي ان مدح لم يكن لكم فيه دليل على امتناع رؤيته بل انما فيه الحجة
على صحة الرؤية لانها لو امتنعت رؤيته لما حصل المدح فيها عدم اذ لا
مدح للمعدوم بانه لا يرى حيث لم يكن له ذلك وانما المدح فيه اي عدم
الرؤية للممتنع المستتر بحجاب الكبرياء كما ان هذا الآية من المتبعية
السمعية انه تعالى ما ذكر سؤال الرؤية في موضع من كتابه الا وقد استعظمه
وذلك في الثلاث آيات الاول قال الذين لا يرجون لقاءنا لولا انزل علينا الملائكة
او نرى ربنا لقد استكبروا في انفسهم وعتوا عتواً كبيراً ولو كانت الرؤية ممكنة
لما كان طالبها عاتياً اي مجاوزاً للحد مستكبراً رافعاً نفسه الى رتبة لا يليق بحال
كما ان ذلك بانزال منزلة طلب سائر المعجزات الآية الثانية واذ قلتم يا موسى
لن نؤمن لك حتى نرى الله جهرة فاخذتكم الصاعقة وانتم تنظرون ولو امكنت
الرؤية لما عاقبهم بسؤال الرؤية في الآية الثالثة يسألك اهل الكتاب
ان تنزل عليهم كتاباً من السماء فقد سألوا موسى اكبر من ذلك فقالوا ارنا الله
جهرة فاخذتهم الصاعقة بظلمهم سمى الله ذلك السؤال ظلماً وجازاهم به
في الحال باخذ الصاعقة ولو جاز كونه مرئياً لكان سؤالهم هذا سؤال المعجزة الزائدة
ولم يكن ظلماً ولا سبباً للعقاب والجواب ان الاستعظام انما كان لطلبهم
الرؤية تعنتاً وعناداً ولهذا استعظم انزال الملائكة في الآية الاولى

Marfat.com

ويستكثروا انزال الكتاب في الآية انا لنفسه اصحابنا ... و
ولكان للاجل الامتناع لمهتهام موسى عن ذلك في الا اتيا منهم حيث
طلبوا الامر امتناعا وهو ان يجعل لهم الها اذ قال بل انتم قوم تجهلون
لم تقدم موسى على طلب الرؤية الممتنعة لقولهم وطلبهم ...
المسلك انتقل من مسلك صحة الرؤية الا انه من تلك ... قوله تعالى
لموسى لن تراني ولن للتابيد واذا لم يره موسى ابدا لم يره غيره اتفاقا
والجواب منع كون لن للتابيد بل هو للنفي المؤكد في المستقبل فقط
كقوله ولن يتمنوه اي الموت ابدا لتمسك انهم يتمنونه في الآخرة
للتخلص عن العقوبات الابدية منها قوله تعالى وما كان لبشر ان يكلمه الله
الا وحيا او من وراء حجاب او يرسل رسولا فيوحي باذنه ما يشاء حصر تكلمه
للبشر في الوحي الى الرسل وتكلمه لهم من وراء حجاب وارساله اياهم الا انهم
لتكلمهم على السنتهم واذا لم يره من تكلمه في وقت الكلام لم يره غيره ...
واذا لم يره بعد اصلا لم يره غيره اتفاقا اذ لا قائل بالفرق والجواب ان ...
حينا قد يكون حال الرؤية فان الوحي كلام ... فيه ...
نفي الرؤية ترسل الكرامية والمجسمة وانتقوا ما في الرؤية ...
فعندنا ان الرؤية يكون من غير مواجهة ولا مقابلة ...
ذلك الموجود المنزه عن الجهة والمكان وهم يدعون ...
يكون في جهة قدام الرائي ولا مقابلا له او في حكم ...
مواقف ... في ذلك للمعتزلة ... لهم في اصل ...

Marfat.com

انا جمیع المرسلین و ما زلت انی [illegible]

ان [illegible]

[illegible]

ذکر [illegible]

والجسمیة الربانیة [illegible]

از آیت [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] علیهم السلام و اولیا علیهم [illegible]

[illegible] انبیا [illegible]

[illegible]

[illegible] در اسلام [illegible]

[illegible]

[illegible] الابرار

Marfat.com

بین التجلی والتدلی استثنا می‌نمایند رؤیت قلب درست است یعنی اگر اهل رؤیت در دنیا رؤیت [illegible]

که رؤیتی غیر دورانه می‌بینند نتوانند که درست دیده تجلیات صوری [illegible]

و در رؤیت نیز مرصوف مرتبه که به کیفیتی که بالاتر از صور و نور و ظلمانیت [illegible]

اللهم ارزقنا وایاکم و درست دیده جایز است که یعنی صفات و آیات و تجلیات [illegible]

دیده می‌شود و در رؤیت جایز نه چرا که چون ذات [illegible]

که با حافظه جوانب دیدن آن جایز نیست همه را دیده باشند که [illegible]

از هر جا که دیده شود و در حقیقت از همه جا دیده شود که [illegible]

غوث الاعظم رضی الله تعالی عنه می‌فرماید که ترجمه آن نوشته می‌شود [illegible]

و صور مانند صور تمام مرتبه این مظاهر و حال آنکه نیست آن مشهود و صور چرا که [illegible]

بصورت و تحقیق نیست آن صورت که بسیط است و فرق در میان مشهود ذات

آن است که مستتر بودن که بیند چرا که قایم بخود نباشند و [illegible]

که قائم بخود باشد و ظاهر شود با وجود غیر خود و پس این مشهود [illegible] چرا که [illegible]

خود است از نور هر طرف از اطراف آن مشهود و ذات باقی [illegible]

بسوی غیر خود و کسی که مشاهده کند وصف جمال را مشاهده نمی‌تواند کرد [illegible]

دیده نمی‌شود [illegible] وصف در حقیقت خود را حقیقتا غیر خود [illegible]

شاید که قایم بنفس خود است در صورت یکبارگی می‌شود اطراف [illegible] آن را

در وصف فرد و معنی و نور و ظاهر می‌شود با وجود او سوای او چرا که [illegible]

صفات را با وجود لقا از رسوم بشریت آن سلسله جبر است مشهود بشریت [illegible]

آن از جنس این مشهود و استدلال تعقل مشهود از راه کنه آن بعد و مشهود [illegible]

و مشهود [illegible]

Marfat.com

و شهود مختلف و از شهود اسد در وصف واحد و در کثرت دیگر است که ملاحظه میکنند
باطن موجود را که قایم بنفس خود باشد بوجود مطلق پس این شهود ذاتیست و لا اعتبارات
درین شهود از سقوط و شهود مذکور و نفی تعلق ملاحظه کننده بغیر و رؤیت و محو بودن
فرق و جمع یک جسم دیدن و محو شهود و وجود و انفراد و محو شهود بوصف شهود و سلب
اوصاف حدث پس دیگر نام میشود اول بنده ما تند آخر بنده مجبور کردن وصف قبلیت
بر عدم و عدم مساوی لغت لعبدیت در آید و این وصف هیچ نباشد مگر انبیاء علیهم السلام را
و منزل صدیقان و کمال اولیا و نصیب شد و رسیده میشود بای یک یک تعلق بمواهب و در رد
و بو مسائل حاصل هیچ نشود ملک نهایت میدهد حق سبحانه و تعالی تجلی میکند برای بنده
بدو صفت وصفت برابر ده بنده تا وقتی که باشد سالک صغیر باقی و وقت موجود
و جمع ملحوظ و طبیع مالوف و حدث قایم و الا پس نباشد حصول این رتبه و مر هر حدرا
وصفیست و هر وصف را طوری و هر طوری را محل منازله و هر منازله را سر و هر سر را معراج
و هر معراج را نهایت و هر نهایت را افزار نزد خدا تعالی و جای سر دست نزد علم ذی سبحانه
و جد حقی که باشد بنده در حد خود یا در حد غیر خود از بند کمان پس شهود او مقید بانتها
البته هیچ باشد و لازم کثیر شده انتشار را بر آنکه از جهت حیثیت شاهد است و این مرتبه جای
جواز ظهور صفت قدیمه است در مثال مخالف خود از برای آنکه حد خیر رد کننده صفت است
و وسعت رد کننده خیر حد است و نمیگنجاند در خود هیچ حد وجود مطلق او بر نمیدارد در وسعت
حقیقت وجود مطلق را که باشد بنده در حد غیر خود پس شهود او مطلق است در وجود صف
وجود دیگر که قایم بنفس خود است از بهر آنکه این رتبه از حیثیت مشهود است و این نعمتی
که متفاوت میکند او را امثال و ثابت هیچ ماند همراه او قوت غیر او و ظاهر هیچ نشود

Marfat.com

مگر در حقیقت خود در وقتی که به شهود شهود بس لازم است تبیین منفی را البته جز
سکر تا که هست از شهود تو دانخلاع شهود و جدا شدن از پرده کردن ترکیبات فرا بدید کردن
مؤتلفات از برای آنکه در هر کون ترکیب مخالفتی است که لازم میکند خوف را و مدد بیانی دو
مؤتلف متغایر است که ظاهر میکند استتار آن یک مؤتلف نزد حاضر شدن مؤتلف
دیگر و جمع الجمع بر سبیل ورود ظاهر شهود را و باطن شهود را و مشاهده تا بسیار شدن تا
از پردهای بچشم دل و مطالعه کردن حقیقت الحقایق بچشم معرفت بغیر توهم و بغیر
و طمع لقور و کیفیت آن و مطلع شدن دل است بصفا و یقین بسوی چیزی که خبر داده است
از آن حق سبحانه و ترک حرمت مشاهده نزد وجد در حال شهود جایز نیست که تواجد بر انبساط
تقاضت و مشاهده بر انبساط قرب پس ترک حرمت درین مقام حرام است و هیبتی که حاصل میشود
نزد مشاهده عاجز میشود از درک او فهم و وهم مشاهده دور شدن حجاب است از میان خالق و مخلوق پس
مطلع میشود بنده بصفای دل بر مغیبات پس می‌بیند جلال و عظمت تا متغیر شود احوال او
و مقامات او در ابد و در حیرت بنده بهیبت پس میگردد شخص محق بسوی حق در نگاه کردن
جلال و کمال می‌بیند حالت حالت اول منبسط میشود و در حالت ثانیه منقبض میگردد و مدام
مشاهده تا فنی میکند مشاهده وجود خود را و سکر او زاهد است به سکر شراب و بیا ترک میکند تمیز را
و میگرداند جمیع مکان را یک مکان و اعیان را عینی واحد و باید که مشاهد نکنی او را
بمشاهده او که نزهت و مشاهده بکنی او را بمشاهده تو که او راست و شرط صحت شهود
انقطاع اوصاف بشریت است و تعلق بمعنی شهود در حال شهود و کسی که ندارد ندارند
شهود و اهل شهود بر دو قسم اند ناظر و منظور البته پس ناظر شهود خود و منظور الیه عطا
کرده شده است با دل برابری که در ورود کرده است بسوی او و وجود دیگر و لهذا چراکه

وارد

Marfat.com

تواجد ظاهر میکنند استهلاک بنده و ترتیب این وجد حضرت پس از آن ورود پس
ازان شهود و پس وجود و پس خمود پس بمقدار وجود حاصل شود خمود و اندر کشف المحجوب
میگوید که مشاهده بر دو گونه است یکی را صحت یقین و دیگر از غلبه محبت که چون دوست
در غلبه محبت بدرجه کلی رسد و کلیة وی همه حدیث دوست گردد جز وی را نه بیند
چنانچه محمد بن واسع گوید رحمه الله تعالی علیه ما رایت شیئا قط الا و قد رایت الله فیه
ای بصحة الیقین و این دیدار بود از حق بخلق و شبلی میگوید رحمه الله علیه ما رایت شیئا
قط الا الله یعنی بغلبات محبت و غلبات المشاهده پس یکی فعل بیند بچشم سر و اندران
نظر فاعل بیند بچشم سر و یکی را محبت فاعل از کل برباید تا خود همه فاعل بیند پس یکی
این استدلالی بود و آن دیگر جذبی و معنی استدلالی آن بود که یکی مستدل بود فاما آیات
و دلایل حقایق بروی عیان گردد و یکی مجذوب در بوده شوق حق تا شد بیند دلایل حقایق
او را حجاب آید و آنکه بشناسد با غیر نیارامد و آنکه دوست دارد غیر نه بیند پس در فعل منازعت
نکنند تا منازع نباشند و بر کردش اعتراض نکنند تا متصرف نباشند قومی را غلطی افتاده است
از اهل این قصه به پندارند که رویت قلوب و مشاهده آن صورت بود که اندر دل بوهم اندر
ثبات کنند اندر حال ذکر و فکر و آن تشبیه محض و ضلالت هویدا بود از آنچه خداوند تعالی را
اندازه نیست تا اندر دل توهم اندازه توان کرد و یا عقل بر کیفیت وی مطلع شود
و هرچه موهوم باشد آن هم از جنس وهم باشد و هرچه معقول باشد از جنس عقل باشد و حق تعالی
مجانس اجناس نیست و لطایف و کثایف جنس بیکدیگر اند اندر حال متضادات
مر یکدیگر را جنس باشد از آنچه اندر تحقیق توحید ضد جنس بود اندر جنب قدیم که اضداد
محدث اند و حوادث یک جنس اند تعالی الله عن ذلک و عما یصفه الملاحده پس مشاهده اندر

ونیا چون رویته بود اندر علقه چون با اتفاق اراجها [illegible]

پس اگر دنیا نیز مشاهده [illegible] و اند در قرب مشاهده میان [illegible]

ومیان مخبری که از مشاهده و دنیا خبر دهد و هرکه خبر دهد [illegible] وصف [illegible]

نه بدعوی بینش اونکه که دیدار و مشاهده روا بود اما نگوید که چون [illegible]

زانکه مشاهده صفت سر بود و خبر دادن عبارت زبان [illegible]

تا عبارت کند این مشاهده نباشد که ذکری بود از آن [illegible]

اثبات نباید زبان از آن چگونه عبارت تواند کرد [illegible]

بحضرة الجنان پس از این معنی سکوت درجه برتر از نطق [illegible]

مشاهده بود و نطق نشان طلب شهادت پس بسیار فرق باشد [illegible]

ومیان مشاهده و خبری اصحاب هدایت که از منطق زبان [illegible]

وزدادو حق ایشان نیست در حق محجوبان است [illegible]

بدانکه مرتبه عشق بالاتر از محبت که [illegible]

چه نزد معشوق حیات است و در غیبتش ممات او نه آنکه [illegible]

بلکه در غیبت معشوق جان او مانند جان مرده می شود [illegible]

غیبت هم با قربت و عشق رتبه ایست که در آن [illegible]

ملحوظ نیست و آتشی است افروخته اندر دل و [illegible]

بالکل میسوزد و تشنگی است مستقیانه که بجز زلال وصال [illegible] و

وشاه باز است لامکان طیر که بجز دست مالک الملوک نشیمن او نیست [illegible]

تنزیه آشیانی که سوای چمن جلال خرام او نبود [illegible]

در بیان عشق و محبت

Marfat.com

كنزاً مخفياً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق عبارت از وست بلكه هر ذره از
ذرات عالم از وی خالی نیست و بغیر از عشق دیگر اوصاف بشر از دریافت حقیقت
ذات و صفات باری تعالی عاجز است و امانت الهیه جل شانه در قوله تعالی انا عرضنا
الامانة على السموات والارض والجبال فابين ان يحملنها واشفقن منها وحملها الانسان
انه كان ظلوماً جهولاً نزد محققان مراد از امانت عشق است که عقل معاش و معاد
و عقل معاد و معاش از آن است عشق مرکب از سه حرف است و این هر سه اشارت که
از عین اشارت عدم وجود ما و از شین شهود او و از قاف قرار شهود او
اشاره بعقل معاد و شین الشرافت و قاف بقدرة او و نیز عین اشاره بعلو ایمان و شین
بشفاعت محمد صلعم و قاف بقیامت و نیز عین اشاره بعلم الانسان ما لم يعلم و شین
نعم العبد و قاف قل الله ثم ذرهم في خوضهم و نیز عین اشاره بعین ... قاف
و قاف بلزوم وحدت و ایضاً عین اشاره بعبودیت و شین بشوق و قاف بقربت
و ایضاً عین اشاره بعبادت و شین بشوق و قاف بقیام آن پس عاشق موصوف است
باین تمام صفت مذکوره سخن درینجا طول است و مطلب اختصار بیان است و نیز
نزد بعضی عقل مظهر اول است و نزد بعضی عشق مظهر اول قایل قول اول
حق عقل را میدانند و متکلم کلمه ثانی عارف هستی مطلق عشق را می نمیند و درین
صورت اشکال است که تجویز نمی کنند بخدا توفیق یا فلک عقل بی عشق خدا را
بی خدا ربط و حماقت شناختن عشق بی عقل خدا را جنون و نیاید چرا که وجود عقل
سبیل طریقت است و وجود عشق بی عقل مفسد شریعت پس آن عقل که بر سر
عشق دارد هم باید حقیقت کلی است از این سبب عارف کامل جامع شریعت و طریقت

Marfat.com

و آنکه میگویند که عقل و عشق با خود ضد اند و ارند این اصطلاحاند چنانکه عوام سلکی میند
اهل علم را و فقرا را با خود ضد پنداشته اند این جمله منقول آنست چون اگر این نه چنین از ایشان بود
پس معلوم شد که کامل بود و طریقه منحرف اند و ناقص و رفضه و دیگر آن روا آنکه گویند که
عشق با خدا درست نیاید چون که عشق صورت میخواهد و خدا از صورت منزه است اینهم کلام
اصطلاحاند چون آن گفته اند نه تنها عشق از دیدار خیزد بلکه از کیفیات ذات ...
و آنکه میگویند که خدا را عاشق نخوانند از آن لغت فایل از منقصت است زیرا که ...
عشق کننده است و کننده پرستنده خدا است عشق خدا با بنده آنست که ...
و عشق بنده با خدا آنست که تشبیه خود از تبعیض بزداید و محبت بجز ...
باقی است و عشق بجز دیدار معشوق نماند است و فرق میان محبت و عشق همین است ...
المحبت ازلیه اندر عشق مشایخ را سخن بسیار است و هر یکی از ایشان ... آن ...
لیکن از حق تعالی روا ندارند و گویند که عشق صفتیست ممنوع باشد از معشوق و بنده
از غیر حق تعالی ممنوع نیست از بنده پس عشق بر بنده جائز بود و بر حق تعالی روا نباشد
و گروهی گویند که بر حق تعالی بنده را هم عشق روا نباشد از آنچه عشق ...
و خداوند تعالی محدود نیست و متاخران گفته اند که عشق اندر ...
... طلب ادراک ذات خود است حق تعالی مدرک نیست و محبت ...
گویند که عشق ... صورت بگیرد و محبت ...
بر حق تعالی روا نبود که اندر دنیا کس او را ندید ...
... اندر ... پس حق تعالی ...
مدرک و محسوس نیست تا خلق را دعوی عشق درست آید ...

...

و کرم او بیابد پس محبت درست آید و گفته اند که عشق آن است که حق را هم نشاید
باید که تا آن بر وی روا بود پس آنکه محبت ندارند و اجماع و محبت مر خداوند را نشاید
درست نشد از کتاب و سنت بدین ناطق است و امت بر این مجتمع حضرت
غوث الاعظم رضی الله تعالی عنه میفرماید که محبت مشتق از حبه است و محبت
مستی است که نیست با دوستی و دیگر آنست که نسبت او را به خاصیت است
که محبت لبداد آرام و ناشکیبائی است از غیر محبوب
و محبت اندر استعمال لغوی علما بر وجوه است یکی به معنی ارادت بود و به معنی سکون نفس
میل هوا و تمنی قلب و استیناس و تملق این جمله بر قدیم روا نباشد و این جمله صفات مخلوق
باشد با یکدیگر و اجناس را از متفق و متناهی است خداوند عز و جل از این جمله عالی و کبیر است
و دیگر به معنی احسان باشد که به تخصیص که بنده را برگزیند و به درجه ولایت رساند و به نوع
کرامتش مخصوص کند و دیگر به معنی ثنا جمیل باشد بر بنده و گروهی از متکلمان گویند
که محبت حق که خبر داده است ما را از جمله صفات سمعی است چون وجه و ید و استوا که اگر
کتاب و سنت بدان ناطق نبودی وجود آن بر حق تعالی از روی عقل مستحیل بودی پس محبت
اثبات کنیم و گوییم بدان اما اندر تصرف کردن آن توقف کنیم و مراد از این آنست
که روا ندارند به اطلاق این لفظ مر حق را نه اینجمله اقوال که یاد کردیم من اکنون تحقیق این
بیان کنم بدانکه محبت حق مر بنده را ارادت خیر وی باشد و رحمت کردن بر وی و محبت
اسمی است از اسمای ارادت مانند رضا و سخط و رحمت و ارادت و آنچه بدین
ماند و جمله این اسامی جز بر ارادت حق نشاید کرد و ارادت صفتی است قدیم او را
که بدان صفت خواهانست مر افعال خود را پس اندر حکم مبالغه اظهار افعال بعضی از بعضی

Marfat.com

صفات احدی صفتی است نی ازجمله محبت خداوند مر بنده را آن است که با وی نعمت بسیار

دهد از ثواب اندر دنیا و عقبی و ایمن از محل عقوبت گرداند و با وی [illegible] و احوال سنیه

مخصوص گرداند آن تخصیص ارادت وی را نام محبت کنند و این مذهب [illegible]

و جنید و جامعی از مشایخ است و مسلک نقیض با فریقین و متکلمان است [illegible]

و آنکه گوید محبت حق تعالی بمعنی ثنا و جمیل است بر بنده و ثنا روی [illegible]

و کلام وی نامخلوق است و آنکه گوید بمعنی احسان وی است آن [illegible]

بحکم معانی متقارب است این اقاویل و حکم جمله مردود و اما محبت [illegible]

صفتی است که اندر دل مومن پدید آید بمعنی تعظیم و تکبیر [illegible]

و اندر طلب رویت وی بی صبر گردد و بغیر وی قرار نتواند [illegible]

وی کند و محبت خالق جنس محبت خلق نیست که آن [illegible]

محبوب را این صفت تمام بود پس محبان [illegible]

ببینند وی را اکنون محبت را [illegible]

بجنس طلب ذات محبوب نبود از آنکه ادراک [illegible]

که باصفتی از اوصاف محبوب باید چون شنیدن کلام [illegible]

وی بدیده دید پس محبان حق [illegible] اندر یکی [illegible]

به خود محبت [illegible] دیگر آنکه [illegible]

با طلب و دیگر محبت [illegible]

محبت محبت [illegible]

از هوا [illegible]

[illegible]

ابتدا نه و نهایت المحبة بدایة و ابو زید بسطامی رحمة الله علیه گوید المحبة استقلال

الکثیر من نفسک و استکثار القلیل من حبیبک و سهل بن عبد الله تستری گوید المحبة

المحبة معانقة الطاعات و مباینة المخالفات و یحیی بن معاذ رازی گوید حقیقة

المحبة ما لا ینقص بالجفاء و لا یزید بالعطاء شبلی را به تهمت جنون اندر بیمارستان

باز داشتند گروهی بیامدند تا وی را زیارت کنند وی گفت شما کیستید گفتند دوستان

تو پس شبلی بسوی ایشان سنگ انداختن گرفت همه بگریختند شبلی گفت اگر بودید شما

دوستان من نمی گریختید از سنگباران که دوست از بلای دوست نگریزد

خواجه محمد پارسا علیه الرحمة میفرماید که حقیقت محبت چنانست اگر وی را بتیغ پاره پاره

کنند روی گردان نگردد و گفته اند که از جنس تو نبود او را دوست نتوان داشت و مثنوی دو

جنس با فرمان بردار وی گشت بدانکه اصل دوستی میل است بچیزی که خوش بود و آن

میل قوی باشد آن را عشق خوانند و دشمنی نفرت طبع است از چیزی که ناخوش بود پس

تا هیچ چیز خوش و ناخوش نباشد تا اول از آن آگاهی نیابی و آگاهی یافتن از چیزها حواس

باشد و بعقل و حواس پنج است هر یکی را لذتی که طبع بوی میل کند و در این محسوسات

آدمی و حیوان مشترک است و حس ششم که در دل است که آن را عقل و علم و بصیرت گویند

آدمی بدو متمیز است از بهایم پس که بر وی عقل غالب است نظاره حس ششم باطن در جمال

و صنع وی دوست تر دارد از نظاره حس پنج ظاهر در صورتهای نیکو و سبزه و آب و معلوم شد

که مستحق محبت بجز خدا تعالی نیست برای آنکه اسباب دوستی چهار است اول آنکه آدمی

لقای خود را دوست دارد و بقای خود را و هر کسی لقای خود را دوست دارد

دوست دارد و آن را ... دوست دارد

که ما برکرده باشند و آنکه ... ببیند ... که حق ... [illegible]

سبب بود آنکه راستی را دوست دارد و او را باری ... [illegible]

دوستی سخن برای آنست که حق سبحانه ... او را دوست ... [illegible]

نه از دید و دوست داشتن ... شد سبب ... آنست ... [illegible]

پیغمبر از علیهم الصلوة والسلام دوست دارد از برای جمال معنوی دوست ... [illegible]

برای آنست که حق سبحانه ... [illegible]

بویکات دان سؤال ... که محبت ... [illegible]

حیات ... جواب ... مجالست و ... [illegible]

محض موهبت و بنابر جمیع احوال عالیه ... [illegible]

فی الحقیقة من تعریفات الشیخ ... [illegible]

المتقدم لیس لرفع الحکم ولا ... علیها الاو ... [illegible]

وانما یعنی تعریفها ... انها ... فائدة فی نفسها ومن ... [illegible]

لا یکون الا وهو غیور والغیرة ... الاحتمال ... والقیود ... [illegible]

... الاحتمال بان ترک محبوبیة ... تعلق ... محبوبه ... [illegible]

والتصدیق علی ... [illegible]

عنه و ... [illegible]

حال الحب ... من محبة العبد ... [illegible]

از ... [illegible]

و ... [illegible]

ازدل

که هرکس بدیدار دوست توان رسید علامت دویم آنکه همه چیز را بر وی ایثار کند علامت سیوم آنکه
ذکر حق سبحانه و تعالی دمبدم بر دل وی تازه بود و باید تلقین علامت چهارم آنکه قرآن را که کلام دوست
دوست دارد و آنرا تلاوت کند و دیرا دوست علامت پنجم آنکه بر خلوت و مناجات حریص باشد منتظر تا از
بیند تا شب در آید و زحمت اغیار بر خیزد و مناجات کند علامت ششم آنکه عبادت بر وی آسان شود
و آنکه عبادت بر خیزد چنانکه یکی گفت که بیست سال قرآن به رنج خواندم و بیست سال به نعمت
ساز میشود و دلیل می آرند قول ... واحد ... یکی ... که ... انقدر
جمیع مفسران یقین بصحیح رسیده که از پیغمبران علیهم الصلوة و السلام در عبادت ...
ساقط شد از دیگر ... و لیکن ... غلبه محبت ... که گرانی عبادت
از وی برخیزد چنانکه منقول است که ... علیه الرحمة ... که ... گران
گران بار زیاده از ... و ... گفتند ... و
مجنون را ... عقل ... علامت هفتم آنکه همه بندگان مطیع را از دوستان حق
دوست ندارد و همه کافران و عاصیان را دشمن دارد ... در ...
عبدالله مبارک گفت که ... در خلوت لذت بود ... که ... محبت با ...
برباد شدن حاصل نیست زیرا آنکه ... عالم ... محبت ... و نسبت
محبت افزودن ایمان است و محبت وجد و آن آتشی است که در دل افروخته شود و محبت
گردد تا حکم وی همچو ... شود و ... وی بر خیزد و وی به ترک عمل معذور باشد ... و این
در شریعت ... است که ابو طلحه رضی الله عنه چون پیغمبر صلعم را ... محبت که در آن وقت
شریعت ... کرده بود ... زحمت ... این نامشروع محبت
یافت که حضرت علیه و آله الصلوة و السلام در باب او فرموده حرمت ... حضرت

Marfat.com

اندر دل محب کیر و کین و غیبت و بلاء و محنت در محبت و نوبت فرق و وصال تغییر نکرد و نیز
گویند که ماخوذ است از حبی که اندر وی آب بسیار بود و پر کنند بشد و حبها را اندران بسیاری نهند و
بازدارند و آن شده باشد همچنان دوستی اندر دل طالب چون تمام شود و دل از آن ممتلی شود اندر وی جز حبیب
دوست اندر دل وی جای نماند و نیز گویند که حب نام آن چهار چوب است که اندر وی کوزه آب نهند
بر آن نهند پس حب را نیز حب خواندند از آنکه محبت عز و ذل و رنج و راحت و بلا و محنت و جفا و وفا
دوست را تحمل کند و آن بر وی گران نباشد چنانکه کار آن چوب تحمل بار بود و نیز گویند که ماخوذ
از حب و آن جمع حبه دل بود و حبه دل محل لطیفه است و قیام دل بر آن و اقامت هم بدان پس محبت را
حب باسم محل آن نام کردند از آنکه قرارش اندر حبه دل است و بر سبیل آنکه چیز را باسم محل خوانند
و نیز گویند که ماخوذ است از حباب الماء و غلیانه عند المطر الشدید و آن غلیان آبی بود اندر حال باران
عظیم پس محبت را حب نام کردند لانه غلیان القلب عند العطش و الاهتیاج الی لقاء المحبوب محبت خدا به بنده آنست
که وی را برگزیند و به درجه کمال ولایت رساند و بکرامات خویش مخصوص کند و محبت بنده با خدا
که اندر دل وی پدید آید در رضای محبوب را طلب کند و اندر طلب رویت وی بی قرار بود
قال الله تعالی فاذکروا الله قیاما و قعودا و علی جنوبکم الآیة واذکروا الله ذکرا کثیرا الآیة واذکروا الله فی ایام
معدودات الآیة فاذکرونی اذکرکم الآیة واذکر ربک فی نفسک تضرعا و خیفة و دون الجهر الآیة
واذکر ربک اذا نسیت الآیة قل الله ثم ذرهم فی خوضهم یلعبون قال النبی صلی الله علیه و سلم افضل الذکر لا اله
الا الله الحدیث من قال لا اله الا الله دخل الجنة بلا حساب و کتاب الحدیث من شغله ذکری عن مسألتی
اعطیته افضل ما اعطی السائلین و هر ذکر را فضیلت است که عبارت از ملاحظه معانی ذکر است کما قال ذکر است
علیه و آله الصلاة و السلام تفکر ساعة افضل من عبادة الثقلین زیرا که سر و لباب همه عبادات
که اهل مسلمانی کلمه طیبه لا اله الا الله محمد رسول الله است و وی علی ذکر است و این ذکر بر دوام

واکر نه در بیشتر احوال باید نه کمتر احوال و در بند حبس نفس ذکر را اثری تمام است و نهان کرده

که از دل شنود بدل گوید و ذکر کننده آن است که در خواب و بیداری طلب باشد و [illegible]

و توجه را از دل محل صنوبری دور سازد که مقصود محبت ذات [illegible]

رضی الله تعالی عنه در بهجة الاسرار میفرماید که ترجمه آن نوشته میشود [illegible]

میرسد به عقول الستغال توحید چنیده و خوشبوی نسیم است که [illegible]

و ذکر روشنی چشم و شفا و در دینی عقول است اگر یاد کند بدل خود [illegible]

میشود و اگر از نظر کردن بر ذات خود میگوید و اگر ابتدا لا قید [illegible]

میکند آفتاب گرد حیرت جلال زیاده میشود عزت آگهی و حیران [illegible]

فهم و بیچاره است فکر و میگوید بزبانی دهشت و خشعت الاصوات للرحمن [illegible]

وصف لشیت را مینماید در هر ذات و آثار صفت او را [illegible]

ظاهر در هر کون و میگوید فذالکم الله ربکم والذین تدعون من دونه [illegible]

[illegible] لا اله الا الله نفی آلهه طبیعت است و الا الله اثبات معبود حق باید که در وقت [illegible]

لا اله الا الله ما سوی الله یکی نفی شود و در وقت گفتن الا الله [illegible]

جمیع الله جمیع را الاذکار را الاخفا ر بالاجماع و خلاف این اصل [illegible]

و خلاف این اصل بلا نیت صحیحه بدعت است بالاجماع یعنی خلاف الاصل المتفق [illegible]

بلا داع صحیح [illegible] باشد که خلاف اصل متفق بالداعی صحیح افضل [illegible]

که مصنف الکتب فی العلوم الدینیة ذکر را چهار وجه است اول آنکه بزبانی [illegible]

و از آن ضعیف بود [illegible]

و دوم بزبانی که [illegible]

[illegible]

Marfat.com

و قرار گرفته باشد و چنان بود که دل را پیوسته بر آن باید داشت تا از جمیع تفاصیل خود دل
باطلع خوش شد در غفلت و حدیث نفس سیوم درجه آن بود که ذکر در دل قرار گرفته
و متمکن و مستولی شده چنانچه بتکلف او را از کار بیرون باید برد و این بس عظیم بود درجه چهارم
آنکه مستولی بر دل مذکور بود و حق تعالی است نه ذکر و باشد که از غلبه ذکر خود را و ذکر را فراموش کند
و این حالت را صوفیان فنا گویند چون بدین درجه رسد صورت ملکوت از ارواح ملائک
و انبیا صورتهای نیکو بروی ظاهر شوند و باشد که او را اتفاق سوانح افتد و دران
درست بود و چون از حال بخود آید تحقق آن در دل بماند از دنیا و اهل دنیا نفرتی پدید آید
و در هر دم و بدل از ایشان غائب باشد و اگر ذاکر بدین درجه فنا نرسد و این فایده نیز
ظاهر شود که ذکر برو مستولی و متمکن باشد این نیز کیمیا سعادت است که
ذکر را ... از دیگران بوجه اتم بسبب ذکر و محبت که در دنیا ... حاصل
خواهد شد کما قال الله تعالی و من یخرج من بیته مهاجرا الی الله و رسوله ثم یدرکه الموت فقد وقع اجره
علی الله و ذکر را آداب ظاهر و باطن مراعات باید کرد و آداب ظاهر آنست که از ...
تائب باشد و اکل حلال و صدق این مقال ... و ... بر ...
و کم خوردن و کم خفتن و کم گفتن و کم مجلس ... باید در حجره ... اللسان الفت
و التصفیه باطن آنست که بغض و نفاق و کینه و عداوت و حسد و غیر ذلک ما یتعلق بالقلب از خود
دور کند و مرتبه خوف و رجا و شکر و حیا و تسلیم و توکل و محبت بمرتبه حاصل کند و ذکر باطنی مشتغل
دل بر آید و از صحبت اغیار محترز باشد و آداب ذکر با معنی اوصاف متصف شود و ذکر بسیار باشد
دانند که این حدیث نفس است نه ذکر و ذکر موت در دل بسیار آرد و در هر ذکر را
نتیجه است که از ذکر دیگر حاصل نشود و آنچه حاصل میشود موافق استعداد ذاکر است

Marfat.com

Marfat.com

لله لام اول ساقط کرده له ماند و اگر از له لام را نیز ساقط کنیم هو ماند و نزد بعضی اسم ذات
آن را گویند که بعد سقوط همه اعتبارات باقی ماند و این جا هم هو را اسم ذات نفی ماند و ترتیب اسم
ذات بعضی در نفس آئینه در دیده نگاه کنند به تعطیل و اهمال و بعضی نسبت آن در وقت نفس
ساخته متوجه دل شده از روی حکم باید پس از این اشتغال کسی را دوام حاصل شود در توهم و سلوک
خود بخود جاری میشود و کسی را دقت توجه درست میسر باید و عقلای ذکر الله گفته که از لفظ الله
نفی و اثبات حاصل نموده ملاحظه کنند رفته رفته تا این حال میسر میشود که اول ملاحظه کنند
وی این کمال است از ذکر مذکور و غیر مذکور ذکر وقتی جهان اسمای کنند که تا تمام
ذکر نفس درست در استخوان رحمن الرحیم در هر چه در بدن است نفس را تا قلب و دل هم در اشتغال شود
و در این حال زمین و آسمان و غیرها کل مخلوقات را در ذکر بینند و می بعضی اسم ذات در نفس
تکرار می‌کنند و کمال حبس نفس تا سه شبانه روز است و جلسهٔ تمام اذکار مذکوره مختلف است بعضی دو زانو نشسته
ذکر می‌نشینند و بعضی چهار زانو نشسته با زانو بنشسته با انگشت پا بر پشت و انگشت دیگر که متصل
کلان که طرف اسفل را از رجب گرفته ذکر می‌کنند و این جلسه را است و بعضی ساق‌ها را
متصل ساخته راست ایستاده کرده با سینه و شکم قرین نموده می‌نشینند و این جلسه در حبس است و دیگر
جلسه‌ها نیز اند در کتب سلف باید جست را از وظیفه دوام این اذکار کمالات است که میسر
و ظهور کشف و کرامات در هر چه خواهد میسر میشود لا تعد و لا تحصی اما از فوائد افزون
و ذکر از کمالات سالک پیدا شود که بدان معجب شود و از آن
هفتاد بار از حصول مراتب توبه می‌کرد و بس طلب و این
در ایام وظیفه همه اذکار خلوت و کم خوردن و کم گفتن و کم خفتن فرض عینی دانند
بلکه در خلوت میسر از خود می‌شوند و آنچه این فقیر صاحب قدس سره

و درقبیل کارها نموده است اینست که حروف نفی را با نفس بیرون برآورد و کلمه اثبات را با نفس درون

فرو برد و چند سال همین مراقبت نمود آنچه نفی بود بالکل نفی شد و آنچه اثبات بود اثبات

بعده ذکر اسم الله را شغل در آوردم آنچه مطلوب بود بیتم نمودار نبود ذوق شوق و دوام

ذکر را بهمه اشیا و را به جهت فنا را حاصل شد اما استخوان و باد در فنا شدن در نگشید

گشتند اما باد فنائی بزرگ زندقه فتنه میدید حضرت ارشاد بنا بر آن هم ...

شاید روح از جسد نظر در حجاب نمیشد انهم لسبد محبت لسبب مرجب ...

حالت دست میداد که امور علمی را خبر بها که متعلق وجود نقیر بود ...

ناچار دست بی واسطه او هم حاصل میشود بعده نفی خواطر حاصل شد ...

از دست دهنی فنا از حضرت غوث الاعظم رضی الله عنه وصال است قبول ...

از ریاضات و کمالات مستغنی شدیم الله بس باقی هوس از ذانهم الفقر ...

الارض غیر الارض والسموات واذکار ... چنین نیز حاصل میشود ...

برای از چشم دوم هم وضعی که سلطان قوت است و ولایت عبارت از قوت ...

دیده میشد و گاهی تنها بر دل و گاهی بر تمام زمین و آسمان و ما بینهما و ...

می آیند و گاهی از زولاده ... کمالات ذکر مشاهده ...

متجلی باشد و معطل نمانند مد مدعا بگم در روح اقوال مختلف است با تفاق اهل ...

لطیف نوری است متعلق جسمی از حلقت بدن ... که دیده میشود ...

ایشان ... داخل میگشت ... بدن را زنده میدارد و بعض از بدن ...

مرده میشود و او زنده میماند در عالم برزخ بعده در نفخه ثانیه ...

داخل میشود ... زبانی و در ...

در بیان ارواح

و در بعضی ...

Marfat.com

نزد بعضی اهل سنت روح آدمیت در رطوبتی رقیق با بدن ساری است بمقابله از حیات حیوانی خود
مانند حیات نباتات بمقابله آفتاب و چون توجه خود از نباتات مبدأ رو تابید سبز و تازه
که اکنون در حیات نمیشود و توجه به آفتاب میکند تا قالب زنده میگردد و بعضی علما اهل سنت نیز قائل اند که
روح فیضان از مبدأ فیاض است که کیفیت آن اطلاع نیست و بعضی علما متکلمان الوهیت و معرفت
میگویند که عبارت از خون است و بعضی میگویند که عبارت از نفس است و بعضی میگویند که عبارت از حرارت
غریزی است و نزد بعضی در خواب من کل الوجوه نوعی از بدن بر میآید لهذا بدن بی حس میشود
و بعد مفارقت بدن نیز در اهل سنت اختلاف است که کجا میباشند اکثر روایات دال بر آنست که ارواح
انبیا در قندیلهای نور به پایه عرش معلق وارند و ارواح شهدا در بهشت بوده در حوصله طیور سبز
که قندیلهای ایشان بر شاخ طوبی باشد و ارواح مؤمنان مشغول در گرد عرش ... کرده بر افق
که در روز منزه از حاجات بهشت کشت میکنند که آن را نسیم بهشت میرسد ... بهشت
گشت خود را و در رواق ... و گویند تا ... که اختلاف ایشان ... و در روز ...
کنده از آن راه بسوی کرم ... گردند ... سوزد بدن ایشان را ... اما ارواح کفار در
روایات منقوله ارواح ... حیاض ... اقل ... و در بعضی روایات منقول است که ارواح مؤمنان
در آسمان اول و چهارم و ... دار ارواح ... آسمان طرف ... و ارواح
غایر در زمین نوشته و در بعضی روایات آمده که در قریه اند نزدیک بیت المقدس که در آنجا ارواح
مؤمنان و در ... ارواح کافران باشند بدانکه از این اختلاف معلوم میشود که ... روح
در اماکن مذکوره خواهد بود و بعضی حکما و اکثر کفار قایل به تناسخ ارواح اند دلیل ... از آیات
قوله تعالی و ننشئکم فیما لا تعلمون والیه وما من دابة فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیه الا امم
امثالکم و قال النبی علیه و آله الصلوة والسلام ارواح الشهداء فی حواصل طیر اخضر ... میکنند

Marfat.com

که از بدن مفارقت میکند منع تعلیق در بدن دیگر تا قیامت ...

دائم از بدن به بدن به پهنای مسئله انتقال میرود تا حشر و نشر به بدن اول ...

حشر اجساد جایز نیست حشر ارواح خواهد بود و باثبات تناسخ و تعلیل ...

هم متوجه برینکه آدم و ارواحی ... معصیت ... کرده باشند که ...

میکنید پس بود و ناقص باشد کور و کر و آنکه ابرص و غیر ذالک که سبب ...

او را عذاب میکند لهذا ثابت گشته که به بدن اول گناه کرده ...

ارواح کننده اهل سنت جواب میدهند که مولود نیکو میگوید که ...

نیست از ظن و قیاس میگویند که صحیح فاسد و نامعقول است که این محض ظلم است ...

عذاب کند و حق سبحانه ظالم نیست که بدن معصوم را بجای بدن سابق عاصی عذاب ...

معهذا چون مقتدایان خود را از عیوب پاک میدانید و انها را امراض عارض میشود ...

مسئله شما بر ذات ... و تحقیق گشت که امراض از سبب ... و اختلاط ... بدن ...

و نیز اهل سنت سوال میکنند که شما بگویید که حشر به بدن اول خواهد بود و زبدان ...

و حال آنکه حشر همه ابدان مقرر است که بدن اول محشور شود در زمین لازم می آید ...

بدن اول محل ثواب و عقاب گردد و این ظلم است که عوض یکی دیگری را بگیرند و ارواح ...

ظلم جایز نیست جواب میدهند که حشر همه ابدان لازم نیست ... از شما ...

الالفاظ و سقط و بنایم اختلاف نیست که حشر به بدن اول خواهد بود ...

و آنکه به بدن اول ارتکاب حسنه و سیئه نموده بود و سزا ایمان بدن خواهد یافت ...

... که شما چون معذب گشته خواهد بود و اگر ... قایل حشر اجساد نیستند ...

میدهند که حشر اجساد نیست و ثواب و عذاب روح را خواهد بود که ابدان ...

از جانب اکبر

Marfat.com

از جانب دیگر کسی باز پرسش می‌کنند باز اهل سنت سؤال می‌کنند که چون دو روح در یک بدن
نمی‌باشند برای یک بدن دو روح را زکا رید نیست تناسخیان جواب می‌دهند که احتمال و امثال این ابدان
را نمی‌کنند و حلول در هر یک بدن روحی می‌کنند پس روحانی که لایق ارواح و امثال ایشان است
اگر در دو روح یا زیاده از آن داخل شوند یا یک روح را بسیار بدن باشند مانند تکثر جبرئیل ملائکه و دحیه
چه صفایی‌ست و نیز از آیه یتوفی الانفس حین موتها و یرسل الاخری الی اجل
مسمی معلوم شود که یک بدن را دو روح باشند اهل سنت جواب می‌دهند که جبرئیل علیه السلام که شبیه دحیه و امثال او
انسانی شوند بطریق حلول ملک در هر یک بدن نه مثل تجسم را انکار می‌کنند و تکثر جبرئیل
ملائکه را و ارواح انبیا بطریق تناسخ نیست بلکه به قوت متمثل تکثر جسد و امثال آن از احتمال است
در آیه مراد از ولتی لم تمت فی منامها روح نیست بلکه قوت عقلیه است که از قوای روح است باز اهل
سنت سؤال می‌کنند که اگر مدعای شما آنست که ... ارواح ... در آن ... قدیم
شکل است و ابدان را بسیار برابر آن می‌آرند که ... ابدان ... این مقبول نیست که نزد
مطلق خلق ارواح و اجسام یکسان است چون از روح ابدان ... ظاهر می‌شود ... البته
می‌باید حرارت خود شما میدانید از راه غلط حسن تناسخ است ... مکرر چون در نقل است
ابتدای مذهب ... تناسخ بر آن شده باشند که از مقتدایان ایشان در سکر الطریق ... غلبه ...
وجود بر زبان آورده باشند که فلان مرد ... جبا که در ابتدا از ... صوفیه ... سکر ... آدم
رتبه ... لهذا بسبب قول این مقتدای خود تناسخیان مذهبی بنا کرده باشند والله اعلم بالصواب
و در کلام ... مثل حجة الاسلام آمده که دنیا عالم صورت است و عقبی عالم معنی در دنیا صورت
ظاهر و معنی مستتر است و در عقبی صورت مستتر و معنی ظاهر خواهد بود چنانچه بخیلی را وصف
صورت آن ... را وصف ذاتی محبت البست در روباه را حیله و شیر را درنده و خوک را شهوت

همچنین در باقی حیوانات [illegible] [illegible] که [illegible] زیاده

بیشتر و صفت [illegible] که [illegible] [illegible]

در تفاسیر [illegible] که [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] و تفسیر [illegible]

و در [illegible] آن [illegible] است [illegible]

تا در [illegible] کیفیت [illegible] آن [illegible]

پس آن [illegible] را در آن قدم را از دی [illegible] کرده [illegible]

الارواح جنود مجندة فما تعارف منها ائتلف وما تناکر منها اختلف [illegible]

آن [illegible] است [illegible] آن [illegible] که [illegible]

[illegible] همه [illegible] روح [illegible] زنده [illegible]

[illegible] و حرکت [illegible] [illegible]

[illegible] العبادات [illegible]

[illegible] و ان [illegible] الارض [illegible] و العلم [illegible]

و [illegible] جمهور مشایخ و مشترک [illegible] اهل سنت [illegible]

[illegible] است [illegible] است [illegible] عادت [illegible]

و حیات آدمی صفت او است که [illegible] است [illegible]

که روح از آدمی جدا شود و آدمی زنده [illegible]

که اندر رفتن روح علم و عقل نماند چنانکه اندر خواب پس آن جسمی بود لطیف که بیاید بفرمان
خداوند تعالی عز و جل و برود بفرمان وی و پیغمبر صلعم گفت در معراج آدم و ادریس و یوسف و عیسی و دیگر انبیا علیهم السلام را
اندر آسمانها دیدم لامحاله آن ارواح ایشان بود و اگر روح عرضی بودی بخود قایم نبودی تا اندر
حال هست مرانرا چنانکه هست دیدار گرفتی بودی و وجود آنرا محلی بایستی که وی عارض بودی
و محل آن جوهر بودی و جوهر مؤلف و کثیف پس معلوم شد که او لطیف جسم باشد و جسمی
بود جاندار دیده باشد اما بچشم دل و روا باشد که در حواصل طیور باشد و روا باشد که اشارتی
باشند و مر ایشان را آمد شد باشد مانند اینجا اختلاف ملاحده که ایشان روح را قدیم گویند
و مر آنرا بپرستند فاعل اشیا و مدبر آن بجز وی را ندانند آن روح را الا که خوانند
و گویند او را اندر کالبد متقلب از شخصی بشخصی دیگر و هیچ شبهت که خلق را افتاده است
چندان اجتماع نیست که شبهت اندر روح از آنکه نصاری بدین اند هرچند که عبارت خلاف
این کنند و هند و تبت و چین و ماچین بدین اند و اجماع شیعیان و قرامطه و باطنیان
بدین است و این دو گروه مبطل نیز بدین مقالت قایل اند و هر گروهی از ایشان که یاد کردیم
این قول را مقدمات دارند و بر آن دعوی کنند گوییم با جمله که بدین لفظ قدم مر قولی را
محدث متقدم اندر وجود و یا قدیمی همیشه بود اگر گویند که بدین قول مراد ما وجود است
متقدم در وجود پس در اصل خلاف برخاست که ما هم ارواح را محدث میگوییم با تقدم بود
بر وجود شخص که پیغمبر گفت صلعم ان الله تعالی خلق الارواح قبل الاجساد و چون محدث
درست شد لامحاله محدث بمحدث محدث بود و این یک جنس بود از خلق خدای عز و جل
که بجنس دیگر پیوندد و اندر پیوستن ایشان بیکدیگر خدای تعالی حیاتی حاصل گرداند بتقدیر خود
یعنی ارواح جنسی از خلق اند و اجساد جنسی دیگر چون تقدیر بر حیوة حیوان کند زمانی دهد تا روح

وز ندکانی دهند و حاصل آید اما کشتن دنیا از شخصی به شخصی و تغییر روانیست آنگه چون یکی ناکشنوذ ها

و دو صیرتی روا نباشد و اگر از صفات ربانی بلطف خدایی و صحبت عالم بنده ذوی با رحمت ... شود

و آن صفتی شود نه عینیت و اگر گویند مراد ما بدین قول قدیم همیشه است گویم که ...

یا غیر اگر گویند قائم بنفسه است گویم خداوند عالم از جهت باشد اگر گویم خداوند عالم او نیست

اثبات قدیم دیگر باشد و این قول معقول نیست که قدیم قدر ... نباشد و در وجود و ذات ...

و این محال بود اگر گویند که روح خداوند عالم است گویم که وی یا قدیم است و یا محدث

محدث را با قدیم امتزاج باشد یا اتحاد یا حلول یا محدث مکانی قدیم ... قدیم ...

بجزء جزء بهره مجهودی بود و وصل و فصل جز بر محدثات روا نبود ... تعالی الله

عن ذلک علواً کبیراً و اگر گویند که بخود قائم نیست و قیام آن ...

باشد یا عرضی اگر عرضی گویند اندر محل باید گشت یا اندر لامحل اگر اندر محل گویند محل آن

وی بود و اسم قدم از هر یک باطل شود و اگر اندر لامحل گویند محال باشد که چون عرض بخود قائم

اندر لامحل معقول نباشد اگر گویند صفتی است قدیم چنانچه حلولیان و تناسخیان گویند و صفت حق

خواندن محال باشد که صفت قدیم حق مر خلق را صفت گردد و اگر روا بود که حیات ... را صفت

خالی کرد روا باشد که قدرتش قدرت خلق گردد و الا صفت بموصوف قائم بود ...

بود صفت قدیم را موصوف محدث ... قدیم را با محدث هیچ تعلق نباشد و قول حلولیان ...

باطل است و روح مخلوق است و بفرمان حق تعالی است و هر که جز این گوید مکابره عیان کرده بود

و محدث را از قدیم فرق ننهاده و روا نباشد که ولی اندر صحت ولایت ...

حق جاهل بود والحمد لله که خداوند تعالی ما را از بدعت و خطا محفوظ گردانیده و عقل داد

برای نظر و استدلال کردیم و ایمان داد ما را تا شناختیم حق و بر کرامت و ولایت معلوم نباشد

الحمد بتمامه

که حد متناهی بر بر فهم نامتناهی معقول نباشد و چون ظاهران این حکایت از اهل اصول

بشنیدند پنداشتند که جمله متصوفه را اعتقاد و نسبت با این غلط بزرگ، جمهوران و انبیای

این اسرار محجوب گشتند و لطیفه ولایت حق و لوامع لوایح ربانی از ایشان پوشیده شد و از بدو الله

بزرگان سادات را رد کنی چون قبول ایشان بود و قبول ایشان چون ... ایشان ... می‌انداخت

که روح را دیده اند هر کسی بطریقتی و این رواست زیرا که آنچه گفتم که این موجود است جسم لطیف باشد

تا مرئی بود و چون حق تعالی خواهد نماید بهر چه بیند خواهد و من که علی بن عثمان الجلابی ام گویم که جان

زندگی با جسد از قدرت عز و جل کرده و بعضی ما فصل ... اند با ...

نه بذات وی و صفات وی و قول او چنان جمله با ... است و از ... اندر میان

خلق یکی آنست که روح را قدیم گویند هر چند که عبارت میل کرده اند ...

گروهی نور و ظلمت و مبطلان این طایفه فنا و بقا و ... و ما ...

مروف و کفر خود را بدان تحسین میکنند و متصوفه از این کرده بیزارند که اثبات ولایت و

حقیقت محبت خداوند عز و جل جز بمعرفت درست نیاید و چون کسی قدیم را از حدث باز

نشناسد آنچه گوید اندر کشف خود جاهل باشد و عقلا ... نیکو ... در ... واقف

المقصد الثانی فی ان النفوس الانسانیة مجردة ای لیست قوة جسمانیة حالة فی المادة

جسما بل هی لا مکانیة لا تقبل اشارة حسیة و انما تعلقها بالبدن تعلق التدبیر والتصرف

من غیر ان یکون داخلة فیه بالجزئیة او الحلول ولا یکون خارجة عنه ایضا و هذا مذهب

الفلاسفة المشهور من المتقدمین والمتاخرین و وافقهم علی ذلک من المسلمین الغزالی

والراغب حیث ... للصوفیة للکاشفین و خالفهم الجمهور علیا من نفی المجردات الذی

عقولا کان او نفوسا احتجوا ای المثبتین لتجردها بوجوه خمسة الاول انها تعقل البسیط

Marfat.com

لا جزء له بالفعل فيكون مجردة اذ الاول ظلانها [illegible] حقيقة مانع الاشتباك اي ليست
من المبادئ ان كانت تلك الحقيقة مركبة من بسائط لبسيطة فثبت المطلوب [illegible]
والا كانت تلك الحقيقة مركبة من البسائط بالعقل لان الكثرة مستلزمة [illegible]
يجب فيها الواحد بالفعل لانه مبدأها وتعقل الكل يستدعي تعقل الاجزاء [illegible]
فان الكل معقولا بالكنه فان تعقل بوجه ما لا يستلزم تعقل شيء من اجزائه [illegible]
في ذلك الوجه المعقول فان كان بسيطا [illegible]
كل منها واحد بالعقل وربما انه في وجه انها [illegible]
فان محل البسيط لو كان جسما او جسمانيا اي [illegible]
لكان منقسما وانقسام المحل يوجب انقسام الحال [illegible]
غيرا لانه الجزء الآخر [illegible] انقسام [illegible]
في المعلوم ويجب ان يكون العلم مطابقا للمعلوم [illegible]
كالمعقول لان التعقل عبارة عن حصول الصورة [illegible]
فان العلم عندنا مجرد تعلق بين العالم والمعلوم [illegible]
واعتبار التصف به العالم لا امر موجود [illegible]
فمحل اي فالنفس حينئذ محل الصورة البسيطة [illegible]
مرة البقية في الذهن [illegible]
بسيطة لا يرى ان ما قالوه [illegible] يجوز ان يكون [illegible]
او اكثر كما مر في مباحث الحال وان سلم ان صورة البسيط [illegible]
فلا نسلم ان كل ذي وضع منقسم فانه بناء على نفي الجزء الذي لا يتجزى [illegible]

[illegible]

Marfat.com

بشبهة جاز ان يكون النفس جوهرا وذا كما قالت به بعض وان سلم ان كل حال في منقسم
فلا نسلم ان الحال في المنقسم منقسم لما السطح الحال في الجسم المنقسم في جميع الجهات
مع انه لا ينقسم في العمق وكما النقطة الحال في السطح مع عدم انقسامها في العرض وكما
النقطة الحالة في الخط مع انه لا تنقسم اصلا وبالجملة انما يلزم انقسام الحال اذا كان
الحلول سريانيا وهو فيما نحن بصدده غير مسلم وان سلم انه اي الحال في المنقسم منقسم
وبالقوة كالجسم لا بالفعل وانه لا ينافي البساطة لجواز ان يكون جهة الانقسام غير
جهة البساطة فان الجسم البسيط عندكم منقسم بالقوة الى ما لا يتناهى مع كونه بسيطا
بالفعل اذ ليس فيه مفاصل متحققة ما ليس فيه انقسام فعلا ولا منافاة بين الانقسام وعدمه
من حيثية القوة والفعل لانهما جهتان متغايرتان الخامس من الوجوه المشهورة ان
النفس الانسانية تعقل الواجب وانه بسيط لما مر في مباحث ...
او مقدمات الى اخر الكلام والجواب ما تقدم من المنع ...
او البساطة والشيء المذكور في الوجه الاول ...
انها تعقل المفهوم الكلي يكون مجردة اما الاول فظاهر لانا نحكم على الكليات باحكام
ايجابية وسلبية فلا بد لها من تعقلها واما الثاني فلان النفس اذا كانت ذات وضع
كان المعنى الكلي حالا في ذي وضع والشكل اذا حصل في ذي الوضع تخصص بمقدار
مخصوص ووضع معين فيتعين بحاله فلا يكون ذلك الكلي مطابقا لكثيرين مختلفين في المقدار والوضع
بل لا يكون مطابقا الا لما له ذلك المقدار والوضع فلا يكون كليا وهذا خلف لان المقدار
مقدار والجواب ... لا نسلم ان حامل الكلي محل له لم لا يجوز ان يكون على الوجود
الذهني وايضا الحال فيما له مقدار وشكل ووضع معين لا يلزم ان يكون متصفا

Marfat.com

لها الجواز ان لا يكون الحلول سريانيا ويزاد ههنا منع
عدم مطابقته للكثيرين اذ قد تخالف الشخص لما الا سنح في الصغر
والكبر كالصورة المنقوشة على الجدار وكالصورة الساعة
في الحس المشترك مع وجود المطابقة بينهما وتحقيقه ان
معنى المطابقة هو ان الصورة اذا جردت عما عرض لها
بتبعية المحل كانت مطابقة لكثيرين الاشخاص ... يجب
تجريدها عن التشخص العارض لها بسبب المحل ... الرابع
منها انها تعقل الضدين اذ تحكم بينهما بالتضاد فلو كان
مدركهما جسما او جسمانيا لزم اجتماع السواد والبياض
مثلا في جسم واحد وانه محال بديهية والجواب ان صورتي
الضدين لا تضاد بينهما لانهما تخالفان الحقيقتين ...
يلزم من ثبوت التضاد بين الحقيقتين ثبوته بين صورتيهما
ولولا ذلك لما جاز قياسهما بالمجرد ... لان الضدين
لا يجتمعان في محل واحد ماديا كان او مجردا وان سلمنا
تضاد صورتي الضدين فلم لا يجوز ان تقوم كل منهما بجزء
من الجسم الذي يعقلهما معا غير الجزء الذي قام به الاخرى
فلا يلزم اجتماع الضدين في محل واحد الخامس منها انها
يبطل لو لها حسيا بما مر ثم نقول لو كان العقل جسما او جسمانيا
حالا في جميع البدن او في بعضه لعقل محله دائما فلم ...

ولان ...

والثاني باطل اما الملازمة فلان تعقل المحل الثاني فيما
حضوره لذاته كان حاصلا دائما يعني ان الصورة الخارجية
التي للمحل حاضرة بذاتها عند العاقل دائما فلو اكتفى ذلك
في تعقله اياه كان تعقله مستمرا دائما والا احتاج تعقله
الى حصول صورة اخرى منتزعة منها حاصلة فيه وانه محال لانه اقتضى
اجتماع المثلين لان الصورتين المتماثلتان في الماهية
يحصل ذلك التعقل دائما واما بطلان الثاني فبالوجدان
اذ ما من جسم فيما نتصور انه محل العلم والقوة العاقلة
كالقلب والدماغ وغيرهما من اجزاء البدن الا ويعقل
تارة ويغفل عنه اخرى والجواب منع الملازمة بمنع ما ذكر في
بيانها لجواز ان لا يكفي في تعقله حضوره لصورة الخارجية و
لا يحتاج ايضا الى حصول صورة اخرى بل يتوقف على شرط
غير ذلك لان كون العقل بحصول صورة ممنوع عندنا سلمنا
لكن لا نسلم ان حصول صورة اخرى فيه اجتماع للمثلين
وانما يلزم ذلك ان لو تماثل الصورة الخارجية والصورة
الذهنية وهو ممنوع سلمنا تماثلهما لكن لا نسلم الاجتماع
بينهما في محل واحد لان احدهما محل للعاقلة والاخرى
حالة فيها في رواية مذاهب المتكلمين لتجرد
النفس الناطقة التي يشير اليها كل احد بقوله انا وهي كثيرة

لكن المشهور منها تسعة الاول لابن الراوندي انه جزء
لا يتجزى في القلب بدليل عدم الانقسام [illegible]
يعني انها جوهر لطيفة قيامها بغيرها [illegible]
تعقلها للبسائط وليست مجردة [illegible]
فيكون جوهرا فردا هو في القلب [illegible]
الثاني للنظام انه اجزاء هي اجسام لطيفة سارية [illegible]
سريان ماء الورد في الورد باقية [illegible]
لا يتطرق اليها تحلل وتبدل حتى اذا [illegible]
القبض ما فيه من تلك الاجزاء الى [illegible]
والمتبدل من البدن فضل ينضم اليه [illegible]
يعلم انه باق من اول عمره الى آخره [illegible]
ليس كذلك الثالث انه قوة في الدماغ [illegible]
الرابع انه ثلث قوى احديها في القلب [illegible]
في الكبد وهي النباتية والثالثة في الدماغ [illegible]
الخامس انه الهيكل المخصوص وهو مختار [illegible]
السادس انها الاخلاط الاربعة المعتدلة [illegible]
انه اعتدال المزاج النوعي الثامن انه الدم [illegible]
واعتدال القوي الحيوة وبالعكس بضعف التاسع انه
الهواء اذ بانقطاعه طرفة عين ينقطع الحيوة فالبدن بمنزلة

Marfat.com

الرق المنفوخ فبعد ما علمت ان شيئا من ذلك الذي رويناه
لم يقم عليه دليل وما ذكروه لا يصلح للحمل عليه

في ان النفس الناطقة حادثة

اتفق عليه المليون اذ لا قديم
عندهم الا الله وصفاته عند من اثبتها زائدة على ذاته
لكنهم اختلفوا في انها هل تحدث مع حدوث البدن او قبله
فقال بعضهم تحدث معه لقوله تعالى بعد [illegible] البدن
ثم انشاناه خلقا آخر والمراد به تعلق [illegible]
النفس على البدن وقال بعضهم بل قبله لقوله عليه السلام خلق الله
الارواح قبل الاجساد بالفي عام [illegible]
الظن دون اليقين الذي نحن لمطلوب فيه اما الآية فيجوز
ان يراد بقوله ثم انشاناه جعل النفس متعلقة [illegible]
يلزم من ذلك حدوث تعلقها [illegible]
الحديث فخبر واحد فيعارضه الآية [illegible] مقصودة [illegible]
مظنونة الدلالة والحديث بالعكس فالظن الحاصل من كل
فيتقاومان هذا كما ذكرناه واما الحكماء فانهم قد اختلفوا في
حدوثها فقال به ارسطو ومن تبعه وسبقه من قبله وقال
بقدمها احتج ارسطو بانها لو قدمت فاما ان يكون قبل
التعلق بالبدن متعددة متمايزة او لا فان كانت متمايزة
فتمايزها وتعينها اما بذواتها او لا بذواتها فان كان بذواتها

او بلوازمها فيكون كل نفس من النفوس البشرية نوعا
منحصرا في الشخص الواحد فيلزم اختلاف [illegible] نفسين
بالحقيقة وانه باطل اذ لم نقل بان نفسا مماثلة فان
اقل من ان يوجد فيما بين الجميع نفسان متماثلتان [illegible]
كان تمايزهما لا بذواتهما كان بالقابل [illegible]
من ان تعدد افراد النوع الواحد [illegible]
المكتنفه به ومادتها البدن [illegible]
ببدن آخر فيلزم التناسخ اي انتقال [illegible] بدن الى بدن
آخر وسنبطله وان لم يكن قبل التعلق [illegible]
فبعد التعلق ان بقيت على وحدتها [illegible]
هي بعينها نفس عمرو فيلزم ان يشتركا في [illegible]
والقدرة واللذة والالم وساير الصفات [illegible]
وان لم يبق كما كانت بل تكسرت يلزم التجزي [illegible]
ولا يتصور ذلك فيها لعدم كونها مقدار وحجم فلا يكون [illegible]
فقد عدمت ذات التجزي [illegible]
الواحدة القديمة وحصلت نفسان اخريان [illegible]
ويلزم المطلوب وهو ان النفوس ليست بازلية [illegible]
احتج الخصم على قدمها بوجوه ثلثة الاول ان الحادث له
مادة فلو كانت النفوس حادثة كانت مادية لا مجردة قلنا

نسلم

Marfat.com

تسليم اللازمة لكن المادة التي يستلزم الحدوث اعم
من مادة يحل الحادث فيها او يتعلق بها والمتعلق بالمادة
يجوز ان يكون مجردة بحسب ذاته لان المراد بالتعلق تعلق
التصرف والتدبير الثاني ان لم يكن الناطقة ازلية لم يكن
ابدية [illegible] والثاني باطل بالاتفاق واما اللازمة فلانها
اذا كانت حادثة يزول وجودها لان كل حادث [illegible]
والجواب المنع ومعنى القضية المذكورة ان كل حادث
فهو في حد ذاته قابل للعدم وليس يلزم منه زواله
لجواز ان يمتنع عدمه لغيره ابدا الثالث [illegible] تناهي
الابدان عدم تناهي النفوس [illegible]
كان حدوثها بحدوث الابدان [illegible]
من المبداء القديم والابدان غير متناهية [illegible]
الى انقضاء الادوار الفلكية التي لا تتناهى [illegible]
البشرية غير متناهية لكن لا استحالة في لا تناهي [illegible]
والادوار لانها متعاقبة بخلاف النفوس فانها باقية بعد
المفارقة فيلزم اجتماع امور موجودة غير متناهية [illegible]
محال بالتطبيق والجواب شرط امتناع الترتيب الطبعي
والوضعي كما مر والنفوس الناطقة وان كانت موجودة
مجتمعة الا انها غير مرتبة يجوز لا تناهيها   قال ارسطو

Marfat.com

كل حادث لابد من استناده الى المبادي التي بها ... [illegible]

ومن شرط حادث فشرط فعاله ... [illegible] الفليل

لما هو المقدار في ... [illegible] الاحتياج ... [illegible]

... [illegible] الى ... [illegible]

المبدا ... [illegible]

المستعد ... ببطل التناسخ ... [illegible]

به نفس متناسخة ... [illegible]

لما ذكرنا من حصول العلة ... [illegible]

للبدن الواحد نفسان ... [illegible]

احد يجد ان نفسه ... [illegible]

في حدوث النفس بطلان ... [illegible]

حدوث النفس بلزوم التناسخ ... [illegible]

تقريره بحدوث التناسخ ... [illegible]

لو بين احدهما بطريق آخر ... [illegible]

بذكرها لاحق لها في البدن ... [illegible]

الابدان للنفوس ... [illegible]

وتيرة واحدة فانه ... [illegible]

بخلاف مفارقة النفوس ... [illegible]

يتفق ... [illegible]

Marfat.com

او قتل عام لمملكة فيها من النفوس دفعة ما يعلم بالضرورة

انه لم يحدث في ذلك الزمان بخلاف العادة ذلك المبلغ من

الابدان كما نقل من انه وقع حرب في الارض يونان فقتل في يوم

واحد ما يتا الف من الجانبين ومن المعلوم انه لم يحدث

في ذلك اليوم ابدان بهذا العدد في جوانب العالم ليتعلق

بها تلك النفوس المفارقة من ابدانها او كان تعلق الاكثر

على طريق التناسخ لزم بعضها الى [illegible]

وليس شيء منها والا ظهر منها [illegible]

الاخيرين يصلح للتعويل [illegible]

البدن السابق بجواز [illegible]

عن بعضهم انه قال انا لا نذكر [illegible]

عدد ابدان الحيوانات [illegible]

لا يساوي عدد تلك النفوس [illegible]

الذي ابطل به التناسخ [illegible]

من الاصول على ما ذكر منك فلا نعيد [illegible]

ان يقال لا نسلم ان كل ما له لا بد له من شرط حادث فان

الفاعل المختار له ان يخصص الحوادث باوقات غير ان يكون

هناك داع وليس هذا مستلزما للتخلف عن العلة المستلزمة

سلمناه لكن لا نسلم ان شرط حدوث النفس هو البدن ولم لا

Marfat.com

يجوز ان يكون له شرط غيره سلمناه لكن لا نسلم ان به
اذا احدث بدن ان يفيض به نفس انما يجب ذلك اذا لم تتعلق
به نفس مستنسخة فلم يمتنع وقد قال الاديا ... ان ...
ما ذكره ارسطو على حدوث النفس فذا ... ان ...
على ابطال التناسخ فعرض عليه بان لا ...
اما بالذات او غيرهما لا ان التمايز ...
الى علة ولا نسلم تماثل النفوس كلها ولا تماثل النفسين
منها والاستبعاد لا يجزي نفعا ولا نسلم ان التمايز
نوع واحد انما يكون بالقابل وما تقدم في بيانه قد
ظهر لك هناك فساده لا غير ذلك مما لا يخفى على الفطن
المقصد الثاني في المعاد وفيه مقاصد الاول في اعادة المعدوم
فان المعاد الجسماني يتوقف عليها عند من يقول بانعدام
الاجسام دون من يقول بان فناءها عبارة عن تفرق
اجزائها واختلاط بعضها ببعض كما يدل عليه قصة
ابراهيم ... في احياء الطيور هي جايزة عندنا و...
مشايخ المعتزلة لكن عند ... المعدوم شيء ...
عدم الموجود نفي ذاتها المخصوصة ...
ان يعاد وعندنا ينتفي بالكلية مع امكان الاعادة
خلافا للفلاسفة والتناسخية المنكرين للمعاد الجسماني
وجهين

وبعض الكرامية وابن الحسن البصري ومحمود الخوارزمي
من المعتزلة فان هولاء وان كانوا مسلمين معترفين
بالمعاد الجسماني ينكرون اعادة المعدوم ويقولون
اعادة الاجسام هي جميع اجزائها المتفرقة كما نبهنا
عليه لنا في جواز الاعادة انه لا يمتنع وجوده الثاني لذاته
ولا للازمه والا لم يوجد ابتداء بل كان من قبيل
الممتنعات لان مقتضى ذات الشيء او لازمه لا
يختلف بحسب الازمنة واذا لم يمتنع لذلك كان
ممكنا بالنظر الى ذاته وهو المطلوب فان قيل العود
لكونه وجودا حاصلا بعد طريان العدم اخص من
الوجود المطلق ولا يلزم من امكان الاعم امكان
الاخص ولا من امتناع الاخص فجاز ان يمتنع وجوده
بعد عدمه اما لذاته او لوازمه ولا يمتنع وجوده مطلقا
قلنا الوجود امر واحد في حد ذاته لا يختلف ذلك
الواحد ابتداء واعادة بحسب حقيقته وذاته بل بحسب
الاضافة الى امر خارج عن ماهيته وهو الزمان و
كذلك الايجاد امر واحد لا يختلف ابتداء واعادة
الا بحسب تلك الاضافة فاذا تبدل الزمان اي الوجودان
المبداء والمعاد وكذا الايجادان امكانا ووجوبا وامتناعا

Marfat.com

لان الاشياء المتوافقة في الماهية بحسب اشتراكها في هذه الامور المستندة الى ذواتها وايضا جوزنا كون الشئ الواحد ممكنا في زمان لزمان لا بنفسه ممتنعا في زمان اخر كزمان الاعادة معللا اى ذلك الكون بان الوجود في الزمان الثاني اخص من الوجود مطلقا ومغاير للوجود في الزمان الاول بحسب الاضافة ولا يلزم من امتناع الوجود الثاني امتناع ما هو اعم منه او امتناع ذلك المغاير وجاز الانفكاك من الامتناع الذاتي الى الوجود الذاتي معللا بان الوجود في زمان اخص من الوجود المطلق منه او الوجود في زمان آخر فجاز ان يكون الاخص ممتنعا والمطلق او المغاير واجبا وفيه اي وفي التجويز الثاني اللازم للتجويز الاول مخالفة لبداهة العقل فان الشئ الواحد يستحيل ان يقتضى لذاته عدمه في زمان ويقتضى وجود لذاته في زمان آخر لان اقتضاء الذات من حيث هي هي لا يتصور الانفكاك عنها وفيه اعني الحوادث عن المحدث لجواز ان يكون ممتنعة لذواتها في زمان كونها معدومة وواجبة لذواتها حال كونها موجودة فلا حاجة الى صانع يحدثها بل ذواتها

كافية في حدوثها وفيه سد لباب اثبات الصانع بالاستدلال عليه من مصنوعاته لما عرفت من استغناء الحوادث ويمكن في جواز الاعادة ان يقال الاعادة اهون من الابتداء كما ورد في الكلام المجيد وله المثل الاعلى لانه اي ذلك المعدوم استفاد بالوجود الاول الذي كان قد اتصف به ملكة الاتصاف بالوجود فقبوله الوجود اسرع واشار باقتباس قوله تعالى وله المثل الاعلى الى ان تلك الاهونية انما هي بالقياس الى القدرة الحادثة التي تتفاوت المقدورات بالنسبة اليها واما القدرة القديمة فجميع المقدورات نسبتها اليها على السوية لا يتصور هناك تفاوت بأن يكون بعضها اهون يدعي الضرورة تارة ويتمسك الى الاستدلال اخرى اما الضرورة اذ لابد للتخلل من متغايرين فيكون حينئذ ما بعد العدم قبله حتى يتصور تخلل العدم بينهما وعلى هذا فلا يكون المعاد هو المبداء بعينه لان كلا منهما موجود بوجود مغاير لوجود صاحبه فهما موجودان متغايران فلا يكون الموجود الاول بعينه معادا بعد عدمه والجواب لا معنى لتخلل العدم ههنا سواء انه كان موجودا زمانا ثم زال عنه ذلك الوجود في زمان اخر ثم اتصف

Marfat.com

في زمان ثالث وعلى هذا يتبين ان التخلل بحسب
الحقيقة انما هو بين زمان العدم وبين زمان الوجود
الواحد اذا اعتبر نسبته الى العدم [illegible]
اعني [illegible] التغاير في الوجود [illegible]
الضرورة [illegible]
واما [illegible]
[illegible]
[illegible]
كل ما وقع في [illegible]
من حيث انه [illegible]
تمشي [illegible]
ضرورة ان زيدا الموجود [illegible]
الموجود قبلها بحسب [illegible]
في وجوده في الخارج لا تفاوت [illegible]
فلو كانت الوقت من المنقضيات [illegible]
خارجا لكان هو في كل وقت [illegible]
قطعا وما يقال انا نعلم بالضرورة ان [illegible]
فيكون في هذا الزمان غير الموجود [illegible]
فامر وهمي والتغاير الذي نحكم به في هذه الصورة انما

بحسب

بحسب الذهن والاعتبار دون الخارج ويحكى انه وقع
هذا البحث لابن سينا مع احد تلامذته وكان ذلك
التلميذ مصرا على التغاير بحسب الخارج بناء على ان الوقت
من العوارض المشخصة فقال ابن سينا له ان كان الامر
على ماتزعم فلا يلزمني الجواب لاني غير من يناجيك وانت
ايضا من يباحثني فبهت التلميذ وعاد الى الحق واعرف بعدم
التغاير في الواقع وبان الوقت ليس من المشخصات و
لئن سلمنا ان الوقت داخل في العوارض المشخصة وانه
اي المعدوم معاد بوقته الاول فلم قلتم ان الواقع في وقته
الاول يكون مطلق مبتداء حتى يلزم كونه مبتداء ومعا
معادا انما يكون كذلك ان لو لم يكن وفيه ايضا معاد
معه وبعبارة اخرى الواقع في وقته الاول انما يكون
مبتداء اذا لم يكن مسبوقا بحدوث اخر اما اذا كان
مسبوقا به فيكون معادا لا مبتداء الثاني لو امكن
الاعادة وفرضنا اعادته بعينه والله قادر على ايجاد مثله
مستانفا بلا شبهة فلنفرضه ايضا موجودا مع ذلك المعاد
وحينئذ لا يتميز المعاد عن المستانف ويلزم الاثنينية
بدون الامتياز بين ذلك الاثنين وهو ضروري البطلان
الجواب منع عدم التمايز بين المعاد والمستانف المذكورين

بل يتمايزان بالهوية اي بالعوارض المشخصة مع الاتحاد
في الماهية كما يتمايز مبتداء عن مبتداء مع التماثل في الحقيقة
وكل اثنين متماثلين متمايزان بالهوية سواء كانا مبتداين
او معادين او احدهما مبتداء والاخر معادا فاي اختصاص
لهذا الذي ذكروه من المحلل بالمبداء والمعاد بل هو جار
بالمبتداين ايضا فلو صح لزم امتناع وجود المبتدا ...
ذلك الدليل فان قيل المراد بالمثل المستانف ...
عن المعاد بوجه من الوجوه قلنا ان كان وجو ...
المعنى ممنوع اذ لا تعاد بلا تمايز على ان البعض ...
اذا فرض لمثل كذلك وارد الثالث الحكم ...
هذا الذي وجد الان عين الاول يستدعي تميزه ...
محال لان النفي الصرف لا يتصور له تميز واما ...
صحة ذلك الحكم يستدعي اتصاف ذلك ...
حال عدمه لصحة العود اذ لو لم يتصف بصحة العود ...
عوده ليصح ذلك الحكم عليه فاتصافه بصحة العود ...
امتيازه والا لم يكن ذلك الاتصاف اولى من غيره
والجواب على اصل المعتزلة وهو كون المعدوم شيئا اي
امرا ثابتا متقررا ظاهر لان بطلان الثاني ...
وما ذكر في بيانه مردود والجواب على اصلنا منع ...

Marfat.com

ممنوع استدعاء اي استدعاء ذلك الحكم وصحة للتميز في

الخارج فان صحة العود صفة اعتبارية هي امكان الوجود

بعد زواله فلا يكون الاتصاف بها مقتضيا للامتياز

الخارجي بل التميزة الخارج انما يحصل حال الاعادة اعني

زمان الوجود الثاني وصواب التميز الحاصل للمعدوم

حال عدمه والصاف صحة العود امر وهمي لا يقتضي له

تحققا في الخارج كالتميز الحاصل في الممكنات التي لم توجد

بعد فان قيل حتى ندعي لزوم هذا التميز الذي نبطله

ممنوع حينئذ لان مثل هذا التميز حاصل للمعدومات

الصرفة كالممتنعات في حشر الاجساد اجمع

اهل الملل والشرائع عن اخرهم على جوازه ووقوعه و

انكره الفلاسفة اما الجواز فلان جميع الاجزاء على

ما كانت عليه واعادة التاليف المخصوص فيها امر

ممكن لذاته كما مر وذلك لان اجزاء المتفرقة المختلط

بغيرها قابلة للجمع ملا ريبة وان فرض انها عدمت جاز

اعادتها ثم جمعها واعاده ذلك التاليف فيها لما عرفت

من جواز اعادة المعدوم والله سبحانه عالم بتلك الاجزاء

وانها لاي بدن من الابدان قادر على جمعها وتاليفها

لما بينا من عموم علمه لجميع المعلومات وقدرته لجميع الممكنات

Marfat.com

وصحة القبول من القابل والفعل من الفاعل توجب
الصحة اي صحة الوقوع وجوازه قطعا وذلك هو
المطلوب واما الوقوع فلان الصادق الذي علم
صدقه بادلة قاطعة اخبر عنه في مواضع لا تحصى بعبارات
لا يقبل التاويل حتى صار [illegible] بالضرورة [illegible]
الدين القويم والصراط المستقيم فمن [illegible]
لامور [illegible] الى النفس [illegible]
بانها من ضروريات [illegible]
به الصادق فهو [illegible]
لو اكل انسان انسانا بحيث صار [illegible]
جزءا منه اي من الآكل [illegible]
بعينهما [illegible] الاجزاء التي كانت للماكول [illegible]
للآكل اما ان يعاد فيهما اي في كل واحد منهما [illegible]
لاستحالة ان يكون جزءا واحدا بعينه [illegible]
في شخصين متباينين او يعاد في احدهما [illegible]
يكون الآخر معادا بعينه فالمقدمة [illegible]
يمكن اعادة جميع الابدان باعيانها كما زعمتم الجواب
ان المعاد انما هو الاجزاء الاصلية وهي الباقية من
اول العمر الى آخره لا جميع الاجزاء على الاطلاق وهذه

اي الاجزاء

اي الاجزاء الاصلية التي كانت للانسان الماكول
في الآكل فضل فانا نعلم ان الانسان باق مدة عمره
واجزاء الغذاء يتوارد عليه ويزول عنه واذا كانت فضلا
فيه لم يجب اعادتها في الآكل بل في الماكول الثاني
لو حشرنا فاما لالغرض وهو عبث لا يتصور في افعاله تعالى واما
لغرض اما عائد الى الله تعالى وهو منزه عنه او الى العبد وهو اما
الايلام وانه منتف اجماعا من العقلاء وهو ببداهة العقل
ايضا وذلك لقبحه وعدم ملائمته للحكمة الالهية والعناية
الازلية واما الالتذاذ وهو ايضا باطل لان اللذة الجسمانية
لا حقيقة لها انما هو دفع الالم بالاستقراء وانه لو ترك
على حاله ولم يعد لم يكن له الم فهذا الغرض حاصل
بدون الاعادة فلا فائدة فيها واما الايلام اولا بدفع
ذلك الالم ثانيا فحينئذ بعدمه وهو لا يصلح غرضا اذ
لا معنى له كان يمرض عبده ليدفعه عنه فيلتذ به اي يعود
الى عدم المرض الجواب نختار انه لالغرض وحكاية العبث
والقبح العقلي قد مر جوابه ولا نسلم ان الغرض هو اما
الايلام والالتذاذ ولعل فيه غرضا آخر لا نعلمه سلمنا ان
الغرض منحصر فيهما لكن لا نسلم ان اللذة الجسمانية
لا حقيقة لها فانها دفع الالم غايته انه في دفع الالم لذة

Marfat.com

واما انها ليست الا هوا ى دفع الالم تارة اخرى و
الدوران وجودا وعدما في بعض الصور لا ينافي ما ذكرناه
سلمنا ذلك في اللذات الدنيوية فلم قلتم ان اللذات
الجسمانية الاخروية لذلك اي دفع الالم ولم لا يجوز
ان يكون اللذات الاخروية متشابهة للدنيوية صورة
و يخالفها حقيقة فيكون حقيقة هذه الدنيوية دفع
الالم كما ادعيتم وحقيقة تلك الاخروية امر اخر
وجودياً والاحالة للوجدان والاستقراء فيهما اي في
اللذات الاخروية حتى يدرك بهما حقيقتها
حقيقة الدنيوية بهما على زعمكم تذنيب
اللذة الاجزاء البدنية ثم يعيدها او يفرقها
التاليف الحق انه لم يثبت ذلك ولا جزم
اثباتا لعدم الدليل على شيء من الطرفين
على الاعدام في قوله تعالى كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا
ضعيف عليه في الدلالة عليه فان التفرق
الاعدام فان هلاك كل شيء خروجه عن
منه وزوال التاليف الذي به يصلح الاجزاء
هم منافعها والتفريق بالرفع عطفا على الاول
من مجرى التفسير و قوله لذلك خبر لهما اي زوال التاليف

والتوفيق

والتفريق خروج الشيء عن صفاته المطلوب عنه فيكون
هلاكا ومثله يسمى فناء وعرفا فلا يتم الاستدلال بقوله
تعالى كل من عليها فان على الاعدام ايضا
ان الاقوال
الممكنة في مسلة المعاد لا يجوز الا على خمسة الاول
المعاد الجسماني فقط وهو قول اكثر المتكلمين النافين
النفس الناطقة والثاني ثبوت المعاد الروحاني فقط
وهو قول الفلاسفة الالهيين والثالث ثبوتهما معا وهو
قول كثير من المحققين كالحليمي والغزالي والراغب و
ابي زيد الدبوسي ومعمر من قدماء الفلاسفة المعتزلة
وجمهور من متاخري الامامية وكثير من الصوفية فانهم
قالوا الانسان بالحقيقة هو النفس الناطقة وهي المكلف
والمطيع والعاصي والمثاب والمعاقب والبدن يجري منها
مجرى النفس والالة باقية بعد فساد البدن فاذا اراد الله
تعالى حشر الخلائق خلق لكل واحد من الارواح بدنا
يتعلق به ويتصرف فيه كما كان في الدنيا والرابع عدم
ثبوت شيء منهما وهذا قول القدماء من الفلاسفة
الطبيعيين والخامس التوقف في هذا الاقسام وهو
المنقول عن جالينوس فانه قال لم يتبين الى ان
النفس هل هي المزاج فيعدم بعد الموت فيستحيل اعادتها

Marfat.com

و هي جوهر باق بعد فساد البنية فيلزم المعاد وحينئذ

مي نويسد نفس ناطقه بعد از انحلال تركيب

بدن باقي ماند و مرگ را با فناء او طريق نبود مطلب هيچ

وجه عدم برو جايز نبود دليل بر اين مطلوب آنست هر چه بود كه باقي

بود و فناء برو روا بود بقاء درو بفعل بود و فناء درو بقوت بود [illegible]

چنان بود بايد كه محل بقاء غير محل فناء باشد [illegible] اگر [illegible]

بقاء درو بفعل بود كه فناء درو بعينه بقوت بود لازم آيد كه چون

فناء از قوت بفعل آيد مجتمع فناء و بقاء شده باشد در يك حال و اين

محالست پس بايد كه آنچه بقاء درو بفعل بود غير آن چيز بود كه فناء

درو بقوت باشد و لا محاله بايد كه ملاقي او بود والا اين سخن كه فناء درو

بقوتست صحيح نبوده باشد كه اتصاف چيزي با مكان عدم چيزي ديگر

كه ميان ايشان ملاقات نبود چون سواد و بياض مثلا صحيح نبود اما

با فرض ملاقات اين اتصاف صحيح بود مانند اتصاف جسم بامكان

عدم سوادي كه درو حال بود ملاقات معنوي يا ميان حال و محل

تواند بود يا ميان دو حال در يك محل و ملاقات دو حال در يك محل

اتفاقي بود نه ضروري و در صورت مذكور ملاقات ضروري است پس

ملاقات آنچه بقاء درو بفعل بود و آنچه فناء درو بقوت بر وجه حلول يكي در

ديگري بود و نشايد كه فناء بمحل در حال بقوت باشد چه بقاء حال بعد از فناء

محل ممتنع بود پس آنچه فناء درو بقوت بود محل آن موجود بود كه بقاء درو

بفعل

Marfat.com

بفعل است وازاینجا معلوم شد که هر موجود باقی که فناء بر وصحیح بود
در محلی حال بود و حال یا صورت بود یا عرض پس فنا جز بر صورت یا
عرض جایز نبود و ما درست کردیم که نفس حال نیست در محلی بلکه
جوهریست قایم بذات خویش نه جسم است و نه جسمانی پس فنا برو
روا نبود و باختلال ترکیب بدن منعدم نشود باب او بود
الحقیقی وضو وغسل طریق آنست که دست بشوید از تصرف در
کونین و مضمضه کند از گفتن لایعنی واستنثار کند از بوئیدن قاذورات
نفسانی و روشوید از توجه بغیر حق و ارنج شوید از نهادن زیر برای
حظ جسمانی و مسح سر کند از تواضع ماسوی زیاده از مسنون و مسح
گوش کند از شنیدن کلام فضول و مسح گردن کند از اطاعت بغیر
فرمان حق و پا بشوید از مشی بغیر کوچه دوست ۔ کوچه معشوق
باغی دلکشا بین ۔ عاشق است نه بینم از هر جا بلائی ۔ رو بلکواهی او نهم مطلب
ازاین جدائی اعضا است که در چنین وضو فنا خود حاصل کند
تا بقاء ذات در نظر درآید چنانکه گفته اند هرچند که حضور در وضو
بیش در نماز بیشتر و همچنین در غسل این اشارات را در نظر
داشته عدم صرف حاصل کند و همچنین در تیمم آمیزش
خاک ست یا بدن اشارت بر آنست که وجود را خاک سازد و خاک
گرداند ۔ در بهاران کی شود سرسبز سنگ ۔ خاک شو تا گل برآید
رنگ رنگ ۔ در کشف المحجوب می نویسد که طهارت بر دو گونه باشد

Marfat.com

یکی طهارت بدن و دیگر طهارت دل چنانکه بی طهارت بدن نماز
درست نیاید بی طهارت دل معرفت درست نیاید طهارت تن را آب
مطلق باید ملوث و مستعمل نشاید و طهارت دل را توحید محض
باید و اعتقاد مختلط و مشوش نشاید پس این طایفه پیوسته
بظاهر طهارت باشند و باطن با توحید از ابراهیم خواص می آرند
که اندر مسجد ری مبطون بود اندر یک شبانروز شصت غسل کرد
آخر وفاتش اندر آن آب بود شبلی رحمة الله علیه را وقتی که از دنیا
رحلت میکرد طهارتش را نقصان افتاد اشارت بمریدی کرد که
مرا طهارت ده مرید او را طهارت داد و تخلیل لحیه فراموش
کرد وی اندر غشی بود طاقت سخن نداشت دست آن مرید بگرفت
و بمحاسن اشارت کرد تا تخلیل بکرد و از بوزید می آید که گفت
هرگاه اندیشه دنیا بر دلم گذرد طهارت کنم و چون اندیشه عقبی بر دلم
گذرد غسل کنم از آنچه دنیا محدث است اندیشه او حدث باشد پس
از حدث طهارت واجب شود و عقبی محل غیبت و آرام است
اندیشه آن جنابت بود پس از جنابت غسل واجب شود

المعرفة بردی نماز آن است که قبله خود تنزیه وجود ایزد کند و او را رو
شود و اندر جمله وا عبد ربک کانک تراه دلیل برین است
و تکبیر تعریف در حق در عین مشاهده با صد شوق بگوید و نیت
آنکه بگوید در حضورت سوای تو هیچکس را نه پرستم و دست بر آن

نمی

Marfat.com

بسوی کوش اشارت برآنکه جز تو از همه بیزارم وایستادن اشارت
برآنکه از بسیاری انعام وافضال سرنگون وشرمسارم ودست
بسته استاده ام واشارت سجده برآنکه بردر تو روی بر خاک
می مالم وقعود میان سجدتین اشارت برآنکه جز عبادت تو هیچ
جائی آرام نیافته ام وسلام جانبین اشارت برآنکه چپ وراست
همه ترا همی بینم پس معلوم شد که مراد از نماز حضور حضرت حق است
پس مصلی را باید که تحقیقاً وتقلیداً حضور حصول نماید واگرنه نماز
او ناقص است وبیفاید وعبث چنانچه حضرت غوث اعظم رضی الله عنه
در غنیة الطالبین نوشته اند که نماز مقبول را ترک فحشاء ومنکر
در قرآن علامت مقرر شده است قوله تعالی ان الصلوٰة
تنهی عن الفحشاء والمنکر واین تکلیفات شرعی بالکلیه او قتی
من الاوقات ساقط نمیشود چنانچه روزه بعد سال یک ماه است وحج یکبار تمام
در عمر فرض است وکلمه طیب که بنای اسلام است بیکبار گفتن
آن در عمر فرض است ونماز پنج وقت گذاردن فرض است اگر ایستاده
نتواند نشسته بگذارد واگر نشسته نتواند خفته بگذارد یا باشارت واگر
خوف عدو باشد بر مراکب خود دوان دوان بگذارد غرض آنکه با وجود
عقل بهیچ عذر ساقط نشود وفرق در مسلم وکافر همین نماز است
چنانچه نزد امام شافعی تارک نماز عمداً را قتل میکنند تکفیراً لا
سیاسةً در کتاب المجید می نویسد بدانکه نماز عبادت است

Marfat.com

کز ابتداء تا انتها راه حق مریدان اندر آن یابند و مقاماتشان

اندر آن کشف شود چنانکه طهارت مریدان را بجای توبه بود و تعلق

به پیر کردن بجای اصابت قبله و قیام بجای مجاهدت نفس و

قراءة بجای ذکر و رکوع بجای تواضع و سجود بجای معرفت

نفس و تشهد بجای انس و سلام بجای تجرید از دنیا و بیرون آمدن

از بند مقامات و مشایخ را رحمهم الله ...

گویند که نماز آلتی حضور است ... گویند که ...

آنانکه نمازهاشان اندر کمال مشرب بود ...

شوند روز و شب اندر نماز باشند جز فرائض ...

سهیل بن عبدالله گوید رحمة الله ...

را برو کماشته باشد که چون وقت نماز در آید ...

و حسین ابن منصور اندر شبانروزی چهار صد رکعت نماز ...

داشتی گفتند اندرین درجه که تویی این همه رنج چرا ...

رنج و راحت اندر حال دوستان کنند دوستانی که ...

نه رنج اندر ایشان اثر کند و نه راحت ...

نام نکیتی و حریص را طلب نکوئی و عبدالله بن مبارک ...

گودکی زنی را از متعبدات در نماز دیدم که کژدم وی را ...

زخم کرد هیچ تغیر اندر وی پدیدار نه آمد چون از نماز فارغ ...

گفتمش ای مادر چرا کژدم را از خود دفع نکردی گفت ای پسر ...

چگونه روا بود که اندر کار حق کار خود کردمی و ابوالخیر اقطع را
آکله در پا افتاد اطبا گفتند که پای باید برید وی بدان رضا نمیداد
مریدان گفتند اندر نماز پای از وی جدا باید کرد که او از خود خبر ندارد
همچنان کردند و حضرت امیرالمومنین علی کرم الله وجهه را در
حربی تیری به پای مبارکش رسید و وقت نماز پیکان را برآوردند
که از جمعیت خبر نداشت و بعضی ازین طایفه فرایض را آشکارا
کنند و نوافل را نهان و بدان آن خواهند تا از ریا رسته باشند
و گویند اگر چه ما معامله کنیم و نمی بینیم لیکن اینکه خلق می بینند نوعی
از ریا بود [illegible] فرایض و نوافل را آشکارا کنند و گویند که ریا باطل
است و طاعت حق محال باشد که از برای باطل حق را ترک کنیم
ریا را از دل بیرون باید کرد و عبادت آنجا که خواهی بکن [illegible]
می نویسد که نماز استقبالیست با حق سبحانه و تعالی ظاهر و باطن
و مقصود از نماز راست داشتن دل است بوی و تازه کردن
ذکر وی در دل بر سبیل هیبت و تعظیم که از عبادت عبودیت
است و عبودیت آن بود که شکستگی خود و عظمت وی سبحانه
بهم بیند عورت پوشیدن معنی وی آنست که آنچه ظاهر تو زشت
است از چشم خلق بپوشی و روح وی آنکه آنچه از باطن تو زشت
است از نظر خالق بپوشی و معنی استقبال قبله آنست که روی
از همه جهتها بگردانی و روح وی آنست که روی دل از هر چه در دو عالم است

بکردانی که دل یکیست تا دوست هم یکی باشد و معنی قیام آن
که بنده وار سر پیش افکنده باشی روح وی آنست که دل از همه
حرکات فرو داشته معنی رکوع تواضع است سجود دل او وی تواضع
است بتن و روح وی تواضع است بدل همچنین [illegible]
جهان او کند معنی الله اکبر آنست که وی بزرگست اگر کسی در
دل تو محبوب و بزرگ تر از وی سبحانه بود الله اکبر گفتن [illegible]
نباید افرأیت من اتخذ الهه هواه [illegible]
وجهی آنست که دل از همه عالم بگردانید [illegible]
اگر دل وی درین حال بجهت دیگر نگران است این سخن [illegible]
و چون اول سخن با خدای تعالی دروغ بود خطر آن [illegible]
الحمد لله گوید باید که نعمتهای حق تعالی در دل تازه [illegible]
شکر کرد و چون ایاک نعبد گوید باید که حقیقت [illegible]
در دل تازه شود و چون اهدنا گوید باید که تمام دل [illegible]
زاری گیرد همچنین در هر کلمه که می گوید بکوشد تا دل [illegible]
آن معنی گیرد حاصل الامر آنکه در نماز که از نهایت [illegible]
اولیاست محروم نماند و بمرتبه الصلوة معراج المؤمنین
برسید و نیز بعضی ملاحده جهال میگویند [illegible]
حاصل شد پنج گانه از و برخاست دلیل می آرند آیة کریمه
وَقِهِمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ و نمیدانند که نزد مفسران مراد

از دوام

از دوام همیشگی است برادای پنجگانه یعنی همیشه بوقت نماز میگذارند وصلوة دایم یعنی ملاحده بی معنی است وقت خواب ووقت کلام ووقت بول وغایط وغیره امور نفسانی دوام بر صلوة متحقق نمیگردد واگر از صلوة مراد ذکر دارند در لغت نیامده وکسی از مفسران بران نرفته

بدانکه روزه بر چند درجه است یکی امساک از طعام وشراب وجماع در روز با نیت واین صوم عوام است دوم امساک از آنچه گفته شد مع زیادت امساک از غیبت وتهمت وتحسد وکذب وآنچه لایق نباشد که از کاملان در وجود آید از قول لا یعنی ودیگر افعال بی معنی دیگر واشتراک ... واین روزه شش چیز بود یکی آنکه چشم را نگهدارد از هرچه او را از خدا تعالی مشغول کرداند خاصه از چیزی که ازان شهوت خیزد که رسول صلی الله علیه وسلم میفرماید که نظر چشم ... است از تیرها ابلیس بزهرآب داده هرکه از بیم حق تعالی ازان حذر کند او را خلعت ایمان دهند که حلاوت در دل بیاید دوم آنکه زبان نگهدارد از بیهوده وهرچه ضرورت نبود یا خموش ماند و یا بقران وذکر مشغول باشد سیوم آنکه گوش نگهدارد که هرچه گفتن را نشاید شنیدن را نیز نشاید وشنونده شریک گوینده بود در معصیت چهارم آنکه جوارح را از ناشایسته نگاهدارد وهرکه روزه دارد وکارها بد بکند مثال وی چون بیماری باشد که حبات

Marfat.com

خواهند و زهر خود بعد [illegible] [illegible]

و از زلال خالص [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

این [illegible]

اگر [illegible]

[illegible]

[illegible] آنکه دل [illegible]

یاد کرده [illegible] روزی [illegible]

ظاهر الفاظ است [illegible]

کرد [illegible]

اگر [illegible]

[illegible]

[illegible]

مقام جمع [illegible] گویند و در حدیث [illegible]

الصوم لی و انا اجزی به روزه سریست [illegible]

تعلق ندارد و غیر را اندرو نصیبی نیست و از [illegible]

روزه دارند و بعضے بجز رمضان ندارند و بعضے روزه نفل پنهان
دارند و چون کسے طعام پیش آرد بخورند و بعضے نخورند و بعضے
ایام بیض و عشرہا مبارک رجب و شعبان و رمضان دارند و بعضے
یک روز بخورند و یک روز صایم میمانند و در حقیقت مجاهده نام
گرسنگی است الجوع طعام الله فی الارض واقع است و گرسنگی
در جمله مذاهب شرعاً و عقلاً پسندیده است و هرکه روزه را
بشرایط نگاہ ندارد او را نصیب جز گرسنگی از روزه نیست چنانچه پیغمبر
صلی الله علیه وسلم فرمود رب صایم لیس له من صیامه الا
الجوع والعطش و در روزه وصال اختلاف است آنانکه مبلا دند
مراد از نهی نهی شفقت گویند نه نهی تحریم و فی الحقیقة وصال
محال باشد از آنچه چون روز بگذشت شب روزه نباشد و چون عقد
روزه شب به بندند وصال نباشد و از بعضے مشایخ روایت آرند که
در تمام رمضان هیچ نخوردندی و در بیابانہا ت شاقه چون ختم قرآن
بسیار و نوافل بیشمار کردندی و از شیخ ابو عبدالله بن خفیف رحمة الله
علیه می آید که چون از دنیا بیرون شد چهل چله بپا داشته بود و تمسک
چله مشایخ این آیة کریمه است قوله تعالیٰ وَوَاعَدْنَا مُوسٰى
ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖ
اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ومن علامة المريد ان يكون فيه
ثلثة اشياء نومه غلبة وكلامه ضرورة واكله فاقة و

Marfat.com

فاقہ بنزدیک بعضے سہ شبانروز بود و نزدیک بعضے ہفتہ و نزدیک
بعضے چہل شبانروز و اکثر محققان برین اند و یکی از مشایخ گوید
کہ نزدیک من شکم پر از خمر بہتر است از شکم پر از طعام حلال چرا کہ
شکم پر از خمر در جای افتاده می باشند و خلق از آفت او در
امن می باشند و شکم پر از طعام حلال را شہوات غالب آید
و منجر بہوا و فا دگشتہ در آید از خلق می باشد
المقصود بدانکہ زکوٰۃ گذاردن شکر نعمت بود ہم از این جنس
نعمت و تندرستی نعمتی عظیم و ہر عضو را زکوٰتی است و آن
آنست کہ کل اعضاء خود را مشغول عبادت ... و ...
لهو و لعب نگذارند و نعم باطن را نیز زکوٰۃ باشد ... ازا
احصاء نتوان کرد از بسیاری آن پس چون ... ...
بی نہایت است ہر دم از شکر آن غافل نبود ... ...
نگاہداشتن نعمت دنیا محمود نباشد از آنچہ بخل ... و
این بخل تمام است کہ تا یکسال دویست درم ... ...
انگاه پنج درم از ان بدھد یکی از علماء ظاہر بجہت تجربہ مر شبلی
را رحمۃ اللہ علیہ پرسید از زکوٰۃ چہ می باید داد گفت چون بخل
موجود بود و مال حاصل از دویست درم پنج درم باید داد
بمذہب تو و اما بمذہب من ہیچ چیز ملک خود نباید کرد تا از مشغلہ
زکوٰۃ رستہ باشی آن عالم گفت کہ دلیل تو اندرین مسئلہ چیست

کلمت ۱ دلیل

Marfat.com

گفت ابوبکر صدیق رضی الله تعالی عنه که هرچه داشت بداد تا رسول صلی الله
علیه وآله وسلم گفت ما خلفت لعیالک گفت الله و رسوله و علی
رضی الله تعالی عنه در تصدیق فرموده فان وجبت علی زکوة
مال و هل وجبت الزکوة علی الجواد پس مال کریمان سید [illegible]
باشد و خوردن شان [illegible] که ایشان هیچ چیز در ملک خود بدانند
و اگر کسی جهل را [illegible] گوید که چون مال اینها نیست از علم
زکوة مستغنی [illegible] از آنچه [illegible] علم [illegible]
[illegible] و [illegible]
[illegible]
زکوة گرفته [illegible] اند و دست علیا و دست [illegible]
که میگیرد [illegible] که میگیرد نیست او [illegible]
تا بار زکوة [illegible] از گردن [illegible] ساقط گردد
تا در قیامت [illegible] با خود [illegible] دست علیا [illegible]
[illegible] نبودند و هنوز اگر نه چنین بودی که دست پیغامبران علیهم
الصلوة والسلام که از خود نمیگرفتند دست سفلی بود و دست غیر
علیا بود این جایز نیست اگر کسی سوال کند که چون پیغامبران علیهم
الصلوة والسلام بغیر خود میدادند در این صورت مطابق ما سطر
دست اینها سفلی بود واز غیر ایشان علیا جواب آنکه در صورت
اول متضمن استخفاف پیغامبران است علیهم السلام لهذا

Marfat.com

دست علیا سفلی را مقرر کرده و در دو دست ... الواقع [illegible]

دست پیغامبران علیهم السلام دست علیا بود [illegible]

از همه [illegible] دست علیا [illegible]

[illegible]

[illegible]

اگر [illegible]

[illegible]

از [illegible] خرج کردن [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ایضا و در حدیث نعم المصیبة واقع شده که [illegible]

شما [illegible] نزد بعضی [illegible] مردم [illegible]

اکثر مردم مال محبوب است از همه [illegible]

و دریافت [illegible] آرد و دعا [illegible] نعم [illegible]

است [illegible] محبت نرسیده است و بعضی از مشایخ [illegible]

نداده اند و در آب غرق کرده اند [illegible] از جنید [illegible]

حال [illegible] بسیار داشت چون تارک شد تمام مال را در دریا غرق نمود [illegible]

Marfat.com

گفتند چرا به مستحقان ندادی گفت اورا پلید دانسته از خود جدا کردم چگونه برادران مسلمانان چیزی پلید را بدهم و آنچه بر خود نه پسندم بر برادران چگونه پسندم باب ... بدانکه حج حقیقی آنست که دل را از معلوفات معرض باید کرد و ترک لذات و راحات باید نمود و از ذکر اغیار معرض باید شد آنگاه بعرفات معرفت قیام باید کرد و از آنجا قصد مزدلفه الفت باید کرد و از آنجا سر را بطواف حرم تنزیه حق باید فرستاد و سنگ هوا و خاطرهای فاسد را بمنای امان ایمان باید انداخت نفس را اندر منحر کا مجاهدات قربان باید کرد تا بمقام خلت رسید پس دخول مقام تن امان باشد از شمشیر و دخول مقام دل امان بود از قطعیت و محمد بن فضل گوید رحمة الله علیه عجب از آن دارم که در دنیا خانه وی طلبد چرا اندر دل مشاهده نطلبد که خانه وقت باشد که یا نباشد و در دل مشاهده مدام بود اگر زیادت سنگی که اندر سالی باید نظر باشد فریضه بود پس دلی که شبانروزی سیصد و شصت نظر بود بزیارت اولی تر باشد و ابو زید گوید رحمة الله علیه که نخستین حج من بجز خانه هیچ ندیدم و بار دوم هم خانه دیدم و هم خداوند خانه و بار سیوم هم خداوند دیدم و خانه ندیدم پس قیمت مشاهده را بود نه قیمت کعبه را یکی نزدیک جنید آمد رحمة الله علیه او را گفت از کجائی گفت از حج گفت از خانه که برفتی از همه معاصی رحلت کردی و چون در هر منزل مقام کردی مقامی از طریق حق اندر آن قطع و چون محرم شدی بمیقات از صفات بشریت جدا شدی و چون

بعرفات واقف شدی اندر کشف مشاهده وقف بدیدار آمد
و چون بمزدلفه شدی همه مرادات نفسانی را ترک و چون خانه را
طواف کردی بدیدهٔ سر تنزیه حق را دیدی و چون سعی کردی در صفا و
مروه صفای حق و کدر خود را دیدی و چون بمنی رسیدی متمنیات تو از تو
ساقط شدی و چون بمنحرگاه رفتی و قربانی کردی خواستهای نفس را
فرمان کردی و چون سنگ انداختی جملهٔ معانی نفسانی بینداختی حاجی
گفت من ازینها هیچ نکردم جنید فرمود پس حج نکردی باز گرد و بدین صفت
مذکور حج بکن تا بمقام ابراهیم رسی و ذوالنون مصری گوید رحمة الله علیه جوانی
را دیدم بمنی ساکن نشسته و همه خلق بقربانیها مشغول بودند من بدو اندر نگاه
میکردم تا چه میکند آن جوان گفت بار خدایا همه خلق بقربانیها مشغولند و
من نیز میخواهم که نفس خود را قربان کنم اندر حضرت تو از من بپذیر
و بانگشت سبابه بحلق خود اشارت کرد و بیفتاد ذوالنون گوید نگاه
کردم روح از وی جدا شده بود رحمة الله علیه پس حج بر دو گونه باشد یکی اندر
غیبت و دیگر اندر حضور آنکه اندر جوار مکه در غیبت باشد چنان بود که اندر
خانه اندر غیبت بود از آنچه غیبتی از غیبتی اولی‌تر نباشد و آنکه اندر خانه
حاضر باشد چنان بود که بمکه حاضر باشد که حضرتی از حضرتی اولی‌تر نباشد پس حج
مجاهده ایست مر کشف مشاهده را و مجاهده علت مشاهده نباشد بلکه سبب است
و سبب اندر حقیقت معنی چیز تأثیر بیشتر نباشد پس مقصود از حج نه زیارت خانه باشد
و کعبه نیت آن بجمله هرچه کند از برای کعبه نیت صرف کند و از دو ... ...

کرد و کردن آن کار هیچ متقاضی را باطن وی پیدا نا شده ...
نیستی چنانک ... بجز دیدن حق و مشغول ... و از دون فرمانها و حق چیز
دیگر جا ید ... بگر از مقدمات و احوال ... از ... یاد کند و زاد
آن قرب اند ... کشف ... با ... از ... بر مقصد
... باطن ... شد
شریعت ... از شرایع از کلام ... و ... چیز ...
و دیدن ... حقیقت ... باطن از ...
... آید ...
شریعت ... و چون ...
کرد ... شریعت ...
... حقیقت ... حاصل ... یقین ...
این را معرفت میفرماید و ... شریعت ...
بجا آرد ... و معرفت بجا ... و حقیقت بجا ... روح
زندگانی پیش ... چهار ... لازم ... و این
کمال ... محمد را ... صلی الله علیه و آله و سلم ... و ...
دروغ و الحاد و کفر و زندقه است ... میفرماید این
دو عبارت است مر این قوم را که یکی ... و یکی از آن ... حال
باطن و دو گروه اندرین معنی غلط کنند یکی علمای ظاهر که گویند فرق نکنیم از آنکه
شریعت خود حقیقت است و حقیقت شریعت و یکی از ملاحده که قیام هر یک از این

یاد دیگر روا دارند و گویند که چون بحالت حقیقت رسیدند شریعت برخیزد و این سخن قرامطه است و از این شیعه و از آن موسوسان ایشان و دلیل بر آنکه شریعت اندر حکم از حقیقت جدا است آنکه تصدیق از قول جدا است اندر ایمان و دلیل بر آنکه اندر اصل جدا نیست آنکه تصدیق بی قول ایمان نباشد و قول بی تصدیق ایمان نباشد و میان قول و تصدیق فرق ظاهر است پس حقیقت عبارتست از معنیی که نسخ بران روا نباشد و از عهد آدم تا فناء عالم حکم آن متساوی بود چون معرفت حق تعالی و چون صحت معاملت بخلوص نیت و شریعت عبارتست از معنیی که نسخ و تبدیل بدان روا بود چون احکام و اوامر پس شریعت فعل بنده بود و حقیقت داشت خداوند و حفظ و عصمت وی تعالی پس اقامت شریعت بی وجود حفظ حقیقت محال باشد و اقامت حقیقت بی حفظ شریعت هم محال و مثال این چون شخصی باشد زنده بجان چون جان ازو جدا شود آن شخص مرداری بود و چون جان باد است که قیمتشان بمقارنت یکدیگرست همچنین شریعت بی حقیقت ریایی بود و حقیقت بی شریعت نفاق و خدای عز و جل گفت والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا مجاهده شریعت آمد و هدایت حقیقت آن یکی حفظ بنده باشد مر احکام ظاهر را بر خود و آن دیگر حفظ حق بود مر احوال باطن را بر بنده پس شریعت از مکاسب است و حقیقت از مواهب

باری

Marfat.com

باب — در ذکر بعضی از اجداد کاتب الحروف ذکر سید السادات منبع
۹۹ الفضائل والکمالات سید محمد الملقب بالغوث ابتدا از روم بخراسان تشریف
آورده واز آنجا بعتبات قدوم فرموده واز ملتان بر قدم تجرید بسیر اکثر بلاد نموده از
با توابع وخدم آمده در قصبه اچه من مضافات بلده ملتان توطن کرده و در
زمان حسین میرزا بایکسی یک واسطه جنس نو پاپیلار بوده مرید او شده واز کمال آنحضرت
وعلو رتبت از اعیان زمان سبقت برده و باشعار نیز میلی داشت چنانچه دیوان
غزلیات بسیار فصیح و بلیغ انشا فرموده قادری تخلص وفیما بین مولوی جامی و ایشان
مکاتبات منظومه بود واز جمله رباعیات او این است ما زندیم و قلندریم و حیالاک
مستیم معربدیم و بیباک شما مبتم صراحیم باده در رقصیم بخرابات والی ورنیست
شمش ریخ شه جامی بلاد شهر او راک شمحو شد از عالم دل منظومه ای مرو ک
بگذشته زخویش نه کدورت نه بگذشته زعشق چو هر حاک آئینه صاف از شعل زما
صافیه دل و پاک رای بیباک گر صاف شوی ره که دائم مبکری جو قادری تو باک
با بلبل بوستان قدسیم شه بار سفید دست نسیم شه صاحب خوارق عادات بود
یکی از آن اینست که در ایامی که ذرمبارکش در بلده لها نور افتاد در محله کوفت کران
اقامت فرموده لباس خرقه در بر وجامه جرم پوشانات همراه داشت چون قوم مذکور انوار
صلاح واطوار ولایت بر چهره شریف او مشاهده کردند همه مرید شدند از آنجمله شخصی
اند کابل اسپان آورده بود چون برای خود داروغه بازار اسپان برد او جرم زیاده
دستور از طلب نمید مالک اسپان بخدمت سید اظهار ماجرای خود کرده واستدعا نمود
که همراه شده بداروغه مذکور شفاعت نماید موجب التماس تشریف برده شفاعت
کرد داروغه از غرور حکومت که در سر داشت گفت ای فقیر ترا چه می رسد که
در کار دنیا دخل میکنی مگر چیزی رشوت گرفته این امر موجب ملال خاطر شریف

Marfat.com

بمکان خود آمده معتقدان ایشان خود فرمود که اسباب و شیشه را در راه بنهند تیغ کشیده
بمحله را که جای سکونت آن ظالم هم بسته آتش بهنگیر و معتقدان اطاعت امر او نموده
در رفتند معهود آتش در گرفت و آغاز از خانه آن [illegible] نمود و بعد منا [illegible] انکار است
آن سکیر بندامت برخاست و بخدمتش رسیده و بپایش افتاد و معذرت خواهی نمود و توبه کرد
بعد ازین آتش از اشتعال فرو نشست چون اظهار این کرامت سبب شیوع او شد
با اقتضای خاطر شریفش که مدام خواهان احتجاب و اختفا بود از لاهور کوچ فرموده ملتان را
تشریف برده چند مدت آنجا مانده باز بقصبه اچه آمده سکونت گرفت [illegible]
در نسب شریف او بهشت واسطه بجناب حضرت غوث الاعظم رضی الله عنه میرسد بدین
ترتیب سید محمد بن سید شمس الدین بن سید شاه میر بن سید [illegible] بن سید مسعود بن
سید احمد بن سید صفی الدین مقام بزرگان مذکور در روضه [illegible] بن
سید ابو نصر عبد السلام بن سید سیف الدین عبد الوهاب بن قطب ربانی غوث
صمدانی محبوب سبحانی سید ابو محمد عبد القادر حسنی الحسینی الجعفری الجیلانی کذا ذکره
اخبار الاخیار و مقبره سید محمد غوث مذکور در اچه است وفات او [illegible]
است تاریخ [illegible] سنه ۹۲۳ ذکر سید السادات منبع الفضل و الکمالات سید عبد القادر
ثانی بن سید محمد مذکور مرید پدر خود است صاحب درجات عالیه و فضایل [illegible]
بسیاری از کفره و عصاة بشرف اسلام و توبه مشرف شده اند از علوم ظاهر
و باطن بهره کامل داشت و در زمان شباب باسباب طرب و غنا [illegible]
میکرد تا حدی که چند شتر بار آلات غنا همراه او می بودند و ابتدای توبه او آن
بود که روزی در صحرای اچه شکار میشود و غنا را در راحی با آواز خوش [illegible] نالید و
درویشی در آنجا سیر میکرد و گفت سبحان الله روز بشود که این جوان نیز از سلسله
محبت الهی منسلک و مندرج فرماید [illegible] با استماع این قول جذبه و دست داد و که

ماندی اسد را از روح دل پاک بشست و به یاد حق سبحانه پرداخت و از شکار
۱۰۰ رجعت است کرد و در سجاده نشست و هدایت یافت [illegible]
و در [illegible] ششی [illegible] چهار [illegible] تأمل [illegible] و دل اندیش فرمود که او ده [illegible]
نمایند چون [illegible] سید جلیها [illegible] نشان منکاری کرد و این [illegible]
تسبیح فرمود و دران شب حضرت غوث اعظم رضی الله عنه بخواب وی آمد و فرمود که
ترا فرزندان [illegible] اند در تربیت ایشان بپرداز عبد القادر [illegible]
تحقیقش [illegible] از این سبب [illegible] کرده شد [illegible] گشت و بعد از آن
خبر گذشت چنانچه [illegible] ز پیر [illegible] طلب ملازمتش میکرد آخر جواب این قطعه

هیچ باب از این بابها در پی گشتن نیست هر آنچه بر سر کوی میرود مبارک باد
کسی که خلعت سلطان عشق پوشیده است تجلیات بهشتی کجا شود دلشاد

و برا کرامات بسیار بود منجمله آن منقول است که روزی مسئله ای [illegible] از سید
می پرسید فرمودند که ای مضطرب مباش [illegible] و هر خطبه که امروز از غیب ما بر
تو خواهیم داد مضطرب مباش گفت و بجانب او متوجه شد اسرار الهی [illegible]
گشت هنوز ساعتی نگذشته بود که گریه و ناله آغاز نهاد از وی سببش پرسیدند
گفت برادری داشتم همراه قافله جانب خراسان رفته مرا با او مودت بود اکنون
می بینم که از جهان فانی بسوی سرای جاودانی رحلت کرد و مردم قافله در تجهیز
او هستند بسبب آن میگریم بعده گفت که حق سبحانه و تعالی او را بخشید بر من منکشف شده
است نقلست روزی در مدرسه خود نشسته بود شخصی خدمت او آمد و از درد سر بنالید
یکی از حاضران که محمد خان نام داشت عرض کرد که در زمان شیخ [illegible] شخص بود و هر کس با
از درد سر می نالید او میگفت که سر را به دیوار بزن بمجرد زدن صحت می یافت
آن درویش بزبان خود میگفت ما میگوئیم هر که از شما گوید اثر خواهد کرد محمد خان [illegible]

Marfat.com

[illegible] گفت [illegible]

[illegible]

[illegible] در احوال سپاهی رفت [illegible]

یافت [illegible]

اسپ [illegible]

جمیع [illegible]

[illegible] فرمود اگر ایمان آری برای شفا [illegible]

اطاعت امر نمود [illegible] اسلام حق و الکفر باطل خواند [illegible]

مسلمان شد [illegible] در ایام [illegible]

از نیابت عاجزی بجناب او استغاثه آورد [illegible]

شوید و خود هم مشغول شد ملک غیاث الدین [illegible]

جمال با کمال حضرت علیه و آله الصلوة والسلام را در خواب [illegible]

[illegible] برگ خرما عنایت شد و فرمود بفرزندم سید عبد القادر [illegible]

[illegible] ملک مذکور آن [illegible]

از زمین [illegible] فرمود ای ملک امانت [illegible]

که رسانیدی [illegible] که آن دسته را دست مبارک [illegible]

[illegible] از سید عبد القادر [illegible]

والد خود [illegible] سید حامد سجاده نشین [illegible]

گفت که فرزندم [illegible] کمال است که [illegible]

التجا بجناب سید المرسلین علیه و آله الصلوة والسلام آورد [illegible]

رفتم تا [illegible] آنحضرت را علیه و آله الصلوة [illegible] اشارت [illegible]

[illegible]

که علاج فرزند نعمت‌بخش فرزند من سید عبدالقادر نایب است [illegible] در احوال
بیان کن بحکم آن ارشاد نشد بخدمت از سید امام شیخ ذو الجلال بی‌نهایت دور گفا
که سید را جو بود بیاید و دستهٔ مذکور را بدست مبارک خود به بدن او روان کرد
بمجرد رسیدن آن العلیل شفا یافت نقلست از سید محمد غوث نبیره حضرت ایشان
که روزی بخدمت او یکی از ابنای شیخ بهاء الدین زکریا قدس سره آمده عرض کرد امروز تقریب
نسبت تشریف ارزانی فرمایید خود اجابت نکرد و مراد سید صفی الدین جنابه فرزند
مجازی مذکور بملتان را فرستاد و چون در مجلس حاضر شدیم فرزندان شیخ بهاء الدین
در حقوق آداب فی الجمله تقصیری کردند چون بخانه مراجعت کردیم ماجرا عرض نمود
در غضب شد فرمود مگر ایشان برکشیده اند خود معزز شده اند در همان شب
زلزلهٔ شدید پیدا آمد و برکشید چنانچه کلاه گنبد شیخ رکن الدین جدا در افتاد
شیخ مذکور از روحانیت این واقعه را بخدمتش سید از تقصیرات خود توبه کرد نقلست
از سید صفی الدین مذکور که وقتی در ایام برشکال از اجابت ابر متوجه گشتند مردم آنجا
از غایت نزول باران مضطر شده در خدمتش استغاثه نمودند بدست مبارک رقعه
مبارک نوشته داد و فرمود وقت نزول باران اللهم حوالینا آویزند که بنید اللهم
لا علینا امر او بجا آوردند بر جیب و راست میبارید و مردم [illegible]
از سید عبدالوهاب نبیره حضرت ایشان روزی بخدمت که میرزا حسین شاه
والی ملتان رسیده عرض کرد که چند نفر تفنگ انداز چنان دارم که هرگز خطا نکرد
فرمود تحمل که خطا هم کنند او از راه مبالغه تفنگ اندازان خود را الفت که بر نشانه تفنگ
اندازید آنها هر چند که سعی بسیار کردند هیچ یک تیر بر نشانه نرسید متنبه شد و قدم
مبارکش بوسید و اعتقاد جدید پیدا کرد عمر شریف او بهشتاد و هشت سال رسید.

Marfat.com

ودر سنه نهصد وچهل وهشتم ماه ربیع الاول روز چهارشنبه بعالم بقا رحلت فرمود

مقبره شریف او هم در اچه زیارتگاه عوام و خواص است [illegible]

پناه شیخ سید زین العابدین علی بن شیخ عبدالقادر مرید جد مذکور خود است صاحب قادر خالد ۹۴

حالات عالیه وکرامات سنیه ودر عصر خود ممتاز زمرهٔ اولیا بود ودر حیات [illegible]

شریف خود برای سیر وطواف بیت الله شریف رفته ودر اثنای راه بقطاع الطریق [illegible]

مردم قافله جسته بسعادت شهادت یافت [illegible]

پیرهنهای خون آلوده همراهیان یافتند [illegible] غفران پناه [illegible]

بن سید زین العابدین مذکور مرید جد خود مخدوم شیخ عبدالقادر ثانی است [illegible]

حال بعلوم ظاهر اشتغال تمام داشت وبمرتبه کمال آن رسید بعد از آن بتحصیل علوم

باطن از اذکار واشغال ودعوات مشغول شده واز اهل عصر خود سبقت [illegible]

کامل وعارف جزربانی که سیف الله فی الارض است بجمیع شرایط آن [illegible]

لفظ گردید هرچه از زبان غیبی بیان او صادر میشد بی تفاوت بآن وقت [illegible]

ظهور میپیوست ومظهر تمام جمال وجلال الهی گشت چنانچه هرکه جمال وکمال او میدید

طاقت استقامت نظر در آن نداشت بسیاری از خورد وکلان برادر دست آورده

و پدر ایشان در حضور جد ایشان فوت شده چون ایشان منظور نظر جد خود بود

از جد بسجاده کی سرافرازی یافتند عمون ایشان که از پدر ایشان در عمر بزرگتر بود

عبدالرزاق نام داشت وپسرش سید حامد با ایشان بعد رحلت جد ایشان [illegible]

کردند که پدر تو در حضور جد تو فوت کرده لاوارث است چگونه از سجاده [illegible]

میرسد ایشان جواب میدادند که این امر بارث حاصل نمیشود که پیر مرید را خرقه

وسجاده میدهد و فرزند را محروم میدارد موقوف بر قابلیت وتفضل پیر است

Marfat.com

[illegible] مشرف شدند و سید عبدالرزاق و سید حامد نواده [illegible]
[illegible] رفت [illegible] متوجه شدند و بعد از چند [illegible]
[illegible] شیخ عبدالحق [illegible]
[illegible] واسطه نوشته و خلیفه [illegible]
[illegible] برای ارادت خلافت [illegible] طرفداری
[illegible] با دو شوکت هر پادشاهان هند و مردم قبایل از جناب [illegible] ذکر
شیخ [illegible] و شیخ محمد غوث مرحوم و در آخر عمر از راجه بعد کرده [illegible]
[illegible] از محمد صادق مجاور درگاه عالیجاه او که از زبانی [illegible]
کرده بودی سواری در باغچه خانقاه که متصل معموره [illegible] کرده [illegible]
[illegible] شکسته بود تا که داد آن سوار کلی با وجود ممانعت مجاوران [illegible]
مجاوران را بسیار رنجانید چون به سبب سوار شد بقضا دو گردنش شکست
[illegible] از اکثر مردم شکسته [illegible] که [illegible] هندو [illegible] جاگیردار از راه غرور
بی ادبانه نزدیک خانقاه آمده از اسب فرود نیامد هر چند که مردم آنجا مانع شدند
تا اینجا کسی [illegible] سوار نیامده است نشنید بعد از طواف که سوار شد و [illegible]
باغ [illegible] آویخت حضور تمام مردم سر برهنه [illegible] شد بعده [illegible] از اسب
بقضا و از معاینه این کرامات اعتقاد کلی و کامل بهم رسانید و هر پنجشنبه از دور از
اسب فرود آمده و پا برهنه [illegible] رسیده طواف میکرد نقلست از کاتب حروف که

بزار متبرک

در سالی برای عرس شریف [illegible] بزار متبرک رسیده بودم [illegible] طاهر نامی چودهری پرگنه [illegible]
برای ملاقات بنده آمد جماعه سواران از نوکران فوجدار فریدآباد و طاهر را [illegible]
[illegible] بردند شبی در قلعه قریه قوم [illegible] که بسیار مرتفع بود منزل نمودند با سپاهیان

Marfat.com

[illegible]

سیاه که میت هم شکل کلوخ است فاتحه و طواف چه [illegible]

بی ادبانه و تقریب بر روضه رسیده از اسپ فرود آمد و فاتحه نخواند ازیں [illegible] روز دیگر

در گردن او پیدا شد و بعد از دو سه روز که [illegible] حضرت انبیا [illegible]

شد و زنده او [illegible] مردم میت او را آورده به هزار توبه و منت [illegible]

[illegible]

Marfat.com

کرامت ایشان ظاهر خواهد شد و بعد از رحلت هم تصرف ایشان چون
حالت حیات باقیست و این بس نادرست که در سالف هم بعضی از مشایخ صوفیا
تصرف در قبور نوشته اند لهست و ایشان مرید جد خود سید عبدالقادر ثانی اند
مذکور هستند و والد کاتب الحروف بلاواسطه مرید ایشانست و این امر در عالم
صوری واقع شده است نه در رویا که صد و چند سال بعد از رحلت ایشان
کاتب حروف از راه فضل و کرم در عالم رویا اندرون روضه خود با پایان چوب
شریف طرف شرق که جانب دست راست وقت در آمدن است بیک دست
بیعت فرموده و در آن وقت چنان معاینه شد که همان طرف شامیانه از جانب
شرق بر زمین افتاده است حکم شد که آن را به بند چنانچه بستم و طرف مذکور گرفته
چوبها راست کرده ام و در سنه یکهزار یکصد و بیست و هفت این بیعت شده
در عالم رویا قبل ازین دیده حضرت شاه صاحب که متصل نور جهان سرور
دولت ایام مضاف بانوار است ملازمت حضرت خضر علی نبینا علیه الصلاة
والسلام اول طرف غرب بسیر آمده و کاتب حروف بتوجه حضرت شیخ محمد غوث
علیه الرحمه متولد شده است که پیش از آنکه والد کاتب الحروف اولاد نمیشده و درین باب
فکرها بسیار در میان آمده بود و هیچ نفع نمیکرد و نومید بدرجه کمال رسیده بودند
آخر چون بجناب عالی ایشان توجه و استغنا نمودند با وجود ناامیدی تولد
شد و صحبت مرشد منیر بنده را در فقر از تبرک ایشان میسر آمد چنانچه در
ارشاد بنای خواهد آمد باعتبار صورت و معنی کوشش در بیعت بنده و در بینه
بنده از موهبت ایشانست گر قبول افتد زهی عز و شرف کمالات ایشان
بسیار و مطلب من اختصار کاتب الحروف این چند بیت در منقبت گفته
غلام شیخ محمد [illegible] که شد از جان [illegible] دولت دو جهان
زمین صد کهنه تا بهشت میدانم که خرجان [illegible] بخش ایشان

ندارد مرقد پاک تو فوج فوج می آیند زحمایتشم [illegible]

نجی رذول شده هرکس که دل تو داده بجایها [illegible]

جلال تو جبه کند جوش از تو غضب اسن طلب کند ان [illegible]

طوفان جمال تو زند موج از محیط کرم هزاران جسیل کند [illegible]

برقد تو ملک آنجنت در نمودارند که جبرئیل البنا [illegible]

چو بیت جز در پاکت بجتی آرام از آن [illegible]

ایضا ای شبر صدکبر دز تو ثانی مدینه بغداد [illegible]

نامت محمد است وهم از اله احدی این اسم پاک بخشند [illegible]

برحقی به تو زغوث المحی الدین شد در خلق هرکه بتو گرد کینه هرکس [illegible]

نور فشد ایتو دیده داشت سرمست گشت عشق فتادش بسینه آن [illegible]

صاف تو صافی زسینه صاف آئینه صفا است [illegible]

معتقدت فیض طبیب شد مشهور شد ولایت تو زین قرینه [illegible]

صدقه مستی خود و دیجتی بزات می که جوزی تو بلیدت شنیده [illegible]

روز شنبه پنجم شوال سنه نهصد و پنجاه و نه مدفون [illegible] شیخ امجاد ۹۵۹

حاجی الحرمین الشریفین سید عبدالقادر ثالث [illegible]

بزرگان کاتب حروف اول ایشان [illegible]

سال در مکه معظمه و مدینه مطهره سکونت وجها کرده مرتبه [illegible]

در عرصه خود سر امد اولیا بود و از علوم دینی بهره تمام یافته [illegible]

رسیده و ابتقدر مدت در عبارت [illegible] خانه [illegible]

امر [illegible] سخن میکرد با اوقات [illegible]

الدیل بود سید موسی پسر سید حامد گرا [illegible]

مدیار حیه گذشت و انشان [illegible]

شد

...شت آبا و اجداد خود شما ... اگر چه بادشاه ... مذکور بود که ما و ... فرزندان ۱۰۴

... [illegible] ... قرآن ... [illegible]

... [illegible] ... آیة ... [illegible]

... [illegible] ... العزة ... [illegible]

... [illegible] ... اکر ... [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

... [illegible] ... نقل ... [illegible]

که از دو فرزند میکرفتم قصد رفتن دریای کنک ... از آنجا رفته برای تولد پسر

ادراما نعمت میکردم قبول نمیکرد روزی گفتم که همراه من پیش شیخ باجیا

ما و آن بنده بخدمتش رسیدیم در نوافل مشغول بود چون سلام داد کیفیت حال

عرض کردیم متوجه شده مراقبه فرمود بعد از دیر سر برآورد و فرمود که در لوح محفوظ

بنام این بنده فرزندی نه نوشته اند بارها هر دو بسیار عجز و الحاح نمودیم که یکبار دیگر

توجه فرمایند مراقب شد و گفت اگرچه در لوح محفوظ ... [illegible]

یکی ... [illegible] ... خواهد بود ... متاع ... [illegible]

Marfat.com

[illegible]

[illegible] سید عبدالوهاب [illegible]

[illegible] سید عبدالوهاب [illegible]

که سید عبدالرزاق کجا تشریف دارد [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

سرودکی ظاهر شد و بدست مبارک چهار زرا از آنجا روانه نمود چون این کرامت

دیدم پرسیدم که نام تو چیست و مقام تو کجاست فرمود که نام من عبدالرزاق

است و نام پدر من سید عبدالوهاب و وطن لاهور است چون اینجا بسمع

سید عبدالوهاب رسید فرمود که عبدالرزاق بخانواده من چراغ پیدا شده ذات

او نیز بدین نام مشهور عالم گشت چنانچه در حرمین الشریفین و بغداد و غیره بلاد

بهمین نام او را میخوانند وفات او در سنه یکهزار و شصت هشت تاریخ بیست و دوم

شهر ذیقعده مدفون در لاهور اندرون روضه جد خود در مدت چهار سال بعد از

مراجعت حج در بلده بغداد سکونت نمود و هر سال عرس حضرت غوث الاعظم رضی عنه

کرده چون اول دران بقعه مبارک رسیدند برای طواف بر روضه متبرکه آمدند مجاوران

شنیدند که دعوی فرزندی این جناب مینماید برای امتحان گفتند ما دروازه را دوام میبندیم

اگر بتحقیق فرزند است دروازه بی کلید خود وا خواهد کرد چون دست بر قفل انداخت

بی کلید وا شد و باعث تحیر حاضران شد همان شب مجاوری که راه باطنی بجناب حضرت

غوثی داشت در خواب او را حکم شد که فلان مصحف را بفرزندم سید عبدالرزاق

بدهید فردا آن مجاور آن مصحف را با ایشان آورده بموجب حکم سپرد چنانکه المصحف

الحال این کاتب حروف است ذکر غفران پناه سید مصطفی بن سید چراغ

مذکور والد کاتب الحروف مرید بر جد خود مسمی سید محمد غوث مذکور است

که روزی ایشان در صد کهره بودند که بادی عظیم و مهیب پیدا شد چنانکه کسی

کسی را نمیدید ناگاه که ذات ایشان دران تاریکی بیرون روضه متبرکه حضرت شیخ محمد

مذکور بود که حبشی بجد ایشان بوست پرسیدند که تو کیستی آن حبشی گفت که من

آنم که تو در طلب آنی یعنی شیخ محمد ایشان بر پای آنحضرت افتادند و هر دو نشستند دیبت

Marfat.com

در میان آمد سبحان الله ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتا بل احیاء
عند ربهم یرزقون و در ایام طفولیت آنچه میخواندند فراموش میساختند زیرا که
معلم هر روز ایشان تنبیه میکرد روزی از ترس استاد گریخته بدر خانه پیر
بزرگوار خود میر سید عبدالقادر ثالث پنهان شدند و مریدان بجستجوی ایشان آمده ایشان
را حضور حضرت سید مذکور بردند و حقیقت کند ذهنی ایشان عرض کردند حضرت
ایشان الیه لعاب دهان مبارک خود در دهن ایشان ریختند از همان روز آنچه میخواندند فراموش
نمیکردند و آنچه کسی در هفته میخواند ایشان در یک روز میخواندند در اندک ایام از علم
دینی بهره یافته از هم سران خود سبقت بردند و در طفولیت آنچه از ... فتوحات میرسید
آن را جمع نموده بعد یکهفته یا دو هفته طعام پخته بفقرا میخورانیدند چون این خبر به والد ایشان
میر سید تنبیه میکرد مبادا فقر زده قیدی در دلش جا کند آخر الامر چون جوان شدند
سخاوت از حاتم تضاعف نمود چنانچه در لاهور اظهر من الشمس است هیچ حیله
ظاهری از قسم مدد معاش وغیره مکاسب نبود با وجود این پای مسجد
جامع کلان و روضه اجداد خود به تکلف بسیار بمقابله اجوره مبلغ چهل
هزار روپیه یک دفع بنا کردند و در هر ماه یک دو عرس بزرگان خود اسپنیکردند
و در هر عرس طعام هزار دو هزار آدمی از قسم لطیف انواع مهیا میشدند مردم گمان
میکردند که این از کجا میر سید شاید دست غیب داشته باشند ولی نیازی ...
بود که سید مرتضی خان که از مریدان و معتقدان ایشان بود وقتی یک دفع
هشتاد هزار روپیه نیاز آورد و التماس کرد که من نیاز ...
شوم یک کله روپیه نیاز بگذرانم چون مراد من حاصل شد از آنجمله هشتاد ...
است باقی در فصل آینده خواهم گذرانید نیاز مذکور قبول کردند ...

Marfat.com

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] بر یافتن [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ایشان را [illegible]

[illegible]

[illegible] غسل کردند [illegible]

[illegible]

[illegible] تا روز جان [illegible]

مردم میپرسیدند [illegible] اهل مسجد [illegible] میخواندند [illegible]

[illegible] بود و پارچه کاغذ خبری بران نوشته از بالای سر ایشان افتاد [illegible]

تبسم فرمودند معلوم نشد که چه بود از نماز فارغ شده برای فاتحه طرف قبرستان

میرفتند که در اثنای راه [illegible] های چند که در ایام [illegible] آواز حزین از هر کس خبری

[illegible] ایشان نیز آن آواز [illegible] استماع آواز [illegible]

ایشان [illegible] عظیم پیدا شد [illegible] از ما جدا شوید [illegible]

[illegible] بهمین حالت [illegible]

Marfat.com

و خبر رحلت [illegible] مسموع شد [illegible]

با یاران [illegible] نشستند [illegible]

هیچ جای [illegible] وقت که [illegible]

[illegible]

گذشتن آغاز کردند و طبیب را طلبید [illegible]

آن آوازه [illegible] استغفرالله [illegible]

ذکر کردن گشت چهار بار کلمه طیب [illegible]

[illegible] جمیع [illegible]

ایشان تا وقت غسل و دفن گرم و عرق [illegible]

می گفت که ایشان از مرگ مناجات گرفته اند [illegible]

تجهیز این امر نکردند و جمیع روز رحلت بجانب [illegible]

[illegible] ای ضربت درد تو [illegible] دل ما آشوب [illegible]

این بیت بحسب حال ایشانست بار کسی نکرد [illegible]

خود تنها [illegible] بسیار بر سر و روی می دادند [illegible]

می بودند با شفقت [illegible]

که امروز این چه حال است و چون رحلت ایشان ناگهان شد و این [illegible]

متحیر بودند احتیاج مرشد دیگر افتاد اگرچه این [illegible] ایشانست [illegible]

[illegible] می آید وفات ایشان سیزدهم شهر شعبان نیم شب [illegible]

ازین ابیات معلوم میشود   سید دین [illegible] اسرار [illegible]

اولیاء عارف مطلوب حق   هاتف اندر گوش [illegible] سال تاریخش گفت

نور چشم مصطفی و سید محبوب حق   اکنون جای آنست که [illegible] ایشان

١٠٦٣

Marfat.com

نقلست از حاجی احمد امین سید شمس الدین محمد خان شهید که برادر حقیقی ایشان بود و در قید
قول و تابعیت سنت اشتهار تمام داشت که در ایامی که شوق حق بمن غالب آمد
هر طرف جستجوی فقرا میکردم ناگاه بسید حسن که مشهور بولایت در بلده دهلی
بود ملاقات میسر آمد تمام املاک خود را بحضور او فدا کردم و بطریق افلاس و تجرید بگرد
خدمتش بستم این خبرها به برادرم سید مصطفی رسید ایشان کتابت جانب سید حسن
بدین مضمون نوشتند که سید شمس الدین از طرف جناب قادریه که بر همه طرق اولیا
غالب است در کار را فهمیده و سنت خواهید اند [illegible] همان روز کتابت ایشان رسید
شب آخر در زیر چارپایی سید حسن نشسته قدم او را میمالیدم و او در خواب بود که پیر
کبود پوشی بلند قامتی نقاب برخ انداخته از غیب ظاهر شد و با او کلام کرد و آن
او بدین سن رسید و غایب شد و روز دوم یقین جان نشست که این عزیز برادرم
سید مصطفی بود از همان وقت از خدمت سید حسن بالکل دل برداشته در لاهور آمدم
ملاقات کردم فرمودند تا تصدیعه نداد بدنیا مدید نقلست از حال [illegible] که
مرید ایشان بود در شب بیداری و ذکر و اشغال اوقات [illegible] میگوید که
ضرورت با خدمت ایشان نوکر شمشیر شده بقصبه سهوان رفتم [illegible] آنجا ماندم
روزی اندرون روضه مخدوم شهباز نماز مغرب میگذاردم ناگاه از غیب
سید مذکور ظاهر شد و مرا گفت که بیا اشتیاق تو ما را اینجا آورده است چون سلام
نماز دادم از نظرم غایب شدند همان وقت نوکری گذاشته به لاهور رسیدم چون
قدمبوس کردم فرمودند تا من زنده ام این اسرار را بکسی مگو نقلست از مردم معتبر که وا
گذر ایشان هنگام عرس شیخ فرید شکر گنج علیه الرحمه بر مزار آن بزرگوار افتاد از
فرزندان شیخ بر سر مصلای سنگین که جای نماز شیخ بود با خود تنازع داشتند و از هر طرف
تیر و تفنگ بود ایشان میش طرفین رفته گفتند که کار فقرا [illegible] استخاره
کشیده و توجه بجناب شیخ نماید آنچه حکم شود بدان عامل شوید یک طرف حکم ایشان

Marfat.com

قبول نمود و طرف ... معتقد شدند ایشان تنبیه مطیع شده نموده مسکن خود جهت
فرستادند شب آن روز کسان از عالم ظاهر یا باطن آمده آن قبیله را برداشته بجای
مطیع ایشان رسانیدند هرچند نگاهبانان بران مسلط بودند هیچکس نیافت که
متسلط را که برد و این سخن دران دیار مشهور است نقلست از بسا کس که در پای
که زانیان وقت عرس بزرگ شیخ دارد و اقربا و فرزندان شیخ [illegible]
ایشان با وجود آنکه گاهی آنطرف نرفته بودند حصه تمام قبایل آنها از مرور زمان [illegible]
هرکس یاد کرد و هرکس شنید از این سبب تعجب بجا آورد [illegible]
است نقلست از بسا کس که در ایامی ایشان برای جکبندی [illegible]
زمین صد کروه بر سر زمین جاگیرها که قوم مشهور آنجا [illegible]
طلب زمین برای جکبندی کردند آنها زمین ندادند سخن در طوالت افتاد [illegible]
ایشان گفتند که تو پادشاه نیستی که ما را اخراج کنند [illegible]
فقرا از آنجا برخاستند فرمودند که پادشاه حقیقی از شما انتقام خواهد [illegible]
طرف خانه مراجعت نمودند بعد از یک دو گهری آن [illegible]
هشت کس کشته شدند عیاذاً بالله من غضب الولی نقلست [illegible]
با ایشان در دل عنادی داشتند ... ایشان نشسته بودند یکبار [illegible]
فرمودند که شور کشید و بگوئید که قانونگویان را بسته می برند [illegible]
شور و غوغا اندر خشند ساکنان دیهات قریب [illegible] رسیدند چون
آمده دیدند که شور بی صدق بوده باز وطن بطرف ایشان [illegible] چون
روز شد قانونگویان را به تهمت قتل گرفتار کرده [illegible] که از زبان ایشان [illegible]
بود دست بر عقب بسته در بازار کشان کشان بردند بعده صدق [illegible]
شد و مردمان را اعتقاد نو پیدا شد نقلست از حاجی [illegible] که روزی پیش [illegible]
نشسته بودم که سر در مراقبه فرو برده فرمودند که حاجی امروز آمده است [illegible] که بر سر [illegible]

ارشد

مرشد ثنو ایستاده بود بنا بر مخالفت از پا افتاد و آن روز را یاد و ... بر تو بر شد
شروع کرده بیمار گردید تا قسم راست بقسم استسقا رسید هر چند مذکور شد و هم صدق مقال ایشان
ظاهر شد که ... ایشان ... بسیار ... سخن ... تقصیر ... نشستند ... کردند
برای حقیقت مرید ... الکتاب ... انداز ... تمام ... نمود و ... لباس ... کرد
پیش ایشان ... و با کسی که ... از ... ارتباط ... میکرد و هم ... شده ...
... بسیار ... رسیده ... ظرف ... نمودن علی التحقیق ...
زاده ... چیزی ... گرفته ... ایشان بسیار ... ام ... خود ...
ایشان حاضر بود ... خود اگر ... ایشان ... ایشان را با کند ... بر این الفاظ ...
... عشق مجاز معصوم مانند استغراق تام داشتند غیرت هم از حد زیاده
در جا ... هم یکدیگر داشتند که هر کس بیتی ایشان ... بود و از جمله ...
ایشان آنست که روزی با جماعتی دسته گل نرگس پیش ایشان آورد ایشان ...
آن نشنیده فرمودند که بوی پیاز از این نرگس می آید حاضران متعجب شدند بعد از ساعت
پیش ایشان ایستاده شد و عرض نمود در زمینی که این نرگس کشته بود ... سال گذشته
آنجا پیاز کاشته بودیم آن زمان صدق مقال ایشان ظاهر شد ... روزی ...
علما و فقها و سنیها همه آنجا حاضر و در هفتاد و دو ملت افتاده ایشان فرمودند ...
اگر ... سخن بدل رسیده است ... استدعای ...
کردند فرمودند که اختلاف هفتاد و دو ملت از مثل شما عالمان پیدا شده است
از قسم جاهلان خاموش باشید که حقیقت اینست. جنگ هفتاد و دو ملت همه را
عذر بنه. چون ندیدند حقیقت ره افسانه زدند. نقل است از رحم علی نام که از خدام
ایشان بود او اسب داشت روزی ایشان برای سواری اسب او طلبیدند نداد
اسب نداد ایشان بغضب آمده فرمودند که خدا ترا نابینا کند از همان زمان نابینا
شد تا ایمان او از آن زمان تا الحال تداوی حصول نور چشم میکند او بینا نشد
پس تجربه کردیم در بین و در مکافات ... بد در کنان هر که در افتاد برافتاد
... که محمد نام خادم ایشان بود و او را پسری واحد الحسن ... او را پسر خود

بسیار تنگ از سبب این طبیب نخورد روزی او را فرمودند [illegible]

و اگر تو جهان شوی او [illegible] [illegible]

شد نخود باشد و بعد از سفرا حزوی و الدکا [illegible]

و الطافها نموده که مولسته آن [illegible]

روزی بیاران خود وقت شرب نشسته بودند [illegible]

بردیم که شرم ماندن نظری آید یاران [illegible]

درین باب خواندند همان شب آزار قبض شکم مستولی [illegible]

که سوای ستر عورت همه پرچها از تن جدا کردند درین [illegible]

امرای معتقد ایشان بودند رسید مسافران گفتند که [illegible]

بخانه مرآید فرمودند که اگر پیش من [illegible] پس [illegible]

پرچها آمده است پس الحال آنها را در چشم [illegible]

او را لفضایح سفید فرمودند و او سر فرو داد کشید [illegible]

خواندند و آن روز که وفات ایشان میشود [illegible]

بیاران صحبت فرمودند چنانچه همه کس را امید شفا [illegible]

دران روز می رسیدند که وقت استوا شده [illegible]

خبر کردند که وقت استوا شده [illegible] طرف [illegible]

قبض بود بسط شد و تمام آلایش [illegible] رفع شد [illegible]

استراحت خود رسیدند [illegible]

رسن سقف [illegible]

توان نمود مسافران امر بجا آوردند بعده کلمه طیب بر زبان [illegible]

فرمودند روز چهارشنبه وقت استوا غره جمادی الاول [illegible]

مرید والد کاتب الحروف که برادر حقیقی ایشان بوده [illegible]

تربیت بنده ایشان فرمودند و سجاده نشینی داده اند [illegible]

ذکر احوال مقتدای اولیا [illegible] شیخ العدالة [illegible]

در عالم الغیب و ثنای او سبحانه مشغول بودند در کوهها کشمیر و تبت و بلاد خطا

جل و علا آمده اندر آن نواحی بحبس دم مشغول بودند چندان در چله‌ها نشسته

شدند که تا چند مدت در زیر برف نشسته ماندند و هیچ ضرر بوجود شریف ایشان نرسید

بعد از آن زمین را شکافته مسقف کرده بذکر مشغول بودند که ناگاه جمال

جهان آرای حضرت رسالت پناه صلی الله علیه وسلم از روی بنده نوازی از غیب

جلوه گر شدند و بیعت ارشاد ایشان نمودند بعد از آن فرمودند که شما مرید و باید

در تربیت ما باشید آنچه مطلب اعلی بود حاصل شد و اشارت ایشان از جناب

حضرت نبوت صلی الله علیه وسلم حاصل شد که شما از حضرت غوث الاعظم شیخ

محی الدین ابو محمد سید عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی الله عنه تلقین خرقه

در بغداد روید ایشان پیری که شما را ولایت است در بغداد رسیدند و آنجا روح

غوث اعظم رضی الله عنه آنچه ایشان را لازم بود کردند و بیعت

است چنانچه در نفحات و دیگر کتب مشایخ صوفیه علیهم الرضوان

ظاهر در عالم صورت دیگر از روح ولی باقی در عالم ارواح دیگر

وحی بر نبی و بطریق الهام بولی و طریقه اویسیه نیز حاصل است

رضی الله عنه رخصت نمودند که در پنجاب روید از راه هند

پنجاب می آیند که در نواحی شهر احمدآباد بندگی حضرت شاه جمال

اند ملاقات میسر آمد و از ایشان نعمتها حاصل نمودند قصه بندگی حضرت سید

چنان فرمودند که ایشان روزی با حضرت غوث اعظم رضی الله عنه

ایشان گفت که حضرت خضر و حضرت الیاس علیهما السلام آب حیات نموده تا قیامت زنده خواهند بود

ایشان [illegible] و بیشتر حضرت [illegible]

کتاب و مثنوی [illegible] تمام [illegible]

مطلب [illegible] از جمله رجال الغیب [illegible]

استماع است که شیخ ابو المعالی مرحوم [illegible]

مذکور نشده لیکن در کتب معتبر دیگر احوال [illegible]

ایشان در دهلی تشریف فرمودند از آنجا [illegible]

که از جمله محله های آن شهر است در یک مسجدی که از بنا [illegible]

شاه محمد فاضل که مرشد حقیقی این فقیر [illegible]

اندرون سکونت داشتند در ماه ذی الحجه [illegible]

حضرت شاه محمد فاضل را المجرد در آمدن [illegible]

و فضیلت هم دارید بگوئید که مذهب [illegible]

مذهب آنها چه و عرض کردند فرمودند [illegible]

چند نوافل خواندند بعد فراغ [illegible]

در باب رویة الله در دار الدنیا [illegible]

دادند که ما تعریف [illegible] آنست که رویت در دار الاخرة [illegible]

اثبات رویت را در دار دنیا قائل بودند [illegible]

شریف را در باب کلام ایشان آورده خواهد شد [illegible]

مسئله آن [illegible] با ایشان مباحثه [illegible]

عقلی و نقلی که در اثبات رویة [illegible] جواب کردند [illegible]

اعتقاد او [illegible] شاه [illegible] فاضل [illegible]

[illegible] قبول [illegible] سوال و جواب [illegible]

Marfat.com

ارشاد پناهی شاه محمد فاضل سجاده است بالتفصیل مذکور است از آنجا باید جست ۱۱۵

بعد ایشان نیز بشاد و مطیع امر کنند و یکی از فریفتگان جمال با کمال حضرت

ایشان شدند در آن زمان عرس مدفی حضرت شیخ داود رحمة الله علیه در شیرگیر

که از شیرگاه و بفاصله شش فرسنگ نزدیک آمد حضرت ایشان فرمودند که ما نیز

تماشای عرس مذکور میرویم و نصیحت حبیب چارکس با شیر فروش [illegible] است وقت آنجا

رسیده است حضرت شاه محمد فاضل التماس نمودند که مارا از زبان حبیب فرمودند

که موقوف بر وقت است چون وقت خواهد رسید معلوم خواهد شد و حضرت ایشان

رخصت شده عازم تماشای عرس شدند چون روز عرس در آنجا رسیدند متصل

روضه شیخ مذکور رحمة الله علیه دیواری بود بر سر آن دیوار نشسته بودند حافظ

محمد صادق که از شاهیر آنجا بود و اهل صوفی چنانچه حقیقت ایشان [illegible] مذکور

خواهد شد بمجرد دیدن جمال با کمال حضرت ایشان فریفته شده پروانه وار شمع جمال

ایشان دل و دنیا در باخت بعد از فراغ تماشای عرس ایشان حافظ مذکور را همراه

تشریف ارزانی فرمودند بیت دو چشم [illegible]

در جناب چهار مرید از ارشاد پناهی شاه محمد [illegible] حافظ محمد صادق [illegible]

در میان [illegible] که [illegible] هر یکی در موقع خود [illegible]

ساختن این هر چهار عزیز طرف کوه لبنان [illegible] هدایت [illegible]

حق تعالی تشریف فرموده بجای [illegible] دارند [illegible]

اکنون از آنچه [illegible] آن قبله [illegible] شنیده شد [illegible]

داشت [illegible] مکران [illegible] از [illegible] نقشه [illegible]

حضرت ایشان و از ذات و صفات حضرت حق [illegible] نیز [illegible]

Marfat.com

مرحوم حضرت پیر بابا قدوة ... [illegible]

... از خبرات حضرت ایشان ... [illegible]

باید برسید فقیر عرض نمود که مخدوم از مدت پانصد سال ... [illegible]

اندازه‌ها کلمه کلام عجیب غریب می‌شنود جواب ... [illegible]

امواتا بل احیاء عند ربهم یرزقون فرحین بما آتیهم ... [illegible]

غایبانه همراه شده در مزار متبرکه حضرت مخدوم ... [illegible]

بیرون دروازه مزار ایستاده باشند خود ... [illegible]

کرده جواب حاصل نمودند چنانچه فقیر غلام ... [illegible]

وکفی بالله شهیدا آنقلست از شاه محمد فاضل ... [illegible]

ناامید شده بود و اکثر در فکر و دوای و چاره بود سود نمی‌کرد ... [illegible]

ایشان در سرزمین مرید آباد افتاد و خبر آن ... [illegible]

آمده عرض احوال خود نمود حضرت ایشان دست ... [illegible]

شفا نصیب شده است بعد از ساعت ... [illegible]

که همه مصنوعات و عجائبات را دیدن گرفت ... [illegible]

ایشان از زبان مبارک می‌فرمودند که در ابتدای احوال ... [illegible]

روزی به عزیزی بلند قامت که سرش به آسمان می‌رسید ... [illegible]

مدد الهی رفیق بود هیچ خوف در دل راه نیافت ... [illegible]

رسانی برده و اگر نه برای خود بری می‌جرید شنیدم که این چنان ... [illegible]

از او آنجا بود نقلست از شاه محمد ناصر جیو که چون حضرت ایشان ... [illegible]

مرید کردند و حکم نمودند که در خرابه‌ها و گورستانها باشید و از خلق خلوت گزینید

Marfat.com

ترک رسوم و عادت کشید از این سبب حال فقیر که بریاست دنیوی
ملوث بود بخاطر رسیده خواست که حضرت ایشان را طلبیده سرزنش نماید
چند کس برای آوردن ایشان فرستاد که به هیچ معنی تمام بیایند چون آنها
بخدمت ایشان رسیدند بمجرد دیدن جمال با کمال حضرت ایشان آنها را
گریه در گرفت چنانچه یک چند در گریه بودند بعده با ادب تمام التماس نمودند
که مخدوم ما شما را طلب میکنند آنحضرت از راه خلق همراه ایشان بخانه حاکم
تشریف فرمودند او با وجود آن عناد و حسد بحدی که … درویش
فقرا اختیار کرده بودند آمده پای بوس نمود و بحکم مقتضای انسانیت سخن چند
درشت هم با ایشان گفت بعده حضرت ایشان از آنجا مراجعت فرمودند بقضا
الهی همون روز پسر جوان او جان بحق تسلیم کرد کرامات ایشان بسیار است لیکن
اختصار اکنون جای آنست که کلام شریف ایشان درین نسخه بیاریم تا خاتمه
تمام و … از کراماتش اگر گویم شمار صد مجلد بیش باید بکار آنکه عزیزی
این نعمت دیدار ابدی و سعادت لقای سرمدی رزاق کریم محض عنایت
بنهایت و کرامت بی نهایت در باب بندگان خود در قسمت نامه لوح محفوظ
مرقوم قسم نموده چو انطلاق … مآب رحمت رب العالمین است اما سعید الدین قدم و حمیدان
کریم خیر از قرین امروز در عالم حیات برابطه قبولیت قلوب عاشقان سلطان علاء الدین
و مقبولیت ضمیر منیر واصلان رحمن ذی الانعام مربوط نموده است اگر واصلان جمال
قدیم ذات عظیم را از درگاه رب العالمین بخواهند که الهی مرین طالب لقای تو را آن

رضای اکرم الاکرمین را بقرب ذو الجلال وان کرام [illegible] ملک العلام
یکی از وصلان حسن قدم وجان کرده بی تبارک و تعالی نزا [illegible]
ولطف لایزال طرفة العین با اصل مرام کوئین رکامیاب ارادت دار [illegible]
وترا از توجبان لسبتاند که اصلا از هستی موهوم و وجود [illegible] بنام رسان [illegible]
کر بعید مرتو مردی النفر از دعوی خویش کی دارد مرید [illegible]
جمل عیم بطرزی میسر شود که زمام اختیار را بید مرشد [illegible]
بدست عاشقان آفرید کار لیل و نهار باید داد [illegible]
از میان یکسو باید نهاد در مسلخ عشق جز نکو را نکشند [illegible]
نکشند کر عاشق صادقی ز کشتن مگریز مردار بود هر آنچه [illegible]
مرید مرتبه میت است و میت را اختیار خود نیست هرچه غسال [illegible]
معمول شد موجب نجات غاسل و مغسول تواند شد مرید را خطیب [illegible] مرشد
اکمل باید کرد تا بمراد حقیقی برسد و عیاذا بالله اگر بغیر این [illegible]
نکرده باشد هر دو گمراه و مردود طریق حضرت آلهند وصول [illegible]
وشراب ذوق از جام دل در حرم وصال کریم بخشند مرشد طریقت [illegible]
سعید را از محبت خود بهره وافر بخشد بعد از ارتباط روابط عشق [illegible]
محبت بر دستگیر شعاع بزید هر زمان در هر مکان مرشد [illegible] اگر در
ملک مشرق و دیار مغرب رود همانجا بلا حجاب دیده میشود چون [illegible]
عشق و محبت در سلک مودت سفته میگردد آن زمان صبح اسرار [illegible]
در راز شاهد آفریدگار بر اکناف و اطراف آسمان قلوب عاشقان [illegible]
میدمیدن گیرد و ظلمت لیالی فراق محو و طلوع آفتاب [illegible] کریم [illegible]

Marfat.com

پذیرد و آنچه بعلت محبت غیر و غیریت مشهود بود با رتفاع شغل ... مرتفع گشت
سعادت وار صحبت باشند ابواب ... بر جبینها کشان میکشاید اتحاد حال ...
از پس پرده صفات کریم بعاشقان الرحیم بی نقاب نا مرد مشتاقان ...
را از خود تمام رباید چشم دل چون باز شد معشوق را در خویشتن می یافت
گشت چون بیدار شد چشم حباب ای عزیز عشق و محبت بر طریقت ...
بعشق درگاه قدیم و ودود رحیم میرساند المجاز قنطرة الحقیقة ... و اتصال عاشق
از انوار تجلیات محبوب فیض ... دریافت وصال جمال مطلوب میباید ...
معبود قدیم دوست از جان بشوید و از هیچ ترس ... جمیع العلائق
دفع کل الوجوه خوف و انحراف را بخود راه ندهد الکلام این رقعه چون نوشت ...
نوشته من بدان عارفان فدا صد بار که بچشمان هر دو سر خدا ببینند
ابوالاسرار بحضرت اسرار دان می نگارد که روزی در دریای وحدت خوابی ...
دیده شد که لاهور میباشد بجاست در شهر ... رود را ...
الغرض اگر آنحضرت اسرار دان را معاینه صرف ذات محبت که یک لخت ...
عیان بلا حجاب است باشد ... رود که دیده شود الکلام چون تو حجاب ...
نقاب خود پرستی بدمود که فی الحقیقه سد راه مطالب اصلی از خود دوری ...
سعادت عشق جمیل علی الاطلاق نصیب شود هر چه هست در جنب عشق ...
عظیم و مقابله محبت آفریدگار رحیم بجوی ارزد حیف صد حیف که ... بر باد
رود پس ازین فرصت او را که آن نشود چنانکه بزرگان دین و محققان صاحب ...
فرموده اند وقت از دست رفته و تیر از کمان جسته قابل عود ...
غنیمت دان یکو هر عمر بی بها باید وقت خوش چون از دست تو رود ... باز آید بدست ...

حاصل عمر در تحصیل عشق جمیل کریم و محبت تبارک [illegible] ذات [illegible]
را از مضایق تعلقات جسمانی و خطرات [illegible] در
قدم همت در عالم عرفان و عشق [illegible] لازم دانند [illegible]
حاصلی عمر همین بس که اسیری غم او [illegible]
فلاک دنیا از اراضی [illegible] خرمان دون همان [illegible]
وهد عاقبة الامر همین که هر دو بهای عمر عزیز از دست [illegible]
دولت دنیای گذران از دست ایشان بر آید بس [illegible] عقل [illegible]
صحبت را نشاید: دل چه می نهی به دنیای دنی [illegible]
حاصل از دنیا چه باشد ای ذهین نه گزگر باس [illegible]
مثال قطره بگذر از وی چو [illegible] آنها [illegible]
جهان بر باد گیر: فردای قیامت که روز بازپرس خلایق [illegible]
مردم اهل دنیا در عرصات از دادن حساب حیران و اهل آخرت [illegible]
درجات حضرت رحمن و عاشقان و عارفان ذوات جمیل و [illegible]
در مشاهدات دیدار مشرف آن روز که غوغای قیامت [illegible] عاشقان [illegible]
تماشا نگرند کلام معجز نظام ایشان زیاده از حد حصر و مطلب [illegible]
داشته باشی از کتاب مسالک الاجود والله اعلم بالصواب ذکر احوال آن [illegible]
حضرت خلاف [illegible] مراتب تقیید و اطلاق عاشق [illegible] حال [illegible]
غریق بحار مشاهدات حضرت شیخ محمد فاضل ارشاد دنیای [illegible]
رضا داده مجذوب سالک [illegible] نه سالک مجذوب [illegible] نهایت [illegible] ایشان [illegible]
بود چنانکه از نادرات معلوم می شود که ایشان مجذوب مطلق [illegible]
عشق بر ایشان با فرط [illegible]

Marfat.com

ظاهر میشد اما اکثر عمر بوجه آن بمبالغه مالامال عشق را هتمام بوده چند بند گیاه خور
بودند تا دم آخر مولد شریف ایشان در ده بهرسولپور متصل قریه آکا و جد جهد کره 113
که در راه ملتان می آید مقرر است و والد ایشان شیخ عبد الفتاح نام ولی مادرزاد
بیکر مسیحا دم با برکات و پر فیض بود در پرگنه چنانچه از کشف ایشان بسیار
اینها خبر هم مستفید شده و والده ایشان رابعه زمان و مریم مکان بود تمام عمر در
کنج عبادت تنها صرف کرده بوریا را بر سر خود دوام میداشتند و از چشم
نامحرم در عصمت الهی محفوظ بودند چنانچه روزی دزدی بخانه ایشان آمد و ایشان
بتلاوت مشغول بودند بمجرد آمدن در خانه ایشان دزد نابینا شد در ظاهر هم
زمینداری و ریاست پرگنه مذکور به برادران ایشان قوم ریه مقرر است تا در
اوائل در مدت عمر پانزده سال در لاهور برای کسب علم دینی آمده پیش سیدی
که مرد صاحب کمال بود و در لاهور شهرت بسیار داشت و مسجد سید مشار الیه بر لب
دریای راوی برابر کهات واقع است و اغیره دیگر کسب علوم کردند و در طلب
عشق حق مدام حیران و گریان و بریان بودند بمقتضای من طلب شیئا وجد وجد
ببرکت و نسیم الله مشرف شدند حالا بعد از آن مدت هفت سال در خرابها
قبرستانهای لاهور بر قدم تجرید دکم نامی گذرانیدند و از خلق بکلی انقطاع کردند
چند مدت در قریه چک باوجان که متصل پرگنه با هراست اقامت داشتند
و چند مدت در قصبه کهره بودند بعده بموجب تقاضای سخت پدر بزرگوار
خود تزویج کردند لیکن اولاد نشد و چند کتاب تصنیف هم دارند مسیر بودما لیه
و راحت الواصلین و بدا اختیار نامه و مثبت الرؤیه و قصه ملاقات کاتب
الحروف بجناب ایشان چنانست که در عمر سیزده یا چهارده سال در قصبه

Marfat.com

صدکهره بزار تبرک حضرت شیخ [illegible] غوث مذکور علیه الرحمه در ایام [illegible]

میسر آمد چون ایام طفولیت بود بخدمت ایشان اخلاص پیدا شد

اعتقاد هر گاه که بسن شباب آمد و شوق دیدن فقرا غالب شد و کتب [illegible]

مطالعه در آمد و در ایشان آثار کمال معاینه افتاد و عقبت ملاقات [illegible]

استیلا گرفت اکثر در صدکهره ملازمت میسر می آمد و گاه گاهی [illegible]

تشریف بلاهور برای ملاقات این احقر میفرمودند اکثر اوقات [illegible]

وجود مذاکره درمیان می آمد ایشان قائل تنزیه و معرا بودن ذات [illegible]

بنده قائل اتحاد و وحدت وجود بود و بتعبیر اوقات سخن [illegible] غالب آمد [illegible]

میفرمودند اگر نصیب شما است از قول مبتدیان اهل [illegible] خواهید [illegible]

بعد از انقضای مدت سه چار سال پس از مذاکرهای با شما [illegible]

در دل جا کرد و از مغالطه وحدت وجود بر آمد آنگاه [illegible]

کنید فرمودند که شما را هم مناسب نیست که بی اذن بزرگان [illegible]

این امر نمائید و ما را هم طاقت نیست که بی اذن بزرگان شما دست [illegible]

بعد از چند مدت بنده قبله گاهی را در خواب دید که در مسجد [illegible]

نماز میگذارند و بنده هم داخل نماز است و ارشاد پناهی امام [illegible]

مقابله روضه اجداد شد و دست بنده بدست ارشاد پناهی [illegible]

بعد از چند روز زیارت شاه پناهی بلاهور تشریف آوردند فرمودند [illegible]

شد و بعد آن اجازت بود کردند که ایمان بر تنزیه ذات [illegible]

[illegible] فقط بعد از بد مینا بیعت و حلق درمیان [illegible]

و تعلیم هیچ نفرمودند مگر در یکبار در شما [illegible]

Marfat.com

ملاقات اکابر نیز ده بار اسم اول چهل اسم خواندن و بر بدی رسیدن شود

را قبل صحبت ایشان نعمت ذکر و شکر و بعضی دعوات و تعویذ از غفران شود ۱۱۹

ملا فتوحی که مرید قبله گاهی بود نصیب شده بود چنانچه در احوال ایشان آمده باشد.

در حقیقت پیر دستگیر فقیر بنده حضرت شیخ محمد غوث علیه الرحمه مذکور است و فیض ایشان هم

بنده اند اکنون جای آنست که بعضی از کلام و کرامت ارشادهای ایشان نموده

میشود من کلامه اگر طالب باید وصل مطلوب لیکن آرام گیرد و صبر کند تا دیر است

است چراکه نه صبر در دل عاشق نه آب در غربال و اگر صبر کند بشتر نگر در طلب از

سبب عشق بوقوع آید صابر باید بود بنده در فراق صابر باید بود بعضی گویند چنانکه دارد

می باشم آری بالحقیقه همین طور است اما عاشقان که محض برای طالب بلا را دل

آزموده اند آنها را باید پدید قرار مکان نیست العاشق کیفیة الاشاره گویند اگر

که دوزخ را عذاب کند در سینه ما کسی سوخته آتش یار را مدا خود که التی تطلع

دوزخ را بسیار شد العشق عذاب الاکبر و نار ایجرق ما سوی المعشوق

طالب را باید که ملاحظه کند اگر اختلاط خلق حال او را زیان ندارد جاه و

خلق صاحب حال او باشد نگریزد ففروا الی الله فرمودند اگر سالک باشد

باشد اولی آنست که برای طعام خود با آنها تکلیف نه نماید که حلال چیز را به برد

آنچه آنها از وجه حلال بخته میارند بخورد و شکر باید دار خوردن و پوشیدن باید

نیارد اگر کسی شب نه بخته طلب ما سوی الله رجوع نماید در دل خود را ادون

همت خواهی نه بنهشت و حقیر خواهی دانست و الفت حقیقی باد مکنی از کلمه کلام ظاهر

رنجه دل او را نکنی فرمودند گفته هر درویش صورت را معتبر نشناسی چراکه اگر

کسان نا کرامات و خوارق عمل آوردن و بایشان ملتفت نبودن سبب حجاب اگر

Marfat.com

[illegible] فرموده [illegible] کراهت [illegible]

در طویل [illegible] سبب [illegible] از عشق [illegible]

بود عنصر عشق عاشق [illegible]

در چشم معشوق کارش [illegible]

و مردم [illegible]

بر جانب سلطان [illegible]

افعال شنیع معشوق را [illegible] سبب خجالت [illegible]

و دست و پای خود را بدست و پای او [illegible]

و دیدن چشم عبرت کارش [illegible]

کبیره است و نیز [illegible] حقوق [illegible]

محسنان کراهت تنزیهی است و [illegible] مباح [illegible]

چنانچه قباحت [illegible] زن خود [illegible]

که حسن [illegible] غسل [illegible] میکرد [illegible]

کیمیای سعادت [illegible]

خطر فسق [illegible]

کبایر است [illegible]

مرد [illegible] کامل [illegible] که حسن [illegible]

[illegible]

[illegible]

اینست که [illegible]

واکر و فسق اعتادلهم عذاب الیم فرمودند سالک را باید که از اقارب

و آشنایان عالم هستی موهوم بالکل خلوت نماید و چنان فراموش کند که

در دل نبوده اند اگر خطره حق الدین باصله رحم بدل بیاید بدین آیه انما اموالکم

و اولادکم فتنه و یوم یفر المرء من اخیه و امه و ابیه نسیا کند ما رو پدر و آشنا از اهل

هرکه مانع صراط مستقیم باشد در کار عزاست مثلا اگر مادر و پدر منع کنند از نماز

مخوان کفته آنها را اعتبار نیست فاما اینقدر میباید که اگر ذوق التفرید و تجرید باشد

با جسمان و مردت از اینها بکسلد عاقبت جدائی هست این ره نمائی است

فرمودند که اگر هنگام ذکر یا فکر خطره از خطرات دینی یا دنیاوی ملی

جسید ملاحظه نماید اگر باندک جهد دفع شود بهتر والا بجد تمام دور باید کرد

چرا که وقتی که خطره در دلست از ذکر غافلست برین عمل باید بود دل

خانه خدا است در رو کرد عاصمم یارب سبب چه بود که تجانه حرم

فرمودند که آن هنگام که در دل سالک خطره معاصی می آید خوف غدا

خدا در علم او موجود هست یا نیست پس درین هنگام دو علم با جود مقابل آن

یکی غلبه معاصی دوم خوف خدا پس اگر علم ارتکاب معاصی غالب شد

عاصی است و اگر علم خوف خدا غالب شد ناجی است و در احداث مرتبه

مغلوب است محبت خاص مطلوبست جائی که محبت خاص ست علم

مجذوب جاریست کناه از دلی میشود او را از دل قتی حسنات الابرار

خیر من حسنات المقربین کلام ذوی الاکرام حضرت ارشاد پناهی بسیار است مطلب

من اختصار اگر ذوق باشد کتاب وصالیه و راحت الواصلین می باید احتیارا

Marfat.com

و منت از ... ارباب ... کنند امدادی ... خوانند [illegible]

کردند ... طرف جناب ... [illegible]

چون طلاب جمال با کمال ایشان دیدند ... [illegible]

نمودند و مستعد و مطیع گشتند الفقیر صاحب ... [illegible]

که شما از اینجا بروید و اگر نه ... شما ... ما ... چون ... [illegible]

دعوی یاران را برگماشت ... که از تحت و فوق [illegible]

هجوم یاران در رسید ناگاه ... از غیب پیدا ... [illegible]

راگشت و آن فقیر هم ... با در دکان ... [illegible]

که در صدکبره روزی حضرت ایشان ... [illegible]

تشریف فرمودند ... چند میخواندند ایشان ... رسیدند [illegible]

عبرت ... از دیدن این ... [illegible]

جواب داد که من این کلام را نمی فهمم حضرت فرمود که تو هم ... [illegible]

بعد از آن یک دو روز آن معلم از دار فنا بدار بقا رحلت کرد [illegible]

که این فقیر روزی بخدمت ایشان در صدکبره رفته بود و در آنجا خبر ... [illegible]

والده ... فقیر رسید بنده و آن حضرت ... کجا عزم ... [illegible]

کردیم و در راه برای چیزی خوردن فرود آمده بودیم که ... [illegible]

زود در رسید که چند نفوس ... والده خواهید ... موجب ... [illegible]

بعد تمام بخدمت والده رسیدیم دیدیم که ... نفوس ... [illegible]

فقیر ... آخرش جان بحق تسلیم کرد [illegible]

حصار لاهور با هندو بسری سری داشتم روزی ایشان فرمودند که شما
پیش آن شخص بروید که از طغیان باران دیوارها می افتد چون از و
نشان باران نبود ازین سبب در دل شکی داشتم که کلام ایشان از کدام عالم
است بعد از دو سه روز چنان استیلای باران عالم را در گرفت که دریا در شور
آمد و چندین دیهات غرق شدند و دیوارهای شهر اکثر از پا افتادند و چندین
عالم در ته دیوارها مردند و میگویند که این باران از ملتان تا بنگاله و دکن یک قسم
محیط بود [illegible] که در ابتدای اعتقاد روزی بخدمت ایشان نشسته بودم که در دل
خطره خطور کرد که در جناب ایشان وقتی اعتقاد ثابت کنم که چیزی خوارق مانند
مثل شیری از همین جا از غیب پیدا شود یا درختی بروید در همین بودم که رنگ چهره
مبارک ایشان متغیر شد و در غضب آمده از راه کشف چنان فرمودند که آنهایند
همان ان بر روضها و مسجدها مغرور اند از فقرا میخواهند که سگ را پیدا کنند یا درخت
مثل بازیگران بر باید چنانچه قصر اند خدا را صرف میجویند چنان جهالت. در آن
وقت در جبهه آنحضرت مشهود شد که تا قیامت ترس آن باقیست و از آن
زمان چنان اعتقاد در جناب ایشان مستحکم شد که نه در ظاهر بر و نه باطن تا
کشف و کرامت نطلبیدم و مطلب اهم خود را صحبت و جمعیت و دم [illegible] که بیت
روی یکسی باشی اگر بر آب روی خسی باشی این همه نیم جوی ارزد دل بدست آر
تا کسی باشی [illegible] روزی فقیر بخدمت حضرت نشسته بود از استماع سخنی خندید
بسیار فرمودند بمقتضای خواطر ذمیمه در دلم گذشت که فقیر را با چندین خنده
چه کار مجرد در دم خطره طرف فقیر دیده فرمودند هو اضحک و ابکی بعد دم

Marfat.com

هراسان شده استغفار نمودم و وهم دفع شد روزی بخدمت حضرت

بخانه جانی نام فقیری گذشتیم الفقیر بطریق استهزا بخدمت آنحضرت گفت

که از اندرون سبیجی گفته فرستاده اند که شاه محمد فاضل او را اکراه میکند

ایشان فرمودند که تو برای دروغ خود میبرسی بعد از دو سه روز آن [illegible]

از بام حجره خود بر زمین افتاد و کمر او شکسته شد تا مدت در عذاب [illegible]

ماند چون از کرده خود پشیمان شد و توبه نمود درد او دفع گشت [illegible]

روزی بخدمت آنحضرت حاضر بودم که در دل من [illegible] که سالها

بعد وصول ریاضت چه فایده میبدید مجرد و درود [illegible]

که هرچند صیقل زیاده حسن آئینه زیاده میشود روزی بخدمت آنحضرت

حاضر بودم و در آن روز سرما سخت بود فرمودند که [illegible]

که اکثر خلق بعلت آن خواهند مرد همچنان در [illegible]

که اکثر خلق مردند تا حدی مرگ عام افتاد که برای سوختن مردها [illegible]

بهم نمی رسید روزی [illegible] آباد یک [illegible]

آورده که خدا را انجا ببرد آنحضرت فرمودند که خدا را [illegible] نمود [illegible]

پیش آمدند او کار من [illegible] ناگاه از [illegible]

وی بیفتاد چندان [illegible] شد که [illegible]

او خبر رسید او آمده بخدمت آنحضرت [illegible]

دست بدعا برداشته فاتحه خیر خواندند [illegible]

خبر تا شب گشت [illegible] که [illegible]

پریشان حال آمده بخدمت [illegible] فرزند دلبندم را زنده [illegible] و واسطه شوید

در حضور [illegible] آورده هر چند که آنحضرت فرمودند که زنده گردانیدن کار حق است

ما شفیع [illegible] آخر [illegible]

گرفته دست [illegible] ایشان [illegible]

[illegible] و [illegible] ایشان [illegible]

[illegible] ایشان [illegible] بود [illegible]

را در یافت از طلب [illegible] خود [illegible] آن [illegible] گفت

[illegible] که مرا [illegible] داده [illegible] گرفت [illegible]

دست [illegible] مرا [illegible] آنحضرت

همان [illegible] و گریه و زاری [illegible] گرفت آنحضرت [illegible]

[illegible] احیای [illegible] در [illegible]

[illegible] بر سر قبر [illegible] خود [illegible] آن

دعوت [illegible] خود [illegible]

بعد از چند روز [illegible] آمده [illegible]

[illegible] گفت [illegible] جنت [illegible]

[illegible] خود [illegible] آمدی [illegible] از جان [illegible]

[illegible] آن [illegible] خورده [illegible] خود [illegible]

[illegible] حال [illegible] فرمودند [illegible]

[illegible] بجائی [illegible]

Marfat.com

گفتم بنشین [illegible]

در شکم حضرت ایشان [illegible] فاما چندان [illegible]

درم دل [illegible] کیستید که [illegible]

از زبانی فرمودند و آنرا از زبان [illegible]

رسید چه [illegible] کنایه [illegible] که این [illegible]

بر پای [illegible] روزی گستاخی کرده [illegible]

که اگر حکم شود خوانی رگی که متصل انگشت [illegible]

[illegible] شود فرمودند [illegible]

فرمودند [illegible]

این آیه کریمه [illegible] و ما اوتیتم من العلم الا قلیلا [illegible]

و مدت یکماه در لاهور تشریف ارزانی داشتند [illegible]

طرف خانه خود راهی شدند و این فقیر نیز [illegible]

در منزل دوم در [illegible] نوشهره [illegible] مقام [illegible]

کرده اند چون قایم وقت صبح برای سلام حضور [illegible]

در شب خواب دیدم [illegible] است [illegible]

چون فقیر را [illegible] کار بود [illegible]

خانه تشریف فرمودند [illegible]

هم مردمان [illegible]

[illegible] کردند اما [illegible] مردمان [illegible]

Marfat.com

پرسیدند که امروز پنجشنبه است مردمان گفتند آری فرمودند 118
که والد او و بیت آن حضرت را طلبید همه آمده بودند از همه خشنودی گرفتند و رخصت
کردند بعده حافظی بود ... کن جوار او را طلبیدند چون حاضر آمد
فرمودند که آنچه کتب من هستند بیارید پیش ایشان آوردند یک یک را نگاه
میکردند و باز میکردند و بر بعضی سطر آیند و بر روی کاغذ می مالیدند و به حافظ
میدادند چون ازین فارغ شدند او را دعا و طلبیدند از آن او ورقی
الله تعالی ورق نوشته نام مقام ... صلی الله علیه و آله وسلم و عهدنامه
در نوشته نامه و چند آیات قرآنی از شیرازه بر آورده بودند و به حافظ دادند
که عهدنامه و نیز اسمای حسنه در بیرون نانشت من عمل ... لیست و اینها که
آیات و اسمای ... که در همه کل ... من خواهی
ورد لوح که بخشش ... نباشی ... الله خواست
سری من خواهی داشت این وصیت نمودند ...
فرمودند و خود نماز ... مانند چون نماز ... مردمان آمدند
سر چهارپایی ادا نمودند از بس ضعف که بتن حاصل شده بود
مغرب در آمد و ضعف بر حضرت ایشان غالب بود نماز مغرب
با شارت حضور جماعه مسلمانان ادا نمودند بعد ضعف ایشان
غالب آمد که وقت نیز نزدیک رسید و ازین سبب ...

طرف پایان آمده استاده شده و قرآن خواندن آغاز نمود [illegible]

او بالی مشغود بر بالین آمده بجواب سید برادر [illegible] آمده نشسته و قرآن خواندن

شروع نمود و گفت سید مجتبی چه خواهم گفت فرمودند الله الله بعده حضرت

ایشان خواستند که پهلو بگردانند هر چند گفتند که ما هم مدد کنیم فرمودند

نه ما خود خواهیم گردانید چون پهلو را خواستند که بگردانند دو بار از زبان

ترجمة الرحمن الله الله برآمد و دعا لم یعلم [illegible] انا لله و انا الیه

راجعون چون از زبان ایشان الله الله برآمد چراغ [illegible]

و الله اعلم در این چه سر بود وصال ایشان شب [illegible]

دوم ماه محرم الحرام سنه یکهزار و دو صد [illegible]

بنظر آمده اند اینها پرسیدند که چه [illegible]

واشتند که وقت جواب سوال منکر و نکیر [illegible]

از این سبب جواب سوال آنها را نوشته [illegible]

جلد [illegible] شد بعد یازدهم روز از وصال این بیکس [illegible]

هر [illegible] که در خاک [illegible]

[illegible]

[illegible] که بر سر من [illegible]

[illegible]

[illegible] متعلقان ایشان آوردند تا که [illegible]

بجواب [illegible] چون [illegible]

آوازها [illegible] شد [illegible]

باین الفاظ که [illegible] سلامت آنچه معلوم بود [illegible] باقی همه خیر است

تخت

شیخ احمد و اسماعیل نیز آنجا رسیده اند تا حال آن قلعه در زبان است تا شب
۱۱۱ طرف قبر به کناره شان بنشسته فاتحه می‌آوردم لهذا پاسبانان تیر باب
استقبال بسته نمودند تمام و باغ را بستند تنها وقتی شب یک
خادم ایشان نیز به تمام شب برای گذشت اول نیز آوری می‌کرد
نمی‌آمد تا دیگر کار است تا در روی شمشیر و قتل از رحلت
یک سال گذشت که در بنا و مسجد نمودند که طلبها به نام محمد زیارت و باز شب
به ورود فاتحه ایشان نمی‌بینند یک دم فرصت نیست
به وارد می‌آیاست این خواجه بنداشت که حقیقت حال قبر بانند بعد
رحلت در سال جای قبر مشهور است که اتصال ربط یار است که
و در تمام مملکت شان بود چون آب در باطنان کردیم که
خوش محترم قبر منصور شد از این سبب از آنجا تا ثابت
مبارک شان در لاهور بیرون دروازه شاه لعل
طرف شمال است مقبره نموده شد و وقتی که قبر متبرک ایشان
کنده بودیم تا لاهور تا تابوت بیاییم دیدیم که قبر بر تن شان افتاده بود
در همه جای خلق استخوان بیرون خاک کرده بودند
استخوان
در همه در چشم خالی از خاک بودند گویا که آب شسته استخوان
با وجود آنکه تمام خاک قبر بر تمام بدن افتاده بود چون نعش
مبارک را در چوب تابوت نهادیم وقت شب در آمد
نیم شب بود در پیش بالین حاضر بیدار بودند

Marfat.com

و از بلاد و رود ویشان مذکور می پنداشتند که کسی جائی نمی جنباند [illegible]

کرونیکی [illegible] وقت [illegible]

که این اسرار است [illegible] تا بوقت ظاهر شد [illegible]

نیم شب دو وقت [illegible] آمدن [illegible] آواز می آید [illegible]

می کنند که [illegible]

فقیر [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] آن [illegible]

تا وقت [illegible]

تمام وقت گشتند [illegible]

در بین جهان داری که [illegible]

مرحوم از این عالم بردارد جای [illegible] بایات انسانی و [illegible]

آمیزی و چون [illegible] ذات خود

صفات خود و بحرمت انبیاء خود خصوصاً بطفیل حضرت محمد رسول الله صلی الله

علیه و آله وسلم و بحرمت اولیاء خود خصوصاً بطفیل حضرت سید عبد القادر

میران محی الدین الحسنی الحسینی الجیلانی رضی الله تعالی عنه

فی کل الحوائج [illegible] حضرات [illegible] آن [illegible]

جمال قدیم را عاشق و آن از همه [illegible]

محمد صادق رحمة الله علیه [illegible]

ضبط کرده است از اینجا [illegible] برای طلب [illegible] در

Marfat.com

در قریه بداؤن تشریف آورده کسب علم ظاهری نموده از بسیار انجور
معرفت نموده بسبب که همه حالات ایشان در ابتدا شیخ ایشان
بایشان آموختنی نموده و زمانی طالب علم بتقوی و پرهیزگاری
و اوصاف حمیده موصوف بودند بعد از آن بخدمت سید
حضرت شاه بدالاسلام توصل نموده با لاثبت با وقت
گوشه عزلت اختیار کرده از خلق جدا شده در صحرا سکونت
و اکثر بالای درختها می نشستند تا چندین شب بیداری
و اکثر اوقات از غایت شوق این بیت می خواندند
در یکتائی است هر که در یکتائی است تمام عمر
در تنهائی صرف نمودند و اکثر روز ختم کلام مجید می کردند
ایشان ظاهر تا چهل سال رسیده و سبب وفات آن شد که
شبی از شبها در مقام خود از بالای درخت برای قضای حاجت
فرود آمده بودند بعد فراغ حاجت مار سیاه پشت پای ایشان
گزیده و زنده بودند و درین درد و الم محبت حاصل
شده بود و این را بکسانی که برای عیادت می آمدند می فرمودند که
شما را بعد مرگ مرده نخواهید پنداشت برای است آمده اینجا
طلبیده اند و مائیم که بازیگاه است این جهان و آن جهان وقت

رحلت کلمه شهادت خوانند و وصال نمودند و در سنه یک هزار و شش و سه
شهر صفر تاریخ بیست و پنجم آخر شب یکشنبه رحمة الله علیه و قبر شریف او
در مقام العاشقین متصل فرید آباد که جای سکونت ایشان بود
هست جای پر فیض زیارتگاه است از مهد قایم رواشتند
یک دهقانی همه پیر جا و زائر حافظ جیو زمین داشت او ایذا داد و همیشه وقت
مزاحمت می نمود و آن دهقانی بسیار عاجز و فکر مکر و فا با سو
ملاقات روزی بخدمت حافظ جیو آمده الحاج کرد و قصه خود وا نمود
حافظ جیو فرمودند که بار انجا خود ببرد و زبان خود را حسن مینا و او را
اعتقاد بعد از روزی حافظ جیو انجا خود ببرد ایشان را بیابان زار زار آن
دیدند و از انجا بر آمده در مقام خود رسیدند وصالش از آن زمان
حامله شد و بعد انقضای مدت پسری خوبی بدر آمد از مهد
قایم درویشی که روزی حافظ جیو را در میان دریا کشتی از سیاه
سرو و تبدیی عظیم پیدا مد و از کوه در دریا فرو رفتند بعضی یکسان
باز نمودار شدند همه پارچهای ایشان باب تر بود رسوای علاقه دینه
باو بود آنکه اول از طرف سر فرو رفته بودند از مهد قایم
درویشی که حافظ جیو را در ایام حیات معشوق بود انام چون ایشان
وصال کردند او حاضر نبود بعد چند روز بر سر قبر ایشان آمد و را
بر خود پیچیده تحت اقدام مرقد ایشان خوابید و از عالم فانی
پرواز کرده قبر او در همان جائی است و ایشان را چند کتب
تصنیفات است از انجمله کتاب تحفة العاشقین کتاب عاشقی

Marfat.com

مضمون است بعض ابیات از انوشتم تبرکا و تیمنا رحمه الله تعالی

اول وحی بنام ابیات

بنام معلم شدم مهتدی — که خاک ز لطفش بود مهتدی

ببین آنکه از محض تعلیم او — کف خاک درمانده بی راه رو — یقین سجده گاه

ملایک شده — هم از عزت ده خلافت شده — مقدر که تقدیر اشیا نمود

بیک جا مکین کرد یک جا فزود — یکی را توانگر یکی بینوا یکی رند ملحد یکی پارسا

یکی شد سعید و یکی شد شقی — یکی شد شریر و یکی متقی

مکرم که خوان کرم ساز کرد — در رزق بر نیک و بد باز کرد

همین جان کرا و کم راست جی بها — کند را الهام مور و لوامها

شد از تاج علم آدمی سر بلند — بتوفیق علمش نمود ارجمند

حکیم تکلم نهادش بسر در زبان — کند تا اسامی دقایق بیان

مقدس که چیز عظمت پاک او — کند وهم بیچ ادراک او

نه چون میتوان گفت او را نه چند — نه تمثیلش توان خواندنی هم بلند

ایس در پیش چیست ز تمثیلش هم مگو — مبرا است ذاتش از چون و چند

نه زن باشد او را نه فرزند هم — نه عمایتش که عقلش فرسند هم

مقدم که اصل وجود آمده — ز جود و دهشش همه در وجود آمده

همه مرگ عاقبت جمله را فی است — شود کل فانی واو باقی است

همه از حمل سر بر زند فروع — کند باز هستی با اصلش رجوع

..... در ... و ... ما ... ابرم ....

هم از انبیا و رسل خیر نام ۔ هم از جن و انس است پیغمبرم

هم اجناس مخلوق هژده هزار ۔ همین بار نازل بر آن پاک

خداوند رب ام و سبوح ۔ [illegible]

که پیش آفریدند افلاک را ۔ [illegible]

ز نور رخش تابنده است مهر و ماه ۔ [illegible]

ز مهر رخش جمله پیدا شده ۔ [illegible]

اگر خوب عجم است ... ۔ [illegible]

چه ضحاک جمشید کیانی و کی ۔ [illegible]

چه خواری که از هر دو عالم ندید ۔ [illegible]

که یک واو یک را یکی هفت بار ۔ [illegible]

لب ... کتاب ... ۔ [illegible]

کل رخش با همه ... ۔ [illegible]

ز ... زمین و زمان ... ۔ [illegible]

... ۔ [illegible]

... ۔ [illegible]

از آن ... این ... ۔ [illegible]

... ۔ [illegible]

... بگو ... از آن ... ۔ [illegible]

۲۶

چو صادق مهر و مهر کم و بیش تلاوة کلام حافظ حبو بسیار و مطلب من اقتصار

احوال مرید ثالث حضرت شاه ابدالاسرار آن از فاق بعید و بافانی

قریب و آن صاحب کامل الیقین و جوان عشق کردی و آن ذات یمن صلوة نشین اسم املا اباداته

مولد شریف او در دیار عرب است و والد ایشان رئیس بود و منزد دادند

سبب سرکشی و باغیت در قید بادشاه جهان آباد آمده بودند بعد ایشان

در قید مردند ایشان بسبب از قید خلاص یافتند چند دایه همراه داشت

آن دایه ملا حمید را از آنجا بطرف ملک پنجاب آورده مزدوری نموده پرورش

میکردند چون جوان شد آن دایه نیز مردند ایشان بشرف اسلام مشرف شده

در کسب علم دینی مشغول شدند قدری که کافی باشد خواند بعد قریب نیک

مکتب نموده صبیان را کلام الله و کتابها میخوانیدند و در بین اشعار عشق مولوی و

با شوق غنا لهاری پنجابی سبب خفتند و نقل آن آموخته میشنیدند و جان

گدازی میکردند بعد مرور ایام بخدمت حضرت شاه ابدالاسرار املا

نموده مرید شدند چنانچه بالا ذکر رفت بعد از ارادت سلسله

غالب آمد بعد از مرور ایام بحج بیت الله رفتند در آنجا نیز مردمان

بعد از رجوع حج در مقام صحرا آرام گرفته برضا ایشان مرتاض تنهائی و عزلت

در صحرای نکار ماچیان که دهی است در پنجاب میباشند و اینا رام

Marfat.com

واز انجمله میان عنایت ساکن لاهور در محله لنگرخان متصل [illegible] خانه

میباشند و مرد متوکل و ذاکر بی تعطیل است و گوشه نشین است

واستغراق بدرجه کمال دارد و در خلوت و عزلت بسر می برد و [illegible]

الاحوال بدرجه ایست که الاستقامت افضل من الکرامات که با ایشان

ادست بنده بسیار مهربانی دارد و اکثر اوقات یکجا [illegible] [illegible]

غرض که حالات سلف وایشان معاینه می شود و اکثر [illegible] [illegible]

بزبان پنجابی مشهور است که از شور [illegible] احوال می [illegible]

میکردند و رقص میفرمودند و مردمان بهر طرف در [illegible] [illegible]

[illegible] ایشان میخوانند و کلام سوز انگیز است [illegible] [illegible]

و فریاد بر درد میبرند و یک کتاب در زبان [illegible] [illegible]

نام آن [illegible] [illegible] آئینه [illegible] کلام [illegible] [illegible]

در آن تحریر یافته [illegible] [illegible] مضمون [illegible] [illegible] ایشان [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

شده [illegible] [illegible] [illegible] من [illegible] [illegible]

قبول میکنند از انها میگویم لقد خلق الآدم علی صورته [illegible] [illegible]

دوم از فراق [illegible] الدین بابا [illegible] [illegible] [illegible]

عجائب این قدر [illegible] [illegible] صحیح [illegible] [illegible] جای [illegible]

نه جای پنهان شده ظاهر میشود جای ریاضت کشی جای عیش زشت
پنهان بود ظاهر شد خود کل خود با غبان امام الدین در میان بیا نه همه وحدت
است ای برادر الآن کما کان الکلام نه ابتدا نه انتها یافته میشود و حیرت
می میرد اگر در کوچه عشق بیائی اول سر را بریده بر زمین نه الکلام بگوی
سالک آن کدام سخن است که این قدر شور و بعالم افکنده نص و حدیث
و قول مشایخ همه در تحقق او سند من سلکوهم تالی بترسم و تن منجمد را از
روغن زکیک بر بین خاموش شو امام الدین اف کی از ذوق بست
الکلام لذت عشق غایبانه از خانمان مرا برادر درد است ذوق من
سوز است و زنجبیل من پر شور دست و همیشه درد و چند است چو نیم [illegible]
و گفتها پوشیده اهم هر دو و دریا رسید امام الدین [illegible]
مجنون اسم عشق خشک ساخته [illegible] خاموش شو ای برادر خاموش
کسی که بهشت میداند اگر تو راه عشق یافته و سخن قرب نزدیک [illegible]
سخن مکن در خود پنهان ساز گر میلوتی منبر نند مانند منصور بر دار [illegible]
هیچ امام الدین [illegible] بازی بکن ای برادر اندر خانه خود هم میان
زیاده از حد حصار است و مطلب من اقتضا الخون کرا [illegible]

بیان باید ساخت روزی ملا جیو در وجد بودند و مطرب حزب
میسر نبود همه این حال شد شبانروز گذشتند مطرب از [illegible]
با مبالغه بسیار از خدمت بی اجازت رخصت شد فرمودند که ازین [illegible]

Marfat.com

عاشقان میروند رفتنی مردی میان ... [illegible]

جان بحق تسلیم کرد صادق نام ... ملا جیو ... [illegible]

در خدمت ایشان تواقل ... [illegible]

نابینا شد چون بخدمت حضرت ... [illegible]

باستدعای دعا گفت بینائی باز یافت آن ذکر ... [illegible]

بینائی که در خوارق حضرت ایشان واقع است ... [illegible]

که چون ملا جیو در قصبه ... ذکرش بالا رفت ... [illegible]

مدت بسیار بعضی جاهلان آن دیه ملا جیو ... [illegible]

کوری باطن چندکس جمع شده برای قتل ایشان ... [illegible]

چون نا آگاهی یا تنبیه ... [illegible]

دیدن ایشان حالی بوقوع آمد چنانچه چشم ... [illegible]

میشود هیچ کس ایشان نزد ... با خود ... [illegible]

که اکثر مجروح شده تا ... رسیدند و ایشان ... [illegible]

ملا جیو ... و آن دیه ... [illegible]

بهمان منوال است ... [illegible]

فرمودند قبر شریف ایشان در ... واقع است.

ذکر احوال ... آن قبله گاه ... باشند ... [illegible]

... در عشق ... باکمال اسم میان نور محمد مولد شریف ایشان

Marfat.com

لاهور است جای سکونت آبای ایشان اندرون موچی دروازه است
ایشان بعد فوت پدر خانها و بازاران فروخته در راه خدا صرف نموده
فقیر شده در صحراها میگشتند بعد از آن بخدمت حضرت شاه ابوال[illegible]
ارادت آوردند چنانچه بالا رقم پذیرفت و از علم نیز بهره وافر داشتند
ورد و درود بسیار میخواندند اکثر ایشان شغل [illegible] طالبیه [illegible] و دیگر
صاحب معانی بودند بجز از عالم الغیب از حوال ایشان هیچکس اطلاع نداشت
تمام عمر در صحراها معتکف بودند و عمر شصت سالگی ازین عالم
فانی در آن جهان باقی رحلت کردند و قبر بزرگ ایشان بر لب دریا
راوی متصل قریه سهاهیان که چهار صد کروه است واقع است
جای دلکشا و فرحت بخش است و تمام عمر در تجرید بسر برده اند
و تصنیف نکرده اند و آنچه کاتب حروف از زبان شنیده همین بیت
مولوی معنوی است — آن خیالاتی که دام اولیاست
عکس مه رویان بستان خداست — در یا می که سکندر ایشان غالب
بحر تری وی در دریای راوی افتادند همین عزم که غرق شوند و ایشان
شناوری نمیدانستند بدست حیل رسید در دریا بالای دریا
حق تعالی صحیح و سالم میبرد [illegible] الم و اسپ [illegible] ایشان رسید
تا قیمت ناشنده غلطان موج میرفتند منزل هیچ نشد [illegible]
ملاحان از غیب پیدا شد ایشان برآورده غایب شدند
ایشان از صحرا برگشت [illegible] ایشان بر خانه [illegible]
بتاوران خود صحبت ایشان طلبیده طعام خورانید و آن پیر [illegible]

Marfat.com

هم اینجا هم به درآن هوا نداشتند از تمام علاقی [illegible]

ذکر احوال فقرا که با سبب ادعای جهان طریق [illegible]

میسر شده و فایده ها حاصل نموده [illegible]

فرد الفرد حقیقتند و آن پیر [illegible] طریقت [illegible]

و احکام شریعت غوشته در خلاف [illegible]

بالاتفاق سر امداد تا و با وفاق [illegible]

به شاه عبد الصبور مولد شریف ایشان [illegible]

که متصل شاه جهان آباد است [illegible]

ایشان رحلت نموده بخدمت [illegible]

ایشان عم با ایشان همراه خود با اکبرآباد [illegible]

در اکبرآباد بودند در آنجا جزای چند [illegible]

ایشان آمده از مطالع آن در دل [illegible]

بوطن خود آمده از استاد [illegible] قرآن خواندند [illegible]

شروع کردن استاد [illegible] فارغ [illegible]

آن ذکر کردن شروع نموده از خلق [illegible]

قبرستان ذکر میکردند بعد مدتی [illegible]

قدم مبارک ایشان در [illegible]

برای [illegible] رفتند [illegible]

[illegible] میکردند آخر الامر این [illegible] در دل ایشان [illegible]

آنکس که دین او بر حق است [illegible]

اعتبار نکنیم و صوم و صلوات را ترک داده [illegible]

Marfat.com

مستغرق در بیابان ها میگشتند و با هیچ آدم صحبت نداشتند و شبی که در
قبرستان قصبه خود وقت نیم شب نشسته بودند که شوری از غیب برخاست
که پیغامبر صلی الله علیه و آله و سلم می آیند ایشان برخاسته چپ و راست
دیدن گرفتند و میگویند از طرف دست راستان این آواز برآمد

بمجرد سماع این کلمه لا ریب آتش شوق و شهود در دل ما شعله زد
بالکلیه بی طرف شد و از سر نو تجدید و خوض ساختند از اشغال شاید [illegible]
تا بیست از کنارها گشتند بعده بار دیگر به ذکر جهر مشغول شدند عاقبت
امر یکصورت بسته امد در شکل آن ظاهر میشود چنانچه هیچ وقت در خواب
و بیداری و غفلت و هوشیاری از نظر غایب نمیشد میگویند چون آن
صورت این قدر دوام نمود ما نیز هم مطلب خود بیند اشتیاد اسما
الهیه او سعی بلیغ نمودیم تا کار دیگر در آن صورت از غایت
از سبب فراق جان گداز و عزم جزم بستم بالجمله سوگند یاد کردم
ماه که او را نبینم هیچ نخورم و نیاشامم و درین عزم ماندم
سیزده روز بی خواب و خور بسر بردم وقتی از غایت
تشنگی و گرسنگی ضعف غالب آمد و بیهوش شدم بعده از آن آنست تو را
در صحرا دیدم برست [illegible] زده بر یکطرف [illegible] نشسته مرد پیری [illegible]
عجب بیدا شد کوزه آب پیش من آورد و گفت بنوش و از حال التفات
باز نکردم از کوزه بر لبان من آورد و گفت بنوش ور نه از تشنگی میمیری
در آن وقت در دل آمد که این شیطان است و دست بر زنخ زدم
و اعوذ بالله خواندم او از نظر غایب شد از غیبت سرور و جد خاطر پیدا شد

دران وجد باز بیهوش شدم بعده افاقت حاصل شد ...

در سبزه زار که درختان سایه دار و جوئی آب دارد در آنجا میبایم ...

در دلم در آمد که آب باید نوشید ...

التفات تا آب ... تا که ان صورت ...

در گذشت عقب او دویدم ...

فاقتاده بودم باز بیهوش شدم بعده افاقت ...

که انبیا تمام انبیا و اولیا حضرت رسالت پناه صلی الله علیه ...

حاضر اند از جانب سرور ... وجد ...

مجلس سرور انبیاء صلی الله علیه وسلم ... در مجلس وجد ...

تجرد خوردن گفته ... بیهوش شد بعده افاقت ...

که در دروازه ... مقفل ... یافتم ...

بر در آمد خواست ... و انتظار ...

خانه بر ... نشسته ...

رسیدم ... وقت ... من از آنجا ...

داخل ... شد ... گفته وقتی که ...

من اندرون حجره ...

گشا د ... از ان بار ...

خود را در خانه ... که در آنجا ...

ریاضات شاقه ...

... الشبان ... تمام ...

... شد و ...

استغراق تنبیه حقیقی غالب شد که تا مدتی یک بار [illegible]

خروج حضرات طهر واشیه همراه نمی رفتند تا [illegible]

در آن دیار تشنگی ترا از آفتاب رسید تا بیت اثبات آن بیت

وقتی ادراک استکشاف بیرون آمدند فی الحال بیت میخواندند

حبیبی و حبیبا الرحیم ❊ جان تا الحبیب بالکرم [illegible] الرحیم

ایشان تفاوت و تجاوز نکرده همه جسم قائم در غیب بود یک جا سر [illegible]

بوسیده شده بود اگر کسی دست بر آن میسود پارچه پارچه از [illegible]

درویشی می آمد پاره آتا [illegible] نمی بود از آنجه [illegible]

میدیدند بعد این حال عزم طواف بیت الله کردند [illegible] عبد الله

مرید کردند و این عبد الله مرید بود [illegible] بود فارغ از تحصیل [illegible]

[illegible] بود بکمال و کسی را استغراق [illegible]

ایشان تائب شده مسلمان شد او را نیز مرید کردند از مریدان ایشان

میان الهی بخش درویش هست ساکن لاهور کاتب حروف صحبت بسیار

میکنند و روح را ملاقات کرده اند و تصنیف صاف دارند شاه عبد [illegible]

مریدان بسیار اند آنچه معلوم فقیر بود نوشته شده و قضیه عجیبه که باعث حیرت

در حال ایشان هست آنست که حضرت شاه ابوالاسرار و شاه عبد الصمد

بصورت ظاهر از یکدیگر شناخته نمیشوند هوبهو صورت یکدیگر بلا تفاوت

مجانست تمام دارند و خلقی درین امر سرگردان اند [illegible] اعتقاد [illegible]

بنابر عمل هست شاه [illegible] الله و شاه عبد الصمد [illegible]

طریقت شاه ابوالاسرار [illegible] الله [illegible] آخر [illegible] حضرت ایشان [illegible]

شکم عارض شد و تنقیه نمود و مدتی یک سال مانند [illegible]

مقربیت الهی شده و رنج را نمود [illegible]

بود چند روز اقامت کردند ایشان از [illegible]

و با وجود استیلا اطلاق [illegible]

که بعد اطلاق بود و حکم رضا [illegible]

شبی [illegible] شب [illegible]

در [illegible]

بود [illegible] حال [illegible]

جهت که وصال ایشان بود [illegible]

اکل و شرب و [illegible]

سوم است [illegible]

از حضرت ارشاد و پناهی که [illegible]

حاضر بودم فرمودند [illegible]

در [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

از حضرت ارشاد پناهی که [illegible]

از مریدان ایشان [illegible]

چون [illegible]

او مریدان [illegible]

Marfat.com

یاران فرمودند که یکبار در باب یکی ازین مریدِ فاضل بسیار تعدی نموده است
چنان شد که آن مار بار دیگر او را گزید و او بی‌تاب شد بسیار مدت آخر او
آزار کشیده و از جهان تنگ آمد چون تقدیر نمود خلاص یافت

از حضرت ارشاد دستگاهی که در ابتدای احوال ایشان را با هندو بسر
در وطن خود رسیدی بود و او نیز معتقد حالات ایشان روزی پیر رشش
اطلاع برین یافته ملامتش آغاز کرد که با مسلمان فقیر و درویشان صحبت دار
پیش بتان خود عبادت کن اگر عاقبت داری آن پیر این را پیش آمده
ظاهر ساخته ایشان فرمودند که فردا بتان شما را در بازار معلوم
الرجم خواهند برد و پیر شما بی‌حرمت خواهد شد چون صباح آن روز شد
لشکر دار از حضور بادشاه آن وقت رسید که عرض شده که در قصبه جهجر فلان
هندو بت‌پرستی میکند لهذا حکم شده که بتان را بشکنند و او را صور
بسته بیارند همان قسم که از زبان ایشان برآمده بود بظهور آمد الحمد لله
والمنة از حضرت ارشاد دستگاهی که برادر خورد راقم بدیشان کردم
فرمودند او را شکار کردن به بندوق بگذارد و گرنه ترا سگ خواهد گزید و تو را
مرد برادرم چند مدت دست ازین کار برداشت روزی قضا کار آمد از
پیش او نفر امید چون مدت عمرش بسر رسیده بود یکبارگی بندوق را
گرفته تعاقب او نمود و او را بندوق زد چون مراجعت نموده می‌آمد در راه
سگ دیوانه او را گزید و بعد از یک دو روز جان بحق تسلیم نمود انا لله
و انا الیه راجعون از جان محمد دهلوی که مبلغ دو روپیه قرض تنخواه بی
بابت پان که آینده کان ضیافت نمودند بر ذمه ایشان شده بود ان

تنبولی روزی آمده برای قرض سخت تقاضا نموده ایشان رقعه بنام
تالاب که متصل وطن ایشان است نوشتند و تنبولی را دادند رفته
رقعه در تالاب انداخته بود او همچنان کرد مبلغ دو روپیه از تالاب جهیده بدر افتادند
تنبولی مبلغ گرفت و تا هنوز آنجا از آن مکان بیش نمود [illegible] داشته
از حاجی محمد درویش مذکور که روزی در قصبه ایشان [illegible]
کسی شد ایشان برای تماشا آنجا رفتند مغنی خوانندن بیت آغاز [illegible]
سماع وجدی عظیم در آنجا ایشان در گرفت او بر خیزید [illegible]
آه از دل شان برآمد و مرتفع شد حاضران را از نور ان خیره [illegible]
چون معاینه خورشید صورت بست که مرید ایشان است که روزی
وقت شب مانجهت حاضر بودیم که تعویذ نوشتند و فتیله نموده در [illegible]
افروختند از آن روپیه و مهر ها برابر و حاصل میشد [illegible]
عمل می آموزی استدعا نمودم فرمودند برو تجدید وضو [illegible]
چون باز آمدم فرمودند که الحال حکم نیست مقدور تو فقط است
از میان الله بخش فقیر که در ابیای [illegible]
ایشان در حجره رفتیم بعد سکونت آنجا استدعا [illegible]
نمودیم فرمودند که استطاعت [illegible] التماس نمودم که [illegible]
که کل را خمیر آب نموده پیش من آسمان کردیم موافق روپیه [illegible]
در آب صاف انداختند بعد مرور ساعت دو روپیه [illegible]
بمن دادند و رخصت فرمودند از شیخ صالح [illegible]
که در اکرآباد هند و بیش ایشان آمد و گفت اگر کسی [illegible]
من مسلمان می شوم بخاطر ایشان گذشت اگر ما [illegible]
میدانستیم هند و از دست من مسلمان میشد [illegible]
[illegible]

Marfat.com

آن هندو را دریافته اقرار کنانیدند که بعد معاینه این حال مسلمان شو مسلمان را
طلبیده از و برگ درختی آورده بران مالیدند نقره خالص برآمد او مسلمان شد
و از جمله مریدان ایشان شد
از جان محمد مذکور که روزی ایشان
بر تالاب قصبه خود نشسته بعبادت شغل مشغول بودند که جوگی زاهد
ایشان را گفت که چرا اینقدر محنت اختیار کرده آید چیزی که حالا ... مریدانم
زور ایما موزید و این را بگذارید فرمودند ... دانی بنما اول ... بعد
زان ... شده پرواز نمود تا که زاغ از غیب او را ... زمین
افتاد ایشان فرمودند که ... از این زاغ ترا ... یا ... بشنو
توبه کن او توبه کرده مسلمان شد
از ... که روزی در خانقاه
ایشان مجلس بود و قوالان ابیات میخواندند بر ایشان حالت ... و
چند هندوان جا حاضر بودند از انجمله یک ... مسلمان شد و در ... ز
و از جمله مریدان ایشان شد
از ... که ... و وظیفه
یک قرص نان با ایشان میرسانید روزی او کسی را قربانی کرد و طعام قدر
تناول نماید کس کم زیاده مهیا نموده ... چون بعد تناول طعام
بسیار ... آن صاحب مجلس پشیمان شد که اینقدر طعام ... ایشان
فرمودند اگر ما را قربانی ... او گفت اختیار دارید تمام طعام را خوردند
بحاضران تعجب افتاد و همه معتقد شد
از حضرت ... بیانی
که تکلیه ایشان بود که اعتکاف عشره اول ... در ایام
من هم حاضر بودم ایشان معتکف شدند چون روز عید برآمدند از تمام جا
فارغ بودند خدا داند ... ایشان ... که کرد

از دلاور بلوچ که پیش من حاضر بودم و ایشان ذکر جهر اندرون
خود میکردند چون نظر بیرون حجره افتاد دیدم که جانوران دشت
سنگون استاده اند باعث فراق استفسار این حال کردم فرمودند
که ذکر خدا تعالی جل شانه بر جمیع دل میرسند [illegible]
و پیر محمد شنیده که روزی در احمد آباد بازی گر بازی آورده
و صفت آن بود که در دست کسی چیزی میداد و از دست او
آن چیز غایب میشد ایشان سر او رسیدند و چیز او را [illegible]
و معوذتین خوانده او را گفتند [illegible]
میخواست [illegible] رفت استاد خود را [illegible]
هم چنین که قصد خود آن چیز از دست ایشان غایب نشد
آن هر دو معتقد شده ایشان را بخانه خود بردند [illegible]
که کودکی سیاه فام [illegible] صورت از غیب [illegible]
که [illegible] ایشان [illegible] او را دست او را گرفتند
حاضر شد گفتند [illegible]
بعده از پیش من رفت [illegible] صورت [illegible]
وقت انکه [illegible] از [illegible] که [illegible] دعوت
ایشان نمود تا هفت روز بخانه او ماند و دو وقت طعام خورد
در این هفت روز طرف قضا حاجت نرفتند کرامات ایشان
از حد [illegible] مطلب من اختصار است کلام ایشان
تا فایده تمام [illegible] ای نفس [illegible]
فی فضل [illegible] و در معانی [illegible] تو با وجود [illegible]
از [illegible] خود را در [illegible] در بدر

Marfat.com

اول توئی آخر توئی هم ظاهر و باطن توئی ، غیر تو آن موجود کو یا هم زوی خبری اثر
ذات تو بحری بیکران امواج گشته جاودان ، صد موج آرد هر زمان پیدا تا هم منفعت تقرر
هر دم بامر جان شوی مستور گهر کاشتی ، هم این شوی یا هم آن شوی با هم زوی
خود مظهر ربیت ساخته ذات ذات خود ، هم مشعر ذات شان هم عابد
چون در صفای ذات تو عکس بطون افتاده ، تا گم شود کشته آن ملزم ابد
لکن وحدت خود لا عیان چون شجره و بیشه جان ، تا وارفع کرد بیان این نیخ و شاخ
جانم رودی ظاهرت صد وصف تنزیهی کند ، لیکن دردل سر تیر از تشبیه یابد
رمزی وصالت گفته‌ام در راه ذات شنفته‌ام ، معنیش را نه شنفته‌ام
سر عالمی چون و چرا منکر شود زین ماجرا ، مهری ناید بیا رود را کو هست مروی

[illegible]

ای لیس عیانی پر همه هم در همه هم زین و را ، لیکن کجا بینا کرا و بنید حسنت
مهری منیری بی جهت بر محله ذرات جهان ، اما کسی کو خر خفاش برلا در دیدت
هستند مردم معترض فا لیه حسن بنید لقا ، فانی تو آن ای ابلهان ایک با قی
تا بان هوای مهر ور در کوچه برزنی بصیر ، مگذار از رات آن زود تر روم
یک لحظه غافل نیستم از دیدن تنزیه تو ، حسنت نقابش وا ود زانکه
ذات مقدس بیکران چون آب دراصل ساقی ، دیدم حباب از شیار برور از خرمن تا
بیچون در لقای وطن ما بیچون حیرانی مطلقا ، تا کم نباشد کس و چه گر کو هست
کرامت کریم یا اتانی زین هر دو مقصودم توئی ، الحمد لک القدس که هندی زبان
ای عین هم غیرم توئی بل من و جه این هر در ، منت کی تاش ارادت نم این
دل پاک کردم از همه غیرت ما نده اندرون ، اری نکنی بجلس جایکه باشی دلبرا
مهری چه باشد تا حین آمد ترانه از لیش ، خر و فی ل تو ناطقی بر کشی
هر ما سوی نم تو بود لا نبود خیر خدا وجود لا ، اول رخ نخلق یک هست زان

چو سری شد بذات الله حجابت — بهم او فرو مسلم گشت [illegible]

خلاف هر دو کس از جهل و ریب — حقیقت [illegible] هم اصل [illegible]

معیت هم صورتت چو حباب — بر حقیقت خود آمدی [illegible]

پس دو صورت بدرهم معنی رو — [illegible] تاب

کنز حق است مخزنش ارواح — [illegible]

ستر با طالبش بدان دل را — عقل [illegible]

وجه وهم درو حق دریای من شد — [illegible] پاک ذات الله من شد

درین سر هم بیقینی عین حاصل — [illegible]

بگوای جان سری که تو منظور — [illegible]

بده آگاهم از خود تا کجایی — میان کعبه [illegible]

مجو سری مرا از خویش تن دور — [illegible]

اگر [illegible] کجا اعیانت [illegible] — [illegible]

ندیدی غیر تو سری یا دیع [illegible] — [illegible]

ز حسن رو بتو برگشت [illegible] — [illegible]

حق تجلی از منزه بی موصوف — فی [illegible] ظرف فی [illegible]

سر با عیطه اش بد اکوان — [illegible]

ستر یا در حق و تو هر محال — که [illegible] جان [illegible]

غیر او کو که جهت باشد — تا خروج [illegible]

ستر با خالق چو علم و خلق [illegible] — [illegible]

جمله مخلوقات را بی آلات [illegible] — [illegible]

ستر با ذات حق چو هم قلم — [illegible]

بهر فاعل به بلبل بهر موجی ٭ که نماید حدود گاه عمرم

ذکر آن ازلی سعید و از شقاوت بعید و آن همیشه در عید اسمه عبدالرشید
مولد ایشان قریه ختا چپنر متصل حجره شاه محمد مقیم در صغر سن از
وطن برآمده در لاهور رسیده و از انجا بهمراه با عم خود
رفته انجا با شاه عبدالجلیل بغدادی بیعت نموده ترک دنیا
اعتکاف و ریاضت بسیار کشیده و مطلب حاصل نموده بعد از آن در لاهور
ساکن اندرون باغ میر شریف عمر طویل یافته تا هشتاد و شش سال درین
مدت فی وضو کاهی نمانده و بعد نیم شب خواب نکرده و بشوق و
یک عمر صرف کرده و از غایت محبت ابیات فارسیه و کلام مجید و غیره
اکثر اوقات میخواندند و از سماع ابیات از زبان ایشان در دل
هر کس رقت میرسید و باور دارم تمام میخواندند و ذاته بکلی نمی ماندند
و اکثر چهار ربع کرده گرد شهر لاهور سیر میکنند کمتر بجای آمد
سکونت می نمودند کاهی سوال نمیکنند با کاتب حروف شفقت بسیار
داشتند کاهی از راه بنده نوازی بفقیر خانه تشریف میفرمایند و دعا
و نصایح میفرمایند و دعا میکنند آخر کار بصارت چشم ظاهر بالمرت
پیوست که مطلق عالم ظاهری به نظر ایشان نماند بنابران بفقیر خانه
سکونت اختیار نمودند روزی عرض کردم که اگر حکم شود چشم ها علاج کنم
که بینا شوند فرمودند ما را احتیاج این کار نمی شود که هنگام بصارت
عالم را در روزی کامی دیدیم اکنون در شب نجوب می بینم همین فاصله جاریه
می آید که سهل است دنیا می لیست آزار ظاهری امید زند کافی ایشان منقطع
شده بود چنانچه آماس بر روی و بر دست و پا ظاهر شده بود روزی آثار
نزع ظاهر شد بنده بر سر رسید گریه آغاز کرد در همان وقت چشم باز کردند

Marfat.com

وفرمودند که از شما آزرده میشوید چند سال برای شما [illegible]
همان وقت صحبت کمال ظهور رانجامید و مدت پنج شش سال [illegible]
عاقبت در مرض انتقال چند روز پیش از رحلت [illegible]
فراش کردند و همه جانب کعبه سجده می بودند [illegible]
بود خیاطه که مانند او خادم فقرا نظر نیامده او فرزندان [illegible]
چرا بر زمین می باشید درین وقت ضعف فرمودند [illegible]
وقت نزدیک رسید آن خیاطه خادمه حاضر بود [illegible]
که حال دگرگون شد او عرض کرد که سید [illegible]
خورد و خبر نکنند همدرین اثنا تیمم کردند و جان بحق تسلیم نمودند انا لله و انا الیه
راجعون قبر شریف ایشان در مقبره متبرکه حضرت [illegible]
تاریخ هفتم یا دهم یا یازدهم بهر تقدیر [illegible]

فصل ذکر

ملا فتوحی مردی با کمال است علم تکسیر و علم دعوت بود [illegible]
کاتب حروف است در ابتدا و آن مسکین را ایشان ذکر [illegible]
و نظر طرف هر دو سوراخ بینی نهاده تصور آوردن [illegible]
که منتهای الوان است چنانچه گفته اند بالای [illegible]
تعلیم فرمودند و ایشان اجازت ذکر نفی و اثبات از [illegible]
درین صورت یک واسطه شغول بذکر مذکور [illegible]
و ملامت را لیس علم تکسیر و دعوت از سید عابد مردم [illegible]
سید عبدالرزاق مشهور بشاه چراغ لاهوری حاصل نموده [illegible]
اجازت خواندن اسمای عظام از ملا صاحب است و ایشان [illegible]
سلطان از سید عابد مذکور علیهم الرضوان آموختند و [illegible]
اعظم است و موهبی است و در علم رمل نیز دخل دارند [illegible]
که در لباس این علوم خود را پنهان کرده اند و اکثر [illegible]
روزی ایشان برای سیر بیرون شهر رفته بودند [illegible]

Marfat.com

ایشان را در گرفتند و چنان سپاهی و عالم همه کشت که دوست خود و دید
نظر نمی آمد ایشان توجه کردند ناگاه از غیب مشعلی بدست شخصی تا چند
دتابخانه ایشان همراه ماند اکثر خرق عادت ایشان دیده شد که ضبط آن
باعث طوال کتاب است و مطلب اختصار از الامر در لاهور قحط عظیم
که هزار هزار عالم بسبب فاقه از عالم فانی رخت بربستند
گشته و توده ایشان باوجود وجود فاقه باظهار نکوشیده حتی که با کاتب حروف
و کم معتقد بودند رعایت ستر احوال مرعی داشتند بعد و شکر اوقات بسر بردند
که ناگاه شب یازدهم ماه ربیع الآخر پیمانه عمر آخر کرده بجوار رحمت حق پیوستند قبر ایشان
نیز در مقبره حضرت ارشاد پناهی علیه الرحمة والغفران است

وصل ملک شاه بایزید افغان مجذوب سالک بود اکثر جماعه فقرا همراه داشت
و در کوچه بازار باواز بلند الله الله گفتان میرفتند و اگر کسی دقابل ایشان
بلباس فاخره می آمد او را ملامت کنند که سوای ستر عورت برهنه نگاه داشتن برهنه
اگر معتقدی بود بایشان می داد ایشان بهمه جا قبض میکردند اگر نه
متعرض نمیشدند و خود هم سوای ستر عورت با خود چیزی نداشتند و اگر
کسی برهنه در راه بایشان ملاقات میکرد آن برهنه ستر عورت خود باو میدادند
و خود را در استنجا خانه مسجد یا در طهارت خانه کسان رفته استاده میشدند
چون برهنه از جای میرسیدند از آنجا بر آمدند و از هرکسی می پرسیدند که نماز
میخوانی یا نه و اگر او گفت میخوانم بگذاشتند و اگر گفت که نماز نمیدانم تا امر تعلیم
احکام نماز خانه او میرفتند و نماز می آموختند بادشاه وقت ایشان را
دوست میداشت بادشاه را گفتند دختران خود یکی بنزدیکی ده که بزرگ
نشوی اگرچه رسم قبایل آن بادشاه تزویج دختران نبود لیکن از گفته ایشان
عذر نتوانست آورد دختران خود را خیال مندب خت روزی بفقیرخانه
کاتب حروف تشریف فرمودند و گفتند که الله اسم ذات است و دیگر اسم
صفات الله الله گفته باشد در ان ایام طفل بودم دایه داشتم

Marfat.com

انگشتری از نقره بود ایشان آن را به این انگشتری گرفتند و لقب فقرا داده طولها
یافته تا هفتاد سال ظاهرا رسیده قبر ایشان در شاه جهان آباد است
متصل بازار اسپان جائی پر فیض است و زیارتگاه است
صدقی دوست مرید شیخ نظام الدین تهانیسری است اول تاجری بود
در بلخ با شیخ مذکور صحبت داشت و مرید شده بعد از ملازمت [illegible]
از کار دست شسته به کنج تنهائی نشست مردی بود صاحب کمال و صاحب
حال دیدیم که وقت سماع وجدی عظیم میکرد و رنگش سرخ چنان مایل
میشد که گویا سوخته آتش محبت الله است عمر طویل یافته تا هشتاد و زیاده
و طبیعت ایشان بود که پای مرضی جان را بایشان معارض شده تنها [illegible] امید
منقطع گشت درین حال قوالان برای ایشان سرود آغاز نمودند
بمجرد سماع با وجود آن ضعف برجستند و [illegible] رقص کنان از جای
برخواستند و [illegible] نهادند و از همان وقت آن زحمت
جان ربا بالکلیه رفت و سبب وفات ایشان هم سرود بود چنانچه
در مجلس سرودخانی حاضر بودند که وجد آمد از آنجا بخانه در همان حال
رسیدند و بعد سه روز جان بجانان سپردند قبر ایشان در
لاهور راست اندرون مندی شهر یار و ایشان را خلف الصدق
خواجکان چشت بودند رحمة الله علیهم اجمعین با کاتب حروف
بسیار شفقت داشتند چنانچه وقت سماع فقیر را امداد میکردند
و خود در رقص میکردند و در غلبه حال با فقیر مصافحه میفرمودند
و میگریستند و مرشد ایشان شیخ نظام الدین بوسیله مرید [illegible]
تهانیسری است شیخ نظام الدین سادات بلخ مردمان [illegible]
معتقد بودند روزی برای [illegible] کرده پیش ایشان [illegible]

آورده‌اند مطلب آنکه چون ایشان نماز جنازه شروع کنند او از تابوت
بیرون آمده ایستد الغرض چون تابوت پیش آوردند و استدعای جنازه نمودند
ایشان سه مرتبه تکبیر گفته جنازه تمام کردند آن مرده تابوت که بود مرده شد از اعمال
ناشایست که آنجا از کرده خود توبه نموده مطیع شده‌اند شیخ یحیی از
خلف الصدق شیخ عبدالکریم لاهوری که شارح فصوص الحکم است
و شرح تصنیف ایشان بزبان فارسی با ربط تمام و مفهوم هر ادنی و اعلی است شیخ یحیی
عمر دراز یافته تا سنه نود رسیده باشند مردی است پر کمال و صاحب
صورت صفت بر حلم او لایح و حضرت ارشاد پناهی را بخدمت
پیش شیخ تکرار فرموده یافت و ذوق بسیار شفقت دارند و استغراق
بدرجه ایست که قبل از نماز بر مصلی نشسته مستغرق میشوند چون وقت تکبیر
می‌رسد خادمان در گوش ایشان تکبیر باواز بلند میگفتند تا از عالم سکر
رجوع می‌افتاد سن ایشان قریب نود رسیده بود چون سماع میشنیدند
و ایشان در رقص می‌آمدند حاضران از جوان و پیر ایستاده همه مانده می
شدند و ایشان بهمین حال دو پاس کم زیاده در رقص می‌ماندند وفات
ایشان روز سه شنبه یازدهم جمادی الآخر سنه یکهزار یکصد شش
شاه دوله گجراتی علیه الرحمه معمر بودند تا صد رسیده باشند شیخ خلقی بسیار داشت
چنانچه وقتی در لاهور تشریف آورده بود چندان مردمان شهر برای استقبال
و چندان هجوم نمودند چند کشتی در دریا غرق شد و خرج بسیار
در کشتی
بی آنکه چندان دخل بنظر درآید داشت از فیل و شیر و اسپ وغیره جانوران و فقرا
بسیار در خانقاه ایشان بودند همه را از غیب بی سبب می‌رسید بخدمت والد خود
زیارت ایشان میسر آمده دست شفقت بر سر این فقیر مالیده بودند و ...

Marfat.com

عنایت کردند و قلم کاهی را تنها بجهت خود می بردند چنین که کلام و قلم
معلوم نشد الان در سه قصبه گجرات خوردند و خوانده اند جائی [illegible]
ان صاحب خیالی از نفاق و بسیار از کلی است اسم شیخ
ضیاء الدین از خادمان قدوة الاولیاء مخدوم شیخ علی مهیمی [illegible]
عمر یکصد و بیست سال یافته بود با وجود این کبر سن قوت بدنی
و حواس همه سلیم بود و برکات تروق بسیار شفقت داشتند اکثر
اوقات که بدل یاد می آمدند فی الفور حاضر میشدند و طریقه ایشان
خدمت بود و میفرمودند که این نسبت عبارت از خدمت است
با وجود این قدر سالی از خدمت هیچ تقصیر روا نداشتند اوقات
بفقیر حاضر می آمدند که در راه بقضاء الهی بر زمین افتادند و ضرب
بدماغ ایشان رسید چون بفقیر خانه رسیدند خون از دماغ جاری
و غشی هم بدرجه کمال و در آن تنزیه نشده بودند که کسی خدمت
کند پس از یک دو ساعت طبیعت بحال شد و بخانه رخصت
فرمودند از همان روز رفته رفته واقع شد بعد از چند روز ناسخ
بیست و یکم انسان گذشتند [illegible] هر چه برسم چو بلند لیستی را
[illegible] و بعوی حکم حکیم قضا و قدر است و رحلت فرمودند تاریخ
بیست و یکم ماه ذیقعده روز شنبه [illegible] قبل و قبله
و در قبر داخل کردن بایشان آمده و قناعت بدرجه [illegible]
که یک جامه مدت چهل سال گذرانیده بودند و قوت یک روزه
[illegible] و طعام بود
ذکر بعضی شهدا امیر احمد شهید بود
با کمیت قوم سپید ریش رومی و صحیح الدلیل بود استغراق
کمال داشت و در فن ذکر کی پنهان داشت و بیم که [illegible]

برخی

طرف آسمان نمیکرد هم پشت پای بر خود نظری نهاد و عاشق شیدا
133 بود در وحدت سیه سمای شربت شهادت چشیده یا کسی که نوکر بودند
او را جنگ با عدو خود واقع شد چون هر دو صف مقابل شدند میر ابابا
گفت که یاران امروز در بهشت باز نموده میشود اگر ذوق باشد بیایند
همین گفته اسپ را طرف غنیم کافر تاختند و سردار انطرف غنیم کافر بود
او را بجهنم رسانیدند باوجود که همراه او هزاران کس بود و خود هم شهید شدند
در سنه یکهزار و نود و چهار رضی الله عنهم و رضوا عنه قبر ایشان بیرون
شهر سرونج است جای زیارتگاه عمر ایشان تا سی رسیده
ولد او میرک شهید مخلص حضرت ارشاد پناهی بودند اینها هیچ نخوانده فاما از کلام
بوی علم می آمد سخاوت و شجاعت حسنه بدرجه تمام داشت و در
عالم عشق مجاز غرق بود و جور رقیبها را اختیاری بسیار میکشید و هر چه میسر میشد
بفقرا میداد و در صحبت او تاثیری بود بمرتبه که مانند مردمان آنجا چه از عالم و
چه از جاهل و چه از اشراف و چه از ارذال چه از مسلم و چه از کافر با او موافقت
میکردند همه ریاست او قبول میکردند و با سرور و الفت بسیار داشت
و خود هم خیالها و دردانگیز میساختند و قبل از شهادت خود یکسال
خبر شهادت بمردمان ظاهر نموده و سبب شهادت ایشان تعلقات
جاگیر نوکری بود اقربا ایشان بر معاندان خود تاخت نمود چون سوار شدند در راه
ایشان را دو سه پیش آمد چند دانه گندم بریان او حاضر آورد ایشان دانها
در دست گرفته همه دانها از دست بیفتاد بان یاران خود گفتند که امسال نصیب

Marfat.com

شهر ربیع [illegible] از و رخصت شدند در راه و ضرر ساخته قصید [illegible]

نمودند تا بسرحد غنیم رسیدند تحت فاتحه غنیم فوج ایشان [illegible]

حاضر و برایشان مشرب عشق غالب بلی احتیاط [illegible]

مردمان گفتند چرا بر زمین نشسته اید جواب داد برای زندگانی [illegible]

چندان [illegible] چیست آخر الامر غنیم نمود رسید ایشان [illegible]

که در راه گلوله تفنگ بر جگر ایشان رسید ایشان را زخم [illegible] شدند و [illegible]

قدم ماندند چند گام باستقلال تمام مقابل غنیم رفته [illegible] تکبیر زده رو

بقبله نموده دو مرتبه اسم هو هو بر زبان آورده جان بحق تسلیم کرده

اول قبر ایشان بطریق امانت دیگر جا نشاده [illegible]

آنجا بر آوردند گلهای چنبیلی که بر دی ایشان نهاده بودند [illegible]

آنچنان تر و تازه بر آمد که گویا امروز نهاده اند از آنجا نعش ایشان [illegible]

در قصبه کهره که وطن ولادت شان بود دفن کردند [illegible]

حروف بسیار شفقت داشتند و اکثر [illegible]

ماندیم در سنه سی سالگی شهید شده

و شهادت ایشان در [illegible]

روز عید وقت [illegible]

برآمد و شنبه [illegible]

جناب [illegible]

[illegible]

...dir
... Lahore.